

تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند

جلد دوم

سلسلہ نقشبندیہ اور بعض علاقائی علماء و صوفیہ کے حالات

تالیف

مختار اقبال مجذبی

پروکسٹو بکس

تذکرہ
علماء و مشائخ
پاکستان ہند

جلد دوم

سلسلہ نقشبندیہ اور بعض علاقائی علماء و صوفیہ کے حالات

تالیف

محمد اقبال مجیدی

یوسف ماریٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور 37352795

پروگریسو بکس

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب	:	تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند
جلد دوم	:	سلسلہ نقشبندیہ اور بعض علاقائی علماء و صوفیہ کے حالات
مؤلف	:	پروفیسر محمد اقبال مجددی
طابع	:	آر۔ آر۔ پرنٹرز
ناشر	:	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول۔ میاں شہزاد رسول
سن اشاعت	:	۲۰۱۳ء
قیمت	:	= / روپے

لائبریری کارڈ کیٹلاگ

محمد اقبال مجددی

تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند

لاہور، پروگریسو بکس، ۲۰۱۳ء

- ۱۔ تذکرہ ہائی علماء و مشائخ
- ۲۔ تصوف، پاکستان و ہند
- ۳۔ سلاطین دہلی و مغلیہ
- ۴۔ تذکرہ علماء
- ۵۔ صوفیہ، سلسلہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ وغیرہ
- ۶۔ صوفیہ سلسلہ نقشبندیہ، احرار، علاقائی تذکرے
- ۷۔ عنوان کتاب

۹۲۲، ۹۷

ملت پبلی کیشنز
ملت پبلی کیشنز اسلام بک ڈپو ۱۲ سٹیج بخش روڈ لاہور
فون: 042-37112941
Ph: 051-2254111
E-mail: milat_publication@yahoo.com
۱۱ کان نمبر ۵ کے مندرجہ ذیل بازار لاہور 0321-4146464

پروگریسو بکس
پوسٹ نمبر ۵۰ غزنی سٹریٹ
آرہ بازار لاہور
فون: 042-37124394 042-37352795

فہرست

سلسلہ نقشبندیہ

۱. شیخ اسماعیل نقش بندی لاہوری ۷۰۴
۲. حضرت خواجہ باقی باللہ ۷۰۷
۳. حضرت شیخ تاج الدین بن زکریا ۷۱۴
۴. شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی تحریک احیاء دین ۷۲۰
۵. حضرت مجدد الف ثانیؒ کا لاہور سے رابطہ ۷۲۹
۶. افکار حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ایک ماخذ ۷۳۶
۷. مکتوبات کے فہم و تفہیم میں حضرات مجددیہ کی کوششیں ۷۵۵
۸. حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں ۷۹۱
۹. حضرت حاجی سلطان تھانیسری ۸۱۲
۱۰. شیخ محمد سعید بن امام ربانیؒ مجدد الف ثانی ۸۲۱
۱۱. حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی ۸۲۵
۱۲. ملا شیخ بدر الدین سرہندی ۸۳۰
۱۳. شیخ محمد صدیق ہدایت کشمی بدخشی ۸۳۶
۱۴. حضرت شیخ آدم بنوڑی نقش بندی ۸۴۰
۱۵. حضرت حاجی عبداللہ بہادر کوہاٹی ۸۴۵
۱۶. حضرت سید علم اللہ حسنی رائے بریلوی ۸۴۸

۱۷. شیخ محمد امین بدخشی ۸۵۱
۱۸. شیخ باقر بن شرف الدین عباسی لاہوری ۸۵۵
۱۹. شیخ محمد بیگ برہانپوری ۸۶۰
۲۰. حضرت شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی ۸۶۳
۲۱. شیخ محمد مراد تنگ کشمیری ۹۰۹
۲۲. شیخ محمد امین ڈار کشمیری ۹۳۷
۲۳. بابا شاہ مسافر غجدو دانی بخاری نقش بندی ۹۴۱
۲۴. شیخ الہداد قصوری ۹۴۵
۲۵. مولانا محمد منیر قصوری ۹۴۸
۲۶. مولانا محمد شریف نقش بندی قصوری بن یونس بن حاجی محب علی نقشبندی .. ۹۵۰
۲۷. حضرت میاں عبدالحکیم کاکڑ ۹۵۳
۲۸. ابوالفیض کمال الدین محمد احسان (موکف روضۃ القیومیہ) ۹۵۶
۲۹. حضرت حافظ محمد رانجا نقشبندی ۹۶۱
۳۰. حضرت شیخ حافظ سعد اللہ مجددی ۹۶۳
۳۱. حضرت شیخ محمد عابد سنائی ۹۶۶
۳۲. مولوی نعیم اللہ بہرہ پچی (موکف معمولات مظہریہ) ۹۶۸
۳۳. شیخ افضل الہ آبادی ۹۷۴
۳۴. شیخ محمد ناصر افضل الہ آبادی ۹۷۸
۳۵. شیخ ابوالحسن سندھی نقشبندی داہری ۹۸۱
۳۶. شیخ ابوالحسن نصیر آبادی بن نور الحسن ۹۸۴

۳۷. شیخ غلام رسول نقش بندی (مؤلف بدرقۃ السالکین) ۹۸۶
۳۸. حضرت شاہ غلام علی دہلوی ۹۸۹
۳۹. حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی ۱۰۵۷
۴۰. مولوی امام دین بن میاں محمد ۱۰۶۸
۴۱. حضرت حافظ سید جمال اللہ رام پوری ۱۰۷۲
۴۲. حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی ۱۰۸۰
۴۳. حضرت شاہ ابوسعید دہلوی مجددی ۱۰۸۸
۴۴. حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی ۱۰۹۲
۴۵. حضرت شاہ محمد مظہر مجددی مدنی ۱۰۹۷
۴۶. خواجہ محمد حسن جان مجددی (مؤلف انساب الانجاب) ۱۱۰۳
۴۷. مولوی محمد صالح کنجاہی نقشبندی ۱۱۱۲
۴۸. حافظ غلام محی الدین کنجاہی ۱۱۲۷
۴۹. شیخ محمد رفیع الدین قندھاری ۱۱۳۷
۵۰. شیخ محمد حسین زکوڑی ۱۱۴۳
۵۱. حضرت امام علی شاہ حسینی نقشبندی مجددی ۱۱۴۵
۵۲. حضرت میاں شیر محمد شر قہوری ۱۱۴۹
۵۳. حضرت امیر ابوالعلاء حسینی اکبر آبادی ۱۱۵۱
- استدراک ۱۱۵۵
- احرار یان ۱۱۵۸

بعض علاقائی علماء و مشائخ

لاہور کے چند غیر معروف صوفیہ ۱۱۶۶

قصور کے علماء و مشائخ ۱۱۷۲

سُنجاہ کے صوفیہ اور مشاہیر ۱۱۸۱

علمائے ساہیوالہ (سیالکوٹ) ۱۱۸۷

سلسلہ نقشبندیہ

شیخ اسماعیل نقش بندی لاہوری

مولانا شیخ اسماعیل محدث لاہوری، نویں صدی ہجری کے مسند وقت اصحاب میں سے تھے۔ فقہ اور حدیث کی تحصیل ہرات میں شیخ الاسلام مولانا سیف الدین احمد ہروی اور امیر سید جمال الدین عطاء اللہ محدث کی خدمت میں کی (اذکار ابرار ۴۹۸)

مولانا سیف الدین احمد ہرات کے شیخ الاسلام تھے اور ۹۰۴ھ / ۱۴۹۸ء میں ہرات میں مرزا بدیع الزمان کے زمانے میں اقامت اختیار کی (خلاصۃ الاخبار ۳۹) موصوف مولانا سعد الدین مسعود تفتازانی کی اولاد میں سے تھے۔ شیخ الاسلام سیف الدین احمد جو ایک شافعی سنی عالم تھے اور اپنی شہادت تک ہرات میں درس و تدریس میں مصروف رہے۔ جب شاہ اسماعیل صفوی نے ۹۱۶ھ / ۱۵۱۰ء کو مرزا حسین بایقرا کے عہد میں ہرات پر حملہ کیا تو اس حملے میں شیعہ مذہب قبول نہ کرنے کے سلسلہ میں جن علماء کو اس نے شہید کیا ان میں شیخ الاسلام سیف الدین احمد ہروی بھی شامل تھے (تاریخ رشیدی ۲۳۵، بابر نامہ ۱ / ۲۸۳، زندگانی شاہ عباس اول ۳ / ۳۱-۳۰) مولانا اسماعیل لاہوری کے دوسرے استاد میر جمال الدین عطاء اللہ محدث اپنے عہد کے اسلامی علوم میں بے مثل استاد تھے اور ۹۳۴-۹۳۷ھ / ۱۵۲۷-۱۵۳۱ء تک بقید حیات تھے (بابر نامہ ۱ / ۲۸۴) اور مدت تک مدرسہ سلطانیہ میں درس و تدریس کی خدمت انجام دی اور اجتہاد میں پورے وسطی ایشیاء میں ان کی مثل کوئی نہیں تھا۔ (خلاصۃ الاخبار ۴۰-۴۱ حبیب النیر ۳ / ۳۲۸-۳۲۹)۔

مولانا اسماعیل محدث لاہوری کا سلسلہ نقشبندیہ سے تعلق تھا اور معروف عالم شیخ امیر عبد اللہ ہروی معروف بہ میر قبطی کے حوزہ سلوک سے تعلق رکھتے تھے۔ میر قبطی خواجہ عبید اللہ احرار کے سلسلہ سلوک کے فرد فرید شیخ جلال واعظ ہروی بخاری کے مرید تھے (اذکار ابرار ۴۹۸)

مولانا اسماعیل نقش بندی لاہوری کا لاہور میں ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں وصال ہوا اور لاہور ہی میں دفن

ہیں۔ (ایضاً ۴۹۸)

مفتی غلام سرور لاہوری نے جن شیخ اسماعیل محدث لاہوری متوفی ۴۴۸ھ کے حالات اپنی کتابوں خزینۃ الاصفیاء ۲/ ۲۳۰ اور حدیقۃ الاولیاء (۱۷۹) میں لکھے ہیں۔ ان کا ذکر ان کی معاصر کتب تاریخ و تذکروں میں نہیں ملتا بعد کی معتبر کتب نفحات الانس اور اخبار الاخیار بھی ان کے ذکر سے خالی ہیں۔ بعد کے تذکرہ نویسوں نے مفتی غلام سرور کی تقلید کی ہے۔

سید ہاشمی فرید آبادی نے کشف المحجوب (ص ۱۲۸) میں مذکور معاصرین غزنی کے سلسلہ میں شیخ اسماعیل الشاشی کو شیخ اسماعیل محدث لاہوری قیاس کر لیا ہے۔ (ماثر لاہور ج ۲/ ۱۰) جو درست معلوم نہیں ہوتا۔ بحث کا حاصل یہ ہے کہ مفتی غلام سرور لاہوری اور سید ہاشمی فرید آبادی نے بغیر کسی تحقیق کے جن شیخ اسماعیل محدث لاہوری متوفی ۴۴۸ھ کا تذکرہ کیا ہے وہ کوئی اور شخصیت ہیں اور ہمارے زیر بحث بزرگ شیخ اسماعیل نقش بندی لاہوری متوفی ۹۸۰ھ کوئی دوسری شخصیت ہیں (حدیقۃ الاولیاء، تعلیقات ۱۸۰) خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری متوفی ۷۹۱ھ سے نسبت نقشبندیہ کا آغاز ہوا۔ بھلا ۴۴۸ھ میں فوت ہونے والے بزرگ اس نسبت سے کیسے منسوب ہو سکتے تھے؟

ماخذ

- ۱۔ خواند میر: حبیب السیر طبع دبیر سیاقی۔ تہران
- ۲۔ نوائی، عبدالحسین: رجال کتاب حبیب السیر، تہران ۱۳۲۲ش
- ۳۔ خواند میر: خلاصۃ الاخبار (یک فصل مربوط۔ رجال و بناء ہا) طبع گویای اعتمادی، کابل ۱۳۴۵ش
- ۴۔ غوثی، محمد مانڈوی: اذکار بزار ترجمہ گلزار ابرار، لاہور ۱۳۹۵ھ
- ۵۔ فلسفی، نصر اللہ: زندگانی شاہ عباس اول۔ تہران ۱۳۵۲ش
- ۶۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء لکھنؤ ۱۸۷۵ء
- ۷۔ ایضاً حدیقۃ الاولیاء طبع (محمد اقبال مجددی) لاہور ۱۹۷۶ء
- ۸۔ ہاشمی فرید آبادی: مآثر لاہور، لاہور ۱۹۵۶ء

۹۔ امیر محمود خواند میر: تاریخ شاہ اسماعیل و شاہ طہاسب صفوی (ذیل حبیب السیر) طبع محمد علی جراتی۔

تہران ۱۳۷۰ ش

- 10- Babur, 2 M: Babur Nama, English tran. By Beveridge, Lahore, 1975
- 11- Zain Khan: Tabaqat-i-Babur, English tran S.H. Askri Dehli, 1982
- 12- Dughlat, M. H: Tarikh-I-Rashidi, English tran by Elias and Denison Ross , London 1895

۲ فروری ۱۹۹۶ء

(برائے دانشنامہ ادبیات فارسی شیخ قارہ، تہران)

حضرت خواجہ باقی باللہ

حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی گیارہویں صدی ہجری کے نامور عالم، صوفی، مصنف اور شاعر تھے، آپ کے والد قاضی عبدالسلام خلجی ترک سر قندی ایک عالم اور صوفی تھے، انہوں نے کابل میں سکونت اختیار کر لی، جہاں خواجہ باقی باللہ کی ولادت ۹۷۱ یا ۹۷۲ھ / ۱۵۶۳ء یا ۱۵۶۴ء کو ہوئی (زبدۃ المقامات ص ۵، حضرات القدس ۱ / ۳۵۰)

آپ کے نسب کے بارے میں تذکرہ نویسوں کو غلط فہمیاں ہو گئی ہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ نسباً خلجی ترک تھے اس قوم کا مستقر علاقہ قرشی تھا اس لیے آپ قرشی بھی کہلائے (زاد المعاد ۲۳۹، مقدمہ کلیات باقی باللہ، رفع یک اشتباہ قدیم۔۔۔۔۔ ۶۰-۷۶) آپ کا اصل نام محمد باقی نقشبندی اور لقب خواجہ بیرنگ باقی باللہ تھا (کلیات خواجہ ۱۹، مقدمہ ابوالحسن زید ص ۷، مکتوبات امام ربانی ۱ / ۲۹۰)

خواجہ باقی باللہ نے اس عہد کے معروف عالم مولانا صادق حلوائی (ف ۱۰۰۷ھ / ۱۵۹۸ء) سے تحصیل علم کی اور انہی کے ہمراہ کابل سے ماوراء النہر چلے گئے جہاں سلسلہ تعلیم جاری رکھا، یہاں تک کہ آپ عالم بن گئے (ملفوظات خواجہ باقی باللہ، مقدمہ ۷-۸، زبدۃ المقامات ۶، حضرات القدس ۱ / ۳۵۱)

آپ کی والدہ محترمہ خواجہ عبید اللہ احرار (ف ۸۹۵ھ / ۱۴۹۰ء) کی دختری اولاد میں سے تھیں (حضرات القدس ۱ / ۳۵۰) آپ نے اپنے مادری اجداد سے سلوک کی ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی تھی (مکتوبات امام ربانی ۱ / ۲۹۰) اس کے بعد خواجہ عبید کی خدمت میں بیعت توبہ کی، پھر خواجہ افتخار شیخ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی دوران امیر عبداللہ بلخی کے حضور تجدید توبہ کی، اس کے بعد ہندوستان آئے اور کشمیر جا کر شیخ بابا والی (ف ۱۰۰۱ھ / ۱۵۹۲ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو باطنی کشادگی کا احساس ہوا انہی کے ایما پر آپ سنٹرل ایشیاء کے معروف نقش بندی شیخ طریقت خواجگی انگلی (Amkangi) (ف ۱۰۰۸ھ / ۱۶۰۰ء) کی خدمت میں حاضر

ہوئے جہاں تعلیم سلوک کی تکمیل اور خلافت یاب ہو کر ہندوستان کا رخ کیا۔ (ملفوظات خواجہ باقی باللہ ۲۰-۲۱، زبدۃ المقامات ۱۰-۱۱، تاریخ کشمیر اعظمی ۱۰۹-۱۱۰)

ایک سے زیادہ مرتبہ آپ کا قیام لاہور میں رہا آخری مرتبہ ایک سال تک لاہور میں مقیم رہے اس دوران لاہور کے علماء و صوفیہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے وہاں سے دہلی منتقل ہو گئے جہاں قلعہ فیروزی میں تاحیات مقیم رہ کر رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیا۔ (زبدۃ المقامات ص ۱۴، حضرات القدس ۱ / ۳۵۳)

حضرت خواجہ باقی باللہ کا ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء کو وصال ہوا اور دہلی ہی میں نقش قدم رسول اللہ (ﷺ) کے جوار میں دفن کیے گئے۔ (ذکر جمع اولیاء دہلی ۸۵، کلمات الصادقین ۱۸۸) اس وقت آپ کا مزار پرانی دہلی کی فصیل سے مغرب لاہوری دروازے سے چار فرلانگ قطب روڈ پر واقع ہے۔ (مقدمہ کلیات خواجہ باقی باللہ ۱۴)

آپ کے دو صاحبزادے خواجہ عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں اور محمد عبد اللہ ملقب بہ خواجہ خرد آپ کے جانشین اور اکابر علماء و مشائخ میں شمار کیے گئے، حضرت خواجہ کے وصال کے وقت آپ کے دونوں صاحبزادے کم سن تھے خواجہ حسام الدین احمد اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے ان کی تعلیم و تربیت کی اور خواجہ حسام الدین احمد نے آپ کی خانقاہ کا تمام انتظام و انصرام اپنے ذمہ لیا۔ (زاد المعاد ۱۲۲)

خواجہ باقی باللہ کے خلفاء میں سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، خواجہ حسام الدین احمد (جانشین)، شیخ مرتضیٰ سنہلی، شیخ الہداد امر دہوی، شیخ طاہر بدخشی، مولانا محمد فاضل بدخشی، ملا عبد السلام، ملا جمال ٹکوی (طبقات شاہجہانی طبقہ نہم دہم)، شیخ نور الحق مشرقی بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مولانا میر محمد زاہد ہروی، مولانا احمد لاہوری، مولانا شیر محمد لاہوری، میاں شیخ اسماعیل رشدی۔ شیخ تاج الدین سنہلی مکی اور خواجہ محمد قلیج خان بہادر (زاد المعاد۔ برگ ۲۰۰-۲۴۰) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کے خلفاء میں سب سے زیادہ شہرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کو حاصل ہوئی اور وہی آپ کے صحیح جانشین ہوئے جن سے سلسلہ نقشبندیہ کا نہ صرف پاکستان و ہندوستان بلکہ عالم اسلام اور ماوراء النہر میں احیاء ہوا۔

ہم نے زاد المعاد کے مقدمہ میں حضرت خواجہ کے ۸۱ خلفاء کی فہرست شامل کی ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کی تصانیف میں سے فارسی نثر میں چند رسائل اور کچھ مثنویات، رباعیات اور قطعات ملتے ہیں۔ ملفوظات اور مکتوبات کے مجموعے ان کے علاوہ ہیں۔

رسائل

۱۔ رسالہ در بیان حقیقت نماز:

اس رسالے میں نماز کی حقیقت صوفیہ کرام کے نقطہ نظر سے بیان کی ہے۔ مولانا محمد قاضی کا تذکرہ سلسلہ العارفین سے خواجہ احرار کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔

۲۔ رسالہ صورت نماز:

اس مختصر رسالے میں آپ نے ”ہو السمع البصیر“ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ادائیگی نماز کی صورت بتائی ہے۔

۳۔ مختصر بیان توحید:

اس رسالے میں توحید کا بیان نہایت مجمل طریقے سے بیان کیا ہے، آیات و احادیث کے اقتباسات سے پر ہے۔

۴۔ رسالہ در معنی اعوذ باللہ:

اس آیت کی تفسیر کرتے وقت اقوال صوفیہ اور فارسی اشعار بھی برجستہ استعمال کیے ہیں۔

۵۔ معنی بسم اللہ و سورہ فاتحہ:

موضوع نام سے ظاہر ہے۔ ہر نئی بات کو وصل کے عنوان سے شروع کیا ہے، اس میں اکابر صوفیہ کے اقوال درج کر کے اپنی آراء کا اظہار کیا ہے، فتوحات مکیہ کے حوالے بھی آئے ہیں۔

۶۔ بیان سورہ الشمس

اس میں سورہ الشمس و ضحیٰ کا بیان ہے۔ شیخ اکبر ابن عربی کے اقوال فتوحات مکیہ اور اس کے مندرجات کی توضیح کی گئی ہے، مولانا علاء الدین مکتب دار ایک بڑے صوفی تھے ان کی مولانا جامی کی خدمت حاضری اور ابن عربی کے اقوال کی تشریحات در محفل جامی کا ذکر بھی آیا ہے۔ (ص ۱۶۳)

۷۔ بیان سورہ اخلاص:

۸۔ بیان سورہ خلق:

۹۔ بیان سورہ الناس:

۱۰۔ بیان آیہ و هو معکم:

[یہ نہایت مختصر رسائل ہیں جو فارسی نثر میں لکھے گئے ہیں۔ ان میں قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی مجمل تفسیر، صوفیہ کی طرز میں کئی گئی ہے۔]

۱۱۔ ترجمہ دعائے قنوت:

مریدین صوفیہ کے اوراد کے سلسلے میں حضرت خواجہ نے دعائے قنوت کا ترجمہ فارسی نثر میں کیا ہے۔

۱۲۔ رسالہ ناتمام در علم سلوک:

اس رسالے میں سلوک کے ابتدائی مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ وصول بفنائی حقیقی، طریقہ نفی و اثبات، رسالہ ناتمام آپ کے مجموعہ مکتوبات میں مکتوبات نمبر ۶۲ کے طور پر شامل ہے۔

۱۳۔ رسالہ سلسلہ الاحرار:

یہ رسالہ ۱۰۰۷ھ میں تالیف ہوا اس میں حضرت خواجہ نے اپنی رباعیات کی شرح فارسی نثر میں لکھی ہے، کل ۴۶ رباعیات ہیں، اکثر رباعیات کا موضوع وحدت الوجود کے بعض مدارج کی تشریح ہے۔ حضرت خواجہ نے اس رسالے کے آخر میں اس کی تاریخ تکمیل کے طور پر ۱۹ مادہ ہائی تاریخ بھی املا کروائے ہیں، آپ کے کلیات میں یہ رسالہ بھی شامل ہے۔ آپ کے خلیفہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے آپ کی پہلی دور رباعیات پر تعلیقات لکھے ہیں۔ ان رباعیوں کا تعلق وجود واجب تعالیٰ اور وجود ممکنات یعنی ربط و حادث بالقدم کے مسئلہ پر ہے۔ اس سلسلے میں جو شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے تھے حضرت مجدد الف ثانی نے ان کا دفعیہ کیا ہے۔ آخر میں بطور ذیل اکابر نقشبندیہ کے نزدیک جو توحید اور شہود وحدت در کثرت معتبر ہے، کی تفصیل بھی یکجا کر دی ہے۔

یہ تعلیقات رسائل مجددیہ میں شامل اور متعدد بار طبع ہو چکے ہیں۔

۱۴۔ مکتوبات

حضرت خواجہ باقی باللہ کے مکتوبات جو تعداد میں ۸ ہیں اپنے احباب اور مخلصین کے نام لکھے گئے ہیں۔

ان مکاتیب میں تصوف کے عمومی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ ایک مکتوب میں اپنا رسالہ در سلوک نقل کر دیا ہے۔ مکتوبات کا یہ مجموعہ بھی آپ کے مطبوعہ کلیات میں شامل ہے۔

۱۵۔ ملفوظات

حضرت خواجہ باقی باللہ کے ان ملفوظات کا آغاز صفر ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء سے ہوتا ہے۔ اور یوم وصال ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے جامع کو حضرت خواجہ کی ایک خود نوشت تحریری ملی تھی جس میں آپ نے اپنے سلوک کے آغاز کے حالات لکھے تھے وہ بھی نقل کر دی ہے۔ آخر میں دو فصول کا اضافہ کیا ہے پہلی فصل در بیان بعضی از اطوار حضرت ایشاں اور دوسری فصل در بیان تربیت مسترشدان طریقہ پر مشتمل ہے۔

جامع نے آغاز رسالہ میں بتایا ہے کہ وہ اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے لیکن خواجہ باقی باللہ کے صاحبزادے خواجہ عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں نے لکھا ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد کے ایما پر میاں شیخ اسماعیل نے آپ کے ملفوظات، رقعات اور دیگر رسائل کو ایک مجموعہ کی صورت میں مرتب کر دیا تھا (زاد المعاد ۲۲۸) جامع نے آخر میں ایک طویل مرثیہ بھی لکھا ہے جس میں اپنا تخلص رشدی بتایا ہے۔

۱۶۔ مجموعہ کلام

مذکورہ رباعیات کے علاوہ آپ کے فارسی کلام میں مثنوی قبل از زمان درویشی، مثنوی گنج فقر، ساقی نامہ، سلسلہ نامہ پیران طریقت، تاریخ تولد و پسران خود، چند رباعیات و فرد بھی شامل ہیں۔

- آپ کا تخلص باقی ہے (کلیات ص ۳۸) کلام کا زیادہ حصہ مثنوی اور رباعی پر مشتمل ہے۔ اور یہی صوفیہ کے ہاں رائج بھی تھا۔ مثنوی گنج فقر میں عشق حقیقی کی کیفیات و واردات کا ذکر ہے، مثنوی فقر و عشق میں فقر اور عشق کے اتصال کا ذکر کیا ہے، اس میں ناکامی و نامرادی کو ایک پسندیدہ چیز بتایا ہے، ساقی نامہ میں ساقی سے خطاب کرتے ہوئے عشق کی فضیلت عقل پر ظاہر کی ہے، رموز عشق کی وضاحت کے لیے مولانا روم کے تتبع میں حکایات بھی بیان کی ہیں، کلیات خواجہ باقی باللہ کے کئی خطی نسخے پاکستان و ہند اور کتابخانہ دیوان ہند، لندن میں محفوظ ہیں۔ لیکن معتبر قلمی نسخہ خانقاہ میرزا مظہر جان جاناں شہید، دہلی کے سجادہ نشین مولانا ابوالحسن زید فاروقی کے کتب خانے

میں ہے جسے شاہ غلام دہلوی (خلیفہ میرزا مظہر) کے نوشتہ نسخے سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ مولانا زید مذکور ہی کی تصحیح و مقدمہ کے ساتھ محکمہ اوقاف، لاہور نے بہ اعانت ملک سراج دین یہ کلیات ۱۹۶۷ء میں شائع کر دیا تھا۔

مآخذ

- ۱۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی مرتبہ نور احمد امرتسری، استنبول، ۱۹۷۷ء
- ۲۔ الہ بخش گڑھ کٹیسری: مونس الذاکرین، بریلی، ۱۸۸۸ء
- ۳۔ باقی باللہ، خواجہ: کلیات خواجہ باقی باللہ مرتبہ ابوالحسن زید فاروقی، لاہور، ۱۹۶۷ء
- ۴۔ حبیب اللہ: ذکر جمیع اولیائے دہلی مرتبہ شریف حسین قاسمی، ٹونک، ۱۹۸۸ء
- ۵۔ حبیبی، عبدالحی: رفع یک اشتباہ قدیم در بارہ ترک و ترک، مقالہ مشمولہ یادنامہ ایرانی مینور سکی مرتبہ مجتبیٰ مینوی و ایرج افشار، تہران، ۱۳۴۸ ش
- ۶۔ خواجہ کلاں، عبید اللہ: زاد المعاد، تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی (زیر چاپ) گوجرانوالہ
- ۷۔ رشدی، میاں اسماعیل: حیات باقیہ (ملفوظات خواجہ باقی باللہ) مع ترجمہ از محمد رحیم بخش، دہلی، ۱۳۳۲ھ
- ۸۔ سرہندی، بدر الدین: حضرات القدس۔ جلد اول خطی، مخزنہ کتابخانہ موزہ لاہور، پاکستان۔
- ۹۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، لکھنؤ، ۱۸۷۳ء
- ۱۰۔ غلام مصطفیٰ خان (مرتب) باقیات باقی، حیدر آباد، سندھ (سن۔ ن)
- ۱۱۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، ج ۵، حیدر آباد، دکن ۱۹۵۵ء
- ۱۲۔ عراقی، احمد طاہری: باقی باللہ، خواجہ، مقالہ مشمولہ دانشنامہ جہان اسلام، تہران
- ۱۳۔ کمال محمد سنہیلی: اسرار یہ، خطی، مخزنہ کتابخانہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ
- ۱۴۔ فریدی، نسیم احمد: تذکرہ خواجہ باقی باللہ اور صاحبزادگان و خلفاء، لکھنؤ، ۱۹۷۸ء
- ۱۵۔ کشمی، محمد ہاشم: زبدۃ المقامات، لکھنؤ، ۱۹۰۰ء
- ۱۶۔ ایضاً: نسیم القدس، خطی مخزنہ کتابخانہ منج بخش مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد
- ۱۷۔ محمد اعظم دیدہ مری: تاریخ مشیر اعظمی، جموں، ۱۳۵۵ھ

- ۱۶۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری: کلمات الصادقین مرتبہ محمد سلیم اختر، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء
- ۱۷۔ ایضاً: طبقات شاہ جہانی (طبقہ نہم و دہم) مرتبہ محمد اسلم خان، دہلی، ۹۳-۱۹۹۰ء
- 18- Friedmann Yohanan: Sh. Ahmad Sirhindi, McGill, 1977.
- 19- terHaar: Follower and Heir of the Prophet, Sh. Ahmed Sirhindi, as Mystic. Leiden, 1992.

۷ / اکتوبر ۱۹۹۷ء

(برائی دانشنامہ ادبیات فارسی شیہ قارہ، تہران)

حضرت شیخ تاج الدین بن زکریا

حضرت شیخ تاج الدین نقش بندی گیارہویں صدی ہجری کے ایک نامور عالم، صوفی اور مولف تھے۔ شیخ تاج الدین بن زکریا بن سلطان عثمانی کا تعلق صوبہ بہار (Bihar) کے علاقہ سارن (Saran) سے تھا وہیں ولادت ہوئی ہوگی پھر سنبھل (Sanbahal) میں اقامت اختیار کر لی۔ (تذکرہ خواجہ باقی باللہ ص ۹۴)

شیخ تاج الدین سنبھلی تحصیل علم کے بعد مرشد کی تلاش میں نکلے۔ اور مدتوں اس جستجو میں در بدر پھرتے رہے اس سلسلے میں اجمیر (Ajmeer) اور پھر ناگور (Nagor) میں بھی مقیم رہے آخر شطاری سلسلہ کے ایک معروف بزرگ شیخ الہ بخش گڈ مکتسیری (Gadh Maktesari) (ف ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء) سے وابستہ ہو کر اس سلسلے کے اشغال میں مہارت حاصل کرنے کے بعد خلافت یاب ہوئے اور دس سال تک ان کی خدمت میں رہے۔ (خلاصۃ الاثر ۱/۴۶۶، مونس الذاکرین ۳۵۶) اور سلسلہ شطاریہ کے علاوہ قادریہ چشتیہ اور مداریہ میں بھی مجاز ہوئے (خلاصۃ الاثر ۱/۴۶۹)۔

شیخ الہ بخش کی وفات ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء کے بعد خواجہ حسام الدین احمد (ف ۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۳ء) کی ترغیب پر حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے (اسرار یہ ۳۵)، حضرت خواجہ نے سلسلہ نقشبندیہ کے سلوک تعلیم سے بہت جلد فارغ کر دیا۔ اور شیخ تاج الدین کو خلافت دے کر ان کے سکونتی علاقہ سنبھل جانے کی اجازت دے دی۔ وہ خواجہ باقی باللہ کے اولین خلیفہ تھے (زبدۃ القامات ۷۱، حضرات القدس ۱/۳۱۷، اسرار یہ ۳۵)

شیخ تاج الدین دس سال تک خواجہ باقی باللہ سے منسلک رہے اور حضرت خواجہ کے وصال ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء کے بعد سنبھل کے معاصر صوفیہ کی مخالفت کے باعث ترک وطن کرنے پر مجبور ہوئے ہندوستان کے کئی شہروں کی سیاحت کے بعد حرمین الشریفین کی طرف متوجہ ہوئے، اس دوران یمن اور جزائر عرب

میں بھی گئے (طبقات شاہ جہانی ۳)، لہیہ اور بصرہ میں بھی مقیم رہے (حضرات القدس ۱/۴۴۰) جہاں لوگ بکثرت آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے وہاں کا حاکم بھی آپ کے مخلصین میں شامل ہو گیا (زبدۃ المقامات ۷۷)۔

ادخر عمر میں ۱۰۴۶ھ / ۱۶۳۶ء کو آپ مکہ میں بیت اللہ شریف کے قریب زمین خرید کر وہیں مقیم ہو گئے (حضرات القدس ۱/۴۴۱) آپ کے حرمین پہنچنے سے پہلے ہی نقش بندی سلسلے کے ایک بزرگ شیخ محمد علان (ف ۱۰۳۱ھ) وہاں مقیم تھے اور ان کی خواہش تھی کہ اس سلسلہ کا کوئی شیخ طریقت یہاں آئے تو وہ باقاعدہ اس کے حلقہ ارادت میں داخل ہوں چنانچہ شیخ تاج الدین جب وہاں پہنچے تو ان کی بزرگی کا حال سن کر شیخ علان ان سے ملنے گئے اور ان سے بیعت ہو گئے، حقیقت یہ ہے کہ حرمین الشریفین میں آپ کے قیام سے اہل عرب سلسلہ نقشبندیہ سے روشناس ہوئے اور عرب بکثرت نقش بندی سلسلہ میں داخل ہوئے جس سے ان متبرک خطوں میں اس سلسلے کو بہت فروغ ہوا۔ (زبدۃ المقامات ۷۷، انفاس العارفین ۱۹)

شیخ تاج الدین نے نقش بندی سلسلے کی کئی بنیادی کتابوں کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا جن کو پڑھ کر اہل عرب اس سلسلے کی طرف راغب ہوئے۔ خواجہ باقی باللہ دہلوی کے نمائندہ اور خلیفہ کی حیثیت سے آپ نے حرمین اور دیگر عرب ممالک میں روحانی رہنما کی حیثیت سے مدتوں دعوت و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا، سلسلہ نقشبندیہ کے معروف بزرگ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (رک باں) سے جو کہ آپ کے پیر بھائی بھی تھے کے ساتھ پر خلوص مراسم تھے حضرت مجدد الف ثانی نے حقائق کعبہ سے متعلق ایک مکتوب میں ان کا ذکر کیا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ۱/۲۶۳)

شیخ تاج الدین نے خانہ کعبہ کے قریب زمین خرید کر ایک رباط تعمیر کروائی تھی جس میں آپ دعوت و ارشاد میں مصروف رہتے تھے اور وفات کے بعد اس خانقاہ میں دفن کیے گئے (حضرات القدس ۱/۴۴۲ ب) جو رباط تاج کے نام سے مشہور اور جبل تعیقان پر تھی۔ (سمط النجوم ۴/۴۶۸) اب اس رباط اور آپ کے مدفن کا وہاں نشان تک نہیں ہے (الاربط بمکہ المکرمہ ۲/۵۵-۵۷)

شیخ تاج الدین کا ۱۸ جمادی الاول ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء کو انتقال ہوا (خلاصۃ الاثر ۱/۴۷۰)، ۹۹ سال عمر پائی (حضرات القدس ۱/۴۴۲ ب) تذکرہ نویسوں کے ہاں تاریخ و سال وفات میں اختلاف ہے صاحب حضرات القدس نے ۲۲ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ لکھا ہے (۱/۴۴۲ ب) شیخ کمال محمد سنہلی نے ۱۸ جمادی الاول ۱۰۵۱ھ تحریر

کیا ہے (اسرار یہ ۳۶)، مکتوبات شاہ ولی اللہ میں ان کا سال وفات ۱۰۴۰ھ یقیناً سہو کتابت ہے، سال وفات کا یہ اختلاف بظاہر ایک اور دو سال کا ہے اتفاق سے مذکورہ تذکرہ نویس شیخ تاج کے معاصر بھی تھے ہم نے اسرار یہ کے بیان (۱۰۵۱ھ) کو ان کے ہم وطن ہونے کے باعث دیگر تذکروں پر ترجیح دی ہے۔

شیخ تاج الدین کے فرزندوں میں سے دو کا ذکر ملتا ہے ایک شیخ محمد حارث جنہوں نے شاہ جہان بادشاہ (۱۶۲۸-۱۶۵۸ء) کی فوج میں ملازمت کر لی تھی اور بعد میں مکہ مکرمہ چلے گئے تھے اور وہاں اپنے والد کے حصن حیات انتقال کیا (اسرار یہ ۳۵۲) دوسرے شیخ محمد معاذ یہ بھی اپنے والد گرامی کے ساتھ مکہ میں رہتے تھے واپس ہندوستان آئے اور شاہ جہان کی خدمت میں حرمین الشریفین کے بہت سے تحائف پیش کیے جس سے بادشاہ بہت محظوظ ہوا۔ (ہمانجا ۳۵۳)

شیخ تاج الدین نقش بندی کے مریدین واقعی لاتعداد تھے، ان کے ایک معاصر محمد صادق کشمیری ہمدانی نے لکھا ہے کہ شیخ جہاں کہیں بھی گئے وہاں اپنا ایک خلیفہ ضرور چھوڑا۔ (طبقات شاہ جہانی ۳)

تذکرہ نویسوں نے شیخ تاج الدین سے فیض یاب ہونے والوں کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے جن میں سے چند نام یہ ہیں:

استاد احمد ابو الوفا العجل العجل (۹۸۲-۱۰۷۴ھ / ۱۵۷۴-۱۶۶۳ء) (خلاصۃ الاثر ۱/ ۳۴۶-۳۴۷)، شیخ موسیٰ بن استاد احمد مذکور، شیخ محمد مرزا بن محمد معروف بہ سروجی دمشقی (ف ۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۷ء) (خلاصۃ الاثر ۴/ ۲۰۲-۲۰۳) امیر یحییٰ بن علی پاشا والی احساء (ف ۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۴ء) (ہمانجا ۴/ ۳۷۵-۳۷۶، سطر النجوم ۴/ ۵۵۲) شیخ علی سنبل اور شیخ عبدالواحد سنبل (اسرار یہ ۳۵۳، ۳۵۵)

شیخ عبدالباقی بن زین الزجاجی زبیدی، شیخ عبداللہ بن عبداللہ حفزی عیدرودی، شیخ محمد علان کی مذکور، شیخ ابراہیم بن حسن حنفی احسائی، شیخ ابو بکر بن سعید حفزی، شیخ عبید اللہ بن خواجہ باقی باللہ، سید محمود امرودی (مولف تحفۃ السالکین) نزہۃ الخواطر ۵/ ۱۰۱، سید علی قوام جونپوری۔ (خلاصۃ الاثر ۱/ ۴۶۸)، مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فوائد الارحام و نتائج السفر مولفہ مصطفیٰ حموی، بیروت ۲۰۰۱ء

شیخ تاج الدین نقش بندی کئی کتابوں کے مولف و مترجم تھے ان کتابوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کتب فارسی سے عربی میں ترجمہ ہوئی ہیں اس طرح اہل عرب و سطلی ایشیاء اور ایران کے عرفانی علوم اور ان کی اقسام سے واقف ہوئے۔

۱۔ تعریب نفحات الانس تالیف مولانا عبد الرحمن جامی

یہ صوفیہ کا معروف تذکرہ ہے، شیخ تاج الدین نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا (زبدۃ المقامات ۷۶، حضرات القدس ۱/۴۴۳) شیخ تاج الدین نے یہ ترجمہ ۱۰۴۲ھ / ۱۶۳۲ء میں کیا جسے محمد ادیب الجادر نے مرتب کیا اور بیروت سے ۲۰۰۲ء کو طبع ہوا۔

۲۔ تعریب رشحات عین الحیات، تالیف فخر الدین علی کاشفی

شیخ تاج الدین نے اس کتاب کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ (زبدۃ المقامات ۷۶، خلاصۃ الاثر ۱/۴۶۴)

۳۔ رسالہ فی طریق السادۃ النقشبندیہ (سال تالیف ۱۰۴۴ھ / ۱۶۳۴ء)

اس رسالے میں شیخ تاج الدین نے خواجہ عبدالحق غجدوانی سے مروی کلمات و اصطلاحات سلسلہ نقشبندیہ کی عربی میں شرح کی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) کے والد شیخ عبد الرحیم (ف ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء) نے اس رسالے کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ (انفاس العارفین ۱۹)

شاہ ولی اللہ نے اس رسالے کے عربی متن کو من و عن نقل کر کے محفوظ کر لیا ہے (الانتباہ فی سلاسل

اولیاء اللہ ۳۶-۶۶)

علامہ عبد الغنی نابلسی (۱۰۵۰-۱۱۴۳ھ) نے مفتاح العیت کے نام سے اس کی مفصل شرح عربی میں

لکھی تھی جو مصر سے چھپ چکی ہے۔

۴۔ صراط المستقیم (خلاصۃ الاثر ۱/۴۶۴، ایضاح المکنون ۲/۶۶)

۵۔ النفحات الالہیہ فی موعظۃ النفس الزکیہ (ہمانجا، ایضاح المکنون ۲/۶۶۴)

۶۔ جامع الفوائد (ہمانجا)، ایضاح المکنون ۱/۳۵۶)

۷۔ رسالہ فی انواع الاطعمۃ و کیفیہ طبخھا (ہمانجا ۴۶۸)

۸۔ رسالہ فی کیفیہ غرس الاشجار (ہمانجا)

۹۔ رسالہ فی انواع الطب (ہمانجا)

۱۰۔ رسالہ در اثبات پیری و مریدی (حضرات القدس ۱/۳۴۲)

شیخ تاج الدین کے خلیفہ و داماد سید محمود بن اشرف حسینی امر وہوی (تاریخ واسطیہ ۲۳۵) (ف) ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲ء) نے شیخ تاج الدین کے صحن حیات ان کے حالات و ملفوظات پر ایک مستقل کتاب تحفۃ السالکین فی ذکر تاج العارفین کے نام سے تالیف کی تھی جس کے طویل اقتباسات خلاصۃ الاثر میں پائے جاتے ہیں۔ اس کتاب کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ عمومی خدابخش پٹنہ (بہار، ہندوستان) میں موجود ہے۔

۱۱۔ رسالہ تاجیہ (عربی نثر) فی مسائل تصوف، خطی مملوکہ مولانا عطاء محمد (خطیب جامع مسجد چودھواں

ذیرہ اسماعیل خان، پاکستان۔)

۱۲۔ تحفۃ المریدین (فی بعض افعال الصوفیہ۔۔۔۔۔) عربی،

۱۳۔ الرسالۃ الفریدۃ (بعض مسائل عرفانی) عربی قلمی

مآخذ

۱۔ احمد سرہندی مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی مرتبہ نور احمد امرتسری، استانبول، ترکیہ، ۱۹۷۷ء

۲۔ اسماعیل پاشا بغدادی: ہدیۃ العارفین، استانبول، ترکیہ، ۱۹۵۱ء

۳۔ ایضاً: ایضاح المسکون فی الذیل علی کشف القنون، بغداد، مکتبۃ المثنیٰ (سن)

۴۔ اکرام، ایس، ایم: رود کوثر، لاہور، ۱۹۷۰ء

۵۔ الہ بخش گدھ مکتبیسری: مونس الذاکرین، بریلی، مطبع سوسائٹی، ۱۸۸۸ء

۶۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس جلد اول خطی، مخزنہ کتابخانہ موزہ لاہور، پاکستان

۷۔ رحیم بخش امر وہوی، تاریخ واسطیہ مراد آباد، مطبع گلزار احمدی، ۱۳۲۲ھ

۸۔ فریدی، نسیم احمد امر وہوی: تذکرہ خواجہ باقی باللہ، لکھنؤ، ۱۹۷۸ء

۹۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۵، حیدر آباد، دکن، ۱۹۵۵ء

۱۰۔ صباغ، لیلیٰ: من اعلام الفکر العربی، النجفی و کتابیہ، خلاصۃ الاثر، دمشق، ۱۹۸۶ء

- عاصمی، عبد الملک: سمط النجوم العوالی، بیروت، ۱۹۹۸ء
- ۱۱- کمال محمد سنبلی: اسرار یہ (آغاز ۱۰۶۸ھ) خطی، مخزنہ کتابخانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ
- ۱۲- کمالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، بیروت، مکتبۃ المثنیٰ، (سن)
- ۱۳- غلام مصطفیٰ خان: باقیات باقی، حیدر آباد سندھ (سن)
- ۱۴- محبی، محمد امین: خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، بیروت، (سن)
- ۱۵- محمد صادق کشمیری ہمدانی: طبقات شاہ جہانی (طبقہ عاشق) مرتبہ محمد اسلم خان، دہلی، ۱۹۹۰ء
- ۱۶- محمد ہاشم کشمیری: زبدۃ المقامات، لکھنؤ، مطبع نو لکھنؤ، ۱۳۰۷ھ
- ۱۷- ولی اللہ، شاہ محدث دہلوی: انقاس العارفین، دہلی، ۱۳۳۵ھ
- ۱۸- ایضاً: انبیاہ فی سلاسل اولیاء اللہ، لاٹل پور، (سن)
- ۱۹- حسین عبدالعزیز شافعی: الاربطۃ بمکۃ المکرمۃ، لندن، ۲۰۰۵ء
- ۲۰- مصطفیٰ حموی: فوائد الارحام و نتائج السفر مرتبہ عبد اللہ محمد الکندری، بیروت ۲۰۱۱ء
- 21- Brockelmann, C: Geschichte der Arabischen Litterature, Leiden, 1942

۲۰ جون ۱۹۹۸ء

برائے دانشنامہ ادبیات فارسی شبیر قارہ۔ تہران

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی تحریک احیاء دین

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ھ - ۱۰۳۳ھ / ۱۵۶۳ - ۱۶۲۴ء) کا زمانہ حیات (یعنی سولہویں اور سترہویں صدی) کئی اعتبار سے ہیجان انگیز تھا، اس میں ذہنی انتشار اور معاشرتی بے چینی پھیلانے والی کئی تحریکیں اٹھیں جن کے ہندوستانی معاشرت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ان ادوار میں بہت سی ایسی تحریکوں نے برصغیر پاکستان و ہند کا رخ کیا جن کے مذہبی اعتقادات نے انتشار پھیلانے کی پوری پوری کوشش کی، بد قسمتی سے ان ایام میں اکبر بادشاہ (۱۵۵۶ - ۱۶۰۵ء) اور اس کے ساتھیوں کے زیر اثر آزاد خیالی اور الحاد کے لیے زمین ہموار کی جا رہی تھی، اکبر بادشاہ ابتداء میں دیندار اور پابند صوم و صلوة تھا وہ علماء کی بہت تعظیم و توقیر کرتا تھا اس نے ان کو بڑے بڑے منصب دے کر با اختیار بنادیا تو علماء فقر و قناعت سے نکل کر امراء کے زمرے میں آگئے انہوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا، عبادت خانہ کے بے ہنگم مباحث نے کم علم اکبر کو دین اسلام سے منحرف کر دیا چونکہ عہدہ دار علماء اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے اس لیے فطرتی طور پر دوسرے فرقوں کے علماء نے بھی اس قسم کا اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی اور یہ عہدہ کر لیا کہ جب تک ان کو اقتدار سے نہ ہٹادیں چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

اکبر بادشاہ ان علماء کے کردار اور خُب جاہ کی وجہ سے ان سے اتنا متنفر ہوا کہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے فکر مند رہنے لگا، ان دنوں جو افسوسناک واقعات پیش آئے ان میں اکبر کے عہد کے ایک نہایت ہی زیرک خانوادہ ملا شیخ مبارک ناگوری اور اس کے خاندان کی تذلیل و تحقیر تھی ہوائیوں کہ شیخ مبارک اپنے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کو لے کر صدر الصدور شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطانپوری کی خدمت میں گیا اور تنگ دستی کی شکایت کرتے ہوئے صرف ایک سو لکھ زمین بطور مدد معاش مانگی تو انہوں نے یہ کہہ کر کہ تم بد عقیدہ ہو اپنے در سے نکال دیا، اس وقت فیضی کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور اس نے کہا:

اگر میں اپنی اصل سے ہوں اور اپنے اعتقاد میں سچا ہوں تو تم سے ایسا انتقام لوں گا جس کی گونج سارے ہندوستان میں سنائی دے گی۔^۱

واقعی وہ گونج سارے ہندوستان میں سنی گئی، اکبر نے علماء کا اقتدار ختم کرنے کے لیے منصوبہ تیار کر لیا، اس سارے ڈرامے کی روح روان ملا مبارک ناگوری اور اس کے یہ دونوں نہایت زیرک اور موقع شناس بیٹے یعنی ابو الفضل اور فیضی تھے، انہوں نے ۹۸۷ھ / ۱۵۷۹ء کو ایک محضر نامہ تیار کیا۔^۲ جس کی رو سے اکبر بادشاہ کو اعدل و اعقل اور اعلم قرار دیتے ہوئے تمام علماء سے اس پر دستخط کروا کر اکبر بادشاہ کو مجتہد تسلیم کر دیا۔

شیخ مبارک ناگوری نے اس محضر نامہ کے نیچے یہ لکھا کہ میں اس بات کا دل و جان سے خواہشمند تھا اور سالہا سال سے اس کا منتظر تھا، بادشاہ کو فتویٰ دینے کا اختیار مل گیا تو پھر اجتہاد کی راہیں کھل گئیں، امام کی رائے مستند سمجھی گئی، شریعت کے مقابلہ میں امام کی رائے کو فوقیت حاصل ہو گئی۔^۳ یہ عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے جو بالکل درست ہے جس کی تصدیق محضر کے محرک اور دین الہی کے رکن اعظم ابو الفضل کی تحریرات سے بھی ہوتی ہے کہ جو لوگ مشرب نصیری اور حسین بن منصور حلاج کے مسلک کے تھے انہوں نے اکبر کے افکار (دین الہی) کو قبول کر لیا اور پرانی رسم کے لوگ (مقلدین اہل سنت) یادہ گوئی کرنے لگے اور انہوں نے ہر طرف شورش برپا کر دی۔^۴

اب ان باہم دست و گریبان ”دین فروش“^۵ علماء کا اقتدار ختم ہو گیا کاش یہ علماء خدا ترس ہوتے اپنے عمل و کردار اور تقویٰ سے جب کہ انہیں بادشاہ کی حمایت حاصل تھی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک مثالی اسلامی مملکت بنا دیتے لیکن ان کی حب جاہ اور دولت کی ہوس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو نہایت نازک حالت سے دوچار کر دیا، اب ہر غیر اسلامی نظریات رکھنے والی تحریک کو یہاں پنپنے کے خوب مواقع ملے۔ ان باطل فرقوں میں جو

۱ فرید بھکری: ذخیرۃ الخواصین ۱ / ۶۸-۶۹

۲ نظام الدین احمد: طبقات اکبری ۲۳۳-۲۳۴، بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ ۲ / ۲۷۱-۲۷۲

۳ ایضاً ۲ / ۲۷۰-۲۷۲

۴ ابو الفضل: اکبر نامہ ۳ / ۲۷۱

۵ عبادت خانہ میں شریک علماء کے لیے ”دین فروشان“ کی یہ اصطلاح معاصر ماخذ منتخب التواریخ (۳ / ۳۰۸) سے ماخوذ ہے۔

ہندوستان آئے فرقہ نقطویہ کے عقائد سب سے زیادہ خطرناک تھے ان کے نزدیک نماز، حج اور قربانی بے عقلی کے مترادف تھی، طہارت اور غسل کے مسائل کی بھی تضحیک کرتے تھے، ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ مذہب اسلام منسوخ ہو چکا ہے اس لیے اب نئے دین کی ضرورت ہے۔^۱ گویا ان کا کہنا تھا کہ اسلام کی عمر صرف ایک ہزار سال تھی اب اگلے ہزار سال کے لیے ہمارے مرتب کردہ عقائد قبول کیے جائیں، نقطوی تحریک کے بانی دراصل ایرانی علماء تھے جب شاہ عباس صفوی کو ان کے عقائد کا علم ہوا تو اس نے اس فرقہ کے ماننے والے ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا ان میں سے کچھ افراد جان بچا کر ہندوستان آنے میں کامیاب ہو گئے، ان میں شریف آملی بڑا باکمال عالم تھا ان دنوں ہندوستان کے حالات تو پہلے ہی ایسی تحریکوں کے لیے ہموار ہو چکے تھے اکبر اور اس کے حاشیہ نشینوں نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا اکبر بادشاہ اُسے اپنے مرشدوں کی طرح ماننا تھا، خود ابوالفضل کی اس فرقے کے ساتھ ہم آہنگی تھی۔

شریف آملی نے اپنے فرقے کی کتابوں سے ثبوت پیش کر کے اکبر کو نیا دین بنانے کے ترغیب دی۔ جب انہیں اکبری دور کے علماء کی تائید و حمایت حاصل ہو گئی تو انہیں اس کے پورے مواقع ملے اور ان کے عقائد اکبر کے دین الہی میں جلوہ گر ہو گئے۔

پابندی شرع کو تقلید کا نام دیا گیا، علمائے حق کو مقلدین کہہ کر شریعت کی پابندی کو تاریکی سے تعبیر کیا گیا اور اس کے مقابلہ میں اکبر کی بارگاہ کو ہفت اقلیم کا وطن اور دانا یاں بیل و نخل کا مرکز قرار دیا گیا۔^۲ نقطوی فرقہ کے مشہور شاعر تشبیبی کاشی نے اکبر بادشاہ کے حضور ایک قصیدہ پڑھا جس میں اس نے کہا کہ بادشاہ تقلید پرستوں (اہل سنت) کو ختم کر دے تاکہ حق اپنے مرکز پر پوری طرح استوار ہو جائے اور خالص توحید کو رواج ہو۔^۳

فرقہ نقطویہ اور اس کے عقائد کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

نذیر احمد: اکبری دور کا فارسی ادب مقالہ مقالہ مشمولہ (رسالہ) تحقیق، شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی (۱۲-۱۳)

Nizami, K.A: Akbar and Religion, pp. 58-61.

ابوالفضل: اکبر نامہ ۳/ ۲۲۵-۲۲۳

منتخب التواریخ ۳/ ۲۰۴

ہندوؤں کی مشہور کتاب مہا بھارت کا (۹۹۰-۹۹۵ھ / ۱۵۸۲-۱۵۸۷ء) کو فارسی میں ترجمہ کیا گیا تو اکبر کے حکم سے علامی ابوالفضل نے اس پر ایک طویل مقدمہ لکھا جو معاصر مورخ عبدالقادر بدایونی کے الفاظ میں ”کفریات و حشویات“ کا مجموعہ ہے۔ اس کا نام رزم نامہ رکھا گیا اور اسے مصور کروانے کے بعد اکبر نے امراء کو حکم دیا کہ اس پر ہاتھ رکھ برکت حاصل کریں۔

ابوالفضل نے اس دیباچے میں علمائے حق کے لیے ”تقلید پرست“، مستسبان کیش احمدی“ پیروان کیش احمدی، گرفتار زندان تقلید اور سادہ لوحان تقلید پرست“ جیسے القاب استعمال کیے ہیں۔

ابوالفضل کے بھائی، دین الہی کے محرک اور تفسیر سواطع الالہام کے مصنف فیضی کی اسلام دشمنی کے شواہد عبدالقادر بدایونی کی زبانی قابل قبول نہ ہوں تو اس عہد کے نامور عالم و محدث شیخ عبدالحق دہلوی کا قول ملاحظہ ہو جس میں آپ نے لکھا ہے کہ باہمہ فضل و کمال فیضی نے ”کفر و ضلالت“ کی وادی میں قدم رکھ دیا ہے۔

ان حالات میں حب جاہ کے طالب اور دنیا دار علماء اکبر کے گرد جمع ہو گئے۔ اس طبقہ کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ”جماعت ٹھوم“ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے ”علمائے سو“ اور اس عہد کی کتب تاریخ میں ”مسلمانان ہند و مزاج“ کہا گیا ہے، ابوالفضل نے تقلید کو ”تاریکی“ اور ”آزاد خیالی و الحاد“ کو تحقیق کا نام دیا ہے۔^۱ اب مغلوں کا وہ دربار جہاں بڑے علماء قال اللہ و قال رسول اللہ کہتے تھے کی جگہ ایسے علماء نے لے لی کہ اگر کبھی قرآن مجید یا حدیث شریف کا بیان ہوتا تو حیلہ بازیوں اور تاویلات کے انبار لگا دیئے جاتے۔

ان غیر یقینی حالات میں مسلمانوں کی دو جماعتیں وجود میں آئیں، ایک وہ جماعت تھی جسے شیخ عبدالحق محدث نے ”جماعت ٹھوم“ کہا ہے اور جسے اس عہد کی کتب تاریخ میں مسلمانان ہند و مزاج کہا گیا ہے، دوسری جماعت علمائے حق کی تھی جو شریعت کی ترویج اور ملک میں اسلامی حکومت چاہتی تھی۔

۱ ایضاً ۲/۳۲۱

۲ عبدالحق محدث: فہرست التالیف ۱۸

۳ ابوالفضل: اکبر نامہ ۳/۲۵۳

علمائے حق کی جماعت میں سے جس نے بادشاہ کے خلاف آواز اٹھائی اُسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ راسخ العقیدہ علماء کا دوسرا طبقہ وہ تھا جو ان بدلے اور بگڑے ہوئے مذہبی و معاشرتی حالات کا خاموشی سے جائزہ لے رہا تھا ان حضرات نے رازداری اور دانشمندی سے فکری و ذہنی انقلاب برپا کرنے کے لیے کوششوں کا آغاز کیا۔

اکبر کے آخری سنین حکومت میں ۱۰۰۸ھ / ۱۵۹۹ء کو حضرت خواجہ باقی باللہ دہلی تشریف لائے یہاں آپ نے ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور دین دار امراء، علماء و مشائخ سے رابطہ قائم کر کے حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری، حضرت شیخ احمد سرہندی، حضرت شیخ عبدالحق محث دہلوی اور بعض دیگر احباب کی ایک جماعت کے ساتھ اصلاح احوال کا آغاز کیا۔ لیکن صرف چار سال بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا (یعنی ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) تو آپ کے مخلصین نے اس مشن کو جاری رکھا اب ذہنی و فکری انقلاب کی کمان حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے سنبھالی آپ نے نہایت بالغ نظری اور حکیمانہ انداز سے اس سارے انتشار کا جائزہ لیا جو اکبر کے زیر اثر مسلمانان ہند و مزاج پھیلا چکے تھے اور معروف کار تھے آپ نے ایک ایک فتنہ پر غور فرمایا، الحاد و بے دینی اور آزاد مشربی کے منفی اثرات سے مسلم حکومت اور معاشرت کو بچانے کے لیے جو حل تجویز کیے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دست مبارک انتشار پذیر ملت اسلامیہ کی نفع پر تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی کی مجددانہ مساعی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اول اکبری عہد دوم جہانگیری دور۔

اکبر کی وفات (۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء) کے وقت آپ ۴۳ سال کے تھے دینی غیرت و حمیت آپ کی فطرت میں اس طرح شامل تھی کہ کسی بڑے سے بڑے عالم یا صوفی کا کوئی ایسا قول جو شریعت اسلامی سے متضاد ہوتا تو آپ اس پر پرجوش الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار فرماتے۔

عہد اکبری کے مسائل میں سے اہم ترین مسئلہ معاشرے میں نبی کا مقام متعین کرنا اور اس کی اعلیٰ و ارفع حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے جدوجہد کرنا تھا، اس ماحول میں آپ نے واضح الفاظ میں اس حقیقت کا اعلان کیا:

بعثت کے بغیر صفائی اور تزکیہ کی حقیقت نصیب نہیں ہوتی۔۔۔ عقل حجت ہے لیکن حجت ہونے میں نامکمل اور تاثیر و تکمیل کے درجے کو نہیں پہنچی، حجت بالغہ صرف انبیاء کرام کی بعثت ہے^۱۔

ان حالات میں جبکہ نبوت کے منصب پر چہ می گوئیاں ہو رہی تھیں آپ نے نبوت کے اثبات میں ایک معرکہ آراء رسالہ اثبات النبوة کے نام سے عربی میں تالیف کیا جس کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ صرف بعثت سے ہی انسانی معاشرے کی ذہنیت کو اعتدال پر رکھا جاسکتا ہے۔

اکبری عہد کے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ علمائے سوکا تھا جب اکبر کو ان کی صحبت بد میسر آئی تو وہ نہ صرف علمائے حق سے متنفر ہوا بلکہ اسلام کو ہی اختلافات اور خرافات کا مجموعہ سمجھنے لگا، ایسے علماء کو اس عہد کی کتب تاریخ میں ”علمائے سوئے دین“ کہا گیا ہے جب انہیں اکبر کی حمایت حاصل ہو گئی تو انہوں نے اسلام کو جڑوں سے اکھاڑنے کی کوشش کی دولت اور مرتبہ کی ہوس نے ان علماء کے ضمیر کی آواز کو اس قدر مردہ کر دیا تھا کہ وہ بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر قسم کے غیر شرعی فتوے دینے کے لیے تیار ہو جاتے تھے اکبر کو سجدہ کرنے کا جواز قاضی نظام بدخشی نے پیش کیا تو ملا عالم کابلی کو اس پر بڑی حسرت ہوئی کہ یہ فضیلت انہیں حاصل کیوں نہیں ہوئی^۲۔

انہی کی بد نفسی اور حیلہ گری سے بادشاہ، امراء اور عوام میں شریعت کی عملی صورت بے معنی ہو کر رہ گئی اور بے راہ روی، آزاد مشربی اور لادینیت نے راہ پالی۔

اکبر کے بعد اس کا بیٹا نور الدین محمد جہانگیر ۱۵۶۵ء کو تخت نشین ہوا، اس کی جانشینی میں اس عہد کے ایک مجاہد امیر نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کا کلیدی کردار تھا، حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ اس کے پہلے ہی مراسم تھے۔ علمائے حق اور دین دار امراء اس امر کے منتظر تھے کہ کوئی ایسا فرد اکبر کا جانشین بنے جو ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو اس الحاد و زندقہ کی فضا سے نکال سکے جو اکبر اور اس کے زیر اثر علمائے سوئے پیدا کر دی تھی۔

۱ مکتوبات امام ربانی ۲/ ۲۶۶

۲ منتخب التواریخ ۲/ ۱۵۳

اکبر اور اس کے حواریوں کی جماعت شوم یعنی مسلمانان ہند و مزاج کے مقابلہ میں حضرت مجدد الف ثانی نے امراء اور علمائے حق کا ایک گروہ تیار کیا جسے آپ خود ”جرگہ محمدان دولت اسلام“ کا نام دیتے ہیں، اب آپ نے ترویج شریعت کے لیے فوری اقدام فرمایا اور اصلاحی پروگرام کا ایک خاکہ مرتب کیا جو اس طرح سے تھا:

۱۔ سلاطین و امراء کو خطوط لکھ کر انہیں زمانہ ماضی (عہد اکبری) میں مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا گیا تھا اس سے آگاہ کیا۔

۲۔ ترویج شریعت کے لیے بادشاہ کی تائید و حمایت حاصل کی اور بتایا کہ اس دور میں اس کے بغیر یہ کام دشوار ہے۔

۳۔ بادشاہ سے قربت قریب رکھنے والے ارکان سلطنت کو پہلے اسلام کی حقیقی روح سے روشناس کروایا پھر انہیں اس قربت سے فائدہ اٹھانے پر زور دیا کہ بادشاہ کو ایسے مسائل دینیہ سے آگاہ کیا جائے جس پر عقائد اسلامیہ کی بنیاد ہے۔

۴۔ سب سے اہم قدم یہ اٹھایا کہ اس امر میں نہایت درجہ بے چینی کا اظہار کیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو دین دار طبقے کو بادشاہ کا قرب حاصل ہو جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ علمائے سوا اور مسلمانان ہند و مزاج بادشاہ کے مزاج رسوخ حاصل کرنے میں پہل کریں اور ملت اسلامیہ کو پھر سے ان حالات سے گزرنا پڑے جس کا عہد اکبری میں ان کو سامنا کرنا پڑا تھا۔

بادشاہ کی اصلاح کے سلسلہ میں آپ نے اس کے سب سے زیادہ مقرب رکن سلطنت نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو وسیلہ بنایا اور اس کے نام اپنے ایک مکتوب میں اکبری عہد میں اسلام کی زبوں حالی کا ماتم ان الفاظ میں کیا ہے:

اس سے قبل کفار (ہندو) علانیہ اور زور کے ساتھ دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں اور مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز و بے بس تھے اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے تو قتل کر دیئے جاتے..... عہد اکبری میں اسلام کے سر پر جو بلا و آفت بھی

ٹوٹی وہ انہی علماء سو کی شومی کی بدولت تھی بادشاہوں کو یہ علماء سوار اور راست سے بھٹکاتے ہیں، جو گمراہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں، ان کے مقتدا یہی علماء سو ہیں۔^۱

ایک مکتوب میں ترویج شریعت کی اہمیت ان پر زور الفاظ میں واضح کی ہے:

اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج کے لیے سعی و کوشش کی جائے اور احکام شرع میں سے ایک حکم کو جاری (رانج) کرنا اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں خدا کی راہ میں کروڑ ہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں۔^۲

نواب مرتضیٰ فرید بخاری کو ہی ایک مکتوب میں اس کے ساتھ تعلق کا صرف اور صرف یہ مقصد بتایا ہے کہ یہ حقیر صرف تائید و ترویج شریعت حقہ کی خاطر۔۔۔۔۔ آپ کی خدمت شریف کی طرف متوجہ ہوا ہے۔^۳

نواب مرتضیٰ فرید بخاری کے بعد دربار کی بڑی مؤثر شخصیت مرزا عزیز الدین مخاطب بہ خان اعظم کی تھی جو اکبر کار خضائی بھائی اور اعلیٰ منصبوں پر فائز تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اسی خان اعظم کے نام کئی مکاتیب لکھ کر اُسے ان حالات سے آگاہ کیا، ایک مکتوب میں اُسے لکھا ہے کہ اُسے بادشاہ کا جو قرب حاصل ہے اُسے غنیمت جانے اور تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اس وقت بادشاہ کو دین کی ترغیب دے رہے ہو وہ جہاد اکبر ہے اور ہم جیسے بے دست و پا فقراء اس سے محروم ہیں۔^۴ عہد جہانگیری کے ایک اور ممتاز رکن سلطنت خان جہان لودھی کو بھی آپ نے دو خط لکھے جن میں آپ نے اُسے جہانگیر کو مذہب کی طرف راغب کرنے کی تلقین کی۔

ایک مکتوب میں اُسے لکھا ہے کہ تمہیں جو بادشاہ کا قرب حاصل ہے اگر اس کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تعمیل کے ساتھ جمع کر دیں تو آپ انبیائے کرام جیسا کام کریں گے۔ ہم فقیر لوگ اگر کئی سال اس پر عمل کریں تو آپ جیسے شہبازوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔^۵

۱ مکتوبات امام ربانی / ۱ / ۳۷

۲ ایضاً / ۱ / ۳۸

۳ ایضاً / ۱ / ۵۱

۴ ایضاً / ۱ / ۶۵

۵ ایضاً / ۳ / ۵۳

ان امراء سلطنت کے علاوہ مرزا عبدالرحیم خان خانان، مرزا داراب بن خان خانان، خواجہ جہان اور قلعج خان اندجانی کو آپ نے خطوط لکھ کر جہانگیر کے سامنے کلمہ حق کہنے اور زمانہ اکبری میں اسلام اور مسلمانوں پر جو آفتیں ٹوٹیں ان سے آگاہ کرنے کے لیے کہا اور ان موثر شخصیات نے بادشاہ کے دل میں اسلام کے متعلق ہمدردی سے سوچنے کے لیے اس کے دل میں نرم گوشہ پیدا کر دیا، آپ کے تیار کردہ اس ”جرگہ ممدان دولت اسلام“ کی مسلسل جدوجہد سے آخر جہانگیر کو اسلام کی حقانیت کا احساس ہونے لگا تو اس نے نواب مرتضیٰ فرید بخاری اور ملک کے مفتی میراں صدر جہاں سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ چار علماء کی ایک جماعت ہر وقت دربار میں اس کے ساتھ رہے جو اسے مسائل شرعیہ سے آگاہ کرتی رہے۔ اگر کوئی اور مصلح ہوتا تو اس خوشخبری کو اپنی کامیابی سمجھ کر پھولے نہ سماتا لیکن امام ربانی مجدد الف ثانی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فراست اور دینی بصیرت عطا فرمائی تھی اور چونکہ آپ اکبری عہد کے فتنوں اور علمائے سؤ کے عبادت خانہ میں اجتماع اور اس کے مضمرات سے آگاہ تھے اور ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے انتشار کا اصل سبب آپ کے نزدیک انہی علماء سؤ کی حب جاہ تھا، اس لیے آپ نے اس کے منفی اثرات کا فوری نوٹس لیا اور نہایت مغموم ہو کر نواب مرتضیٰ فرید بخاری کو ان امور سے خبردار کرتے ہوئے لکھا کہ چار علماء کی بجائے صرف ایک ”عالم آخرت“ کو تلاش کرو جو بادشاہ کی دینی اصلاح اور ترویج شریعت کا فریضہ انجام دے۔

دشمنان دین کی سازش سے آپ کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں لیکن رہائی کے بعد آپ نے جہانگیر کے ساتھ رہ کر ”عالم آخرت“ کا فریضہ خود انجام دیا اور ثابت کر دیا کہ ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے سرمایہ کے آپ ہی نگہبان تھے۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان ذہنی و فکری زوال کے بھنور سے نکلنے میں کامیاب ہوئے یعنی

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان

اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

[یہ مقالہ انٹرنیشنل ہسٹری کانفرنس، منعقدہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور (مورخ ۲۷-۲۸ فروری ۲۰۰۶ء) کو پڑھا

گیا۔]

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا لاہور سے رابطہ

لاہور کو برصغیر پاکستان و ہند کے مسلم عہد اور اس سے پہلے بھی سیاسی اور سماجی مرکز کی حیثیت سے خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔

مسلمانوں کے عہد حکومت کے آغاز سے ہی لاہور کی یہ خوش نصیبی تھی کہ اسے مسلمانوں کی ولایت یعنی افغانستان سے ملحق کر دیا گیا اور لاہور براہ راست اس ولایت کے علمی و سماجی اثرات سے متاثر ہونا شروع ہو گیا۔ اور غزنوی فتوحات کے ساتھ ہی لاہور کو علمی مرکز کی حیثیت سے جانا پہچانا جانے لگا۔

یہاں اس ولایت کے اکابر اہل علم و عرفان آنے اور بسنے لگے ان بزرگوں میں حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش غزنی افغانستان سے طویل سیاحت کے بعد لاہور تشریف لائے تھے آپ کے مرشد گرامی نے آپ کو لاہور میں قیام کا حکم فرمایا جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ ہمارا شہر لاہور چوتھی صدی ہجری تک عالم اسلام کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا۔

صرف ایک صدی میں ہی اسے شہرت دوام نصیب ہوئی اور چھٹی صدی ہجری / بارہویں صدی عیسوی میں جب اسلامی ہند کی تاریخ کی پہلی کتاب تاج المآثر کے نام سے حسن نظامی نیشاپوری نے لکھی تو اس نے لاہور کا ذکر کرتے ہوئے اسے ”قبلہ احرارہ وابرار کعبہ، اشراف، مرکز اہل تقویٰ“ مامن زہاد و عباد اور مسکن اقطاب و اوتاد قرار دیا۔

اس عہد کے دوسرے اہم مورخ فخر مدبر نے جس کی زندگی کا زیادہ حصہ لاہور میں گذرا تھا لاہور کو ”مرکز اسلام ہند“ اور ”ثانی دارالملک غزنین“ کا درجہ دیا ہے۔ اسی مورخ نے اپنی دوسری اہم کتاب بحر الانساب لکھنی شروع کی تو انساب جیسے موضوع پر اسے صرف لاہور کے کتب خانوں سے ایک ہزار کتابیں مل گئیں۔

افسوس ہے کہ کچھ اغیار کی دست درازیوں اور اس سے بڑھ کر ہماری اپنی بے حسی کے باعث لاہور کے یہ کتب خانے تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور آج ہمیں لاہور کے بارے میں اگر کچھ تحقیق کرنا ہو تو یورپ و انگلستان کے کتب خانوں سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔

لاہور کے بارے میں بہت سے اصحاب علم و دانش نے اپنے تاثرات بیان کیے ہیں ان سب کے احاطہ کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (۹۷۱-۱۰۳۳ھ / ۱۵۶۳-۱۶۲۳ء) متعدد مرتبہ لاہور تشریف لائے اور بعض اوقات تو مدتوں یہاں مقیم رہے۔

آپ کے والد گرامی مخدوم عبدالاحد کے بھی لاہور تشریف لانے کا تذکرہ ملتا ہے۔ لاہور دور و سطلی میں بھی ایسا مقام تھا جہاں کسی نہ کسی طور پر اہل علم و فن آتے جاتے رہتے تھے، حضرت مجدد الف ثانی کے سوانح نگار ابتدا میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمت کے ہمراہ لاہور جانے اور وہاں قیام کرنے کا تذکرہ کرتے ہیں 'پھر آپ کئی مرتبہ اکیلے بھی لاہور تشریف لائے یہاں کے علماء مشائخ سے آپ کی صحبتوں کے دل نشین واقعات بھی ملتے ہیں۔

لاہور کے مشہور عالم مولانا محمد جمال تلمی کا آپ کی خدمت میں آنا اور وحدت الوجود کے مسئلہ پر گفتگو کرنے اور ان کے حضرت مجدد الف ثانی کے بلند کلمات کو سن کر بے ہوش ہونے کا ذکر تو حضرات القدس میں بھی کیا گیا ہے، زبدۃ القامات میں لکھا ہے کہ آپ کی مجالس لاہور میں عوام کثرت سے شریک ہوتے تھے، علما عبد الحکیم سیالکوٹی کی آپ سے لاہور ہی میں ملاقات ہوئی تھی۔

حضرت مجدد الف ثانی اپنے مرشد گرامی حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال کے ایام (۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) میں لاہور میں ہی تھے کہ وصال کی خبر ملی تو سیدھے دہلی جا کر آپ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور وصال کے بعد بھی آپ کا علماء صوفیہ لاہور سے برابر رابطہ رہا، شیخ ملا محمد طاہر لاہوری حضرت مجدد الف ثانی کے اکابر خلفاء میں سے

محمد ہاشم کشمی: زبدۃ القامات

زبدۃ القامات ۴۱ (آپ اپنے مرشد کے ساتھ پورا ایک سال لاہور میں مقیم رہے)

ایضاً: ۲۲۷-۲۲۸

تھے اور یہی بزرگ آپ کے فرزند ان گرامی کے استاد بھی تھے، حضرت مجدد الف ثانی کے ۱۹ مکاتیب لاہور کے علماء و مشائخ کے نام ہیں، ان اکابر کے علاوہ آپ نے لاہور کے سات صوبہ داروں کے نام مکاتیب ارسال فرمائے ہیں۔

ایک مکتوب میں لاہور کے صوبہ دار نواب قلعج محمد خان کو تحریر فرماتے ہیں:

”اظہارِ محبت و شکر گزاری ایشاں می نماید کہ در بلدہ معظمہ لاہور بوجود ایشاں بسیاری از احکام شرعیہ دریں طور زمانہ رواج پیدا کردہ است و تقویت دین و ترویج ملت دران بقعہ حاصل گشتہ است و آن بلدہ نزد فقیر ہمچو قطب ارشاد است، نسبت بہ سائر بلاد ہندوستان خیر و برکت آن بلدہ بجمیع بلاد ہندوستان ساری ست، اگر آن جا دین را ترویج است درہمہ جانحوی از رواج متحقق است“

مکتوب شریف کے اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ اس زمانے میں شرع اسلامی تعطل کا شکار تھی۔

۲۔ نواب قلعج خان کی بدولت لاہور میں احکام شرعیہ کو رواج ملا تھا۔

۳۔ نواب کے زمانہ صوبہ داری میں دین اسلام کو تقویت اور ملت اسلامیہ کی ترویج ہوئی۔

۴۔ حضرت مجدد الف ثانی کے نزدیک لاہور ایسے قطب ارشاد کی مانند ہے جس کے وجود سے سارے

ہندوستان میں خیر و برکت جاری و ساری ہے۔

۵۔ اس لیے حضرت مجدد الف ثانی کی نظر میں اگر لاہور میں دین اسلام کی ترویج ہو گئی تو سمجھ لیجیے کہ

ہندوستان کے تمام علاقوں میں ترویج ملت اور تقویت دین کے امکانات روشن ہو گئے۔

۶۔ اس مکتوب کا تعلق حتمی طور پر آپ کی تحریک احیائے دین کے آغاز سے ہے۔

نواب قلعج خان ایک پرہیزگار، متقی اور متعصب سنی قسم کے بزرگ تھے، معاصر مورخ فرید بھکری کا قول

یہ ہے کہ:

(نواب) تائیک پاس بدرس علم فقہ و تفسیر و حدیث در مدرسہ قیام داشت۔۔۔ و

در مذہب اہل سنت تعصب بسیار داشت و در زہد و ریاضت و تقویٰ می کوشید۔^۱

جہانگیر بادشاہ نے اپنے دوسرے سال جلوس (۱۰۱۵ھ / ۱۶۰۷ء) میں ہی نواب قلعج خان کو لاہور کا صوبہ دار (گورنر) بنادیا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے اس مکتوب کا تعلق ان کی اسی صوبہ داری سے ہے کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی یہ چاہتے تھے کہ جہانگیر کی تخت نشینی کے فوراً بعد ہی راسخ العقیدہ طبقہ امراء بادشاہ اسلام نور الدین جہانگیر کا قرب حاصل کر لے اور تاخیر کی صورت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ ”مسلمانان ہند و مزاج“ اور صلح کل و عقلیت کے دعویدار بڑھ کر بادشاہ کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور حالات پھر سے اکبر بادشاہ کے عہد جیسے بن جائیں، نواب قلعج خان تقریباً پانچ سال لاہور کے گورنر رہے ان کے زمانے میں لاہور میں اسلام کو فروغ ہونا شروع ہو گیا اور ان کے بعد جب جہانگیر نے چھٹے سال جلوس (۱۰۲۰ھ / ۱۶۱۱ء) کو ایک اور بزرگ منصب دار نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو بطور جاگیر دے دیا تو اس علاقے میں شعار اسلامی کو مزید تقویت ملنا شروع ہو گئی، یاد رہے کہ نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری وہی بزرگ شخصیت ہیں جن کے نام حضرت مجدد الف ثانی کے کئی مکاتیب ہیں جن میں انہیں عہد اکبر میں ہندوستان کے مسلمانوں پر جو قیامت گزری تھی، کا تذکرہ کرتے ہوئے جہانگیری دور میں اسلام اور شریعت کے نفاذ کے لیے متعدد مرتبہ ترغیب دلائی تھی، نواب مرتضیٰ فرید حضرت مجدد الف ثانی کے مرتب و بنا کردہ ”جرگہ ممدان دولت اسلام“ کے سپہ سالار تھے۔ گویا جب حضرت مجدد الف ثانی نے عہد جہانگیری میں احیائے دین کا بیڑا اٹھایا تو آپ کا پہلا قدم اور پہلی منزل یہی مبارک خطہ تھا۔

مقامات معصومی کی دریافت اور اشاعت سے جہاں سلسلہ نقشبندیہ کی بہت سی روایات پہلی بار علمی و روحانی دنیا کے سامنے آئی ہیں وہاں حضرت مجدد الف ثانی کے لاہور سے روابط کے کئی غیر واضح اشارات کی وضاحت بھی ہوئی ہے۔

۱ ذخیرۃ الخوانین ۱/ ۱۷۲-۱۷۳، گلزار ابرار (بحوالہ نزہۃ الخواطر ۵/ ۳۱۳)

۲ جہانگیر: توذک جہانگیری ۷۲

۳ ہم نے ان تمام امور کی تفصیلات عصری شواہد کی بنیاد پر مقامات معصومی کی پہلی جلد میں یک جا کر دی ہیں۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے فرزند گرامی خواجہ محمد معصوم کا عقد نکاح لاہور میں کیا روم سے ایک نجیب الطرفین سید خانوادہ میر صفرا احمد رومی رہتا تھا جن کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی کے ۱۰۱۰ھ / ۱۶۰۱ء سے روابط تھے، یہ سید بزرگ اس سال آپ سے بیعت ہوئے تھے، حضرت مجدد الف ثانی کے نامور خلیفہ ملا شیخ محمد طاہر لاہوری نے اس رشتہ ازدواج کو طے کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور میر صفرا احمد رومی کی دوسری صاحبزادی رقیہ کے ساتھ حدود ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء کو حضرت خواجہ کا نکاح عمل میں آیا، مقامات معصومی میں لکھا ہے کہ اس نکاح مسنون کے دوران اور بعد حضرت مجدد الف ثانی مدتوں لاہور میں مقیم رہے اور یہاں کے علماء، صوفیہ اور طبقہ امراء کثیر تعداد میں آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

مقامات معصومی سے ہی یہ بات پہلی مرتبہ معلوم ہوئی ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے خسر اور حضرت مجدد الف ثانی کے مرید خاص میر صفرا احمد رومی کا وصال لاہور میں ۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۸ء کو ہوا تھا اور وہ یہیں شاہراہ ملتان پر مدفون ہیں۔ لیکن افسوس کہ آج ان کے روضہ کالاہور میں کوئی وجود نہیں ہے۔

خود حضرت خواجہ محمد معصوم نے حضرت مجدد الف ثانی کے لشکر جہانگیری کے ساتھ رہنے کی پابندی (۱۰۲۹-۱۰۳۱ھ) کے دوران لشکر کے ساتھ لاہور میں خواجہ قاسم کی حویلی میں قیام اور وہاں 'اسرار و معارف اور کمالات فنا و عدمیت اشیاء' کے ظہور کا ذکر کیا ہے۔^۱

ہمیں معلوم نہیں تھا کہ خواجہ قاسم کی اس حویلی میں ایسی کیا بات تھی کہ وہاں اس قسم کے عالی شان اسرار و معارف کا ظہور ہوا، خوش نصیبی سے مقامات معصومی اور کتب تاریخ سے اس حقیقت کا علم ہوا کہ خواجہ قاسم خواجہ ابوالحسن نقش بندی اور خواجہ عبدالعزیز نقش بندی کے حقیقی بھائی اور خواجگان نقش بندیہ کی اولاد میں سے تھے اور انہوں نے ماوراء النہر سے آکر جہانگیر بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی جو یا اس حویلی میں ہمارے نقش بندی بزرگوں کے مقدس انوار پہلے سے کار فرما تھے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کالاہور میں سب سے زیادہ علمی و روحانی رابطہ اپنے خلیفہ نامدار حضرت ملا محمد طاہر لاہوری سے تھا جو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے تربیت یافتہ بھی تھے اور حضرت مجدد الف ثانی کے

دونوں منجھلے فرزندوں حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمت انہی ملا محمد طاہر لاہوری کے شاگرد خاص تھے، ملا محمد طاہر لاہوری کے علمی و تحقیقی کارناموں سے آج ہم بالکل ناواقف ہیں، لیکن حضرت مجدد الف ثانی کے دونوں صاحبزادگان کی تحریرات خصوصاً خواجہ محمد سعید قدس سرہ کی نوشتہ شرح مشکوٰۃ المصابیح سے جو ائمہ حنفیہ کی مرتبہ فقہ کی تائید میں لکھی گئی ہے 'سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ملا محمد طاہر کے فقہی افکار کیا تھے اور ان کی فن حدیث پر کتنی گہری نظر تھی۔

لاہور میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمت کے شیخ صفراحمہ رومی^۱، ملا محمد طاہر لاہوری^۲ حویلی خواجہ قاسم نقش بندی (واقعہ محلہ حاجی سوای، موجودہ قلعہ گجر سنگھ)، حویلی جدید^۳ (واقعہ گذر تلا نزد میو ہسپتال) اور محلہ و مسکن ملا جمال تلوی میں قیام کرنے کے معاصر شواہد ملتے ہیں۔

ان کے علاوہ لاہور میں مقامی روایات کے مطابق مغل پورہ، غازی آباد میں ایک قدیم مسجد "مسجد نور" کے نام سے ہے مشہور ہے کہ اس مسجد میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ اور حضرت مجدد الف ثانی نے قیام کیا اور نمازیں ادا کیں۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب احیاء دین کی تحریک کا آغاز کیا تو آپ کی سب سے پہلے جس خطے پر نظر پڑی وہ یہی ہمارا شہر لاہور تھا، یہاں آپ نے لاہور کے مختلف گورنروں، علماء اور مشائخ سے تعلقات قائم کیے اور ایک جامع پروگرام کے تحت یہاں سے تحریک کا آغاز اس طریقہ سے فرمایا کہ اس کے اثرات سارے ہندوستان میں نمایاں ہونے لگے، اور آپ نے اپنے مکتوب میں جہاں لاہور کو "قطب ارشاد" قرار دیا تھا وہ واقعی عملی طور اب ایسا ہی ہو کے نمودار ہوا۔

مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبہ تاریخ کے ایک مارکسی نظریات کے حامل استاد پروفیسر محمد حبیب اور ان کے مکتبہ فکر جسے تاریخ کا حبیب سکول آف تھوٹ کہا جاتا ہے نے ۱۹۶۱ء میں دلائل کے ساتھ حضرت مجدد الف

۱ زبدۃ المقالات ۳۱۱ (طائف المدینہ، مقدمہ ۱۰)

۲ صفراحمہ معصومی: مقامات معصومی ۷۶

۳ زبدۃ المقالات

۴ محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۱/ ۲۵ / ۱۰۶-۱۰۷

ثانی کے بارے میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ ”سرہندی کے بارے میں یہ خیال کہ انہوں نے اکبر کے دین الہی کے خلاف احیاء دین کی قیادت کی تھی محض من گھڑت ہے اور عقیدت مندوں نے اسے بیسویں صدی میں بیٹھ کر بنایا ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔“

اس دعویٰ کو آج نصف صدی گزر چکی ہے پاکستان کے کسی محقق کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس لالچنی نظریہ کے خلاف ٹھوس اور معاصر شہادتوں کی بنیاد پر کوئی مقالہ تک لکھ سکے، جب کہ ہندوستان میں پروفیسر حبیب سکول آف تھوٹ پر کئی کتابیں طبع ہو چکی ہیں پروفیسر حبیب کی نگرانی میں سید اطہر عباس رضوی نے ۱۹۶۵ء میں پی ایچ ڈی کا مقالہ:

Muslim Revivalist Movements in Northern India

کے نام سے لکھا اور ڈکشنریوں سے مذمت کے الفاظ چن کر حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف لکھے اور پروفیسر حبیب کے نظریہ کو تقویت بخشی، اسی طرح یہودی سکالر فریڈمان یوحنا کا حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق پی ایچ ڈی کا مقالہ اسی کی بازگشت ہے۔

پاکستان سے حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں درجنوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں جنہیں علمی دنیا میں کتب مناقب سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی، بے شک حضرت مجدد الف ثانی کے مناقب کا بیان ہم جیسے کوتاہ بینوں سے کما حقہ ممکن نہیں ہے۔ لیکن یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے اصل کارنامہ یعنی ”تحریک احیاء دین کی قیادت“ اور اس کے نتائج و اثرات جیسے مباحث کی حامل کوئی ایسی معیاری کتاب وجود میں نہیں آئی جو اس عہد کے لٹریچر کے بالاستیعاب و تقابلی مطالعہ کا نتیجہ ہو، جو نصف صدی سے پروفیسر حبیب سکول آف تھوٹ کے اثرات کو دنیائے تحقیق سے زائل کر سکے۔ ہمیں ان موضوعات پر سوچنا اور ایسا لائحہ عمل اپنانا ہے جو حضرت مجدد الف ثانی کو دنیائے تحقیق میں صحیح مقام دلا سکے۔

اپریل ۲۰۰۵ء

(ارمغانِ امام ربانی، لاہور)

افکارِ حضرت مجدد الف ثانی کا ایک ماخذ

”امام شہاب الدین فضل اللہ تورپشتی“

حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ (۹۷۱-۱۰۳۳ھ / ۱۵۶۳-۱۶۲۴ء) کے افکار اور معتقدات کے ماخذ و مراجع پر کام کرنا بہت لازم ہے، حضرت مجدد کا ماحول ہندوستان میں اسلام کی زبوں حالی اور مذہب کے نام پر مختلف عقائد کا ہر طرف اسلام اور اہل اسلام کے خلاف اقدام نے حضرت مجدد کے افکار کو بہت گہری سوچ اور اس کے دفاع کے لیے ایسے عملی اقدام کرنے پر مجبور کیا کہ اگر اس عہد کی کتب تاریخ، تذکروں اور دوسرے لٹریچر سے آپ کی تصانیف کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں اور اسلام کے لیے آپ کے کلام میں جس شدت کے کرب، بے چینی اور ماتم کا تذکرہ ملتا ہے وہ واقعی اس امر کا محتاج ہے کہ اس عہد کے عصری لٹریچر کا مطالعہ کر کے اصل صورت حال کو واضح کیا جائے، خیر یہ تو ایک الگ موضوع ہے اور آپ کے عقائد و افکار کے ماخذ پر تحقیقی کام کرنا ایک جداگانہ کام ہے، کئی اصحاب نے آپ کے کلام میں سختی اور ہندوستان کے اسلام کو تباہی سے بچانے کے لیے جو رویہ اختیار کیا ہے اس کی کڑیاں علامہ ابن تیمیہ سے ملانے کی ناکام کوششیں کی ہیں جو عہد حاضر کے مستشرقین کے لیے بہت پرکشش ہیں، ایسے میں اگر ہمارے ہم عقیدہ حضرات تحقیق کا میدان چھوڑ کر گوشہٴ عافیت میں بیٹھ گئے تو نہ معلوم حضرت مجدد کے عقائد کو کس کس سے ملائے ہوئے اس کی انتہا محمد بن عبدالوہاب مجددی پر اس طریقے سے کریں گے کہ مجددی کے افکار دراصل حضرت مجدد

^۱ Friedmann, yohanan: Sh. Ahmad Sirhindi, an outline of his Tthought. Montreal, 1971

ter-Haar: J.G.J: Follower and Heir of the Prophet (Sh. Ahmad Sirhindi as mystic), Leidden, 1992.

سے ماخوذ ہیں۔ (الحذر الحذر ثم الحذر)^۱

مقالہ حاضر میں حضرت مجدد کے معتقدات کے سلسلے میں ہم صرف ایک ماخذ یعنی امام شیخ شہاب الدین فضل اللہ تورپشتی کے احوال و آثار و افکار کا جائزہ لے رہے ہیں:

نسبت

امام فضل اللہ کی علاقائی نسبت تورپشت، توران پشت، توران گرد، ایران کے معروف خطہ یزد کے دیہات میں سے ہے جو شہر یزد سے پندرہ فرسخ بالائی کوہ آباد ہے^۲۔ اس گاؤں کا اب مقامی نام تورون پشت ہے، جو شہر یزد سے ۲۰ کلومیٹر جنوب مغرب میں اور ۸ سے ۱۰ کلومیٹر شمال دامن کوہ میں واقع ہے^۳ گویا امام فضل اللہ کا موطن یزد کا گاؤں توران پشت تھا لیکن آپ کا قیام شیراز اور آخر میں کرمان میں رہا۔^۴

ولادت

امام تورپشتی کی ولادت کا سال تو معلوم نہیں ہے اور نہ ہی تذکرہ نویسوں نے آپ کی طبعی عمر کے بارے میں کچھ لکھا ہے علاقائی نسبت آپ کے والد کی بھی یہی ہے اس لیے قیاس ہے کہ آپ کی ولادت اسی قبضہ توران پشت میں ہوئی ہوگی۔

تعلیم و تربیت

آپ کے اساتذہ کرام کے اسما تو سب کے سب معلوم نہیں ہیں البتہ علامہ سبکی نے امام جامع العتیق کے بارے میں لکھا ہے کہ امام تورپشتی نے صحیح بخاری ان سے روایت کی ہے:

ہمارے سلسلہ کے بزرگ حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی فرقہ وہابیہ کا تصور آنے پر اکثر یہی جملہ دعائیہ پڑھا کرتے تھے۔ (المنائب الاحمدیہ وال مقامات السعیدیہ ص ۱۷۶)

محمد مفید مستوفی بافتی: جامع مفیدی مرتبہ ایرج افشار ج ۱ / ۳۰، ج ۳ / ۶۹۸ / ۳ / ۶۹۹، احمد بن حسین کاتب: تاریخ

جدید یزد مرتبہ ایرج افشار ص ۴۴، لغت نامہ دہخدا "توران پشت"

محمد قزوینی: (تعلیقہ بر) شد الازار مولفہ جنید شیرازی۔ ص ۱۹۱

تفصیلات متعلقہ مقامات پر ملاحظہ کریں۔

روی صحیح البخاری عن عبد الوہاب ابن صالح بن محمد بن العزم امام الجامع العتیق، عن الحافظ ابی جعفر محمد بن علی، اخبرنا ابو الخیر محمد بن موسیٰ الصغار، اخبرنا ابو الہیم الکشمی، اخبرنا القریب جوامع العتیق شیراز میں ہے جہاں بہت سے اکابر علماء درس کی خدمت انجام دیتے تھے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام تورپشتی نے شیراز میں تعلیم حاصل کی اور اس سے قبل اپنے والد گرامی امام تاج الدین ابو سعید حسن کی خدمت بھی پڑھا ہو گا۔

تلامذہ

امام تورپشتی کے تلامذہ کی فہرست تو ہمیں کوشش کے باوجود کہیں نہیں مل سکی البتہ صرف ایک بزرگ شیخ صدر الدین مظفر قرشی ربیع باغی متوفی ۶۸۸ موکف ۶۳ کتب عربی و فارسی و استاد بعضی اساتذہ نامدار۔^۱

کرمان میں قیام و تدریس

امام تورپشتی کی زندگی کا زیادہ حصہ شیراز میں درس و تدریس میں گذرا پھر ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء میں قتلغ ترکان خاتون حاکم کرمان نے جو خود صاحب علم اور علم و علماء پرور تھی اور کرمان پر بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے شوہر سلطان قطب الدین کے انتقال کے بعد ۶۵۵-۶۸۱ھ / ۱۲۵۷-۱۲۸۲ء تک حکومت کی، امام تورپشتی کو کرمان بلایا اس سال یعنی ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء میں اس نے مدرسہ ترکانی مکمل کیا اور تدریس کے فرائض انجام دینے کے لیے شیراز سے کرمان آنے کی دعوت دی، مجمل فصیحی میں ہے:

طلب داشتن قتلغ ترکان شیخ الحدیث شہاب الملک والدین فضل اللہ التوران پشتی جہت تدریس مدرسہ ترکانی از شیراز بکرمان۔^۲

۱۔ تاج الدین عبد الوہاب: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۸ / ۳۴۹

۲۔ عیسیٰ بن جنید شیرازی: ملتس الاحیاء (تذکرہ ہزار ہزار) ص ۳۳۱ و بعد

۳۔ جنید شیرازی: شد الازار ص ۱۹۰-۱۹۶، عیسیٰ شیرازی: ملتس الاحیاء ۲۳۷-۲۴۲، زرکوب شیرازی: شیراز نامہ

۱۷۸-۱۸۰

۴۔ فصیح خوانی: مجمل فصیحی ۳۲۶ / ۲، اس ملکہ محترمہ کے حالات و عہد حکومت کے لیے ملاحظہ کیجیے: ناصر الدین منشی: سہ

العلیٰ للفضلاء علیہ۔ تہران ۱۳۲۸ ش

وفات

کرمان کے اس مدرسہ ترکان میں پانچ سال تدریس کے فرائض انجام دیئے تھے کہ ۶۶۱ھ / ۶۳-۱۲۶۲ء میں امام تورپشتی کا وصال ہو گیا۔ 'علامہ سبکی نے ان کا سال وصال قیاسی طور پر ۶۶۰ھ / ۱۲۶۱ء لکھا ہے، 'صاحب کشف القنون نے امام تورپشتی کا سال وفات ایک جگہ ۶۸۵ھ دوسرے مقام پر ۶۰۰ھ جبکہ تیسری جگہ ۶۶۱ھ لکھا ہے۔ 'لیکن یہ سب قیاس آرائیاں ہیں ہمارے خیال میں ایرانی مورخ فصیح خوانی کا درج کردہ سال وصال ۶۶۱ھ / ۶۳-۱۲۶۲ء زیادہ قرین قیاس ہے۔

اولاد و اخفاد

امام تورپشتی کی اولاد میں تین بیٹوں اور ایک بیٹی کا ذکر ملتا ہے، یعنی اول تاج الدین عبداللہ، دوم صدر الدین عبدالعزیز، سوم مجد الدین عبدالرحمن۔ '۴

امام تورپشتی کے پڑپوتے عماد الدین عبدالسلام، قتلغ ترکان خاتون کی بنا کردہ رباط میں "شیخ رباط" تھے۔ '۵ اور امیر مبارز الدین محمود بن مظفر کے مقرب و ندیم ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی شراب خوری کے سخت مخالف تھے۔ '۶

امام تورپشتی کی صاحبزادی کا عقد امام عبدالعزیز بن محمد بن محمود سدید زوزنی سے ہوا، 'یہ امام عبدالعزیز حنفی دہی ہیں جن کا ذکر جواہر المصیۃ میں بھی ملتا ہے۔ '۸ ان کے والد گرامی محمد بن محمود بن محمد ابو الفاجر سدید زوزنی جو ملتی البخاری شریح المنظومہ کے مؤلف تھے۔ '۹ اس صاحبزادی کے بطن سے امام عماد الاسلام عبدالرحیم

۱ فصیح خوانی: مجل ۲/۳۳۰

۲ سبکی، عبد الوہاب: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۸/۳۳۹

۳ حاجی خلیفہ: کشف القنون ص ۷۳، ۱۶۹۹، ۱۷۱۹

۴ مجل نصیبی ۲/۳۳۰ امام تورپشتی کی اولاد و اولاد کے اسماء کے لیے دیکھیے اگلے صفحہ پر شجرہ نسب

۵ مجل ۲/۳۳۱

۶ ایضاً

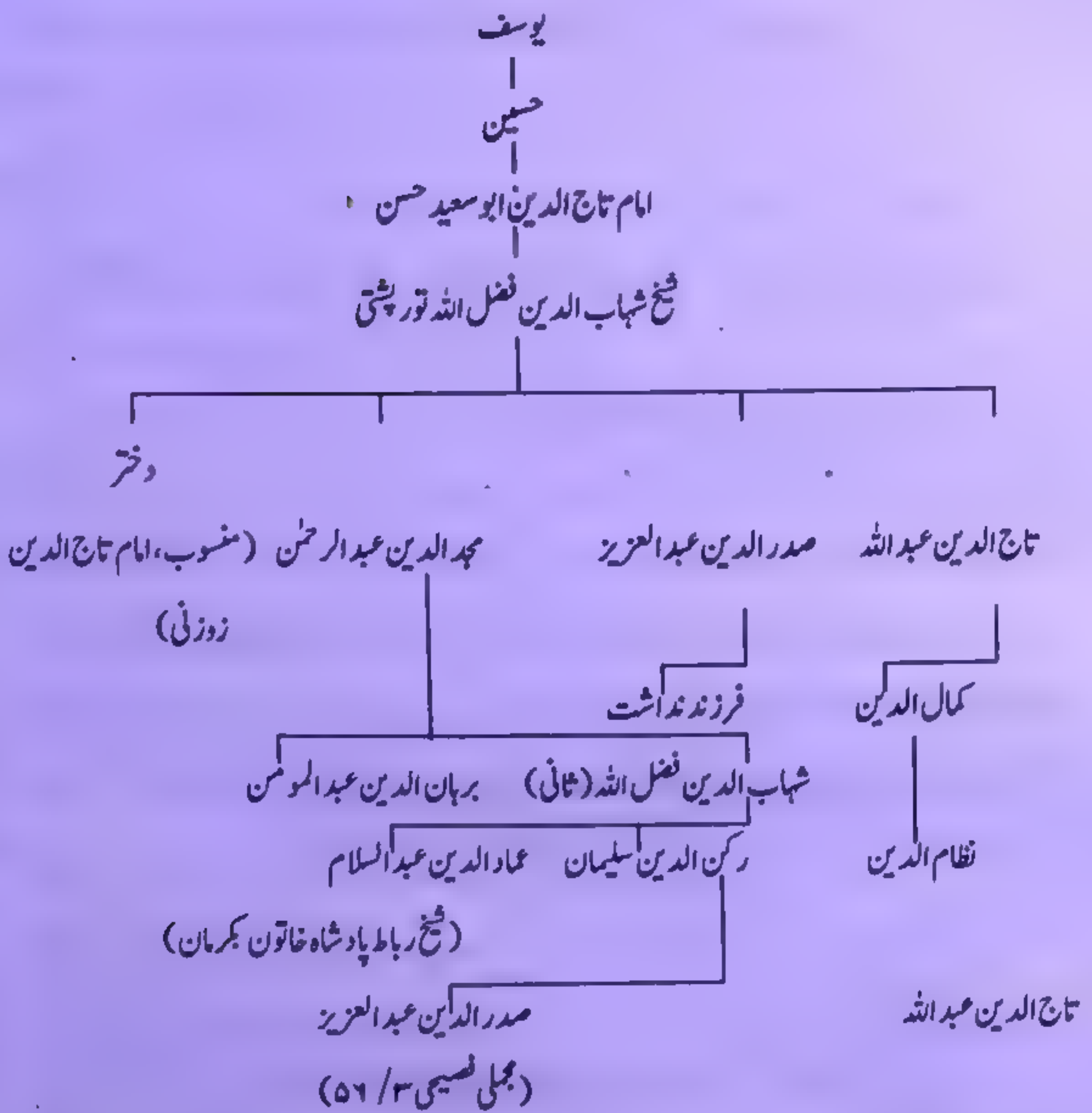
۷ ایضاً ۳/۳۱

۸ الجواہر المصیۃ ۱/۳۲۱

۹ ایضاً ۲/۱۳۲، کشف القنون ۲/۱۸۱۶

تولد ہوئے جن کا انتقال ۷۷۹ھ / ۱۳۲۸ء میں ہوا جنہوں نے ۷۷۱ھ / ۱۳۲۱ء میں ملک غیاث الدین صاحب ہرات کے ساتھ حج کیا اور اپنی کتاب تعلیقات سے صاحب التعلیق کے نام سے معروف تھے گویا صاحبزادی کا نسب یوں قرار پائے گا:

شجرہ امام تورپشتی



نوٹ: شیخ شہاب الدین تورپشتی اور ان کی اولاد کا نسب مجمل فصیحی سے اور ان سے اوپر کے اسما خود ان کی تالیف المعتمد پر ان کے شاگرد کے پیش لفظ سے منقول ہیں، صاحبزادی کا شجرہ اس طرح ہے۔

امام محمد بن محمود ابو الفاخر سدید زوزنی (ف ۶۶۶ھ) (جواہر المفیہ ۲ / ۱۳۲، مجمل نصیحی ۳ / ۴۱)

امام عبدالعزیز (شوہر دختر امام توپشتی) ایضاً

ابو المنظر عماد الاسلام عبدالرحیم (ف ۷۲۹ھ) ایضاً

مسلك

امام تورپشتی کا مسلک حنفی تھا لیکن موصوف شافعی اور حنفی دونوں طریقے استدلال کے طور پر پیش فرماتے تھے ہمیں حنفی فقہاء کے قدیم تذکروں میں سے کسی میں امام تورپشتی کا ذکر نہیں مل سکا، البتہ شافعی فقہاء کے اکثر تذکروں میں ان کا ذکر بحیثیت فقیہ شافعی کیا گیا ہے، صرف کشف القنون میں انہیں چند مقامات پر حنفی لکھا گیا ہے۔^۱

امام صاحب کے شاگرد نے ان کی تالیف المعتمد پر جو پیش لفظ لکھا ہے اس میں بھی القاب کے ساتھ ”مبین المعانی نعمان الثانی“ کے الفاظ ملتے ہیں۔ جس سے ان کے حنفی المسلک ہونے میں شک نہیں رہ جاتا۔

القاب

تذکرہ نویسوں نے امام تورپشتی کو شاندار القاب سے نوازا ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

علامہ سبکی نے لکھا ہے:

رجل محدث فقیہ^۲۔

ناصر الدین غشی کرمانی نے انہیں ”پیشوای اعلیٰ حدیث و تفسیر“ یعنی محدث کامل بتایا ہے:

^۱ سبکی، عبد الوہاب: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۸ / ۱۳۴۹ بن شمر: طبقات الشافعیۃ ۲ / ۴۲

^۲ کشف القنون ۲ / ۱۶۹۸

^۳ المعتمد ص ۲

^۴ سبکی، عبد الوہاب: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۸ / ۳۴۹

مولانا شیخ الشیوخ محی مراسم سنت و جماعت ماحی صدر صوی و بدعت استاد و پیشواہی اہل حدیث و تفسیر و مقتدی و سر دفتر اصحاب و عظم و تذکیر قطب الاولیاء فی زمانہ، الفایق علی صنادید الدھر بعظمہ شانہ و علوم مکانہ^۱

امام تورپشتی کے ایک شاگرد نے المعتد کے ابتدائیہ میں بہت عمدہ القاب لکھے ہیں لیکن جن کا ہر لفظ خوب بامعنی ہے:

مولانا الصدر الاعظم، الامام المعظم، کبف الاکابر و الامم، منبع الجود و اکرم، العالم الکبیر، البارع المجتہد النحریر، علم الہدی، علامہ الوری، قطب الاولیاء وارث الانبیاء، صدر الشریعہ، محی السنۃ، قاصع البدعہ ملک الکلام، فخر الانام، سلطان العلماء والمفسرین ملک المشائخ و المحدثین۔۔۔۔۔^۲

جنید شیرازی نے انہیں ”من المشائخ الکبار“ لکھا ہے۔^۳

فصیح احمد خوانی نے بھی جابجا امام تورپشتی کو شاندار القاب سے سرفراز کیا ہے:

شیخ الحفاظ افتخار المحدثین۔۔۔۔۔

قاضی ابن شحبہ اور طاش کپری زادہ نے علامہ سبکی کے الفاظ ہی دہرائے ہیں۔^۴

قصیدہ برای سلطان الملک الکامل محمد ایوبی:

۶۲۶ھ / ۱۲۲۹ء، میں امام تورپشتی نے بیت المقدس پر فریڈرک ثانی کے قبضہ اور مسلمانوں کی بے بسی پر

یہ قصیدہ لکھا، یہ زمانہ سلطان الکامل محمد بن عادل ابی بکر بن ایوب بن شادی بن مروان (۶۱۶-۶۳۵ھ / ۱۲۱۸-

^۱ ناصر الدین غنی، کربانی، سطر العلی ۴۱

^۲ المعتد ص ۲-۳ (طبع استنبول)

^۳ جنید شیرازی: شد الادار ۱۹۰

^۴ خوانی: مجمل نصیبی ۲ / ۳۳۰

^۵ طاش کپری زادہ: صلاح السعاده ۲ / ۱۸، قاضی ابن شحبہ: طبقات الشافعیہ ۲ / ۴۲

(۱۲۳۸ء) کا ہے جس میں مسلمانوں کے آپس کے اختلافات سے غیر مسلم قوتوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔^۱ یہ قصیدہ اسی پر آشوب دور کی یادگار ہے۔

قریب العہد مورخ ناصر الدین منشی کرمانی نے اس قصیدہ کو نقل کر کے محفوظ کر لیا ہے، جو یہ ہے:

یا ایہا الملک الذی ہباتہ	ضربت قباب العز فوق الفرقد
حوشیت ان تلقی معالم دیننا	ایام ملک فی الحضیض الادھد
اولست من قوم تأثل فی العل	اعراق روحتم لطیب المتحد
نصبوا القمع الکفر اعلام الھدی	بسنان خطر وحد مھند
فأتیت تھدم بعدھم ما اسسوا	اقررت لاقرت عیون الحسد
بوات اعداء الرسول مقاعداً	رفعت بناھا للعباد السجد
و احسرتا ان الشریعة بدلت	بتجلجل الناقوس جو المعبد
کم معھد للآ بنیا ملوث	بالخر والخنزیر یا للمعد
لھنی علی البیت المقدس انه	یأوی الیہ کل علج ملحد
اعزز علی الاسلام ان تلقاہم	یتبخترون اعزة فی المسجد

اس واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

۱۔ مقریزی، تقی الدین احمد: کتاب السلوک لعرفۃ دول الملوک ۱/۱ / ۲۲۹-۲۳۷

۲۔ ابن تغری بردی جمال الدین یوسف: النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاهرہ ۶/ ۲۲۷-۳۰۲

۳۔ سبط ابن الجوزی: مراۃ الزمان فی تاریخ الایمان ۸/ ۲ / ۶۵۳-۶۵۹

۴۔ ابن کثیر: الہدایۃ والنہایۃ ۱/ ۱۳۳ / ۱۳۶-۱۳

Hitti, p.k: History of Syria, pp. 606-7

ناصر الدین منشی: سبط العلی للحضرۃ العلیاس ۴۲

اس قصیدے کے تجزیاتی مطالعہ کے لیے دیکھیے:

عباس اقبال ”چگونہ یک نزاریانی در جنگہائی صلیبی فردماندہ جنگ و واسطہ صلح بود، (مجلد) اطلاعات، تہران، ش ۳ سال

دوم، خرداد ۱۳۲۸ ش

ان كنت لا تخشى شامة حاسد و عناد جبار و سطوة معتد
 فأحذر بكاء المسلمين و حزنهم و توق دعوة ناسك متعبد
 و اذكر وقوفك نادماً مستعباً يوم القدوم على النبي محمد
 ان الصليب تعاظمت انصاره يا امة الاسلام هل من معضد

تالیفات

امام تورپشتی کی اب تک حسب ذیل تالیفات کا سراغ مل سکا ہے:

۱۔ المیسر شرح مصابیح السنۃ

مصابیح السنۃ شیخ الاسلام محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ

۱۱۲۲ء کی ایسی تالیف ہے جو اس فن کے استادوں کو بے نیاز کر دیتی ہے، اور ہمارے اسلاف کی میراث کمال کی انتہا ہے، مصابیح السنۃ کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں^۱، ان میں امام تورپشتی کی شرح کا خاص مقام ہے، علامہ سبکی نے اسے ”شراحنا“ قرار دیتے ہوئے اس میں سے فوائد نقل کیے ہیں^۲۔ گو اس شرح کا متن ابھی شائع نہیں ہوا ہے لیکن علامہ سبکی کے نقل کردہ اقتباسات سے اس کے خصائص کی ایک جھلک دیکھی جاسکتی ہے، اس شرح کا ایک قلمی نسخہ رضا لاہوری رام پور میں ہے،^۳ جس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

الحمد لله الذي شرع لنا الحق---

^۱ امام بغوی کے حالات کے لیے دیکھیے:

ذہبی، شمس الدین محمد: میر اعلام النبلاء ۱۹/ ۴۳۹-۴۴۳

^۲ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

حاتمی خلیفہ: کشف الظنون ۲/ ۱۶۹۸-۱۷۰۲

^۳ سبکی: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۸/ ۵۰۳-۲۵۲

Arshi, I. A. Cat. Arabic MSS. Raza Library Rampur/ Vol. I. pp. 552-553

^۴ دیگر نسخوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے:

برد کلان: تاریخ الادب العربی (جرمن) غیر جلد اول صفحہ ۶۲۰

تحفۃ السالکین

یہ فارسی میں ہے اور حسب ذیل تین قواعد پر مشتمل ہے:

اول: الاعتقادات

ثانی: المعاملات

ثالث: اخلاق والآداب^۱

تحفۃ المرشدين

یہ تحفۃ السالکین کی تلخیص ہے، اور اسی طرح سے تین ابواب پر مشتمل ہے۔^۲

مطلب الناسک فی علم الناسک

موضوع نام سے ظاہر ہے، امام تورپشتی نے اس رسالے کو چالیس حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس میں فقہ کی بجائے تمام تر حدیث سے استنباط کیا ہے۔ حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

سلک فی مسلک الحدیث الفقہ^۳

المعتد فی المعتد

عقائد اسلامیہ کے بیان میں امام تورپشتی کی یہ ایسی کتاب ہے جسے بہت شہرت نصیب ہوئی، فارسی زبان میں عام فہم انداز سے تالیف کی گئی ہے اور اسے معروف دیندار بادشاہ فارس ابوبکر قتلیغ خان بن سعد (۶۲۸-۶۵۸ھ / ۱۲۳۰-۱۲۶۰ء) کے نام معنون کیا ہے اور اس کی دینداری کا ان شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا ہے:

”بندۂ برگزیدہ خدای پیا د شاہی نقیۂ صالحہ ملوک و سلاطین اسلام

پادشاہ نیاز مند دین پرور رحیم دل درویش نواز سلغر سلطان آتابک

ابوبکر بن سعد زنگی کہ ہوارۂ در نظر و کنف خدای باد معنون گردانید

حاجی خلیفہ: کشف القنون / ۱ / ۳۶۶

ایضاً ۳۷۳

ایضاً ۲ / ۱۷۱، ۱۸۳۱

و بدعای دولتش معطر و بیچ حق گذاری در مملکت تمہید عقیدت
طریق وی بود۔۔۔۔۔ دہرگز نام بیچ زندیق نمیتواند شنید در وی بیچ
صاحب بدعت نتواند دید و طریقہ این خاندان کہ پایندہ و پیوستہ باد
ہموارہ برہمیں بودہ است امیدہست کہ چنانچہ حق تعالیٰ بکفایت و
رعایت وی دماغ و فروج مسلمانان را از شر دشمن نگاہداشته است دل و
دیرے علماں عوام سادہ دل را بحماییت و سیاست وی از شر بد اعتقادان
نگاہدارد۔“

سلطان ابو بکر قتلغ خان کو ان القاب خصوصاً ”دین پرور“ اور یہ کہ بادشاہ اسلام کسی ”زندیق اور بدعتی“
کا نام تک سنا پسند نہیں کرتا ہے جیسا کہ انہوں نے پہلے لکھا ہے کہ ایسے بادشاہ کی حکومت کی طرف سے اس کتاب کو
”سند“ حاصل ہے:

تدبیر خیال خواست کہ اس کتاب را از طرف سلطنت مستندی باشد و باسم صاحب دولتی
مُعَنُون گردد۔

حمد اللہ بن ابی بکر مستوفی نے اس بادشاہ کے متعلق لکھا ہے:
پادشاہی عادل خیر بزرگ منش بود در حق اعلیٰ علم و مشائخ و اعلیٰ بیوتات قدیم انعامات
فرمودی۔۔۔ ولایات جہت ایشاں و مخالف فرستادی۔۔۔۔۔

۱ المعتقد ص ۷

۲ المعتقد ص ۶

۳ حمد اللہ مستوفی، تاریخ مزیدہ / ۵۰۵-۵۰۶

المعتقد کا ایک نام محمد مظفری بھی ہے کیوں کہ جس عہد حکومت یعنی سلطان ابو بکر قتلغ خان (آل سلفر) میں تالیف ہوئی
ہے کہ ہر بادشاہ کا لقب مظفر الدین تھا۔ (زمہاوری: معجم الانساب ۳۵۰)

اگر المعتمد کے ابتدائیہ اور تالیفات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ پر غور کیا جائے تو اس نتیجہ پر پہنچنا دشوار نہیں رہ جاتا کہ دین حق کی سر بلندی اور سر پرستی کے لیے جس بادشاہ کی ضرورت ہوتی ہے یہ دونوں حضرات ایک ہی قسم کے سلطان کے متلاشی تھے۔

امام تورپشتی کی یہ کتاب اسی سلطان کے عہد میں کسی سال یعنی ۶۲۸-۶۵۸ھ تالیف ہوئی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے شیخ مرتضیٰ فرید بخاری کو عقائد کی درستی کے سلسلے میں اپنی مجلس میں اس کتاب کی سماعت کی تاکید کی ہے اور جا بجا اس کتاب سے استفادہ کیا ہے ان شاء اللہ اس مقالہ کا دوسرا حصہ حضرت مجدد کی تحریرات کی روشنی میں اس کتاب کے تجزیاتی مطالعہ پر مشتمل ہو گا، اس کتاب کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ پہلا ایڈیشن مطبع مظہر العجاوب مدراس سے ۱۲۸۸ھ دوسرا ایڈیشن اسی کی نقل آقا ی حسین حلیمی نے استنبول سے عمدہ ٹائپ میں ۱۹۹۰ء کو شائع کیا، اس کتاب کا اردو ترجمہ عقائد مجددیہ کے نام سے ملک فضل الدین نے لاہور سے شائع کیا تھا۔

ماخذ

مطبوعات عربی:

- ۱: جنید شیرازی، معین الدین ابوالقاسم: شد الازار فی خط الاوزار عن زوار والزار
- طبع محمد قزوینی و عباس اقبال، تہران، چاپ خانہ مجلس ۱۳۲۸ش
- ۲: بسکی، عبد الوہاب: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔ طبع عبد الفتاح محمد الحلو، قاہرہ ۱۹۶۳ء
- ۳: ابن شہر، ابی بکر، قاضی: طبقات الشافعیۃ۔ طبع عبد العظیم خان، حیدر آباد، دکن ۱۹۷۹ء
- ۴: یحییٰ الدین علی نجیب: الذیل علی طبقات الفقہاء الشافعیۃ لابن الصلاح، بیروت، دار البشائر الاسلامیہ

۱۹۹۲ء

مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/۱۹۳ / ۳۰۷-۳۱۰ طبع استنبول، ترکی

حضرت مجدد کے ایک معاصر شیخ محمد جمیل بن ابوتراب بدخشی حارثی کشمیری نے اپنی کتاب منتخب العقائد (تالیف ۱۰۱۶ھ) میں المعتمد کے موقف کے بکثرت حوالے دیئے ہیں۔

۵: مقریزی، تقی الدین احمد: کتاب السلوک لمعرفة دول الملوك، طبع محمد مصطفى زیادة، قاہرہ،

دارالکتب المصریۃ ۱۹۳۳ء

۶: قرشی، محمد عبدالقادر: الجواهر المضية فی طبقات الحنفیہ، حیدر آباد، دکن، دائرۃ المعارف عثمانیہ ۱۳۳۲ھ

۷: ابن تغری بردی، جمال الدین یوسف: النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر و القاہرہ، قاہرہ، دارالکتب

العربیہ

۸: سبط ابن الجوزی: مراہ الزمان فی تاریخ الاعیان، حیدر آباد، دکن، دائرۃ المعارف عثمانیہ ۱۹۵۱ھ

۹: ابن کثیر، ابوالفداء: البدایۃ النہایۃ، طبع محمد سعید زغلول، بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۹۸۷ء

۱۰: ذہبی، شمس الدین محمد: سیر العلام النبلاء طبع جماعۃ المکتبیین، بیروت، موسسۃ الرسالہ ۱۹۸۸ء

۱۱: طاش کیری زادہ، احمد بن مصطفیٰ: مفتاح السعاده، حیدر آباد، دکن، دائرۃ المعارف عثمانیہ ۱۹۸۰ء

۱۲: حاجی خلیفہ: کشف القنون، طبع محمد شرف الدین یالتقایا، بغداد، مکتبہ المثنی (سن ن)

۱۳: زامباور: معجم الانساب والاسرات الحاکنۃ، ترجمہ زکی محمد حسن بک، بیروت ۱۹۸۰ء

کتب فارسی:

۱۴: محمد جمیل بن ابوتراب بدخشی جارتی کشمیری: منتخب العقائد (۱۰۱۶ھ) قلمی نسخہ

مملوکہ جناب خلیل الرحمن داؤدی، لاہور

۱۵: زرکوب شیرازی، ابوالعباس معین الدین احمد: شیرازنامہ، طبع اسماعیل واعظ جوادی، تہران

۱۳۵۰ش

۱۶: عیسیٰ بن جنید شیرازی: ملتسم الاحبا (تذکرہ ہزار مزار، ترجمہ شد الاذار)

طبع نورانی وصال، شیراز، کتابخانہ احمدی ۱۳۶۳ش

۱۷: ناصر الدین منشی کرمانی: سبط العلی للحضرۃ العلیاء، طبع عباس اقبال، تہران ۱۳۲۸ش

۱۸: تورپشتی، فضل اللہ: المعتقد فی المعتقد، استنبول، ترکی ۱۹۹۰ء

۱۹: حمد اللہ مستونی: تاریخ مزیدہ۔ طبع عبدالحسین نوائی، تہران ۱۳۶۲ش

۲۰: محمد دلف ثانی، امام ربانی: مکتوبات طبع نور احمد امرتسری، استنبول ترکی، ۱۹۷۷ء

۲۱: خوانی، فصیح احمد: مجمل فصیحی، ۳ جلد طبع محمود فرخ، مشہد ۱۳۳۹ ش

۲۲: محمد مفید مستوفی: جامع مفیدی، طبع ایرج افشار، ج ۱، ۳، تہران، ۱۳۴۲-۱۳۴۰ ش

۲۳: احمد بن حسین کاتب: تاریخ جدید یزد، طبع ایرج افشار، تہران ۱۳۴۵ ش

۲۴: د محمد: لغت نامہ۔ تہران ۱۳۴۸ ش و بہ بعد

۲۵: عباس اقبال: چگونه یک نغز ایرانی در جنگهای صلیبی فرمانده و جنگ و واسطہ صلح بود (مقالہ مشمولہ

مجلہ) اطلاعات، تہران، ش ۳، س ۲، ۱۳۲۸ ش

یورپین مآخذ:

26: Friedmann, yohnan Sh. Ahmad Sirhindi, Montareal, 1971

27: ter Harr J.G.J: Follower and Heir of the prophet (Ahmad Sirhindi, as mystic, Leiden 1992

28: Hitti, p.k: History of Syia, London, 1951

29: Brockelmann, e: Geschichte der Arabischen Litterature, Leiden 1942

30: Behn, w.h: Index, Islamicus (1665-1905) Leiden, Adiyok, 1989

المعتد فی العقد کا دوسرا اردو ترجمہ معروف عام دین حضرت مفتی محمد علیم الدین مدظلہ العالی استاد مدرسہ

سلطانیہ (کالا دیو، جہلم) نے کیا ہے جو پہلے ترجمہ کے مقابلہ میں جامع، رواں، عام فہم اور حواشی سے مزین ہے، اللہ

تعالیٰ حضرت مفتی صاحب قبلہ کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس اہم کتاب کا ترجمہ از سر نو کیا اور اسے عقائد

اسلامیہ کے لیے ایک اہم مآخذ بنادیا، اب اس کتاب سے وہ حضرات بھی بآسانی استفادہ کر سکیں گے جو عربی و فارسی

جیسی بنیادی زبانوں سے ناواقف ہیں۔

حضرت مترجم مفتی صاحب مدظلہ العالی نے مؤلف علام سے اپنے حواشی میں بعض مقامات پر اختلاف

بھی فرمایا ہے جو بہت ہی لازم ہے، اس لیے کہ اسلام کی تمام تر بنیاد انہی عقائد پر ہے جن کا اس کتاب میں تذکرہ کیا

گیا ہے، اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد کے بیان کے دوران مؤلف بزرگ نے

باطل فرقوں اور ان کے عقائد بھی بتا کر اسلام کے عقائد کی حقانیت سے آگاہ کیا ہے۔

اس کتاب میں ایک مسئلہ حضرت سید الانبیاء ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کا ہے، مفتی صاحب قبلہ نے اس کے حواشی میں علامہ سیوطی کے رسالہ کی تخصیص درج کر دی ہے جو بظاہر کافی ہے لیکن کتاب المعتمد کا ترجمہ اسی لیے پیش کیا جا رہا ہے کہ اسے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ نے پسند فرما کر اسے اس عہد کی سب سے اہم سیاسی شخصیت نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو عقائد کی دوستی کے سلسلہ میں اپنی مجلس میں اس کتاب کی سماعت کی تاکید فرمائی تھی، اس لیے لازم ہے کہ نقش بندی مجددی مشائخ کی حضرت نبی اکرم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے اثبات میں دلائل بھی جمع کیے جائیں۔

اس مختصر مقدمہ میں حضرات مجددیہ کے اس موضوع پر تمام افکار کا جمع کرنا بظاہر دشوار ہے صرف اشارات کے طور پر چند بزرگوں کے اقوال مختصر اُیہاں لکھے جا رہے ہیں اس سلسلہ میں سب سے اہم تحقیق معروف عالم و نقش بندی شیخ طریقت شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری^۱ (ف ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) کی ہے جنہوں نے اس موضوع پر ایک بیس اوراق کا مفصل مکتوب لکھا ہے جو ایک رسالہ سے کم نہیں ہے، چونکہ سائل پشاور کے تھے اس لیے اس کا روئے سخن علمائے پشاور کا ”والدین کریمین“ کے ایمان سے انکار اور اس علاقہ کے ایک اور بزرگ حضرت میاں محمد عمر چمکنی پشاوری کا اس سلسلہ میں اثبات کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

حضرت شاہ فقیر اللہ علوی لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے اس مسئلہ میں والدین کریمین کے ایمان کے اثبات میں مفرد سائل لکھے ہیں، ان میں سے شیخ عبدالقادر طبری امام مقام ابراہیم درمک معطر (شافعی)، علامہ مصطفیٰ بن فتح اللہ حموی مکی، شیخ حسن بن علی عجیبی مکی (حنفی) انہوں نے شیخ عبدالقادر مذکور کے رسالہ میں سے ان کا ایک خواب بھی نقل کیا ہے، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قادری و نقش بندی (خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) کی شرح مشکوٰۃ کے حوالہ سے بھی ایمان کے اثبات کے دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اثبات کے تین طریقے ہیں:

^۱ شاہ فقیر اللہ علوی جلال آبادی ثم شکار پوری بارہویں صدی ہجری / اٹھارہویں صدی عیسوی کے نامور عالم، صوفی اور متعدد دقیق علمی کتاب کے مؤلف تھے ان کا سلسلہ نقشبندیہ کا شجرہ یوں ہے:

شاہ فقیر اللہ من شیخ محمد مسعود پشاورى من حاجی محمد سعید لاہوری من شیخ سعد اللہ وزیر آبادی من شیخ آدم بنوڑی من حضرت مجدد الف ثانی قدس اسرارہم (مکتوبات شاہ فقیر اللہ ص ۳۱۵)

اول کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے دوم یہ کہ یا تو ان تک دعوت ہی نہیں پہنچی تھی کہ ان کی وفات ہو گئی سوم یہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کر دیا اور حضور نبی کریم ﷺ کی دعا سے وہ ایمان کے نور سے منور ہو گئے۔

اس سلسلہ پر حافظ صلاح الدین علانی کی ایک دقیق علمی کتاب درۃ سنیہ فی مولد سید البریہ میں سے مندرجہ دلائل بھی دیئے ہیں۔

یہ پورا مکتوب اپنے موضوع پر اتنا جامع ہے کہ اس مسئلہ پر کوئی اہم حوالہ مکتوب نگار بزرگ سے فرو گذاشت نہیں ہوا، لازم ہے کہ اس مکتوب کا اردو اور عربی ترجمہ شائع کیا جائے تاکہ آج کی علمی دنیا کو ہمارے ملک کے اہل علم حضرات کی تحقیقی کاوشوں کا علم ہو سکے، طوالت کے خوف سے دیگر امور نظر انداز کیے جا رہے ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ کی دوسری اہم شخصیت حضرت میاں محمد عمر چکنی پشاورى^۱ (۱۰۸۳-۱۱۹۰ھ / ۱۶۷۳-۱۷۷۶ء) کی ہے جو اپنے عہد کے نامور عالم اور روحانی پیشوا تھے اور اہل سنت کے اکابر حضرات میں شمار ہوتے تھے، اس مسئلہ میں علمائے پشاور کے اختلاف کو فرو کرنے کے لیے حضرت شاہ فقیر اللہ علوی کا مذکورہ مکتوب گرامی یہی بزرگ پشاور لے کر گئے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ علماء کو شاہ صاحب کے مکتوب سے تسلی نہیں ہوئی اس لیے انہوں نے خود اس مسئلہ اور نبی کریم ﷺ کے والدین شریفین کے ایمان کے اثبات میں ایک نہایت علمی و دقیق اور ضخیم کتاب ”شمس الہدیٰ بدر الدجی فی ذکر ایمان والدی خیر الوری“^۲ کے نام سے تالیف کی جس کے ۳۵۸ صفحات ہیں، موصوف نے یہ کتاب عربی زبان میں لکھی ہے، اور قدیم و جدید حوالہ جات سے مزین ہے۔ اس سلسلہ کا کوئی ایسا اہم

حضرت میاں محمد عمر چکنی پشاورى خلیفہ شیخ سعدی لاہوری و شیخ محمد یحییٰ انکی، شیخ سعدی لاہوری خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوری اور آپ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نامور خلیفہ تھے، بہت سی علمی و روحانی کتب کے مؤلف بھی، حالات و آثار کے لیے ملاحظہ ہو:

حیات و آثار حضرت میاں محمد عمر چکنی تالیف محمد حنیف، پشاور ۲۰۰۲ء

شمس الہدیٰ کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ اسلامیہ کالج، پشاور میں ہے اور دوسرا خطی نسخہ (ذخیرہ داؤدی مرحوم) نیشنل میوزیم، کراچی میں ہے یہ کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔

حوالہ موکف سے فرو گذاشت نہیں ہوا ہے ”والدین کریمین“ کے ایمان کی نفی کرنے والوں کی ایسی علمی و روحانی خبر لی ہے کہ بس انہی کو زیب دیتی ہے، اس کے چند مندرجات ملاحظہ ہوں:

نبی کریم ﷺ کے اجدادِ کرام اور امہات المؤمنین سب کے سب توحید و ایمان پر قائم تھے، آپ ﷺ کے نسب کو نسبتِ بد سے تعبیر کرنا توہین ہے، انبیاء علیہم السلام کے متعلق برے الفاظ استعمال کرنا کفر ہے، اہل سنت اس امر پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو شخص نبیوں کے حسب و نسب کے صحیح ہونے پر یقین رکھتا ہو وہ صحیح معنوں میں مومن ہے اور جو ان میں شک کرے وہ کافر ہے، آپ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے جو انسان انبیائے کرام پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتا ہو لیکن ساتھ ہی ان کے اجداد کے کفر کا بھی قائل ہو وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے؟

انبیائے کرام کے آبا پر کفر کا الزام لگانے والا خلقِ خدا کے دلوں کو ان سے متفر کرتا ہے جو گالی کے مترادف ہے، جو ایسا کرے وہ دو قسم کے امور کا مرتکب ہو گا کہ یا تو وہ کافر ہے یا منافق۔

حضرت میاں محمد عمر چکنی کے نزدیک حضرت نبی کریم ﷺ کے والدین شریفین کے ایمان سے متعلق تمام روایات خود ساختہ ہیں جو کفار یہود و نصاریٰ کی پھیلائی ہوئی ہیں اہل ایمان کو ان سے بہر حال بچنا چاہیے۔

انبیائے کرام کی عیب جوئی ”طعن فی الدین“ کے مترادف ہے جو منافقین کرتے رہتے ہیں، میاں محمد عمر چکنی آپ ﷺ کے والدین کریمین کو ”اہل فرہ“ میں سے تسلیم نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک اس امر پر علماء کا اختلاف ہے کہ وہ ایمان رکھتے تھے یا نہیں؟ نبی اکرم ﷺ کے والدین ”توحید ابراہیمی“ پر یقین کامل رکھتے تھے اور اسی پر تاویلات قائم رہے۔

حضرت میاں صاحب ان لوگوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جو ”والدین کریمین“ کے ایمان اور نجات میں ”توقف“ سے کام لیتے ہیں وہ بھی کفار میں شامل ہیں، آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو لوگ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے بھی والدین شریفین کے ایمان کی نفی کی ہے وہ بلا تحقیق ایسی بات کہتے ہیں کیوں کہ فقہ اکبر میں جو اس قسم کا اندراج ہے وہ معاندین کی تحریف ہے، علمائے حق نے اس امر پر بہت تحقیق کی ہے، حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں کہ میرے پاس فقہ اکبر کا ایک نسخہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے ابوین کریمین کے متعلق یہ جملے موجود ہیں:

والدی رسول اللہ ﷺ قد کانا ماتا علی ملة الحنیفة وھی ملة خلیل
الرحمن علی نبینا وعلیه الصلوة والسلام وھما ماتا علی توحید رب
المجید علی الایمان علی الاسلام فی ایام فترة الوحی قبل هذه الامة۔

اس امر میں حضرت میاں چمکنی علیہ الرحمت نے ان روایات کی خوب تحقیق کر کے ان کا ایسا تجزیاتی
مطالعہ اور نتائج مرتب کیے ہیں کہ پوری کتاب قابل ہے کہ آج کے دور میں اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ شائع کیا
جائے۔

سلسلہ نقشبندیہ کی ایک اور بڑی شخصیت مولف تفسیر مظہری حضرت قاضی محمد ثنا اللہ پانی پتی قدس سرہ
(۱۱۳۰-۱۲۲۵ھ / ۱۷۲۷-۱۸۱۰ء) کی ہے جو نقش بندی طریقت کے مشہور عالم، محدث اور متصوف حضرت
میرزا مظہر جان جاناں شہید علیہ الرحمت (ف ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) کے سب سے معروف خلیفہ تھے، قاضی صاحب
نے بہت سے اسلامی موضوعات پر بیش بہا کتب ہماری راہنمائی کے لیے تصنیف فرمائی تھیں جن میں ایک رسالہ
تقدیس والدی المصطفیٰ ﷺ تالیف کیا تھا، جس کا ایک خطی نسخہ حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی مرحوم کے کتب
خانہ (خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر دہلی) میں محفوظ ہے، قاضی صاحب اس رسالہ کا تذکرہ کرتے ہوئے تفسیر مظہری
میں فرماتے ہیں:

(ترجمہ) فیخ اجل جلال الدین سیوطی نے نبی کریم ﷺ کے آباء کرام کے اسلام پر متعدد
رسائل لکھے ہیں میں نے بھی ان رسالوں میں سے کچھ امور اخذ کر کے ایک رسالہ مرتب کیا
سے جس میں ان کے اسلام کا اثبات کیا گیا ہے اور اس کے خلاف جو شبہات پیدا ہوتے ہیں
ان کا شافی جواب دیا ہے۔ (تفسیر مظہری ۱۷ / ۱۲۱)

قاضی صاحب کے اس اہم رسالہ کا اردو ترجمہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب نے شائع کر دیا ہے۔

ماخذ ذیل

- ۱: ثناء اللہ پانی پتی، قاضی: تقدیس والدی المصطفیٰ، قلمی نسخہ، مخزنہ کتابخانہ خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر، دہلی۔
- ۲: عارف، محمود الحسن: تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۵ء
- ۳: فقیر اللہ علوی شکار پوری، شاہ: مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی، جامع محمد فاضل انصاری، لاہور، ۱۹۱۹ء
- ۴: محمد حنیف: حیات و آثار حضرت میاں محمد عمر چکنی، پشاور، ۲۰۰۲ء
- ۵: محمد عمر چکنی پشاور، میاں: شمس الہدی، بدرجی فی ذکر ایمان والدی خیر الوری (مخطی نسخہ ذخیرہ خلیل الرحمن داؤدی) مخزنہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی۔

(۷ ستمبر ۱۹۹۵ء)

مکتوبات کے فہم و تفہیم میں حضرات مجددیہ کی کوششیں

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ میں شامل بعض دقیق مسائل کو سمجھنے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کی زندگی میں ہی سوالات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ خود آپ کے کئی اصحاب نے بعض مطالب کی تشریح کی اور خواست کی تھی جن کے جواب میں خود صاحب مکتوبات نے خامہ فرسائی کی ہے، پھر آپ کے حین حیات آپ کے کلام پر بعض حاسدین اور کم فہم اصحاب نے اعتراضات شروع کیے تو آپ نے ان اعتراضات کے مدلل جواب مرحمت فرمائے، آپ کے حالات پر دو معاصر کتابوں یعنی زبدۃ المقامات اور حضرات القدس میں بھی اس کی جھلکیاں ملتی ہیں، حضرات القدس میں شامل آپ کے ملفوظات میں آپ کی بعض دقیق تحریرات کی تشریحات بھی کی گئی ہیں۔

فہم و تفہیم کے لیے یہ کوششیں حضرت مجدد الف ثانی کے وصال (۱۰۳۴ھ) کے بعد بھی جاری رہیں آپ کے صاحبزادگان کے مکتوبات کے مجموعوں میں جابجا ایسے مغلط مقامات کی تشریحات کی گئی ہیں کہ ان کے بغیر مکتوبات کو سمجھنے کی کوشش کرنا عبث ہے۔

آپ کے فرزند گرامی حضرت خواجہ محمد سعید (ف ۱۰۷۱ھ) نے اپنے مکتوبات میں کئی مقامات پر آپ کے کلام کی توضیحات پیش کی ہیں مثلاً مکتوب ۶ / ۱۲ وحدت الشہود کے بیان میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی تشریح ۶ / ۱۳ کرامات کے بیان میں، ۲۰ / ۲۶ مرض موت میں مجہول کیفیت کا واضح ہونا، ۲۳ / ۲۸ رفع شبہات پر کلام حضرت مجدد ۲۴ / ۲۹ معارف حضرت مجدد کا بیان، ۲۸ / ۳۲ (بشارات بسلسلہ قطب.....) ۳۱ / ۷۳ (وحدت الوجود.....) ۵۷ / ۱۱۲ (تشریح مکتوب حضرت مجدد.....) ۶۸ / ۱۲۸ (حقیقۃ کعبہ کا بیان)

اسی طرح آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم (ف ۱۰۷۹ھ) نے بھی اپنے مجموعہ مکاتیب میں جو تین ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے بڑے اہتمام سے مکتوبات و معارف حضرت مجدد الف ثانی کی توضیحات پیش کی ہیں، جن کی نشاندہی بجائے خود ایک طویل موضوع تحقیق ہے۔

اسی طرح ان حضرات شیخین کے فرزند ان گرامی نے بھی اپنے اپنے مکاتیب کے مجموعوں میں یہی اہتمام کیا ہے، حضرت شیخ عبدالاحد وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید کے مجموعہ مکاتیب موسوم۔ گلشن وحدت، حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی (ف ۱۱۱۵ھ) بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات۔ وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول کی دونوں جلدوں میں قابل توجہ اشارات پائے جاتے ہیں۔ حضرت مروج الشریعت محمد عبید اللہ (ف ۱۰۸۳ھ) بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات خزینۃ المعارف اور حضرت خواجہ سیف الدین (ف ۱۰۹۶ھ) بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات سیفیہ میں بھی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے بعض مشکل مقامات کی تشریحات ملتی ہیں جن سے مکتوبات حضرت مجدد کو سمجھنے کے لیے استفادہ کرنا از بس لازم ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے دونوں صاحبزادگان خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم بڑے اہتمام کے ساتھ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کو سمجھانے کے لیے اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے نواسے شیخ صفراحمہ معصومی نے ان حضرات شیخین کے درس مکتوبات کے سلسلے میں بڑی اہم اور عجیب روایت بیان کی ہے موصوف لکھتے ہیں کہ درس کی مجلس میں حضرت خواجہ سعید خاموش

چند اشارات ملاحظہ ہوں:

مکتوبات معصومیہ ۱/ ۶۸/ ۱۸۷/ ۶۹/ ۱۸۹/ ۸۵/ ۲۰۳/ ۸۸/ ۲۲۶-۲۲۳/ ۱۱۳/ ۲۶۰/ ۱۱۹/ ۲۶۹/ ۱۲۳/ ۲۷۸/ ۱۸۰/ ۳۲۳/ ۱۸۳/ ۳۵۶ (یہ پورا مکتوب معارف کی تشریح کے لیے اہم ہے) ۱۹۵/ ۳۷۱/ ۱۹۶/ ۳۷۳/ ۲۰۸/ ۲۲۳/ ۳۸۷/ ۴۵۲ (رد شہادت پر کلام حضرت مجدد)..... ۲/ ۷۶/ ۱۲۳ (اختلاف از ابن عربی) ۱۰۹/ ۱۷۹ (جلی کی بحث) ۱۱۶/ ۲۰۰ (تحقیق زوال عین و اش) ۱۱۶/ ۲۰۰ (رسالہ مبداء و معاد میں اصطلاح ولایت صفری و کبریٰ کی تشریح) ۳/ ۳۸/ ۹ (نفاذ بقا کی بحث) ۷۹/ ۴۷ (آپ کی نسبت ہزار سال کے بعد منفرہ شہود پر آئی.....) ۶۲/ ۱۰۱ (حل شہادت بر کلام حضرت مجدد) ۱۳۲/ ۱۸۲ (جلی ذاتی برقی..... نزد حضرت مجدد جلی ذات نیست.....) ۱۵۰/ ۲۰۴ (معالجات مخصوصہ حضرت مجدد) ۱۵۵/ ۲۰۹ (حضرت مجدد کے مکتوب ۲/ ۷۰ کی شرح) ۱۹۸/ ۲۳۵ (خلقت حضرت مجدد و از بقیہ طینت نبی صلی اللہ علیہ وسلم).....

بیٹھتے تھے اور محض سماعت فرماتے تھے جبکہ حضرت خواجہ محمد معصوم مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی شرح بیان کرتے تھے۔ مولف نے ان دونوں بزرگوں کے طریق کار میں فرق کی روایت اپنے والد گرامی شیخ محمد فضل اللہ (داماد) حضرت خواجہ محمد معصوم) سے بیان کی ہے کہ حضرت خواجہ محمد سعید درس کے دوران حضرت مجدد الف ثانی کے فیض باطن سے فیض یاب ہوتے تھے اور وہی فیض آپ سامعین کے قلوب پر القا فرماتے تھے، اور حضرت خواجہ محمد معصوم کا درس کے دوران باقاعدہ تقریر کرنا مفسرین اور محدثین کا اتباع تھا، لکھا ہے:

(شیخ محمد فضل اللہ) می فرمودند کہ درس مکتوبات قدسی سماعت حضرت مجدد الف ثانی نزدیک حضرت خازن الرحمۃ (خواجہ محمد سعید) دوام داشتہ اما آنحضرت استماع آں بہ سکوت و ادب تمام می نمودند و بر معانی آں لب مبارک نمی کشودند الا ماشاء اللہ تعالیٰ و حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) ہم بر درس مکتوبات مداومت داشتند اما معانی آں بر حاضران بہ موافق حوصلہ ہای آنہا افشای ساختند..... روزی ایں درویش (صفر احمد معصومی) بہ عرض آنحضرت رسانیدند کہ وجہ سکونت خازن الرحمۃ و تقریر حضرت ایشاں اگر بیان فرمایند موجب تشفی خاطر نیاز مندان گردد (شیخ محمد فضل اللہ) فرمودند حضرت خازن الرحمۃ القاء معانی را تفویض بر باطن فیض موطن حضرت مجدد الف ثانی می نمودند تا ازاں برکات رشہ بر اہل مجلس تقاطر نماید و خود بمراقبہ می ساختند و حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) کہ معانی آں می فرمودند پیروی مفسران و شراح حدیث می نمودند..... و القای معانی و صورتاً و معنایاً فی نفس اہل حضور شود و اجرا القاد بیان حاصل آید.....!

یہی مولف ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد معصوم مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ کبھی اپنے مکتوبات کی جلد اول کی سماعت بھی فرماتے تھے اور حضرت امام ربانی کے احوال مبارک پر دونوں معاصر کتابوں یعنی زبدۃ المقامات تالیف خواجہ محمد ہاشم کشمی اور حضرات القدس مولفہ ملا بدر الدین سرہندی بھی اسی مجلس شریف میں سنتے تھے، لکھتے ہیں:

بدرس کتب احادیث مثل صحیح بخاری و صحیح مسلم و مشکوٰۃ المصابیح می پرداختند و گاہی بر مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی می شنیدند و معانی آن ہم در میان می آوردند و گاہی جلد اول مکتوبات خود..... و گاہی مقامات مجددی شنودند.....^۱

ایک اور معاصر تذکرہ نویس شیخ محمد امین بدخشی نے جو حضرت خواجہ محمد معصوم کے مرید خاص تھے لکھا ہے کہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور مکتوبات معصومیہ دونوں کا مدرسہ سرہند میں درس دیا جاتا تھا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے بعض بزرگ خلفاء بھی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا درس دیتے تھے۔ ان میں چند نمایاں نام حسب ذیل ہیں:

آپ کے نامور خلیفہ مفتی محمد باقر لاہوری^۲ (ف حدود ۱۱۰۹ھ) جو عالم، مفسر اور لاہور کے مفتی بھی تھے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات کو بخوبی سمجھتے تھے اور ان کے مطالب پر عبور کامل رکھتے تھے اسی لیے حضرت خواجہ سیف الدین نے انہیں اس امر کی دعوت دی کہ تم طالبوں کو مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی فہم و تفہیم کے سلسلے میں مدد کرو، فرماتے ہیں:

چوں شمارا در مکتوبات و معارف آنحضرت مہارت تمام است آنچہ از ضروریات ایں راہ راست بہ طالبان صادق رہنمونی می نموده باشند.....^۳

ایضاً ۱۳۹

محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین (جلد سوم) خطی، مخزنہ کتابخانہ انڈیا آفس، لندن، نمبر ۶۵۲

مفتی محمد باقر لاہوری حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلفاء میں بہت بلند مرتبہ کی مالک شخصیت تھے آپ نے انہیں خلافت صرف اور صرف اور غزنیہ کی تعلیم و تربیت کے لیے دی تھی اور موصوف مرکز میں اور غزنیہ کے ساتھ رہ کر احیاء دین اور ترویج شریعت کے لیے کوشاں رہتے تھے اور اس سلسلے میں بادشاہ کی حمایت حاصل کر کے تقویت دین متین کا باعث بنے تھے، آپ کی تالیفات میں سے منتہی الایجاز کشف الایجاز (۱۱۰۱ھ تفسیر قرآن مجید بزبان عربی)، حاشیہ قرآن کریم، شاکل نبوی، دام حق (خلاصہ کیدانی کو فارسی نظم میں ڈھالا) اور کنز الہدایات قابل ذکر ہیں۔ آپ کو اور غزنیہ نے لاہور کا مفتی مقرر کیا تھا (مقامات معصومی ۳۵۲-۳۵۵ مع تعلیقات محقق)

سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۱۳۱ / ۱۶۷

مفتی باقر لاہوری اس حوزہ علمیہ کی پہلی بزرگ شخصیت ہیں جنہوں نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے مطالب کی وضاحت کے لیے کتابی صورت میں بھی کاوش کی اور ۱۰۸۹ھ کو کنز الہدایات کے نام سے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، مکتوبات معصومیہ اور رسالہ مبداء و معاد کی عبارات کو موضوعی ترتیب سے یکجا کیا، خود توضیح فرماتے ہیں:

اما بعد می گوید اضعف عباد اللہ المعین محمد باقر بن شرف الدین اللاہوری العباسی الحسینی عفی عنہما کہ چوں مراتب حصول سلوک و حقائق و خصائص حضرت امام ہمام..... مجدد الف الثانی..... در مکتوبات.... حضرت مجدد الف ثانی..... و حضرت پیر و سنگیر قطب الانام..... (حضرت خواجہ محمد معصوم)..... مرتبہ بعد مرتبہ مذکور نیست و بیان ترتیب اس مراتب در اینجا ملحوظ نہ بخاطر اس فدوی ریخت کہ رسالہ مبداء و معاد و وقائرہ مکاتیب حضرت مجدد الف ثانی و حضرت ایشان (خواجہ محمد معصوم) رضی اللہ تعالیٰ عنہما در نظر داشتہ این لآلی منشور را منتظم سازد..... فی الحادی و العشرین من شوال سنہ الف و ثمانین من الهجرة المبارکہ..... اتتمت تالیفہ فی تاسع ذی القعد من عالم المذکور اتمائاً..... و بعد از اتمام بعضی خصائص در خاتمہ ذکر یافتہ..... این فقیر التزام کردہ کہ عبارات اصل بعینہا تبرکاً ایراد نماید مگر در بعضی مواضع کہ بجهت بعضی حکم بہ تغیر یسر آوردہ..... لفظ قائمہ بجای فصل اختیار نمودہ..... و در اثنا کی تالیف بارہا خوش وقتی حضرت مجدد الف ثانی و حضرت ایشان در باب اس تالیف پر تو انداختہ و اتحاد خاص بجناب آنحضرت و نسبتی خاص در خود یافتہ و توفیق و امداد از آنجناب معلوم ساختہ.....

کنز الہدایات کے عربی میں بھی ترجمے ہوئے ہیں اس وقت تک ہمیں صرف ان دو ترجموں کا علم ہے:

عربی ترجمہ از شیخ محمد باقر بن محمد جعفر حنفی دہلوی۔ خطی نسخہ رباط مظہر۔ مدینہ منورہ

۲۔ حرز العنایات ترجمہ کنز الہدایات از شیخ محمد حفظی آفندی، قلمی نسخہ مخزونہ کتب خانہ سلیمانیہ، استنبول ترکی، یہ عربی ترجمہ ڈاکٹر امین اللہ و شیر نے مرتب کر کے مجلہ جامعہ اسلامیہ بہاول پور جنوری۔ اپریل ۱۹۷۵ء کو شائع کر دیا تھا۔

کنز الہدایات کے قاری متن کو مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے ایڈٹ کر کے ۱۳۳۵ھ کو امرتسر سے شائع کیا اور اس کتاب کا اردو ترجمہ اللہ والے کی قوی دکان کشمیری بازار لاہور سے قیام پاکستان سے قبل چھپا تھا۔ مفتی محمد باقر لاہوری کے بھائی ملا محمد امین حافظ آبادی^۱ بھی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے ماہرین میں شمار کیے جاتے تھے۔ انہیں ان کے پڑھنے اور پڑھانے کا اتنا درک اور شغف تھا کہ انہوں نے حضرت خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم سے ”مکتوبات خوان“ کا خطاب پایا تھا، معاصر تذکرہ نویس کا مشاہدہ ملاحظہ ہو:

مہارتی بر مکتوبات کہ منور جہات ستہ است حاصل کردہ از خدمت مخدوم زادہ قطب الحقیقین شیخ سیف الحق والدین قدس سرہ مکتوب خوان خطاب یافتہ در گوشہ وطن (حافظ آباد، پنجاب) بہ خلافت حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) بہ ارشاد تمام نشستہ بہ مداریت آنجا سرافراز گشتہ.....^۲

حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک اور معروف خلیفہ حاجی حبیب اللہ حصاری بخاری^۳ (ف حدود ۱۱۱۰ھ) کا توشیوہ مرضیہ ہی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی پر عمل کرنا اور ان مکتوبات شریف کے درس و تدریس کا

^۱ تعارف ترجمہ اور پینٹل کالج میگزین، لاہور (صد سالہ جشن نمبر ۱۹۷۲ء)

^۲ ملا محمد امین حافظ آبادی، مفتی محمد باقر لاہوری کے حقیقی بھائی تھے، سلوک کی ابتدائی تعلیم کا آغاز مفتی محمد باقر کی خدمت میں کیا اور خلافت حضرت خواجہ محمد معصوم سے حاصل کی تھی۔ ملا محمد امین حافظ آبادی کے نام حضرت خواجہ محمد معصوم کے چار مکاتیب ہیں (۲/ ۱۱۶، ۱۵۵، ۳/ ۱۰۲، ۱۹۶) حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۷۹ھ) کے بعد انہوں نے حضرت خواجہ سیف الدین سے مسلک ہو کر اس کا ردعوت و عزیمت میں حصہ لیا۔ (مقامات معصومی، تعلیقات ۴۹۰/ ۱۸)

^۳ مطراحمہ: مقامات معصومی ۴۹۰

^۴ حاجی حبیب اللہ حصاری بخاری، حضرت خواجہ محمد معصوم کے نامور خلیفہ تھے موصوف حصول نیت کے لیے مدتوں سرہند شریف آکر مقیم رہے و سنی ایشیا کے وہ احباب جو حضرت خواجہ سے غائبانہ عقیدت و ارادت رکھتے تھے مسلسل استدعا کر رہے تھے آپ اپنا کوئی خلیفہ ان دیار میں بھیجیں، تو آپ نے انہیں خلافت دے کر بخارا میں متعین کیا۔ جہاں ان

انہوں نے ایسا اہتمام کیا تھا کہ اس کا عشر عشیر بھی ہندوستان میں نہیں تھا، شیخ صفراحمہ معصومی کے عقیدت و احترام کے لیے لبریز الفاظ ملاحظہ ہوں:

شیوہ مرضیہ عمل بر مکتوبات قدسی آیات حضرت مجدد الف ثانی و درس آں دفاتر و قرار گرفتہ،
عزیزی نقل می کردند کہ آں قدر رواج درس مکتوبات احمدی و مرقومات معصومی..... کہ در
حضرت بخارابہ نظر در آمدہ عشر عشیر آں در بلاد ہندوستان نمودار نہ شد!.....

اسی موقف بزرگ نے لکھا ہے کہ موصوف اس کے درس کے اوقات کا اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ اگر اس کی تفصیلات لکھی جاتیں تو کئی جز بن جائیں۔ حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک اور خلیفہ نامدار شیخ محمد مراد شامی^۲

سے فیض یاب ہونے والوں کی اتنی کثرت تھی خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری کے خلیفہ مولانا یعقوب چرنی کی اولاد میں سے تھے، بلخ و بخارا کا حاکم سبحان قلی (۱۶۸۰-۱۷۰۲ء) بن نذر محمد خان بھی آپ کا مرید تھا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم، حضرت مروج الشریعت عبید اللہ، حضرت حمزہ اللہ محمد نقشبند ثانی کے کئی مکاتیب حاجی حبیب اللہ بخاری کے نام ہیں، خواجہ محمد نقشبند ثانی نے اپنے ایک مکتوب بنام اورنگزیب میں حاجی صاحب کی بہت تعریف کی ہے (وسیلۃ القبول ۲/ ۳۹/ ۷۹) حضرت خواجہ محمد معصوم نے معروف شیخ طریقت شیخ مراد شامی کو خلافت دے کر شام کی طرف روانہ کیا تو انہیں چند دن حاجی حبیب اللہ کی خدمت میں رہنے کا حکم دیا، حاجی حبیب اللہ بخاری نے چار سو اصحاب کو مرتبہ کمال و تکمیل پر پہنچا کر خلافت سے سرفراز کیا جنہوں نے نہ صرف وسطی ایشیا بلکہ عالم اسلام میں جا کر دعوت و ارشاد کے فرائض انجام دیئے۔ (مقامات معصومی، تعلیقات ۳۶۸/ ۱۵۱۵۷)

صفراحمہ: مقامات معصومی ۳۶۷

شیخ محمد مراد شامی حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایسے خلیفہ تھے جن کی بدولت ترکستان میں سلسلہ نقشبندیہ کی نشر و اشاعت عمل میں آئی، موصوف نے سرہند شریف میں صرف ایک ہفتہ قیام کر کے سلوک کی تمام منازل طے کر لیں اور خلافت معصومی کے حق دار ہوئے۔ حضرت حمزہ اللہ محمد نقشبند ثانی جب حدود ۱۰۹۷ھ کو حج کے لیے حرمین الشریفین حاضر ہوئے تو شیخ محمد مراد شامی نے بھی وہاں حاضر ہو کر ان کا استقبال کیا اور اخراجات کے لیے ایک لاکھ روپے بطور نذر پیش کیے، شیخ محمد مراد شامی کے والد گرامی شیخ علی بن داؤد نے سلوک کی تعلیم حضرت مجدد الف ثانی سے حاصل کی تھی، شیخ محمد مراد نے طویل سفر کیے تھے چار مرتبہ حج کی سعادت نصیب ہوئی، سنوری، برد کلان، محمد خلیل مرادی، زر کلی اور کمالہ نے آپ کی تصانیف کا بھی تعارف کروایا ہے۔ ان میں مفردات القرآن (تفسیر قرآن مجید) بہت مشہور ہے جو آپ نے عربی، فارسی اور ترکی تینوں زبانوں میں تالیف کی تھی۔ شیخ محمد مراد شامی نے عربی زبان میں سلسلہ نقشبندیہ کی تشریحات پر قابل قدر رسائل بھی لکھے تھے۔ (تعلیقات بر مقامات معصومی ۳۶۹-۳۷۰)

(ف ۱۱۳۲ھ) شام میں مکتوبات شریف کا درس دیتے تھے، بلکہ انہوں نے مکتوبات حضرت مجدد اور مکتوبات معصومیہ کا عربی میں ترجمہ بھی کیا تھا، مقامات معصومی میں ہے:

درس مکتوبات احمدی و معصومی دیدن خود گرفتہ بلکہ اکثر مکتوبات شریفہ کہ بزبان فرس اند
معرب گردایندہ!.....

شیخ محمد مراد شامی کے مکتوبات کے اس درس کے اہتمام اور اس کے عربی ترجمہ کے ترکی اور دیار عرب میں خوش گوار اثرات مرتب ہوئے، نہ صرف اہل عرب اس طریقہ مبارکہ کی حقانیت سے آگاہ ہوئے بلکہ ترک بھی اس کی عظمت کے معترف ہوئے ان کے معاصرین نے مکتوبات شریف کا ترکی زبان میں بھی ترجمہ کیا^۱۔ ملا موسیٰ بھٹی کوٹی (من مضافات جلال آباد، افغانستان) بھی حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ تھے جن کی کوشش سے سلسلہ نقشبندیہ کی بھٹی کوٹ اور ننگرہار میں نشر و اشاعت ہوئی ان کے ایک فرزند میر سعد اللہ بھی تھے جو اپنے والد کے جانشین بنے اور انہوں نے سلوک کی تعلیم خواجہ محمد زبیر سرہندی کی خدمت میں مکمل کی۔ خواجہ محمد زبیر نے اپنے قیام کامل کے دوران (۱۱۱۴ھ) انہیں خلافت دے کر ان کے علاقے میں متعین کیا^۲۔ وہ افغانستان میں خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ تھے اور افغانستان میں اس سلسلے کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا^۳۔

میر سعد اللہ بھٹی کوٹی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا درس بڑی متانت کے ساتھ دیتے تھے:
درس دفاتر مکتوبات قدس آیات بہ دقت و متانت تمام ہموارہ مونس آیات توفیق مراضی الہی
جل شانہ شامل حال بادشاہ....

۱ صراحتہ: مقامات معصومی ۴۶۹

۲ ان تراجم کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۳ ایضاً: ۳/ ۲۹۴-۲۹۵

۴ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومہ ۳/ ۱۲۸، ۲۳

۵ صراحتہ: مقامات معصومی ۴۶۱

حضرت مجدد الف ثانی کے پوتے شیخ عبدالاحد وحدت^۱ (معروف شاہ گل) متوفی ۱۱۲۶ھ نے بھی مکتوبات امام ربانی کی شرح لکھی تھی ہمیں تاحال اس کے کسی خطی نسخے کا علم نہیں ہے۔ اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کیا وہ ہر سہ وقائر مکتوبات کی شرح ہے یا بعض مکاتیب کی شرح لکھنے پر اکتفا کیا ہے، خاندانی موقف حاجی محمد فضل اللہ قدحاری کا بیان ہے کہ حضرت وحدت نے ”شرح کلمات قدسی آیات مکاتیب مجددی“ بھی تالیف کی تھی۔^۲

حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک خلیفہ حافظ محسن سیالکوٹی^۳ بھی مکتوبات شریف کا درس دیتے تھے، صاحب مقامات معصومی نے مفتی محمد باقر لاہوری سے روایت کی ہے:

”درس مکتوبات قدسی آیات التزام داشتہ و معانی آل ربان می ساختہ“

حضرت خواجہ محمد معصوم، خواجہ سیف الدین، خواجہ عبید اللہ مروج الشریعت کے مکاتیب حافظ محسن سیالکوٹی کے نام ”ان کے مجموعہ ہائی مکاتیب میں پائے جاتے ہیں۔ جن میں ان کی روحانی ترقی اور مدارج کا تذکرہ عمدہ الفاظ میں کیا گیا ہے۔

معروف شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی بن خواجہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم نے بھی مکتوبات شریف کا درس دینے کا اہتمام کیا۔ ۱۱۱۹ھ کو جب آپ نے لاہور میں عرصہ تک قیام فرمایا تو یہاں مجالس سکوت کے علاوہ مکتوبات شریف کے درس کا بھی خصوصی التزام کیا تھا، موصوف اپنی توجہ باطنی سے اس

شیخ عبدالاحد وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی، آپ معروف عالم، شیخ طریقت اور فارسی شاعر تھے، شعراء کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے کلام کو بہت سراہا ہے۔ ہم نے آپ کی ایک تالیف لطائف المدینہ ایڈٹ کی ہے جس کے مقدمہ میں آپ کے مفصل حالات تحریر کیے ہیں۔

محمد فضل اللہ قدحاری: عمدۃ القامات (بسال ۱۲۳۳ھ)، لاہور، ۱۳۵۵ھ

حافظ محسن سیالکوٹی اور حافظ محمد محسن دہلوی دو معاصر شخصیتیں تھیں دونوں حضرت خواجہ محمد معصوم کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ ثانی الذکر تو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد میں سے تھے جن کا سیالکوٹ سے کوئی تعلق نہیں تھا اس لیے اول الذکر شخصیت نے ہی مکتوبات شریف کے درس کا اہتمام کیا تھا۔ ان دونوں کے مابین فرق اور دلائل کے لیے

ملاحظہ ہو تعلیقات بر مقامات معصومی ۲۹۳/۱۱-۱۲

صفراحمہ: مقامات معصومی ۲۹۳

کے مطالب سامعین پر بھی القا کرتے تھے^۱۔ معروف ترکی خطاط اور عالم مستقیم زادہ سعد الدین سلیمان نقشبندی نے ۱۱۶۲-۱۱۶۵ھ کو مکتوبات معصویہ کا ترجمہ ترکی زبان میں کیا اور نقش بندی سلسلہ کے افکار پر ترکی زبان میں مستقیم زادہ کی کئی قابل توجہ کتابیں ترکی کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں^۲۔ ان کتب سے اس سلسلہ مبارکہ کا تعارف ترکستان کے مختلف علاقوں میں ہوا اور طالبان حق جوق در جوق اس میں داخل ہوئے۔

مستقیم زادہ نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا بھی ترکی میں ترجمہ کیا تھا جو ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء کو

استنبول سے چھپ چکا ہے^۳۔

مکتوبات کی ترتیب و تعداد

حضرت مجدد الف ثانی کے حین حیات ہی آپ کے مکتوبات شریف مرتب و مدون ہو کر کامل شہرت حاصل کر چکے تھے، نور الدین جہانگیر بادشاہ نے اپنی توذک میں ۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۹ء کے واقعات کے تحت، جہاں حضرت مجدد الف ثانی کا ذکر نہایت بے ادبانہ انداز سے کیا ہے وہاں آپ کے مکتوبات پر بھی جس لا علمی سے پھبتی اڑائی^۴ ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکتوبات شریف مذکورہ سنہ تک سارے ہندوستان میں معروف و متعارف ہو چکے تھے۔ اس وقت تک مکتوبات کی پہلی دو جلدیں مرتب ہوئی تھیں۔ تیسری جلد بعد میں مرتب ہوئی۔ پہلا دفتر دُزالمعرفت کے تاریخی نام سے موسوم ہے اس میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں، اس دفتر کو خواجہ یار محمد جدید بدخشی طالقانی^۵ مرید حضرت مجدد الف ثانی نے ۱۰۲۵ھ کو جمع کیا۔ دُزالمعرفت اس کا تاریخی نام ہے جس کے عدد جمع کرنے سے

^۱ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳ / ۴۲

^۲ حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک خلیفہ شیخ قل احمد معروف بہ احمد یک دست (ف ۱۱۱۹ھ) تھے جن کے ترک خلفاء میں سے ایک بزرگ شیخ محمد امین تو قادری بھی تھے جن سے مستقیم زادہ سعد الدین سلیمان نے ظاہری و باطنی فیض پایا (تحفۃ الخطاطین، مقدمہ ۳۵-۳۶)

^۳ مستقیم زادہ: تحفۃ الخطاطین ۳۶ و بہ بعد (مقدمہ)

^۴ مکتوبات کا آخری ترکی ترجمہ حسین علی اشعین کا ہے، جو انہوں نے خود استنبول سے کئی بار شائع کیا ہے۔ ۱۹۷۵ء کا ایک ایڈیشن اس وقت پیش نظر ہے۔

^۵ جہانگیر: توذک جہانگیری ۲۷۲

^۶ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۱ / ۳۳۵

مذکورہ سنہ ترتیب برآمد ہوتا ہے۔ اس جلد کے مکاتیب کی تعداد حضرت مجدد الف ثانی کے ارشاد کے مطابق اصحاب بدر کی تعداد کے مطابق ۳۱۳ رکھی گئی۔ اسی سال آپ کے فرزند اکبر حضرت خواجہ محمد صادق کا وصال ہوا ان کے تین عریضے بنام حضرت مجدد الف ثانی اس جلد کے آخر میں بطور ضمیمہ منقول ہیں۔

مکتوبات کا دوسرا دفتر ۱۰۲۸ھ کو مرتب ہوا اس کے جامع خواجہ عبدالحی بن خواجہ چاکر حصاری ہیں انہوں نے حضرت خواجہ محمد معصوم کے حکم پر یہ مجموعہ مرتب کیا اس کا تاریخی نام ”نور الخلائق“ ہے جس سے مذکورہ سنہ ترتیب برآمد ہوتا ہے۔ اس میں اسماء حسنیٰ کے مطابق ۹۹ مکاتیب ہیں۔

تیسرا دفتر ۱۰۳۱ھ کو مرتب ہوا اس کے جامع صاحب زبدۃ المقامات خواجہ محمد ہاشم کشمی برہانپوری ہیں۔ لفظ ”ثالث“ سے اس کا سال ترتیب برآمد ہوتا ہے۔ اس میں مکتوبات شریف کی تعداد سور قرآنی کے مطابق ۱۱۴ رکھی گئی تھی لیکن تکمیل کے بعد چند اور مکاتیب ملے اب عام طور پر اس جلد میں ۱۲۴ مکاتیب پائے جاتے ہیں۔ مختلف مطبوعہ ایڈیشنوں میں ان کی تعداد بھی مختلف ہے۔ لیکن حضرت خواجہ محمد معصوم کی تصریح کے مطابق اس کے نسخہ مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری میں ان کی تعداد ۱۲۴ ہی ہے۔

مکتوبات کے خطی نسخے

مکتوبات مجدد الف ثانی کے دنیا بھر میں بہت سے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت امام ربانی کے صحن حیات کا مکتوبہ کوئی خطی نسخہ تاحال ہماری نظر سے نہیں گذرا ہے۔ اس کا قدیم ترین قلمی نسخہ خانقاہ نقشبندیہ قلعہ جواد کابل میں تھا جس کی حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی شہید بن حضرت نور المشائخ فضل عمر ملا شور بازار نے ۱۹۷۶ء میں مجھے زیارت کروائی تھی اس نسخے کی خوبی یہ تھی کہ اس کے آخر میں ایک صفحے پر اس امر کی تصریح کی گئی تھی کہ یہ وہ قلمی نسخہ ہے۔ جس کی تصحیح خود حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی نے کی ہے اور جا بجا حواشی بھی لکھے ہوئے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ ۱۹۷۷ء کے روسی انقلاب افغانستان کے دوران جب یہ مبارک خانقاہ اور علمی مرکز

بدر الدین سرہندی: حضرات القدس ۲/ ۳۳۶

محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات (آغاز کتاب)، حضرات القدس ۲/ ۳۳۸

مسمار کیا گیا تو کتابخانہ بھی منتشر اور تباہ ہو گیا جس میں یہ نادر الوجود قلمی نسخہ بھی معلوم نہیں کہ اب کس کے پاس ہے؟

البتہ حضرت ضیاء المشائخ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے اس کے چند اوراق کا عکس مجھے عنایت فرمایا تھا جو میری مرتبہ کتاب مقامات معصومی کے عکسیات میں شامل ہے۔

دنیا بھر کے کتب خانوں میں اس کے جتنے خطی نسخے پائے جاتے ہیں ان کی جامع فہرست ابھی تک کسی نے نہیں بنائی ہے۔ تاہم نسخوں کی کثیر تعداد یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ یہ کتاب اہل علم و عرفان کے نزدیک کس قدر مقبول تھی۔

ایرانیوں کی کوشش سے مکتوبات شریف کے پاکستان میں موجود اکہتر (۷۱) قلمی نسخوں کی نشاندہی ہو چکی ہے۔ ان میں قدیم ترین نسخہ ۱۰۵۶ھ کا مکتوبہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور رسائل کا ایک مجموعہ بصورت کلیات مکتوبہ ۱۰۷۹ھ اور نیشنل انسٹیٹیوٹ لائبریری تاجکنندہ میں ہے، ہمارا خیال ہے کہ شاہ بخارا نے حضرات سرہند سے حضرت مجدد الف ثانی کی تحریرات بھیجنے کے لیے کہا تھا۔ یہ غالباً وہی مجموعہ ہے۔

مکتوبات کے مختلف ایڈیشن

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے فارسی متن کے اب تک کئی ایڈیشن طبع ہوئے ہیں، چند اشاعتیں ہماری نظر سے گزری ہیں جن کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱۔ دہلی ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء مکمل متن

۲۔ مطبع خاص مرتضوی دہلی ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء باہتمام حافظ حاجی عزیز الدین احمد مالک مطبع، ہر سہ دفتر

کامل

۳۔ مطبع نوکسور، لکھنؤ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء۔ ۱۹۱۳ء کئی ایڈیشن طبع ہوئے۔

۴۔ مطبوعہ امرتسری ۱۳۲۷-۱۳۳۲ھ تحقیق و تعلیق مولانا نور احمد امرتسری^۱ (ف ۱۳۲۸ھ)

مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے اپنی زندگی کا ایک حصہ مکتوبات شریف کی تصحیح، تخریج اور تعلیقات نویسی میں صرف کر کے اسے بہت ہی اہتمام کے ساتھ خود امرتسری سے شائع کیا تھا، سلسلہ نقشبندیہ کی یہ پہلی دقیق ترین کتاب ہے جس کا متن اتنی صحت کے ساتھ مرتب کیا گیا۔ ورنہ اس سے قبل محض ایک ہی قلمی نسخہ کی بنیاد پر مطالع نے نقل کر کے چھاپ دیا تھا۔

مولانا نور احمد امرتسری کے مصحح نسخہ کو عکسی صورت میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے کراچی سے دوبارہ چھاپ دیا ہے لیکن افسوس کہ ڈاکٹر صاحب نے اس کے سرورق سے مولانا امرتسری کا اسم گرامی نکال دیا ہے موصوف نے یہی کارنامہ مکتوبات معصومیہ کی جلد سوم مرتبہ مولانا امرتسری کا عکس شائع کرتے ہوئے انجام دیا ہے جس پر علمی دنیا یقیناً انہیں خراج تحسین پیش کرے گی کہ کیا ایک عالم کے عمر بھر کے علمی سرمایہ کے ساتھ یہی کیا جانا چاہیے تھا؟

مکتوبات کے مختلف تراجم

عربی تراجم

- ۱۔ عربی ترجمہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی۔ مترجم فیض محمد مراد شامی^۲ (ف ۱۱۳۲ھ)
- ۲۔ ایک عربی ترجمہ (جو ابتدائی چند مکاتیب پر مشتمل ہے) نیشنل میوزیم کراچی میں ہے۔ یہ بارہویں صدی ہجری کی کتابت معلوم ہوتی ہے (حدود ۱۱۰۰ھ)
- ۳۔ تعریب المکتوبات الصوفیہ مترجم فیض یونس نقشبندی^۳

مولانا نور احمد امرتسری کے احوال و آثار پر حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم نے ایک کتابچہ تالیف کیا ہے جو بحال شائع نہیں ہوا۔

۲۔ مولانا نور احمد امرتسری کے مرتبہ مکتوبات کے متن پر نظر ثانی مولانا محمد سعید نقشبندی (مترجم اردو مکتوبات) نے کی تھی اور اس کا ایک جدید ایڈیشن نور کبھی لاہور نے بھی شائع کیا تھا۔

۳۔ تفصیل گذشتہ اوراق میں ملاحظہ کریں۔

۴۔ اطلس، محمد اسعد: الکشاف عن مخطوطات خزائن الادقاف، ص ۱۳۶، ۱۳۸ یہ دونوں عربی ترجمے محکمہ اوقات بغداد کی لاہوری میں محفوظ ہیں۔

۳۔ مکاتیب الشیخ احمد النقشبندی مترجم نامعلوم^۱۔

۵۔ الدرر المکنونات النفیہ۔ مترجم شیخ محمد مراد بن عبد اللہ قازانی کی^۲ (ف ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء)

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا یہ کامل ترجمہ ہے۔ جو عربی زبان میں کیا گیا، جس سے دور آخر کے عرب علماء اہل سنت نے استفادہ کیا۔

ترکی تراجم

۱۔ مستقیم زادہ سعد الدین سلیمان نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور مکتوبات معصومیہ دونوں کے ترکی میں ترجمے کیے تھے^۳۔

۲۔ ایک اور ترکی ترجمہ بھی ہے جو غالباً مذکورہ ترجمے کے بعد کیا گیا ہے مکتوبات عربی مترجم شیخ محمد مراد قازانی نے اپنے ابتدائیہ میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن کوئی تفصیل نہیں دی۔

۳۔ آخری ترجمہ حسین حلی ایشیق کا ہے جو استنبول سے کئی بار چھپ چکا ہے۔ اس کے بعد بھی دو تراجم ہوئے جو ان دنوں ترکی میں عام ملتے ہیں۔

ایضاً

۱۔ شیخ محمد مراد منزلی قازانی کی (۱۲۷۲-۱۳۵۲ھ) کے حالات عربی ترجمے کے آخر میں تفصیل سے درج ہیں۔ آپ مدینہ منورہ میں صاحب رباط مظہر شیخ محمد مظہر بن شاہ احمد سعید دہلوی سے بیعت ہوئے ان کے وصال کے بعد شیخ محمد صالح زدادی کی صحبت میں رہے، وہاں سے اپنے وطن قازان چلے گئے۔ (قازان اس وقت آزاد روسی ریاست تاتارستان کا صدر مقام ہے جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے)

۲۔ شیخ محمد مراد قازانی نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے علاوہ رثعات تالیف فخر الدین علی کاشانی کا بھی عربی میں ترجمہ کیا تھا جو طبع ہو چکا ہے۔ انہوں نے موسیٰ جار اللہ کے رد میں ایک کتاب مشایخ حزب الرحمن کے نام سے لکھی تھی (کمالہ: معجم المولفین ۱۳ / ۱۱، زر کلی: الاعلام ۷ / ۳۱۳، حسین حلی: سعادت ابدیہ ص ۱۰۳۰)

۳۔ شیخ محمد مراد قازانی کا یہ مکمل عربی ترجمہ مکہ مکرمہ سے ۱۳۱۷ھ کو تین دفاتر میں طبع ہوا تھا اسی کی عکس نقل چند سال وستر استنبول سے بھی چھپی ہے۔

۴۔ حوالہ الخطاطین، مقدمہ ۲۸

اُردو تراجم

۱۔ الطاف رحمانی ترجمہ مکتوبات امام ربانی مترجم محمد حسین بن قادر بخش، راولپنڈی ۱۳۱۴ھ ابتدائی چند مکاتیب کا ترجمہ۔

۲۔ گنجینہ انوار رحمانی اُردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی، لاہور، ۱۳۳۰ھ (ابتدائی چالیس مکاتیب کا ترجمہ)

۳۔ ترجمہ از مولوی عبدالرحیم نائب مدیر اخبار وکیل امرتسر (مکتوب ۱۷ سے ترجمہ شروع کیا کہیں حواشی بھی لکھے ہیں۔ یہ صرف ابتدائی چند مکاتیب ہی کا ترجمہ ہے، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۰ھ

۴۔ ترجمہ از مولوی عالم دین نقشبندی۔ یہ پہلا مکمل اُردو ترجمہ ہے، جو کشمیری بازار لاہور سے طبع ہوا۔

۵۔ ترجمہ از مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۳ء تین جلد کامل۔ (یہ بھی دراصل محمد عالم دین والا ہی ترجمہ ہے)

۶۔ در لاثانی کے نام سے شاہ ہدایت علی نقشبندی نے تینوں جلدوں کی تلخیص اُردو میں کی، جو کئی بار طبع ہو چکی ہے۔

۷۔ تجلیات ربانی تلخیص مکتوبات امام ربانی از نسیم احمد فریدی امرہوی، مطبوعہ لکھنؤ۔

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی موضوعی ترتیب کی بھی کوشش کی گئی ہے، مولانا محمد عبداللہ جان مجددی نے تینوں جلدوں میں مندرجہ ذیل ابواب کے تحت مکتوبات میں سے اقتباسات یکجا کر دیئے ہیں:

باب اول در اصول اسلامیہ و عقائد صحیحہ اہل سنت و الجماعت

باب دوم در مسائل فقہیہ و احکام شرعیہ

باب سوم در حقائق و معارف علم باطن و اسرار و انوار طریقہ نقشبندیہ و.....

باب چہارم در مواعظ و نصائح و ترغیب بحسنات و تحذیر از سیئات

یہ مجموعہ فیض البرکات من عین المکتوبات کے نام سے لاہور سے طبع ہو چکا ہے۔

انگریزی تراجم

۱۔ حسین علی ایشیق نے Endless Bliss کے نام سے مکتوبات شریف کے بعض حصوں کا انگریزی

ترجمہ استنبول سے ۱۹۷۲ء کو شائع کیا۔

۲۔ ڈاکٹر عبدالحق انصاری نے تصوف اور شریعت کے موضوع پر مکتوبات امام ربانی میں جس قدر نکات درج ہوئے ہیں ان کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے، کتاب کا پورا نام ہے:

Sufism and Shariah (A study of Sh. Ahmad Sirhind's effort to reform Sufism), London, 1986.

۳۔ آخری انگریزی ترجمہ پروفیسر شیخ محمد وجیہ الدین کا ہے۔ اس کی پہلی دو جلدیں نہایت آب و تاب سے شائع ہوئی ہیں۔ یہ ترجمہ بڑی خوبیوں کا حامل ہے، اس میں اصطلاحات تصوف کو بڑی مہارت کے ساتھ انگریزی میں ترجمہ کیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی انگریزی حروف میں اصل اصطلاح کو بھی قائم رکھا ہے، اس کے باقی حصہ کا ترجمہ ان دنوں زیر نظر ہے، امید ہے کہ پروفیسر صاحب موصوف جلد شائع کر دیں گے،

اس ترجمہ کا پورا نام اس طرح سے ہے: Epistles (Maktubat Sharif), Institute of Naqshbandy Mujaddidy works, Lahore, 2000

مکتوبات کی شروح و تخریجات

مکتوبات شریف کی شروح کے سلسلے میں مفتی محمد باقر لاہوری اور شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی کے علمی کاموں کا ذکر کیا جا چکا ہے، اب اس عنوان کے تحت چند اور کتب کی تفصیل دی جا رہی ہے:

۱۔ شرح مکتوبات مولفہ مولانا میر عرب شاہ

مولف کے حالات سے ہم واقف نہیں ہیں، انہوں نے آغاز کتاب میں اس شرح کا سال تالیف ۱۱۷۲ھ لکھا ہے، افسوس کہ یہ گراں بہا کتاب ہمیں نہیں مل سکی جو مخطوطہ ہماری نظر سے گزرا ہے وہ صرف مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے دفتر ثالث کے چند مکاتیب کی شرح ہے، اس حصے کا ایک مختصر نسخہ نیشنل میوزیم کراچی میں ہے۔

۲۔ ضیاء المقدمات لمطالعة المکتوبات (۱۳۴۰ھ)

مولفہ مولانا ضیاء الدین بن وزیر اچکزائی فرامی۔

اس کے مولف کی ولادت قریہ شیوان (من مضافات فراہ سیستان، افغانستان) میں ۱۲۸۷ھ کو ہوئی۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور پھر ہرات جا کر مولانا محمد عمر ہروی سلجوقی (صاحب تصانیف رائقہ) اور مولانا غلام مصطفیٰ کی خدمت میں آٹھ سال رہ کر منطق، معانی، بیان، بدیع، حدیث اور اصول فقہ کی تحصیل کی، وہاں سے قندھار چلے گئے اور سید محمد امین قندھاری سے منطق اور ریاضی کی تکمیل کی اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے اس کے ساتھ تصنیف و تالیف میں بھی ہمہ تن لگے رہے ان کی تالیفات میں سے شرح ایسا غوجی (سراج الساری و دیگر ضو الکافی در شرح، ضیاء الموازین در علم صرف، ضیاء التدریق فی التصور و التصدیق، شرح مختصر قاضی عسندی در علم مناظرہ اور شمائل النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) 'ضیاء المقدمات در اصل مکتوبات شریف کی کوئی مکمل شرح نہیں ہے بلکہ بعض مغلق اور دقیق مکاتیب کی توضیحات کرنے کی کوشش کی گئی ہے، البتہ مکتوبات میں شامل اصطلاحات کی شرح مفصل بیان کی ہے، مولف کی تشریحات بالکل سادہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس اس کتاب کی تالیف کے دوران مآخذ و مراجع انتہائی کم تھے صاحبزادگان کے مکاتیب کے مجموعوں تک سے مولف ناواقف معلوم ہوتے ہیں، افغانستان کے ایک دور افتادہ قریہ عالمگیر من مضافات قلعہ گرٹک (من توابع قندھار) میں بیٹھ کر یہ کام کیا ہے۔

۳۔ ضیاء المقدمات فی توضیح المکتوبات

یہ بھی مولانا ضیاء الدین اچکزئی کی تالیف ہے، یہ دراصل کالمکتوبات شریف کے تینوں دفاتر کا بین السطور اردو ترجمہ اور کہیں کہیں تشریحات پر مشتمل ہے، اس کا خطی نسخہ مولف کے فرزند مولوی محمد ساکن قصبہ نوزاد (قندھار) کے پاس محفوظ تھا۔ تقریباً پندرہ سال قبل یہی خطی نسخہ کسی طرح لاہور کے ایک ناشر کتب کے پاس بغرض اشاعت لایا گیا تھا۔ لیکن ضخامت زیادہ ہونے کے باعث چھپ نہ سکا۔ اب معلوم نہیں کہ وہ نسخہ کہاں ہے؟

۴۔ شرح مکتوبات امام ربانی (فارسی نثر)

مولفہ مولوی نصر اللہ هوتکی (ولادت ۱۸۹۸ء۔ وفات حدود ۱۹۷۸ء) اس کے مولف ایک بزرگ عالم تھے گذشتہ روسی حملہ بر افغانستان جس میں ہمارے مشائخ مجددیہ کوروسیوں نے شہید کر دیا تھا اس میں یہ بزرگ بھی

۱۔ خانہ کتاب ضیاء المقدمات ص ۲۵۷-۲۵۹ (طبع)

۲۔ ضیاء المقدمات کا ایک خطی نسخہ مولف کتابخانہ منج بخش، اسلام میں ہے (نمبر ۱۰۵۶۶)

۳۔ محمد موسیٰ امرتسری: مقدمہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی ص ۳۷

لاپتہ ہو گئے۔ اس شرح کی اب تک کئی جلدیں چھپ گئی ہیں، شارح ہر روز درس کے دوران حضرت نور المشائخ فضل عمر مجددی معروف بہ ملا شور بازار کابل کی موجودگی میں یہ شرح بیان فرماتے تھے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ شارح نے حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادگان اور پوتوں کے مجموعہ ہائی مکاتیب سے بھرپور استفادہ کیا ہے، اور جا بجا شرح کے دوران ان سے نقل و اقتباس کر کے توضیحات کو مستند بنایا ہے۔ اب تک منظر عام پر آنے والی شرح میں یہ سب سے وقیع اور علمی شرح ہے، لیکن افسوس کہ افغانستان کے خونین انقلاب کے باعث یہ عظیم الشان کام ادھورارہ گیا۔

۵۔ مکتوبات امام ربانی کی دینی اور معاشرتی اہمیت

تالیف ڈاکٹر سراج احمد خان

یہ کتاب ڈاکٹر سراج احمد خان بن ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کاپی ایچ ڈی کا مقالہ ہے، یہ مقالہ سات ابواب کا مجموعہ ہے، لیکن مکتوبات شریف کے حوالے سے اس میں صرف دو باب ہیں باب پنجم مکتوبات کی دینی اہمیت اور باب ششم مکتوبات کی معاشرتی اہمیت، لیکن مولف نے ان ابواب کے تحت چند عنوانات قائم کر کے مکتوبات میں سے اقتباسات مع اردو ترجمہ یکجا کر دیئے ہیں۔ نہ ان پر کوئی حواشی ہیں اور نہ ہی مباحث اور ان کے مطالب کی توضیحات و شرح کی طرف مطلق توجہ نہیں کی گئی۔

۶۔ البینات شرح مکتوبات مولفہ مولانا محمد سعید احمد مجددی

۷۔ تبریز المکنونات فی تخریج احادیث المکتوبات

یہ شرح مرشدی حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی شہید بن ملا شور بازار نے خود شائع کی تھی، جو اب تقریباً نایاب ہے۔

مولوی نصر اللہ ہونکلی مرحوم نے ایک ملاقات میں مجھے بتایا کہ میری والدہ ملا محمد رمضان (خلیفہ صاحب سوات، اخوند عبدالغفور) کی بیٹی تھیں، مولوی نصر اللہ کو حضرت فضل عمر نور المشائخ کی صحبت مہارک میں ۳۷ سال رہنے کا موقع ملا تھا۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء پی ایچ ڈی کا یہ مقالہ اس قدر تشنہ اور سرسری تحقیقات کا آئینہ دار ہے کہ مولف جو خود اس کے ناشر معلوم ہوتے ہیں اس پر مقالہ برائے حصول درجہ پی ایچ ڈی لکھنا پسند نہیں فرمایا۔

تفصیل آخر میں ملاحظہ کریں۔

مولفہ شاہ عبدالغنی مجددی (۱۲۳۴-۱۲۹۶ھ) بن شاہ ابو سعید مجددی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں شامل احادیث کی تخریج اس رسالے کا موضوع ہے۔ اس کے بزرگ مولف محدث اور مدینہ منورہ میں مسند وقت تھے۔ لیکن اس کے باوجود موصوف تمام احادیث وارده مکتوبات شریف کی تخریج میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے، شاہ عبدالغنی مجددی کے اس رسالے کے بارے میں مفتی عدالت سرکار آصفیہ (حیدر آباد دکن) نے یہ رائے دی ہے:

لکن عزاکثیر امن الاحادیث التي لم يظفر بها الى الوضع والضعف وعدم وجود اصله!....

۸۔ تشہید السبانی فی تخریج احادیث مکتوبات الام الربانی

تالیف مولانا محمد سعید^۱ (مفتی عدالت سرکار آصفیہ) مولف شاہ عبدالغنی کے مذکورہ رسالہ کے نقائص بتانے کے باوجود کامیابی کے ساتھ تخریج کا کام انجام نہیں دے سکے۔^۲ ان دونوں حضرات کے زمانے تک تخریج حدیث کے ذرائع بہت کم تھے۔ ان کے بموجب مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے مکتوبات کی تصحیح کا کام کیا تو ایک حد تک ان دونوں کتابوں کی کمی کو پورا کرنے کی سعی کی۔

۹۔ مکتوبات مجدد الف ثانی، تخریج احادیث

مولفہ بابر بیگ مطلبی

یہ مولف کا پنجاب یونیورسٹی لاہور (۱۹۹۴ء) سے پی ایچ ڈی (شعبہ علوم اسلامیہ) کا مقالہ ہے جس پر انہیں یہ ڈگری تفویض ہوئی ہے، موصوف نے بڑی جانفشانی سے تخریج کا کام انجام دیا ہے اور بہت حد تک سابقہ مولفین کے چھوڑے ہوئے خلاء کو پر کرنے کی کوشش کی ہے کیوں کہ اب تو تخریج حدیث کے سلسلے میں بہت سے انڈیکس تیار ہو کر دنیا کے ہاتھ میں ہیں، مولف نے اپنی مرتبہ تلخیص میں تخریج کے سارے امکانات بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ کہاں کس مقام پر کتنے فیصد تخریج ممکن ہو سکی ہے۔

محمد سعید: تشہید السبانی ص ۳ (تبریز المکتوبات کا قلمی نسخہ مولانا زید ابوالحسن فاروقی کے کتابخانہ واقع دہلی میں ہے)

مولانا محمد سعید کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ النواظ ص ۴۵۶-۴۶۱

تشہید السبانی، مطبع فتح انکریم حیدر آباد دکن سے ۱۳۱۱ھ کو طبع ہوئی جو عربی میں ہے۔

۱۰۔ فہارس تحلیلی ہشتگانہ مکتوبات احمد سرہندی

مرتبہ ارثوریو ل^۱ (Arthur F. Buehler)

مکتوبات شریف کا یہ انڈیکس ایک امریکی جوان سال محقق جو بحمد اللہ اسلام قبول کر چکے ہیں، اور سالم عبداللہ کے نام سے پاکستان میں معروف ہیں، انہوں نے اس کتاب میں مکتوبات کے متعلق آٹھ انڈیکس بنائے ہیں یعنی ۱۔ فہرست آیات ۲۔ فہرست احادیث ۳۔ فہرست گفتار و امثال عرفانی از مشائخ ۴۔ فہرست تحلیلی الفاظ و اصطلاحات عرفانی ۵۔ فہرست نامہای اشخاص ۶۔ فہرست گردہا فرقہ ہائے۔ فہرست نامہای کتب و رسالہ ہائے۔ فہرست نام جاہا یہ انڈیکس لہنی خوبیوں کے ساتھ بعض خامیوں کا بھی حامل ہے موقوف اجنبیت کے باعث کئی نام صحیح طور سے پڑھ نہیں سکے اسی طرح اسمائے جغرافیہ میں بھی کئی اغلاط موجود ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا سب سے صحیح ایڈیشن مولانا نور احمد امرتسری مرحوم کا مرتب کیا ہوا ہے، لیکن ایک مقام پر اس کے صحیح بزرگ کو سہو ہوا ہے، جہانگیر کے ہاتھوں سکھوں کے گردار جن کے قتل کی خبر جب حضرت مجدد الف ثانی کو ملی تو آپ نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو اپنے جذبات سے آگاہ فرمایا:

درین وقت کشتن کافر لعین گو بند و آل ادبسیار خوب واقع شد.....

^۱ پروفیسر ڈاکٹر یو ل نے نقش بندی سلسلہ پر امریکہ میں پی ایچ ڈی کی ہے۔ ان کے مقالہ کا عنوان ہے:

Sufi Heirs of the Prophet (The Indian Naqshbandiyya and the rise of Mediating Sufi Shaykh), Univeristy of South Carolina press, 1998.

موصول ان دنوں لوزیانا یونیورسٹی امریکہ میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ ان کا مرتبہ انڈیکس مکتوبات شریف اقبال اکیڈمی

لاہور سے شائع ہوگا۔ جس کا پورا نام یہ ہے:

Analytical Indexes for the Collected letters of Ahmad Sirhindi.

مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/ ۱۹۳ مرتبہ مولانا امرتسری

یہاں مولانا نور احمد امرتسری مرحوم کو تصحیح متن کے دوران خط کشیدہ الفاظ پڑھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے، اس کے مقابلے میں مولانا امرتسری سے پہلے کی اشاعتوں میں یہ جملہ یوں نقل ہوا ہے:

دریں وقت کشتن کافر لعین گویند وال بسیار خوب واقع شد۔

مولانا امرتسری نے عربی و فارسی قاعدہ کے مطابق اسے یوں پڑھ لیا ”کافر لعین گویند و آل او.....“ یعنی گویند وال کو مرحوم نے گویند و آل او سمجھا جو صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ گرد گویند کا زمانہ حضرت مجدد الف ثانی کے وصال ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۳ء کے بعد یعنی ۱۶۷۵-۱۷۰۸ء کا ہے۔ انہوں نے مکتوبات کے حاشیہ میں خود ہی گویند کو اور نغزیب کا معاصر بتایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے کسی سکھ گرد کا نام نہیں لکھا بلکہ سکھوں کے مذہبی مرکز گویند وال کو ہدف تنقید بنایا ہے کہ اس مرکز گویند وال میں رہنے والے کافر کے قتل کا واقعہ بہت خوب ہے۔

گویند وال سکھوں کا فکری و مذہبی مرکز تھا وہاں ان کے اہم گرد دارے موجود ہیں گرد امر داس (۱۵۵۲-۱۵۷۴ء) کا گرد دارہ بھی یہیں ہے اور ان کی مذہبی کتاب گرنٹھ بھی اسی مقام پر زیر نگرانی گرد ار جن (۱۵۸۱-۱۶۰۶ء) مرتب ہوئی تھی، گویا اسی لیے احمد شاہ درانی نے ایک حملے کے دوران اس مرکز جلا کر خاکستر کر دیا تھا^۱ گویا حضرت مجدد الف ثانی کا اشارہ گرد ار جن کے قتل سے متعلق ہے جو ۱۶۰۶ء کو ہوا گرد گویند سنگھ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔^۲

بعض اہم امور انجام دینے کی ضرورت

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی شرح کے دوران یا اس کے علاوہ مستقل عنوانات کے تحت بعض اہم امور کی انجام دہی لازم ہے، جن میں سے چند اشارات ملاحظہ ہوں:

مکتوبات شریف ۱ / ۱۹۳ مطبوعہ مطبع مرتضوی، دہلی ۱۸۹۰ء ص ۱۹۳

Stein, A: Archeological Reconnaissances in Nort-western India..... p. 5-6

ان امور کی تفصیل کے لیے مقامات مظہری کے مقدمہ پر ہمارا حاشیہ نمبر ۹۶ (طبع دوم) ملاحظہ کریں

۱۔ مکتوبات کا دیگر عصری لٹریچر کے ساتھ تقابلی مطالعہ

اگر مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا آپ کے زمانے یعنی اکبر بادشاہ (۱۵۵۶-۱۶۰۵ء) اور نور الدین جہانگیر (۱۶۰۵-۱۶۲۸ء) میں تصنیف ہونے والے مذہبی لٹریچر، کتب تاریخ اور انشاء لٹریچر اور کتب تصوف کے ساتھ تقابلی مطالعہ کیا جائے تو مکتوبات شریف کی اصل اہمیت سامنے آجائے گی۔ اس عہد میں حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریرات و تالیفات، کتب تاریخ خاص طور پر عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ اور شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبدۃ التواریخ وغیرہ اور دوسرے انشاء لٹریچر سے تقابل کیا جائے تو جو فکری بلندی اور دفاع اسلام کے لیے جس قدر تجاویز مکتوبات شریف میں ملیں گی دیگر انشاء لٹریچر میں اس کا عکس تک نظر نہیں آئے گا، اس عہد کی کتب انشاء کا تمام تر زور قلم و علم زبان دانی اور اُسے مسجع و مقنع بنانے میں صرف ہوا ہے۔

۲۔ مسائل عہد مجدد الف ثانی

اس عنوان کے تحت ایسے مسائل کا احاطہ کیا جائے جن کا تعلق حضرت مجدد الف ثانی کے زمانہ حیات (۹۷۱-۱۰۳۳ھ / ۱۵۶۳-۱۶۲۳ء) سے ہے تاکہ اس منظر و پس منظر میں یہ سمجھا جاسکے کہ مکتوبات حاضر کے مولف کے افکار و خیالات کس ماحول میں پروان چڑھے انہیں کن سیاسی، سماجی اور مذہبی مسائل کا سامنا کرنا پڑا اور آپ نے ان مسائل میں اپنے افکار کو کیسے محکم بنانے کو سعی فرمائی۔ یعنی حکمران طبقہ جو ماحول کو سنوارنے اور بگاڑنے کا ذمہ دار ہوتا ہے خود کن خیالات کا مالک تھا؟ اور ان کے ان افکار نے اس عہد کی معاشرت کو کس حد تک متاثر کیا؟

اس عہد کا مذہبی طبقہ یعنی علماء و صوفیہ کن معتقدات کے حامل تھے؟ اور عوام پر ان کے عقائد کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

اس سارے پس منظر کو جانے بغیر مکتوبات شریف کے مندرجات سمجھ آ ہی نہیں سکتے مثلاً آپ فرماتے

ہیں:

اس سے قبل کفار علانیہ غلبہ اور زور کے ساتھ دابرِ اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں اور مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز اور بے بس تھے اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے تو قتل کر دیئے جاتے.....

بادشاہ دنیا کے لیے اس طرح ہے جس طرح دل بدن کے لیے اگر دل ٹھیک ہے تو بدن صحیح ہے اور اگر دل خراب ہے تو سارا بدن خرابی کا شکار ہو گا، بادشاہ کی درستی جہان کی درستی ہے اور بادشاہ کا خراب ہونا ملک کو خرابی میں ڈال دیتا ہے.....

واویلا و مصیبتا و حسرتا و حزنا محمد رسول اللہ ﷺ جو رب العالمین کے محبوب ہیں ان کے ماننے والے تو ذلیل و خوار ہوں لیکن آپ کے منکروں کی عزت اور ان کا لحاظ ہو..... زمانہ ماضی میں جو بلا و آفت بھی اسلام کے سر پر ٹوٹی وہ انہی علماء سوء کی شومی کی بدولت تھی بادشاہوں کو یہی علماء سوراہ راست سے بھٹکاتے ہیں.....

احکام شرع میں ایک حکم کو جاری اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں خدائے تعالیٰ عز و جل کی راہ میں کروڑ ہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا جس طرح مسائل شرعیہ میں ایک مسئلے کو رواج دینا.....

تقریباً ایک صدی سے اسلام کی غربت اور پستی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ بلادِ اسلام میں کفار صرف احکام کفر کے اجراء پر راضی نہیں ہوتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکل مٹ جائیں اور مسلمانوں اور اسلام کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور ان کی جرأت و بے باکی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعائرِ اسلام کے اظہار کی دلیری کرتا ہے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے.....

محمد دالغ ثانی: مکتوبات ۱ / ۴۷، مباحثہ شیخ مرتضیٰ خان فرید بخاری

ایضاً / ۴۸

ایضاً / ۸۱

اس قسم کے بہت سے اقتباسات مکتوبات شریف میں سے پیش کیے جاسکتے ہیں کیا کوئی شارح یا قاری عہد حضرت مجدد الف ثانی کے مسائل جانے بغیر ان مندرجات کو سمجھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اس لیے از بس لازم ہے کہ مکتوبات قدسیہ کا مطالعہ کرنے سے قبل عصری تقاضوں کا عمیق مطالعہ کیا جائے۔

۳۔ عقائدِ صحیحہ اہل سنت کی عملی صورت مکتوبات کے آئینہ میں

بے دینی الحاد اور زندقہ کے دور میں جبکہ حکومتِ وقت ایک نئے دین یعنی دین الہی کے سوا کسی مذہب خاص طور پر اسلام کا نام تک سننے کے لیے تیار نہیں تھی حضرت مجدد الف ثانی نے راسخ العقیدہ امراء اور علماء کو خطوط لکھ کر انہیں اپنا ہم خیال بنایا اور انہیں وقت کی نزاکت سے آگاہ کرتے ہوئے اسلام کے صحیح عقائد بتائے اور دین الہی کی جگہ دین اسلام کے اصل عقائد سے انہیں آگاہ کیا اور بتایا کہ اس وقت کس طرح ان کا اجرا ممکن ہے، ترویجِ شریعت کا طریقہ بتاتے ہوئے یہ حقیقت ان پر واضح کی کہ اس وقت بادشاہِ اسلام (جہانگیر) کے مدد و معاون بن جائیں:

اہل اسلام بر خود لازم دانستند کو مدد و معاون بادشاہ، باشند و بر ترویجِ شریعت و تقویت ملت
دلالت نمایند!.....

اس کار خیر کے لیے امراء کی جو جماعت آپ نے تیار کی تھی اسے ”جرگہِ مدائنِ دولت اسلام“ کا نام دیتے ہوئے خود اس میں شمولیت کو اپنی سعادت سمجھا۔

بعض طویل مکاتیب صرف عقائد کے موضوع پر ہیں جو بھائی خود رسائل سے کم نہیں ہیں۔

۴۔ اسلام کا دفاع اور مکتوبات

مکتوباتِ امام ربانی میں ہندوستان کے مسلمانوں اور اسلام کے مستقبل کے بارے میں بہت اہم مواد موجود ہے، یقیناً جب کوئی ہندوستان میں اسلام کے بارے میں تحقیق کرے گا تو مکتوبات شریف اس کے لیے ایک ناگزیر ماخذ کی حیثیت سے استعمال کرنا لازم ہوں گے، ان مکاتیب میں مسلمانوں اور اسلام کی زبوں حالی کا نقشہ جن

الفاظ میں کھینچا گیا ہے، اس عہد کی کتب تاریخ اور دوسرا لٹریچر اس سے یکسر خالی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کے عہد کے سارے لٹریچر کا تنقیدی جائزہ لے کر مکتوبات شریفہ میں شامل ایسے سارے نکات یکجا کر کے ان کی اہمیت پر مورخانہ و ناقدانہ نوعیت کا کام کیا جائے۔

۵۔ غیر مسلم اور مکتوبات

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں جہاں کہیں غیر مسلموں کے متعلق اشارات ملتے ہیں وہاں زیادہ مقامات پر آپ کی مراد ہندوستان کے ہندو ہیں، آپ کے نزدیک ہندوستان کے مسلمانوں پر جس قدر ابتلا کا نزول ہوا وہ وہاں کے مسلمان حکمرانوں کا ہندوؤں کو مراعات دے کر ان کے برابر ان کی حیثیت دینے کا نتیجہ ہے، آپ ہندوؤں کی اہانت کو اسلام کی فتح اور ان کو ذلیل و خوار کرنے سے مسلمانوں کی توقیر کے مساوی قرار دیتے ہیں۔ ہندوؤں سے جزیہ لینا آپ لازم سمجھتے تھے، اور اکبر بادشاہ نے اسے موقوف کر کے اسلام کے ساتھ زیادتی کی تھی، ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کو بڑے مناصب نہ دیئے جائیں اور اگر ان میں سے کسی سے ملے بغیر چارہ کار نہ ہو تو ان کے پاس ایسے جائیں جیسے رفع حاجت کے لیے بیت الخلا میں جاتے ہیں، نیز آپ نے اس قسم کے بہت سے افکار کا اظہار اپنے ان مکاتیب میں کیا ہے جو مرتضیٰ خان فرید بخاری، خان اعظم اور صدر جہاں وغیرہ کے نام ہیں۔

عرصہ ہوا راقم احقر نے ایک مفصل مقالہ بعنوان Analysis of Mujaddid-i-Alf-i-

Sani's attitude towards Hinuds لکھا تھا، لیکن عدم فرصت کے باعث اس پر نظر ثانی تاحال نہیں ہو سکی اور نہ ہی اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جاسکا ہے۔ تاہم اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ مکتوبات شریف میں سے ایسے تمام نکات سیاق و سباق کے ساتھ عصری کتب تاریخ کی روشنی میں یکجا کر کے تجزیاتی مطالعہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

۶۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود

یہ دونوں نظریات عرصہ دراز سے صوفیہ کے نزدیک مختلف فیہ چلے آ رہے ہیں، وحدت الوجود کو شیخ اکبر ابن عربی نے خوب ترقی دی اور اس موضوع پر اپنی کتب میں اظہار خیال فرمایا آپ کے شاگردوں کی کثیر تعداد نے ان کے اس نظریہ کی تشریحات و توضیحات میں بہت کچھ لکھا ان کی تصانیف کی بکثرت شرحیں لکھی گئیں اور عالم

اسلام میں اس کا خوب رواج ہوا اس کے مقابلہ میں بعض صوفیہ کرام نے وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا کہ صوفیانہ مدارج کی ترقی کی دوسری شاہراہ اس نظریہ سے آگے بڑھتی ہے۔ ان اکابر مشائخ میں سب سے نمایاں نام شیخ علاء الدولہ سمنانی (۶۵۹-۷۳۶ھ) کا ہے۔ جنہوں نے وحدت الوجود کو کشفی طور پر ایک تنگ و جامد مقام قرار دیا اور اس کے مقابل وحدت الشہود کے نظریہ کو پیش کر کے ایسے دلائل دیئے جو زیادہ عقلی و قابل قبول تھے، ہندوستان میں سب سے زیادہ اس نظریہ کی ترجمانی حضرت مجدد الف ثانی نے کی آپ کی روحانی تربیت کا آغاز ہی تھا کہ آپ نے اپنے ایک مکتوب بنام شیخ خود حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کو لکھا کہ مجھے اپنے خیالات کی شیخ علاء الدولہ کے افکار کے ساتھ زیادہ مناسبت معلوم ہوتی ہے، لکھتے ہیں:

کتب حقائق و معارف علی الخصوص سخنان توحید و تنزلات مراتب رانمی تواند مطالعہ کرد خود را
دریں باب بحضرت شیخ علاء الدولہ بسیار مناسبت می یابد و در ذوق و حال دریں مسئلہ (وحدت
الشہود) شیخ مشارالہ متفق است۔

افکار حضرت مجدد الف ثانی کی بالیدگی کے سلسلہ میں یہ بہت اہم فقرات ہیں یعنی آپ آغاز تربیت سلوک ہی سے خود کو شیخ علاء الدولہ سمنانی کے نظریات سے ہم آہنگ پاتے تھے اور آخر وقت تک آپ اسی پر قائم رہے۔

خود فرماتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ بھی کچھ عرصہ توحید و جودی کا مشرب رکھتے تھے، آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مقام سے ترقی دی اور توحید و جودی جو ایک تنگ راہ ہے سے ترقی کر کے کھلی شاہراہ یعنی توحید شہودی منکشف ہوئی، آپ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے روایت کرتے ہیں:

معرفت پناہی قبلہ گا ہی حضرت خواجہ ما قدس اللہ تعالیٰ سرہ چند گاہ مشرب توحید و جودی داشتند..... اما
آخر کار حق سبحانہ و تعالیٰ بکمال عنایت خویش از آن مقام ترقی ارزانی فرمودہ بناہرہ انداختہ از ضیق این معرفت

خلاصی داد، میاں عبدالحق کہ یکی از مخلصان ایشان اند نقل کردند کی پیش از مرض موت ایشان بیک ہفتہ فرمودہ اند کہ مرا بعین الیقین معلوم شد کہ توحید کوچہ ایست تنگ شاہراہ دیگر است۔

کئی مکاتیب میں ان علماء و مشائخ پر افسوس کا اظہار کیا ہے جو اس دور ظلمت میں ترویج شریعت کے لیے کوشاں رہنے کی بجائے شب و روز شیخ اکبر ابن عربی کی تصانیف پڑھنے پڑھانے اور اس کی شروح لکھنے میں مستغرق تھے دراصل ان متاخرین نے شیخ اکبر کے نظریہ وحدت الوجود کی ایسی تشریحات و توضیحات کی تھیں کہ وحدت الوجود سے وحدت ادیان تک کوئی فاصلہ نہیں رہ گیا تھا۔ ایک مکتوب کے ذریعہ جب ملا حسن کشمیری نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ شیخ عبدالبکیر یمنی نے لکھا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے تو اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے غیرت و حمیت کے ساتھ تحریر فرمایا کہ اس قسم کے جملے سن کر میری رگ فاروقی حرکت میں آ جاتی ہے ان نظریات اور ان کی تاویلات کرنے والوں سے اس طرح بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمیں نص سے کار ہے نص (فصوص الحکم ابن عربی) سے نہیں، ہمیں فتوحات مدینہ نے فتوحات مکیہ (تالیف ابن عربی) بے نیاز کر دیا ہے، آپ کے پر زور الفاظ قابل سماعت ہیں:

فقیر را تاب استماع امثال ایں سخنان اصلاً نیست بی اختیار رگ فاروقیم در حرکت می آید و فرصت تاویل و توجیہ آن نمی دہد قائل آن سخنان (حق سبحانہ و تعالیٰ عالم بغیب نیست) بکیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ در اسلام در کار است نہ کلام محی الدین ابن عربی و صدر الدین قونوی و عبدالرزاق کاشی مارا بانص کار است نہ بفص، فتوحات مدینہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساخته است.....

اس قسم کے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت جملے آپ کے مبارک مکتوبات میں جا بجا پائے جاتے ہیں جن سے مشرب وحدت الوجود اور اس کے قائلین سے بے زاری کا اظہار ہوتا ہے۔

اصل معاملہ رجوع کا ہے، بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ آغاز میں حضرت مجدد الف ثانی نے وحدت الوجود کی مخالفت کی دور اواخر عمر میں اس سے رجوع کر لیا۔ بظاہر یہ بات کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آتی آپ نے ایک مکتوب میں مشرب وحدت الوجود سے وابستہ بعض اصحاب کو ان کی وابستگی کا سبب الحاد و زندقہ بتایا ہے^۱۔

ایک صاحب سید عبدالقادر مہربان فخری (۱۱۳۳-۱۲۰۴ھ) نے وحدت الوجود کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب اصل الاصول کے نام سے ۱۱۳۷ھ کو تالیف کی اس میں موصوف نے یہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آخری دور میں وحدت الوجود کی حمایت کرنی شروع کر دی تھی اور مشرب وحدت الشہود سے رجوع کر لیا تھا، موکلف کے دلائل بہت کمزور ہیں، ان کا کہنا ہے کہ آپ نے تجدید الف ثانی کے زعم میں جہاں دیگر مسائل سے اختلاف کیا ہے، وہاں وحدت الوجود سے بھی انحراف کیا ہے، لکھتے ہیں:

بدانکہ ایں بزرگوار بزعم تجدید الف ثانی ہر چند خواست کہ مسئلہ وحدت الوجود را کہ اصل الاصول معارف الف اول است برہم زند و لہذا در توحید شہودی و حمایت متکلمین سہیبائی موفودہ فرمودہ^۲.....

موکلف نے اس سلسلے میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب ۵۸ (جلد ثالث) کو ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے حالانکہ اس میں وحدت الوجود کے مشرب سے رجوع کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ علماء و عرفا کی طرح حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تعریف و توصیف کی گئی ہے، اگر اس امر و نظریہ سے رجوع کرنا ہوتا تو کون سی چیز مانع تھی؟ آپ نے اپنے مکاشفات سے بعد تحقیق رجوع بھی فرمایا ہے مثلاً مبداء و معاد کی ایک عبارت سے آپ نے اپنے ایک مکتوب میں واضح الفاظ میں رجوع کرنے کا اعلان کیا ہے^۳۔ بھلا اتنے قدیم مسئلہ کی کشفی مخالفت کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنا بے الفاظ میں کیونکر ممکن تھا، حقیقت یہ ہے کہ آپ نے کبھی اس سے رجوع نہیں کیا، ہاں یہ ضرور ہوا تھا کہ دور آخر میں ان دونوں نظریات کے ماننے والوں ایک دوسرے کی مخالفت

^۱ محمد صادق ہمدانی کشمیری: کلمات الصادقین ۱۸۷

^۲ مکتوبات ۱/۴۳

^۳ مہربان، عبدالقادر فخری: اصل الاصول، مرتبہ محمد یوسف کوکن عمری، مدراس، ۱۹۵۹ء، ص ۲۲۱-۲۲۵

^۴ مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/۲۰۹

میں انتہا پسندی اختیار کر کے جادہ اعتدال سے ہٹ گئے تھے، نقش بندی سلسلے کے ایک بزرگ شیخ محمد مراد ننگ شمیری (ف ۱۱۳۱ھ) نے اس موضوع پر ایک کتاب ”صلح الفریقین فی منع تکفیر موحدین“ کے نام سے تالیف کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے تھے۔ انہی خدشات کے پیش نظر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے ہم خیالی علماء نے اسے محض لفظی فرق قرار دے کر دونوں کے جذبات فرو کرنے کی کوشش کی۔^۱

ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور رسائل میں سے نظریات وحدت وجود اور وحدت الشہود سے متعلق تحریرات کو یکجا کر کے دوسرے صوفیہ کے خیالات کے پس منظر میں ایک جامع کتاب مرتب کی جائے۔^۲

۱۔ مکتوب الیہم کے تراجم

اس عنوان کے تحت ابھی کوئی قابل توجہ کام نہیں ہوا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے جن اصحاب کے نام بطوطہ تحریر فرمائے تھے ان میں سے اکثر اس عہد میں کسی نہ کسی طرح قابل توجہ معاشرتی مقام رکھتے تھے۔ جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ آپ نے اس وقت کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حالات کا بخوبی و بغور جائزہ لینے کے بعد اقدامات فرمائے تھے ان میں سے ایک اہم قدم یہ بھی اٹھایا تھا کہ راسخ العقیدہ امراء سلطنت کے نام آپ نے کئی مکاتیب تحریر فرمائے اور انہیں حالات کی نزاکت سے آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ آپ لوگ بادشاہ سے قریبی حلق رکھتے ہیں، اس لحاظ سے آپ کے فرائض کیا ہیں؟ ان حالات میں بادشاہ کی حمایت و معاونت کے بغیر ہندوستان میں اسلام کو جو ضعف آچکا ہے، اس میں تقویت نہیں آسکتی۔ آپ نے ایک ایک امیر کو اس عہد کے حالات بتا کر

مقامات مظہری، تعلیقات ۱۲۶، ۲۰۹، ۵۳۳

ایضاً ۵۳۲-۵۳۳ و مقدمہ ۱۲۵-۱۲۸

اگرچہ اس موضوع پر بعض اصحاب نے خامہ فرسائی کی ہے جیسے مولانا مبارک علی حیدر آبادی نے بہت عرق ریزی سے فصوص الحکم ایڈٹ کی اور اس پر ایک مبسوط مقدمہ لکھا جس میں ان دونوں مشربوں کا تقابلی محاکمہ کیا، اسی طرح مولانا ابوالحسن زید فاروقی مرحوم نے ملا عبدالعلی بحر العلوم کے رسالہ وحدت الوجود کو مرتب کرتے ہوئے اس کے حواشی میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے بعض متعلقہ اقتباسات بھی دیئے ہیں لیکن یہ ابتدائی نوعیت کے کام ہیں ایک جامع کتاب کا تقاضا پورا نہیں کر سکتے۔

کہ کس طرح اکبر کے زمانے میں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ نا انصافی کی گئی اور انہیں بتایا کہ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ تباہی کے دہانے پر کھڑے ہے اگر کچھ عرصہ مزید وہ اسی حالت میں رہے تو یہاں سے اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا، انہیں ترویج شریعت کے لیے اقدامات کرنے اور بادشاہ سے اسلامی احکام جاری کروانے کے لیے مکرر خطوط لکھے۔ اور ان کی کوشش کو آپ نے کئی بار سراہا اور ان کو ششوں کو جہاد کا درجہ دیا۔ اور متعدد مرتبہ اس کی وصیت پر زور دیتے ہوئے لکھا کہ اس وقت ایک مردہ سنت کو زندہ کرنا خانہ کعبہ کے پاس جا کر نفل پڑھنے سے بھی افضل ہے۔^۱ آپ نے امراء و علمائے حق کے اس گروہ کو ”جرگہ ممدان دولت اسلام“ کا نام دیا اور خود اس میں شمولیت کی خواہش کا اظہار بھی فرمایا۔^۲

جب تک ان مکتوب الیہم حضرات کے صحیح صحیح حالات معلوم نہ ہو جائیں اس وقت تک حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک احیاء دین کا اصل مشن سمجھ میں نہیں آسکتا۔ مکتوب الیہم کے تراجم کے ساتھ ہی مکتوبات شریف میں وارد ہونے والے تمام اسماء الرجال کے حالات کی جستجو کرنا اس طرح لازم ہے جس طرح مکتوبات کی شرح لکھنا ضروری ہے۔ اس عہد کے تاریخی لٹریچر میں اور علماء و صوفیہ کے تذکروں میں ان شخصیات کے حالات مل سکتے ہیں۔ لیکن باسانی نہیں اس کام کے لیے فن تذکرہ نویسی سے پوری واقفیت لازم ہے۔^۳

۸۔ مکتوبات کی موضوعی ترتیب

مکتوبات شریف کو مضامین اور مطالب کے لحاظ سے مرتب کرنا ایک الگ لیکن سب سے دشوار مرحلہ ہے یہی وہ موضوع ہے جس سے حضرت مجدد الف ثانی کے تجدیدی کارناموں اور مجتہدانہ مقام پر براہ راست روشنی پڑ سکتی ہے، یہ کام اسی التزام کے ساتھ کیا جائے کہ ایک طرف فارسی متن ہو اور دوسری طرف اس کا اردو یا انگریزی

^۱ ہم سابقہ اوراق میں مختلف عنوانات کے تحت اس قسم کے بہت سے اقتباسات نقل کر چکے ہیں۔

^۲ مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/ ۴۷ / ۱۲۳

^۳ اس سلسلے میں بعض بزرگ حضرات مثلاً ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان اور مولانا سید زوار حسین مرحوم نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے آخر میں بطور ضمیمہ جات اس قسم کی سہی فرمائی ہے۔ لیکن ان حضرات کے یہ کام اتنے مختصر ہیں کہ شخصیت کا تعارف اور حورارہ جاتا ہے۔ اسی طرح مولانا نسیم احمد فریدی امردہوی نے تجلیات ربانی میں بعض مکتوبات الیہم کے حالات بھی لکھے ہیں لیکن بہت سی شخصیات کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا۔

ترجمہ پھر حواشی میں حل مطالب الفاظ و اصطلاحات کی تشریح اور احادیث مبارکہ کی تخریج ہو اس کے ساتھ علماء کرام اور محققین کے تائیدی مقالات ہوں تاکہ اُس عہد کے پس منظر اور ماحول میں آپ کی تحریک احیائے دین کے مقاصد نوجوان نسل بھی سمجھ سکے۔ اور اسے زمانے کے حالات سے ہم آہنگ کر سکے۔

ایک جامع شرح کی ضرورت

مکتوبات شریف کی کئی ایک شروح کا ذکر اس سے پہلے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی ایک تینوں دفتروں کی کامل شرح نہیں ہے، ان میں سے کسی بھی شارح کو تاحال مکتوبات کی جامع شرح کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ عصر حاضر کے سارے تقاضے سامنے رکھ کر ایک ایسی جامع شرح تالیف کی جائے جو قدیم و جدید تعلیم یافتہ دونوں طبقوں کے لیے از بس مفید ہو، آج ہر قسم کے پریس اور علمی معلومات کے ان گنت ذرائع سے انسان مالا مال ہے اس میں مکتوبات حضرت مجدد کی ایک ایسی شرح مرتب کی جائے جو سریع الفہم، آسان اور عوام و خواص کے لیے قابل استفادہ ہو۔

ایک ایسی شرح کا بھی ایک عرصہ دراز سے تقاضا ہو رہا ہے۔ جو علوم مشرقیہ کے محققین کے لیے مفید ہو، آج یورپ میں صوفیہ کے سلاسل کی علمی خدمات پر وسیع پیمانے پر تحقیقی کام ہو رہا ہے، لیکن افسوس کہ اب تک کوئی جامع شرح ان کی تفسلی کو پورا کرنے کے لیے کسی بھی یورپین زبان میں نہیں لکھی گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپین محققین افکار حضرت مجدد الف ثانی کو سمجھنے اور سمجھانے کے سلسلہ میں افراط و تفریط کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں، عرصہ دراز سے یورپ سے تصوف پر جو تحقیقی کتابیں چھپ کر آرہی ہیں ان میں ان کی کج فہمی اور ہمارے بزرگوں سے متعلق ان کی آراء میں غیر متوازن تنقید کی اصل وجہ یہی ہے کہ ابھی تک ہم نے اس ذمہ داری کا احساس ہی نہیں کیا

اگرچہ اس موضوع پر کوشش بھی کی گئی ہے مولانا محمد عبد اللہ جان مجددی معروف بہ شاہ آغا (ٹنڈو ساہی داد، سندھ) نے فیض البرکات من عین المکتوبات کے نام سے صرف چار ابواب کے تحت مکتوبات شریف سے اقتباسات یکجا کیے تھے۔ لیکن وسیع پیمانے پر ایک جامع کتاب کا ابھی تک دنیا کو انتظار ہے۔ شاہ آغا مرحوم نے ۱۳۶۱ھ کو مکتوبات شریف کا ایک انتخاب اربعین مکتوبات کے نام سے مرتب کر کے خود ہی شائع کیا جس میں طلبہ کے لیے مفید حواشی لکھ کر انہیں سہل بنانے کی کوشش کی تھی۔

کہ ہمارے صوفیہ کرام کے خیالات و تعلیمات کے دقیق اور مغلق مقامات حل طلب ہیں اور ہمیں ان کو کس طرح آسان بنا کر جدید تعلیم یافتہ طبقات کے لیے کس طرح اور کس نوعیت کا علمی کام کرنا ہے، جو ان کی بنیادی مشکلات آسان کرنے کے قابل ہو۔

ہم اپنے ملک کے علماء و مشائخ سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس میدان میں آکر نمایاں خدمات انجام دیں گے، جس سے ہمارے ملک کی علمی دنیا میں بھی عزت ہو سکے۔

البیّنات شرح مکتوبات

اہل علم و عرفان کے لیے نہایت درجہ خوشی کی خبر ہے کہ ہمارے ملک کے نامور عالم و شیخ طریقت حضرت مولانا محمد سعید احمد مجددی مدظلہ العالی نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی شرح لکھنے کا عزم فرمایا ہے، اور نہایت مصروفیت کے لمحات میں سے کچھ وقت نکال کر مکتوبات شریف کا درس گوجرانوالہ میں دینے اور مکتوبات کی ایک جامع و مفصل شرح لکھنے کا پروگرام بنایا ہے۔ حضرت مولانا مجددی عرصہ دراز سے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں اور ان کے رسالہ ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام (گوجرانوالہ) میں یہ شرح بالاقساط شائع ہوتی رہی ہے۔ اب اسے از سر نو حوالوں سے مزین کر کے کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں، یہ شرح البیّنات شرح مکتوبات کے نام سے مکتوبات شریف کی توضیحات، تخریج اور شرح پر مشتمل ہے، یہ شرح اپنی گونا گوں خوبیوں کے باعث کئی اعتبار سے منفرد مقام رکھتی ہے۔ ایک نظر میں اس کے خصائص اس طرح دیکھے جاسکتے ہیں:

- ۱۔ مکتوبات کے مندرجات کو قرآن و حدیث سے موید کیا گیا ہے۔
- ۲۔ نفس مضمون کو حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔
- ۳۔ مکتوبات میں شامل اصطلاحات تصوف پہلی مرتبہ اتنی وضاحت کے ساتھ مکتوبات کے سیاق و سباق میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔
- ۴۔ حضرت مجدد الف ثانی خود حنفی تھے اور مکتوبات میں فقہ حنفی کے مطابق مسائل کا استنباط کیا ہے، یہ بجائے خود ایک وسیع موضوع ہے کہ مکتوبات شریف ہی شامل مسائل فقیہ کی فقہ حنفی کے مطابق تطبیق

کی جائے، خدا کا شکر ہے کہ موقوف البینات نے شرح کے دوران یہ اہم فریضہ بھی انجام دینے کی سعی فرمائی ہے۔

مکتوبات میں شامل احادیث نبویہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی تخریج ایک دقیق ترین مرحلہ ہے، لیکن آج کے دور میں احادیث کے انڈیکس طبع ہو چکے ہیں۔ اور حدیث کے ذخائر کمپیوٹرز میں منتقل ہو چکے ہیں اس لیے اب یہ مرحلہ نہ ہو جانا چاہیے۔ ہمارے شارح بزرگ نے اس مقام پر بھی سعی تمام فرمائی ہے اور حدیث متعلقہ اس کے اصل متون سے مطابقت دے دی ہیں۔

مکتوبات کی شرح کے دوران ایک مرحلہ اور دشوار گزار ہے کہ اس میں روحانی مقامات کا اندراج جس طریقہ سے ہوا ہے آج کا قاری ان مقامات کو سمجھنے سے قاصر ہے ان مقامات کو صرف وہی سمجھا سکتا ہے۔ جس پر یہ واردات ہوئے ہوں اور عملی طور پر وہ خود شیخ طریقت بھی ہو وہ ان روحانی کیفیات کا ادراک کر کے اس کی شرح کر سکتا ہے۔ ہمارے بزرگ شارح چونکہ خود ایک عالم اور اس سلسلہ کے شیخ طریقت ہیں، اس روحانی مرحلے کو بھی سلجھانے کے لیے قلم اٹھایا ہے۔

اس شرح کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ شارح نے علوم اسلامیہ کے متعارف سارے مآخذ سامنے رکھ کر شرح کی ہے اور ہر مقام کو مستند بنانے کے لیے ان کے حوالے بھی دیئے ہیں گویا اس شرح پر علمی تحقیقات کا رنگ غالب ہے۔

ہر مکتوب میں سے صرف دقیق مقامات منتخب کر کے اس کی شرح کی گئی ہے۔

شارح بزرگ نے اس شرح میں یہ التزام کیا ہے کہ پہلے مکتوب شریف کے جس حصہ کی شرح کرنا ہے اس کا فارسی متن نقل کیا ہے، اس کے بعد اس کا اردو ترجمہ دیا ہے اور پھر اس کی شرح بیان کی ہے اس شرح میں حتی الامکان ایسے تمام نکات یکجا کر دیئے ہیں جن کا اس اقتباس کے فہم و تفہیم کے لیے ہونا لازم ہے، قابل شرح اقتباس کی مکتوبات میں سے دوسرے جن مقامات سے توضیح ہو سکتی تھی اس مقام پر وہ بھی نقل کر کے اسے آسان بنانے کی کوشش کی ہے۔

ماخذ

مخطوطات

- ۱۔ بیور، آرٹور: فہارس تحلیل ہشتگانہ مکتوبات احمد سرہندی، مسودہ موکف لوزیانہ، امریکہ ۲۰۰۰ء (فارسی)
- ۲۔ صفرا احمد معصومی: مقامات معصومی (احوال و تعلیمات حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی مولفہ بسال ۱۱۳۴ھ) مرتبہ محمد اقبال مجددی، زیر طبع
- ۳۔ ضیاء الدین اچکزئی فراہی: ضیاء المقدمات لمطالعة المکتوبات، کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، نمبر ۱۰۵۶۶
- ۴۔ محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین (احوال شیخ آدم بنوڑی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی) جلد سوم مخزونہ کتابخانہ انڈیا آفس لندن۔ نمبر ۶۵۲
- ۵۔ مطلبی، بابر بیگ: مکتوبات مجدد الف ثانی، تخریج احادیث، مقالہ برائے حصول درجہ پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، بسال، ۱۹۹۴ء
- ۶۔ وحدت، عبدالاحد سرہندی: لطائف المدینہ (سوانح حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی) تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی۔ زیر طبع

مطبوعات عربی

- ۷۔ زرکلی، خیر الدین: الاعلام، بیروت
- ۸۔ کمال، عمر رضا: معجم المولفین، ۱۵ جلد طبع عکسی، بیروت (سن)
- ۹۔ محمد سعید ناظمی: تفسیر السبانی فی تخریج احادیث مکتوبات الامام الربانی۔ مطبوعہ مطبع فتح الکریم، حیدر آباد، دکن ۱۳۱۱ھ
- ۱۰۔ محمد مراد قازانی کی: الدرر المکنونات النفسیہ۔ طبع عکسی۔ استنبول ترکیہ (سن)
- ۱۱۔ مرادی، محمد خلیل: سلک الدرر، مکتبہ الشی، بغداد

مطبوعات فارسی

- ۱۲۔ احمد منزوی: فہرست مشترک نسخہ ہائی خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد (جلد سوم) ۱۹۸۳ء
- ۱۳۔ بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ، کلکتہ ایشیائک سوسائٹی، ۱۸۶۸-۱۸۶۹ء
- ۱۴۔ بدرالدین سرہندی: حضرات القدس مرتبہ مولانا محبوب الہی، لاہور، ۱۹۷۱ء
- ۱۵۔ سیف الدین سرہندی، خواجہ: مکتوبات سیفیہ مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، کراچی (سن)
- ۱۶۔ صادق کیا: نقطویان یا پسیخانیان۔ تہران، ۱۳۲۰ھ
- ۱۷۔ عبید اللہ، خواجہ: خزینۃ المعارف مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، کراچی، ۱۹۷۳ء
- ۱۸۔ فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین مرتبہ معین الحق، کراچی، ۱۹۶۸-۱۹۷۰ء
- ۱۹۔ فضل اللہ مجددی قدھاری: عمدۃ القامات، ٹنڈو سائمن داد، سندھ، ۱۳۵۵ھ
- ۲۰۔ کینکسر و اسفندیار: دبستان مذاہب مرتبہ رحیم رضا زادہ ملک، تہران، ۱۳۶۲ش
- ۲۱۔ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی: مکتوبات مرتبہ نور احمد امرتسری، طبع عکسی، کراچی ۱۳۹۲ھ
- ۲۲۔ محمد باقر لاہوری، مفتی: کنز الہدایات مرتبہ نور احمد امرتسری، امرتسر، ۱۳۳۵ھ
- ۲۳۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری: کلمات الصادقین مرتبہ محمد سلیم اختر، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء
- ۲۴۔ محمد معصوم سرہندی، خواجہ: مکتوبات جلد اول، دوم مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، جلد سوم مرتبہ نور احمد امرتسری، طبع عکسی حیدر آباد، سندھ، ۱۹۷۶ء
- ۲۵۔ محمد نقشبند ثانی، خواجہ: وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، حیدر آباد، سندھ، ۱۹۶۳ء
- ۲۶۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ القامات، لکھنؤ، مطبع نو لکھنؤ، ۱۳۰۷ھ
- ۲۷۔ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم: مقدمہ مکتوبات امام ربانی، مشمولہ اردو ترجمہ از مولوی محمد سعید نقشبندی۔ کراچی، ج اول، ۱۹۷۳ء
- ۲۸۔ مہربان، عبدالقادر فخری: اصل الاصول مرتبہ محمد یوسف کوکن عمری، مدراس، ۱۹۵۹ء
- ۲۹۔ نصر اللہ هوتکی، مولوی: شرح مکتوبات امام ربانی، کابل، ۱۹۷۳ء (دو جلد)
- ۳۰۔ نظام الدین احمد بخش: طبقات اکبری، کلکتہ، ۱۹۱۳-۱۹۳۱ء

- ۳۱۔ نوشاہی، عارف سید: فہرست نسخہ ہائی خطی فارسی موزہ ملی پاکستان، اسلام آباد
- ۳۲۔ وحدت، عبد الاحد سرہندی: گلشن وحدت مرتبہ عبد اللہ جان فاروقی، کراچی، ۱۹۶۶ء

ترکی

- ۳۳۔ مستقیم زادہ، سلیمان سعد الدین آفندی: تحفۃ الخطاطین، استنبول، ۱۹۲۸ء

مطبوعات اردو

- ۳۴۔ بحر العلوم، علامہ عبد العلی: وحدت الوجود ترجمہ ابوالحسن زید فاروقی، دہلی، ۱۹۷۱ء
- ۳۵۔ سراج احمد خان: مکتوبات امام ربانی کی دینی و معاشرتی اہمیت، کراچی، ۱۹۷۷ء
- ۳۶۔ غلام علی دہلوی، شاہ: مقامات مظہری، تحقیق، تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، طبع دوم، لاہور، ۲۰۰۱ء
- ۳۷۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، لاہور، ۱۳۳۵ھ
- ۳۸۔ نذیر احمد: اکبری عہد کا فارسی ادب، مقالہ مشمولہ تحقیق شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی (شمارہ ۱۲-۱۳)

مطبوعات انگریزی:

- 39- Buehler, A.F: Sufi Heirs of the Prophet (The Naqshbandiyya and the Rise of Mediating Sufi Shaykh, University of South Carolina Press. 1998.
- 40- Storey, C.A: Persian Literature, London, 1970.
- 41- Stein, A: Archeological Reconnaissances in North-western India..... London
- 42- Nizami, K.A: Akbar and Religion, Delhi, 1989.
- 43- Wajihuddin, M: Epistlas (Trans. of 213 Maktubat of Sh. Ahmad Sirhindi), Vol.I Lahore, 2000.

الہیات شرح مکتوبات

۲۰۰۲ء

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (۹۷۱-۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۳-۱۶۲۴ء) کے خیالات و نظریات کو جس قدر اور جس کثرت سے تسلیم کیا گیا ہے، پاکستان و ہند کی کسی شخصیت سے اس کا تقابل بے سود ہو گا۔

عالم اسلام اور یورپ میں آپ کے نظریات پر نقد و نظر کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ بہت سے فقہی و اجتہادی مسائل میں علمائے عرب و عجم نے آپ کی تائید کی ہے۔ مسائل تصوف کا بھی یہی معاملہ ہے، خصوصاً آپ کے نظریہ وحدت الشہود کو صوفیہ نے اپنی تحریر و تقریر میں خوب جگہ دی ہے۔ پاک و ہند میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر بکثرت رسائل لکھے گئے ہیں۔ تقریباً ہر سالہ میں آپ کے ساتھ اتفاق یا اختلاف کیا گیا ہے۔

اگر اختلاف رائے کا معاملہ محض علمی ہوتا تو یہ الگ بات تھی، بہت سے مخالفین نے آپ کے معاصر اور پیر بھائی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ”رسالہ اعتراضات بر حضرت مجدد“ کو آڑ بنا کر ایسے ایسے پہاڑ کھڑے کیے ہیں کہ ان دونوں معاصر شخصیتوں کو متحارب کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ اختلافات محض کشفی نوعیت کے اور وقتی تھے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ بعد میں رجوع کر لیا گیا تھا۔

۱۹۷۰ء کے اوائل میں ہمیں اپنی تالیف احوال و آثار عبداللہ خویشی کی ترتیب کے دوران حضرت مجدد کے خلاف لکھے گئے رسائل کے متون کا جائزہ لینے کا موقع ملا تھا، اور اس وقت کی معلومات کے مطابق ہم نے اس نوعیت کے مواد کی ایک مختصر فہرست بھی اس کتاب میں شامل کر دی تھی۔

اگر دستیاب شدہ اس سارے مواد کا بغور مطالعہ کیا جائے جو حضرت امام ربانی قدس سرہ کے خلاف مدون ہوا تھا، تو مفصلہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

- ۱۔ اکثر مخالفین کی ایسی قوتیں پشت پناہی کر رہی تھیں جو حسد و بغض زدہ لوگوں پر مشتمل تھیں۔
- ۲۔ عرب میں باقاعدہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلاف مہم چلا کر مخالفت کی گئی اور آپ کی تحریرات میں تحریف کر کے علمائے عرب کے لیے ان کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔
- ۳۔ علمائے عرب کے اس موضوع پر بعض رسائل کے عربی سے فارسی میں اضافی ترجمے کر کے ہندوستان میں شائع کیے گئے۔
- ۴۔ پاک و ہند کے صرف صوفیہ خام ہی معاندین کے ساتھ تھے، راسخ العقیدہ صوفیہ نے آپ کی تائید میں کمر ہمت باندھے رکھی جس میں خدا کے فضل سے کامیاب ہوئے۔
- ۵۔ چونکہ حضرت مجدد قدس سرہ کی تحریک، احیائے دین، تصوف اسلامی کی بدعات سے تطہیر اور اعلیٰ کلمۃ الحق کی تحریک تھی، اس لیے آپ کی مخالفت میں کبھی پس پردہ اور کبھی علانیہ سیاسی ہاتھ بھی کام کرتے رہے۔
- ۶۔ دارا شکوہ کے مقابلہ میں اورنگ زیب عالمگیر کی کامیابی دراصل حضرت مجددؒ کے احیائے دین کے مشن کی کامیابی تھی، اس لیے اورنگ زیب کے عہد میں ہم نے ترتیب زمانی کے اعتبار سے ۱۰۹۳ھ / ۱۶۸۳ء کے تحت جس مخالفت کا ذکر کیا ہے اور ردّ مخالفین میں جن رسائل کا تعارف کر دیا ہے، دراصل وہ بھی اس جنگ تخت نشینی میں جو کہ حق و باطل کے درمیان ایک معرکہ تھا، میں شکست خوردہ گروپ کی وہ انتہائی پشیمانی اس وقتی مخالفت کے روپ میں ظاہر ہوئی تھی۔
- مقامات تصوف، خصوصاً نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں آپ کے خیالات کے رد و قبول کا مستقل سلسلہ جاری ہے۔ اس موضوع پر صرف پاک و ہند میں اتنے رسائل لکھے گئے ہیں کہ ان کا احاطہ اس مختصر مقالہ میں ممکن نہیں ہے اس لیے انہیں اس فہرست میں جگہ نہیں دی گئی۔
- اسی طرح حضرات القدس (تالیف ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء) سے لے کر آج تک حضرت مجددؒ کے تمام مخلص سوانح نگاروں نے اپنی تالیفات میں مستقل ابواب کے تحت معترضین کے جواب دیئے ہیں چونکہ یہ بھی تعداد میں سیکڑوں سے متجاوز ہیں اس لیے اس مضمون میں ان کا اندراج نہیں کیا گیا۔

اگر آپ کی تردید میں لکھے گئے رسائل کا جائزہ لیا جائے تو ان میں نہ صرف دلائل کی کمی ہے بلکہ وہ تعداد میں بھی کسی طرح اس تائیدی فہرست کتب سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ ہم نے پیش نظر فہرست میں جتنے رسائل کا تعارف کروایا ہے ان میں سے اکثر کے مولفین کے حالات اور علمی کمالات معتبر کتب رجال و سیر میں ملتے ہیں، گویا معاشرے میں ان کی علمی حیثیت مسلمہ تھی، جبکہ اکثر معترضین کا صرف نام ہی ملتا ہے ان کے حالات تو درکنار نشان تک کا پتا نہیں۔۔۔ جو آپ کی قطعی نصرت کی واضح دلیل ہے۔

عصر حاضر کے بعض سائنٹیفک سٹڈیز کے دعویداروں نے معلوم نہیں یہ مفروضہ کیسے تراش لیا کہ ”حضرت مجددؒ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی اقلیت کے ایک تنگ نظر نمائندے تھے“۔ اس دور میں نام نہاد مسلمانوں کا ایک گروہ شب و روز راسخ العقیدہ مسلمانوں کی تحریکوں کے خلاف زہرا گلنے اور اُسے یورپین زبانوں میں منتقل کرنے میں مصروف ہے۔ اس جماعت کا دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ:

”حضرت مجدد علماء کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہے۔“

یقیناً اس آخری مفروضہ کے جواب میں جہاں وزنی دلائل مہیا کیے جاسکتے ہیں وہاں مسلمہ علماء کے ان تائیدی و دفاعی رسائل کی یہ فہرست بھی فخر کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہے۔

چونکہ اس موضوع پر یہ پہلی کوشش ہے اس لیے اس فہرست کے مکمل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا، امید ہے کہ محققین اس فہرست میں اضافہ کریں گے۔

اب آئندہ سطور میں ان کتب و رسائل کا مجمل تعارف ملاحظہ ہو جو حضرت مجدد قدس اللہ سرہ کے دفاع میں مختلف ممالک میں لکھے گئے ہیں۔ اس فہرست میں شامل رسائل متبرکہ میں سے نمبر ۳، ۸، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۳۱ کو اہل علم سے پہلی مرتبہ متعارف کروانے کا ہمیں شرف حاصل ہو رہا ہے۔

یہ فہرست کتابوں کے سال تصنیف کے اعتبار سے بلحاظ ترتیب زمانی بنائی گئی ہے، اگر کسی کتاب کا زمانہ تالیف معلوم نہیں ہو سکا تو موقوف کا سال وفات پیش نظر رکھا گیا ہے۔

جمال محمد صدیقی: حضرت مجددؒ، اور مارکسی مورخین۔ مقالہ مشمولہ برہان۔ دہلی، مارچ و اپریل ۱۹۸۰ء میں تفصیل ملاحظہ کریں۔

۱۔ ۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء دلائل التجدید علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (ف ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قد سرہ کی مجددیت کے اثبات میں یہ رسالہ لکھا گیا تھا۔ مولانا محمد ہاشم کشمی نے علامہ عبدالحکیم اور حضرت مجددؒ کے مخلصانہ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان حضرات کے مابین مراسلت بھی تھی حضرت سیالکوٹی نے اپنے ایک مکتوب بنام حضرت مجددؒ میں آپ کو ”مجدد الف ثانی“ کے لقب سے ملقب کیا ہے، حضرت مجددؒ نے مولانا کشمی کو مخاطب فرماتے ہوئے خود اس مکتوب کا تذکرہ کیا تھا۔

مولانا محمد ہاشم کشمی نے زیر بحث کتاب کا ذکر تو نہیں کیا۔ البتہ نقش بندی سلسلہ کے حضرات میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ علامہ سیالکوٹی نے حضرت امام ربانی کی مجددیت کے اثبات میں ایک رسالہ لکھا تھا، حضرت وحدت سرہندی (ف ۱۱۲۶ھ) نے شواہد التجدید (سبیل الرشاد) میں اس رسالہ کا انتساب حضرت سیالکوٹی سے کرتے ہوئے اس کے اقتباسات دیئے ہیں۔^۱

صاحب روضۃ القیومیہ نے واضح الفاظ میں اس رسالہ کا نام ”دلائل التجدید“ لکھا ہے۔ اور توضیح کی ہے کہ حضرت مجددؒ کے بارہویں سال تجدید میں یہ رسالہ لکھا گیا۔^۲ یہ سال ۱۰۲۲ھ کے مساوی ہے۔ ”دلائل التجدید“ کے کسی نسخہ کے وجود کا تا حال ہمیں علم نہیں ہے۔

۲۔ ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء رسالہ فی منع رفع سبابہ۔ حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانیؒ

حضرت مجددؒ نے اپنے ایک مکتوب میں رفع سبابہ کا بیان کرتے ہوئے اس سے منع کیا ہے۔^۳ خود حضرات مجددیہ نے اس مسئلہ میں کئی رسائل لکھے ہیں۔^۴ حضرت مجددؒ کی زندگی میں آپ کے فرزند حضرت خواجہ محمد سعیدؒ نے رفع سبابہ کی نفی میں ایک رسالہ لکھا جس کا ذکر حضرت مجددؒ نے خود فرمایا ہے۔^۵ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ

۱۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ القامات۔ مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۰۷ھ ص ۱۷۶

۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو یہی مضمون شمارہ مسلسل ۱۷

۳۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۱/۱۳۹ (اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور)

۴۔ امام ربانی حضرت مجددؒ: مکتوبات ۱/۳۱۲

۵۔ تفصیل کے لیے مقالہ ہذا کے اعداد مسلسل ۱۵، ۱۸، ۳۰

۶۔ امام ربانی: مکتوبات ۱/۳۱۲، نیز زبدۃ القامات ۳۱۰، حضرات القادس ۲/۲۳۵، روضۃ القیومیہ ۱/۲۸۸

مکتوبات کے دفتر اول کی تدوین (دُر المعرفۃ ۱۰۲۵ھ) کے فوراً بعد ہی یہ رسالہ مکمل ہو گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ علماء نے اس مسئلہ میں حضرت مجدد سے اختلاف کیا تھا اس لیے حضرات مجددیہ کا یہ رسالہ بھی ہے دستیاب نہیں ہو سکا۔

۳۔ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء المفاضلہ بین الانسان والکعبہ (فارسی) مولانا محمد امین بدخشی

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے حقیقت کعبہ کو حقیقت محمدی (ﷺ) پر فضیلت دی ہے۔ حضرت مجدد کے خلیفہ اجل حضرت شیخ آدم بنوڑی جب ہندوستان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے اپنے شیخ کے اس نظریہ کا پرچار فرمایا جس پر علماء و صوفیہ حریمین اور حضرت بنوڑی کے مابین اختلاف پیدا ہو گیا۔ خصوصاً شیخ احمد قشاشی کے ساتھ اس موضوع پر خوب بحثیں ہوئیں، یہ بحث شیخ بنوڑی کی وفات ۱۰۵۳ھ کے بعد بھی جاری رہے۔ جب ۱۰۶۷ھ میں مخدوم زادگان سرہند حریمین اکثر یفین گئے تو انہوں نے بھی اس موضوع پر رسائل دیکھے، نیز حریمین میں سلسلہ مجددیہ کی اشاعت میں جو رکاوٹیں پیش آئیں ان کا بھی اس رسالہ میں مجمل سا ذکر ملتا ہے۔ مختلف خطی نسخوں کی بنیاد پر ہم نے اسے ایڈٹ کیا ہے۔

اس رسالہ کے مؤلف حضرت شیخ آدم بنوڑی کے خلیفہ تھے اور حضرت شیخ کے حالات پر تین جلدوں میں نہایات ضخیم اور درجہ اول کی سوانح نتائج الحرمین کے نام سے لکھی ہے۔ ہم نے اس مؤلف کی بہت ہی دیگر کتابوں کا سراغ لگایا ہے۔

۴۔ ۱۰۷۱ھ / ۱۶۶۰ء کشف الغطا عن اذہان الاغیاء (عربی و فارسی) علامہ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندیؒ

اس میں بھی حضرت مجدد کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اس کے ایک فقرہ سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ رسالہ مؤلف کے والد بزرگ حضرت خواجہ محمد سعیدؒ کی

امام ربانی مجدد الف ثانی: مکتوبات ۳/ ۱۲۴

ایضاً: مبداء و معاد نمبر ۸

بدردین سرہندی ملا: خطرات القدس ۲/ ۱۲۹

احوال و آثار عبداللہ خوہی ص ۱۵۰-۱۵۳ میں ہم نے تفصیل دی ہے

وفات ۱۰۷۱ھ سے پہلے تالیف ہو چکا تھا۔ اس موضوع پر یہ اہم رسالہ ہے۔ ہم نے اسے بھی مرتب کیا ہے عنقریب شائع ہو گا۔

اس رسالہ کے مؤلف حضرت مجدد کے پوتے اجل علماء میں سے تھے حدیث کے حافظ اور مدرسہ سرہند کے نامور مدرسین میں سے تھے۔ کئی اہم کتابوں کے مؤلف ہیں۔

۵۔ ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء رسالہ در ردّ مخالفین حضرت مجدد حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی قدس سرہ

حضرت حجۃ اللہ (متوفی ۱۱۲۲ھ / ۱۷۱۰ء) بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم کا یہ رسالہ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا روضۃ القیومیہ میں حضرت حجۃ اللہ کے پندرہویں سال قیومیت میں اس رسالہ کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت حجۃ اللہ کے مکتوبات وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول (مُصَنَّفٌ عَلَیْہِ) کے نام سے طبع ہو چکے ہیں۔ جسے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

حضرت حجۃ اللہ کا پندرہواں سال قیومیت ۱۰۹۴ھ ہے،^۱ ایسا سال ہے جس میں ایک جعلی خط یا حکم نامہ سرہند بھیجا گیا کہ آئندہ مکتوبات حضرت مجدد کی تدریس کا سلسلہ بند کر دیا جائے یہ وضعی خط معارج الولایت میں محفوظ ہے۔^۲

اگر روضۃ القیومیہ کے اندراج پر مبالغہ آمیزی کا الزام نہ لگایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسی سال یعنی ۱۰۹۴ھ میں اس خانوادہ کے معتقدین نے حضرت مجدد کے دفاع میں جو رسائل تصنیف کیے ان کی تعداد تین سو ساٹھ تک پہنچ گئی تھی۔ ان میں بہتر (۷۲) رسائل تو صرف حضرت مجدد کی اولاد نے ہی لکھے:

اول رسالہ حضرت قیوم ثالث حجۃ اللہ تصنیف کردند۔۔۔ ہمیں قسم حضرت محمد اشرف و حضرت شیخ سیف الدین و حضرت محمد صبغۃ اللہ و حضرت شیخ محمد ہادی جد شریف مؤلف این کتاب، رسائل تصنیف نمودند، ہفتاد و دو رسالہ فرزند ابن حضرت مجدد الف ثانی درین باب

کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/۲۸ قلمی

حجۃ اللہ کی مسند نشینی کا پہلا سال ۱۰۷۹ھ ہے اگر اس میں پندرہ سال جمع کیے جائیں تو (۱۰۷۹ + ۱۵ =) ۱۰۹۴ھ برآمد ہو گا۔ ایضاً

ہم نے اپنی تالیف احوال و آثار عبد اللہ خاں غفرلہ میں اس سلسلہ میں مفصل بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۱۳۵-۱۵۰

نوشتہ و خلفائے این طریقہ نیز رسالہ بسیار درین مقدمہ تصنیف نمودند ہمگی صد و شصت رسالہ درین باب تصنیف شدند۔۔۔۔

یہ تمام رسائل تو دستیاب نہیں ہو سکے۔ البتہ چند کتابوں کے نام ملتے ہیں، ان میں سے بعض کی تفصیل ذیل میں بیان کی جا رہی ہے:

۶۔ ۱۰۹۳ھ / ۱۶۸۳ء، رسالہ در جواب مخالفین حضرت مجدد۔ حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی (ف ۱۰۹۶ھ)

یہ رسالہ بھی بقول صاحب روضۃ القیومیہ اسی واقعہ کے دوران لکھا گیا^۱۔

۷۔ ۱۰۹۳ھ / ۱۶۸۳ء رسالہ در رد مخالفین حضرت مجدد^۲

حضرت عبدالاحد شاہ گل وحدت متوفی ۱۱۲۶ھ بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی متعدد کتابوں کے مؤلف تھے، یہ رسالہ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا، حضرت شاہ غلام نے اس سے استفادہ کیا ہے^۳۔

۸۔ ۱۰۹۳ھ / ۱۶۸۳ء حل المغالقات فی الرد علی اہل الضلالت (عربی و فارسی)

حضرت خواجہ محمد اشرف بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی، حضرت خواجہ محمد اشرف کی ولادت ۱۰۴۳ھ اور وفات ۱۱۱۸ھ کو ہوئی۔ صاحب روضۃ القیومیہ نے اسی سال (۱۰۹۳ھ) کو اس رسالہ کی تالیف کا ذکر کیا ہے۔

۹۔ ۱۰۹۳ / ۱۶۸۳ رسالہ رد منکران حضرت مجدد

حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی
یہ رسالہ بھی اسی ہنگامی حالت (مخالفت ۱۰۹۳ھ) میں لکھا گیا^۴۔

۱۰۔ ۱۰۹۳ھ / ۱۶۸۳ء رسالہ رد مخالفین حضرت مجدد

^۱ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/۳۸ قلمی

^۲ غلام علی دہلوی شاہ: رسائل سببہ سیارہ ص ۳۰

^۳ کمال الدین محمد احسان ۲/۳۳۲ قلمی

^۴ ایضاً ۳/۳۸

شیخ محمد ہادی بن حضرت شیخ محمد عبیدہ مروج الشریعت بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ اس کے مولف روضۃ القیومیہ کے مصنف شیخ کمال الدین محمد احسان کے دادا تھے۔

ان کی ولادت ۱۰۶۲ھ اور وفات ۱۱۲۱ھ ہے۔ اس رسالہ کے علاوہ آپ کو اکب الدریہ (دریچ جلد) جزء الاحمدیہ، تجرید احوال اور نصوص الدقائق کے علاوہ کتب معقول و منقول پر حواشی بھی لکھے تھے۔ اس ہنگامہ (۱۰۹۳ھ) کے دوران انہوں نے یہ رسالہ در ردّ مخالفین بھی تالیف کیا تھا۔

یہ رسالہ ہمیں تاحال دستیاب نہیں ہوا ہے۔

۱۰۹۳ھ / ۱۶۸۳ء (حدود)

رسالہ در ردّ منکران حضرت مجددؒ

شیخ عبداللطیف نواسہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ان کی ولادت ۱۰۵۵ھ میں ہوئی^۱۔ اور تک زب کی مصاحبت و ملازمت اختیار کر لی تھی^۲۔ انہوں نے مخالفین حضرت مجدد کے رد میں ایک رسالہ تالیف کیا تھا۔

۱۱۔ ۱۰۹۳ھ / ۱۶۸۳ء عطیۃ الوہاب الفاصلہ بین الخطا والصواب (عربی)

شیخ محمد بیگ اوزکی برہانپوری ثم کمی نے یہ رسالہ دور بیع الاول ۱۰۹۳ھ / یکم مارچ ۱۶۸۳ء کو مکمل کیا۔ انہیں دنوں برزنجی نے قدح الزند اور النشر الناجرہ مکمل کیے تھے بقول برزنجی^۵ شیخ محمد بیگ ہندوستان سے حجاز گئے تھے۔ اس رسالہ میں بتایا گیا ہے کہ مکتوبات حضرت مجدد کا جو عربی ترجمہ علمائے حجاز کے لیے کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ نیز انہوں نے اس میں علمائے ہند کے ان فتوؤں کے اقتباسات بھی دیئے ہیں جو حضرت مجدد کے خلاف لکھے گئے تھے۔

^۱ کمال الدین محمد احسان ۲/۴۰۷

^۲ ایضاً ۳/۳۸

^۳ صفر احمد معصومی، مقامات معصومیہ ص ۷۳۸

^۴ حسناات الحرمین، مقدمہ ص ۱۳۴

^۵ ملحق غلامہ السیر، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے مرتب کر کے مجلہ انجمن عربی و فارسی اور پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور سے شائع کی تھی جو اسی مولف کی ہے۔

عطیہ الوہاب، مکتوبات حضرت مجدد کا عربی ترجمہ شیخ محمد مراد قزانی کے دفتر ثالث کے حاشیہ پر دو مرتبہ چھپ چکا ہے۔ ان کی کئی اور تصانیف کے نام بھی ملتے ہیں۔

اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس وقت کے جید علماء نے اس رسالہ پر تقریظیں لکھ کر اس کے مندرجات کی تصدیق کی ہے جو اس رسالہ کے ساتھ ہی طبع ہو چکی ہیں۔

۱۲-۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء العرف الندی فی نصرۃ الشیخ احمد السہندی (عربی)

علامہ شیخ حسن بن شیخ محمد مراد تونسلی،

شیخ محمد مراد قزانی کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ تونسلی نے ایک کراسہ (جز) کے بقدر یہ رسالہ

لکھا تھا:

و هو مقدار کواصة سماہ بالعرف الندی فی نصرۃ الشیخ احمد السہندی
اس رسالہ کے چند اقتباسات شیخ محمد مراد قزانی نے اپنے حواشی میں دیئے ہیں^۱۔

۱۳-۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۴ء رسالہ در ردّ معترضین حضرت مجدد

حضرت خواجہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی^۲ (متوفی ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء)

صاحب روضۃ القیومیہ نے ۱۰۹۴ھ کے مذکورہ واقعات کے دوران تصنیف ہونے والے رسائل میں اس رسالہ کا ذکر نہیں کیا جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ رسالہ اس واقعہ کے بعد لکھا گیا ہو گا حضرت میرزا مظہر نے اپنے مکتوب^۳ میں اس رسالہ سے استفادہ کیا ہے۔ نیز انہوں نے آپ کی ایک اور تالیف رسالہ فی اثبات رفع سبابہ کا بھی ذکر فرمایا ہے^۴۔ افسوس کہ یہ دونوں رسائل ہمیں نہیں مل سکے۔

۱۴-۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء رسالہ فی تائید حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (عربی)

علامہ شیخ احمد البشیشی مصری ازہری شافعی (ف ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء)

قزانی، محمد مراد: الدرد الکنونات النفیہ (ترجمہ عربی مکتوبات حضرت مجدد) ۱/۷۷-۷۸۔ ترکی

ایضاً۔ ۱/۷۷-۱۲۲

مظہر جان جانان مرزا: مکتوبات ۵/۱۰۹ (شامل مقامات مظہری مطبوعہ دہلی ۱۲۶۹ھ)

ایضاً۔ ۱۵/۱۲۱

ان کے والد کا نام عبد اللطیف بن قاضی احمد بن شمس الدین بن علی مصری تھا، بلدہ بشبیش میں ولادت ہوئی۔ شیخ علی الحلّی، حسن البدری، سلطان المقاتبی، سے تحصیل کی۔ ۱۰۹۲ھ میں حج کے لیے گئے اور مکہ مکرمہ میں ہی مقیم ہو گئے لیکن پھر واپس اپنے خطہ مولود بشبیش میں چلے گئے۔ ۱۰۹۶ھ میں انتقال کیا۔^۱

۱۵۔ اس رسالہ کے علاوہ التحفۃ السنیۃ فی الاجوبۃ السنیۃ عن الامسکۃ المرضیۃ مطبوعہ مصر ۱۲۷۸ھ اور العقود الجوہریۃ بالجیود المشرقیۃ کے بھی آپ مؤلف ہیں۔^۲

حضرت مجددؒ کی نصرت و تائید میں اس مؤلف بزرگ کا جو رسالہ ہے اس کی طباعت کا تو ہمیں علم نہیں ہو سکا ہے البتہ شیخ محمد مراد قزانی نے عربی ترجمہ مکتوبات حضرت مجددؒ کے حواشی میں اس کے طویل اقتباسات دیے ہیں۔^۵

جیسا کہ سطور بالا میں وضاحت کی گئی ہے کہ مؤلف ۱۰۹۲ھ میں حجاز مقدس میں موجود تھے اس لیے ممکن ہے کہ انہوں نے یہ رسالہ اسی سال یا ۱۰۹۳ھ کے حدود میں اسے تالیف کیا ہو۔ تاہم ہم نے مؤلف کے سال وفات ۱۰۹۶ھ کی بنیاد پر ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا ہے۔

۱۶۔ ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۱ء، بہجة النظار فی براءة الابرار (فارسی و عربی)

مخدوم محمد معین بن مخدوم محمد امین متخلص بہ تسلیم دبیراگی ٹھٹھوی (ف ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۷ء)

بارہویں صدی ہجری کے جید عالم، صاحب تصانیف کثیرہ، سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ کی نشر و اشاعت کے امین اور صاحب صدق و صفا بزرگ تھے۔ ڈاکٹر حسام الدین راشدی نے ان کی بیس کتابوں کے نام گنوائے ہیں۔^۶

۱۔ سرکیس، یوسف لیان: معجم المطبوعات العربیہ۔ بغداد طبع عکسی از طبع اول ۱۹۲۸ء، ص ۵۶۶

۲۔ محبی: خلاصۃ الاثر

۳۔ سرکیس۔ ص ۵۶۷

۴۔ کمال، عمر رضا: معجم المؤلفین ۱/ ۲۸۱ (حالات کے دیگر ماخذ کی نشاندہی کی گئی ہے)

۵۔ قزانی، محمد مراد: الدرر المکنونات النفیۃ ۱/ ۱۲۳-۱۳۰

۶۔ ظلیل محمد ابراہیم: کملہ مقالات الشعرا (مرتبہ حسام الدین راشدی۔ سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد ۱۹۵۸ء، ص ۲۴۳ تفصیل

کے لیے ملاحظہ ہو:

بہجتہ النظر کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے مولوی عبداللہ جان معروف بہ شاہ آغانے لکھا ہے کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے مکتوبات حضرت مجدد پر اعتراضات کیے تھے جن کے جواب میں یہ رسالہ لکھا گیا: در رفع اعتراضات مخدوم محمد ہاشم ٹٹوی بر مکتوبات شریف و جواب دیگر معترضین است“

یہ سبب تالیف محض قیاسی اور بے بنیاد ہے۔ بہجتہ النظر میں اس قسم کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی۔ نیز کسی بیرونی شہادت سے بھی مخدوم محمد ہاشم کے حضرت مجدد کے مخالف ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس رسالہ کا صرف ایک خطی نسخہ دستیاب ہوا ہے جس کی بنیاد پر ہم نے اس کا متن تیار کیا ہے جو تفصیلی حواشی و تعلیقات کے ساتھ شائع ہو گا۔

۱۷-۱۱۲۶ھ-۱۷۱۳ء سبیل الرشاد (فارسی)

حضرت شیخ عبدالاحد وحدت شاہ گل بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی^۲ (۱۱۲۶ھ)

اس رسالہ میں حضرت مجدد، قدس سرہ کی مجددیت کے دلائل و شواہد یکجا کیے گئے ہیں، یہ رسالہ شواہد التجدید کے نام سے بھی متعارف ہے۔ کئی خطی نسخوں کے ناقلین نے اسے اسی نام سے موسوم کیا ہے۔ محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے پہلے اسے رسالہ الرحیم حیدر آباد سندھ میں پھر حضرت وحدت کی تالیف جنات الثمانیہ کے اقتباسات سمیت اسے سبیل الرشاد کے نام سے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا ہے۔ یاد رہے اس موضوع پر علامہ مبداء الحکیم سیالکوٹی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتابوں کا تعارف بھی کروایا گیا ہے۔

۱۸-۱۱۲۶ھ/۱۷۱۳ء رسالہ فی منع رفع سبابہ

حضرت وحدت سرہندی

قانع: حنفیہ انکرام: مقالات الشعر ۱۲۱-۱۲۹ (دشاریہ کتاب)

مکتوبات حضرت شاہ فقیر اللہ علوی ص ۵۶-۱۰۸ دراسات البلیب مقدمہ نوید عبدالرشید نعمانی۔ سندھی ادبی بورڈ تذکرہ

علمائے ہند حواشی محمد ایوب قادری ص ۷۷، خزینۃ الخواطر ۶/۳۵۱

شاہ آغا: مولس الخالصین۔ کراچی ۱۳۶۸ھ ص ۱۰۰

تفصیل کے لیے دیکھیے مقالہ بذات تحت شمارہ مسلسل ۷

یہ رسالہ بھی ہمیں تاحال دستیاب نہیں ہوا ہے۔ حضرت شاہ فضل اللہ مجددی نے اس کا حوالہ دیا ہے۔^۱

۱۹- ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء رسالہ رد منکران حضرت مجدد

شیخ محمد مراد شنگ کشمیری بن ملا مفتی محمد طاہر

ان کی ولادت ۱۰۵۷ھ اور وفات ۱۱۳۱ھ ہے۔ کشمیر میں سلسلہ نقشبندیہ کے فروغ میں جن اصحاب نے

نمایاں کردار ادا کیا ان میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ آپ ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۰ء میں جبکہ صاحبزادگان سرہند نے کشمیر

میں ورود فرمایا، اس خانوادہ مبارک سے منسلک ہوئے ۱۰۸۱ھ سے ۱۱۰۱ھ / ۱۶۷۰-۱۶۸۹ء تین مرتبہ سرہند

شریف کا سفر کیا اور حضرت مجدد قدس سرہ کی اولاد امجاد سے ظاہری و باطنی فیوض حاصل کیے۔

آپ حضرت شیخ عبدالاحد وحدت شاہ گل بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی کے خاص خلفا میں سے

تھے۔ ان کے علاوہ حضرت شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد، شیخ محمد صبغۃ اللہ، خواجہ محمد نقشبند ٹٹانی، خواجہ عبید اللہ، خواجہ

سیف الدین (صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد معصوم) کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ ہم نے ان پر ایک مختصر

مضمون بھی لکھا ہے جس میں ان کی ۳۸ تصانیف کا تعارف کروایا ہے۔^۲ ان میں ان کی ایک اہم کتاب ”صلح الفرقین

فی منع تکفیر موحدین“ کا تعلق بھی بہت حد تک ہمارے اس موضوع سے ہے۔ ان کا رسالہ رد منکران حضرت مجدد

”

ہمیں تاحال دستیاب نہیں ہو سکا ہے۔

۲۰- ۱۱۵۲ھ - ۱۷۳۹ء حجتہ الحق فی دفع اعتراضات شیخ عبدالحق (فارسی)

میاں شاہ فی الحال بن حضرت شیخ محمد اشرف بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی

نام و نسب سے مولف کی بزرگی و ثقاہت عیاں ہے۔ ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء میں انتقال کیا۔ کئی اہم کتابوں

کے مولف ہیں اپنے دادا حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے حالات پر ایک ضخیم کتاب لکھی جو اپنے موضوع پر

پہلی کتاب تھی۔ اس کے علاوہ بھی کئی اہم کتابوں کے مولف تھے۔^۳

۱ فضل اللہ مجددی: عمدۃ القامات۔ مطبوعہ حیدر آباد سندھ ۱۳۵۵ھ ص ۲۳۶

۲ مقالہ مشمولہ رسالہ نور اسلام۔ شرپور۔ اولیائے نقشبند نمبر۔ مارچ اپریل ۱۹۷۹ء ص ۷۹-۸۳ حصہ دوم

۳ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومہ ۲/۳۲۳۔ قلمی

حجۃ الحق کے پورے نام سے اس کتاب کا موضوع عیاں ہے کہ مولف نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو انہوں نے حضرت مجدد قدس سرہ کی تحریرات پر کیے تھے۔

۲۱- ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء مواہب الیقوم فی تائید احمد و معصوم (فارسی)

میاں شاہ فی الحال سرہندی

اس رسالہ میں مولف نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پر معترضین کے جوابات دیئے ہیں، چونکہ ان دونوں رسائل کے مولف خانوادہ مجددیہ کے اہم ارکان میں سے تھے۔ لہذا ذی علم مصنف ہونے کی حیثیت سے ان کے بیانات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس میں نہ صرف حضرت مجدد پر اعتراضات کا تجزیہ کیا گیا ہے بلکہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کا بھی دفاع کیا ہے۔

حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مدظلہ کی وساطت سے ہمیں یہ نسخہ دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ جس کے لیے تہ دل سے ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

۲۲- تنبیہ الغافلین (فارسی)

مولف نام معلوم

حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی بن حضرت ملا شور بازار۔ کابل، افغانستان نے جولائی ۱۹۷۶ء میں ایک مسودہ دکھایا تھا۔ اس کے سرسری مطالعہ کے بعد ہم نے مفصلہ ذیل نتائج اخذ کیے ہیں:

۱۔ یہ بارہویں صدی ہجری کے اوائل کی تالیف ہے۔

۲۔ مولف کا اپنا مسودہ معلوم ہوتا ہے لیکن ابھی اسے بیضہ شکل نہیں دلائی گئی تھی کہ مولف کا انتقال ہو گیا۔

۳۔ اس کے بعض اندرونی شواہد سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ رسالہ حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء) کے زیر اثر تالیف ہوا ہے۔ کئی مقامات پر ان کا نام احترام سے لیا گیا ہے۔

۴۔ اسی خط میں دیگر رسائل بھی نظر سے گزرے جن کی کتابت ٹونک میں ہوئی تھی اس سے اندازہ لگانا زیادہ دشوار نہیں ہے کہ اس رسالہ کا مقام بھی ٹونک ہی ہو۔

افسوس کہ حالیہ انقلاب افغانستان میں حضرت کاکتب خانہ تباہ کر دیا گیا ورنہ اس سے استفادہ کیا جاتا۔

۲۳۔ رسالہ ردّ مخالفین حضرت مجدد قدس سرہ (فارسی)

یہ بھی بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں تالیف ہوا۔ اس کے مولف کا نام رسالہ کے متن میں مذکور نہیں ہے حضرت حافظ محمد ہاشم جان مرحوم کے آبائی کتب خانہ واقعہ ٹنڈو سائیس داد۔ سندھ میں اس کا ایک نسخہ ہماری نظر سے گذرا تھا۔

۲۴۔ ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۲ء تصریحات مجید (فارسی)

یہ اس رسالہ کا تاریخی نام ہے، جس سے ۱۱۶۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ افسوس کہ پیش نظر خطی نسخہ کے ورق اول میں مولف کا نام دیمک کی نظر ہو چکا ہے، رسالہ کے سطحی مطالعہ سے مترشح ہوتا ہے کہ مولف کا تعلق خطہ کشمیر سے تھا۔ عین ممکن ہے۔ کہ رسالہ کے نام کا جز مجید ہی مولف کا نام ہو۔

اس کا خطی نسخہ جناب جی معین الدین۔ لاہور کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

۲۵۔ رسالہ ردّ مخالفین حضرت مجدد (فارسی)

اس رسالہ کے مولف کا نام بھی معلوم نہیں ہے۔ رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف کا تعلق کشمیر سے تھا۔ اور بارہویں صدی ہجری کی تصنیف ہے، حضرت مجدد پر مختلف اعتراضات کے کامیاب جوابات دینے کی سعی کئی گئی ہے۔ افغانستان میں اس کا خطی نسخہ ہماری نظر سے گذرا۔

۲۶۔ ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء شواہد التجدید۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ)

فریدمان یوحنا نے پہلی مرتبہ اس رسالہ کو متعارف کروایا ہے۔ اس کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں تجدید کا جو تصور تھا اسے سمجھنے میں یہ رسالہ مدد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ بقول فریدمان:

Which gives us valuable insight into the understanding of the concept of tajdid in the eighteenth century.'

اس کا ایک قلمی نسخہ حبیب گنج کلکیشن۔ آزاد لاہری۔ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ میں موجود ہے۔ جو سائل شاہ ولی اللہ میں شامل ہے۔ یہ مخطوطہ کئی مقامات سے افتادہ اور اس کا خط غیر واضح بھی ہے۔^۱

۲۔ ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء رسالہ خلت۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات اور رسائل میں اصطلاح خلت کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اس باب میں جو غلط فہمیاں پیدا ہوئی تھیں مولف نے انہیں دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا خطی نسخہ بھی تذکرہ کتب خانہ میں ہے اور اسے ڈاکٹر فریڈمان یوحنان نے پہلی مرتبہ متعارف کروایا ہے۔^۲

۳۔ ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء المقدمۃ السنیۃ فی انتصار الفرقۃ السنیۃ (عربی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۸ھ)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے فارسی رسالہ ردّ و انقضائے شاہ ولی اللہ نے علمائے حجاز کی فرمائش پر عربی ترجمہ اور مفید شرح سے مزین کیا، انہوں نے اس کی شرح کے دوران حضرت مجدد، کے نظریات سے جا بجا اختلاف بھی کیا ہے۔ اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ کی تجدیدی کوششوں کو بھی بطریق احسن اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اکبر اور جہانگیر کے عہد کی بدعات کا بھی تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں لادینیت پیدا ہوئی۔

شارح کے فرزند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جو کہ اس موضوع پر ایک شہرہ آفاق کتاب تحفہ اثنائے عشریہ کے مولف بھی ہیں اس رسالہ پر مزید حواشی لکھے ہیں۔ اور حواشی میں اپنے والد کے اعتراضات پر اختلاف کرتے ہوئے رسالہ کے مولف حضرت مجدد کا دفاع کیا ہے، ڈاکٹر زبید احمد کے الفاظ میں۔^۳

Shah Abd ul- Aziz, Who in his turn differs in places from his father and agrees with the original author.

^۱ Yohanan Friedmann: Sh. Ahmad Sirhindi London. 1971. p.9

ایضاً۔ ص ۹

ایضاً

^۴ Zubaid Ahmad: The Contribution of Indo-Pakistan to arabic Literature. Lahore. 1968 pp. 115-

ڈاکٹر زبید احمد نے اس کے تین خطی نسخوں یعنی ذخیرہ دہلی، رضالا بھیری رام پور اور کتابخانہ آصفیہ کے نمبر درج کیے ہیں^۱۔ لیکن اس کا ایک ناقص قلمی نسخہ مفتی مہدی حسن شاہ جہان پوری (صدر مدرس۔ دیوبند) کے پاس بھی ہے جس کا تعارف انہوں نے اپنے ایک مقالہ میں کروایا ہے اور اس کے اقتباسات بھی دیئے ہیں^۲۔

۲۹-۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء رسالہ احقاق (فارسی)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء)

آپ حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ اجل، حضرت شاہ ولی اللہ کے شاگرد رشید، بیہقی وقت اور کثیر التصانیف عالم تھے ان کی تقریباً چالیس تصانیف دریافت ہو چکی ہیں، ان میں تفسیر مظہری (عربی سات جلد) ارشاد الطالبین، مالا بد منہ اور السیف لسلول بہت مشہور ہیں۔

رسالہ احقاق دراصل حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے رسالہ اعتراضات کے جواب میں لکھا گیا ہے، ہمارے نزدیک مولانا وکیل احمد سکندر پوری مرحوم سے پہلے حضرت شیخ کے اعتراضات کے جواب میں جتنے رسائل لکھے گئے ہیں حضرت قاضی صاحب کا یہ رسالہ ان سب پر فوقیت رکھتا ہے انہوں نے ہر اعتراض نقل کرنے کے بعد اس کا جواب لکھا ہے، مولانا وکیل احمد سکندر پوری کو یہ رسالہ دستیاب نہیں ہو سکا تھا^۳۔

خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اس کے دو نہایت قابل اعتبار نسخے دستیاب ہوئے ہیں جن کی بنیاد پر ہم نے اس کا تنقیدی متن تیار کیا ہے۔

۳۰-۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء رسالہ در جواب شبہات بر کلام امام ربانی (فارسی)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی

یہ رسالہ حضرت مجدد قدس سرہ پر معترضین کے عمومی اعتراضات کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ اس کا

^۱ ایضاً ص ۳۸۴

^۲ مہدی حسن مفتی: "حضرت مجدد شاہ ولی اللہ کی نظر میں" مقالہ مشمولہ الفرقان۔ لکھنؤ۔ حضرت مجدد نمبر ص

۲۹۹-۳۰۶

^۳ وکیل احمد سکندر پوری: ہدیہ مجددیہ۔ دہلی ۱۳۱۱ھ ص ۲۶۴ حاشیہ

ایک قلمی نسخہ حضرت زید ابوالحسن فاروقی دہلی (بھارت) کے کتب خانہ کی زینت ہے^۱۔

۳۲۹-۱۲۳۹ھ / ۷۲۶ء رسالہ در اعتراضات (فارسی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (ف ۱۲۳۹ھ) بن حضرت شاہ ولی اللہ

اس رسالہ کا ایک قلمی نسخہ رضا لاہوری رام پور (بھارت) میں محفوظ ہے^۲۔ حضرت شاہ صاحب نے اس رسالہ میں حضرت مجدد قدس سرہ پر کیے گئے اعتراضات کا جواب دیا ہے^۳۔ اس رسالہ کی طباعت کے بارے میں ہمیں تاحال علم نہیں ہے۔

۳۳۰-۱۲۳۹ھ / ۷۲۶ء حواشی بر رسالہ اعتراضات شیخ عبدالحق دہلوی (فارسی)

حواشی از حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت مجدد کے مکاشفات پر بعض اعتراضات کیے تھے جیسا کہ سابقہ صفحات میں ان رسائل کا ذکر کیا جا چکا ہے جو حضرت شیخ کے رسالہ اعتراضات کے جواب میں لکھے گئے تھے۔ اس رسالہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے حضرت شیخ کے رسالہ اعتراضات پر حواشی لکھے تھے۔ جس میں انہوں نے حضرت شیخ کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی نے ان حواشی کو اپنے رسالہ میں ایک مستقل فصل کے تحت محفوظ کر لیا ہے۔ چونکہ رسالہ مذکورہ رام پور اس وقت ہمارے سامنے نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ حواشی رسالہ رام پور سے مختلف ہوں۔ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ وضاحت فرماتے ہیں:

فصل چہارم در بیان حواشی بدانکہ استاد من حضرت شاہ عبدالعزیز سلمہ اللہ تعالیٰ کہ درین وقت ممتاز اند در علوم دینی و علوم صوفیہ در صغر سن بر رسالہ حضرت شیخ معترض (عبدالحق) رحمۃ اللہ علیہ تعلیقات حواشی نمودہ بودند تبرکاً نوشتہ می شود^۴۔۔۔۔

قریشی، عبدالرزاق: مکاتیب حضرت مظہر۔ بمبئی ۱۹۶۶ء ص ۲۳۲

فریدمان یوحنا: ص ۱۲۱

رضوی، اطہر عباس: مسلمان مجددوں کی تحریکیں ص ۴۲۴

غلام علی دہلوی، شاہ: رسالہ دیگر در رد مخالفین ص ۴۸ مشمولہ سبع سارہ ص ۴۸-۵۰

اس اقتباس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز نے آغاز شباب میں رسالہ اعتراضات پر یہ حواشی لکھے تھے۔ چونکہ صحیح سالِ تالیف معلوم نہیں ہے اس لیے محشی کے سالِ وفات ۱۲۳۹ھ کے تحت اس کا اندراج ہوا ہے۔

۳۴۔ ۱۲۳۰ھ / ۱۷۲۷ء رسالہ ردّ اعتراضات شیخ عبدالحق (فارسی) حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ) اس موضوع پر دیگر رسائل کا تعارف سابقہ سطور میں کروایا جا چکا ہے۔ یہ رسالہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ چونکہ اس رسالہ کے مؤلف حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید کے جانشین اور بارہویں صدی ہجری میں سلسلہ نقشبندیہ کے روح و رواں بنے۔ آپ کے تمام رسائل خلوص و محبت کی زندہ تصویر ہیں۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق نے اپنے یہ اعتراضات واپس لے لیے تھے ان کی غلط فہمی دور ہو گئی تھی۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔ سبع سیارہ کے علاوہ آپ کے مکتوبات میں بھی شامل ہے۔

۳۵۔ ۱۲۳۰ھ / ۱۷۲۷ء رسالہ دیگر ردّ مخالفین حضرت مجدد (فارسی)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ

اس رسالہ میں معتزمین کے جوابات دیئے گئے ہیں اس موضوع پر بے شک چھوٹے بڑے کئی رسائل تالیف ہوئے ہیں لیکن اس رسالہ کی اہمیت اپنی جگہ ہے جو اس کی مندرجہ ذیل پانچ فصول سے بخوبی عیاں ہوگی:

اول۔ در بیان عملی احوال حضرت مجدد

دوم۔ در رفع اعتراضات از کلام ایشان بطریق اجمال

سوم۔ در اجوبہ بعض اعتراضات شیخ عبدالحق۔۔۔

چہارم۔ در بیان حواشی کہ استاد فقیر حضرت شاہ عبدالعزیز۔۔۔ بر رسالہ شیخ مذکور تحریر فرمودہ اند

پنجم۔ در رفع شبہاتی کہ بر السنہ عوام مذکور است

یہ رسالہ بھی سبع سیارہ میں شامل ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے ملفوظات شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء

یہ مجموعہ رسائل سبعہ سیارہ کے نام سے مطبع ملوی سے ۱۲۸۳ھ میں چھپ چکا ہے (ر۔ ک ص ۳۶)

۳۶۔ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء۔ رسالہ فی رفع المطاعن عن الامام الربانی و اولادہ (عربی)

مولانا عبد اللہ آفندی عنانی زادہ مفتی احناف مکہ معظمہ

اس رسالہ میں حضرت مجدد اور آپ کی اولاد پر ان الزامات کا خصوصیت سے ازالہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ جو حرمین الشریفین میں ان پر لگائے گئے تھے، اس کے مؤلف وہی بزرگ ہیں۔ جنہوں نے شیخ محمد مراد قزانی کے عربی ترجمہ مکتوبات حضرت مجدد پر بڑی مؤثر تقریظ بھی لکھی ہے۔^۱ زیر بحث رسالہ مطبع حیدری بمبئی سے چھپ چکا ہے۔ اور مدرسہ محمدیہ جامع مسجد بمبئی کے کتب خانہ میں یہ مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔^۲

۳۷۔ ۱۳۰۸ھ۔ ۱۸۹۰ء الکلام السنحی بردایر ادت البرزنجی (عربی)

مولانا وکیل احمد سکندر پوری (ف ۱۳۲۲ھ)

اپنے وقت کے درجہ اول کے علماء میں سے تھے۔ ان کی تصانیف کی تعداد نوے تک پہنچ جاتی ہے۔ جو عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں ہیں اور متنوع موضوعات پر مشتمل ہیں۔^۳ زیر نظر تین تالیفات ایسی ہیں جو حضرت مجدد کے دفاع میں لکھی گئی ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ اس موضوع پر اس قدر وقیع اور ٹھوس کتابیں آج تک تالیف نہیں ہوئی ہیں۔ الکلام السنحی میں انہوں نے سلسلہ مجددیہ کے مشہور مخالف سید محمد برزنجی کے رسائل کے جوابات دیئے ہیں۔ یہ رسالہ مطبع مجتہائی دہلی سے ۱۳۱۲ھ میں طبع ہوا تھا۔

۳۸۔ ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء انوار احمدیہ (فارسی)

قزانی محمد مراد: الدرر المکنونات ۱/ ۶۹-۷۶

فہرست کتب خانہ مدرسہ محمدیہ۔ بمبئی ص ۱۶۸ نمبر ۵۳۱

عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۸/ ۵۱۷-۵۱۸ کراچی ۱۹۷۶ء

مولانا عبدالشکور نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے کہ الکلام السنحی مولانا عبدالحی لکھنوی کی تالیف ہے جو مولانا وکیل کے نام سے شائع ہوئی تھی تذکرہ مجدد (الفرقان حضرت مجدد نمبر) لکھنؤ ۱۹۶۰ء ص ۲۸۳ یہ بیان کسی طرح بھی درست نہیں ہے بھلا مولانا عبدالحی کو اسے اپنے نام سے شائع میں کیا قباحت تھی؟ ہمارے نزدیک دونوں بزرگ اس درجہ کے تھے کہ ان سے اس قسم کی توقع کرنا صحیح نہیں ہے۔

مولانا وکیل احمد سکندر پوری

یہ رسالہ حلقہ برزنجی کے ایک شخص گجراتی کے رسالہ مکاشف الاسرار کے رد میں لکھا ہے۔ اور رسالہ کے اقتباسات دے کر اس کے لایعنی اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے ہیں۔

یہ رسالہ بھی مطبع مجتبیٰ دہلی سے ۱۳۱۲ھ میں چھپا تھا۔

۳۹-۱۰۳۹ھ / ۱۸۹۱ء ہدیہ مجددیہ (فارسی)

مولانا وکیل احمد سکندر پوری

مولانا کا یہ ضخیم رسالہ حضرت شیخ محدث دہلوی کے رسالہ اعتراضات کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ مؤلف چونکہ خود اجل عالم تھے اس لیے کمال ادب و احترام کے ساتھ حضرت شیخ محدث کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ اس سلسلہ میں نہ صرف انہوں نے حضرت مجدد کی تمام تحریرات کا بغور مطالعہ کیا ہے بلکہ حضرت محدث کے رسائل سے ایسے کلمات و مکاشفات کا استخراج کر کے بتایا ہے کہ حضرت شیخ، حضرت مجدد کے جن کلمات پر اعتراضات فرما رہے ہیں وہ خود ان کے اپنے کلام میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بے شبہ ۳۳۶ صفحات کا یہ ضخیم و جیم رسالہ اس موضوع پر تالیف ہونے والے رسائل میں سب سے اہم ہے، اگر صدق دل سے اس رسالہ کا مطالعہ کیا جائے تو شخصیتوں کے مابین نہ صرف اختلاف کے رفع ہونے کا علم ہوتا ہے بلکہ یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مخالفین حضرت شیخ محدث کی آڑ میں جو کھیل کھیل رہے ہیں وہ محض غلط فہمی پر مبنی ہے۔

اب یہ رسائل در دفاع مجدد الف ثانی مرتبہ محمد اقبال مجددی میں شامل ہے مطبوعہ شیر ربانی پبلی کیشنز

لاہور ۲۰۱۱ء۔ یہ نادر رسالہ بھی مطبع مجتبیٰ دہلی سے ۱۳۰۹ھ میں چھپا تھا۔

۳۰-۱۳۳۲ھ / ۱۸۸۳ء رسالہ فی بشارہ لابل الاشارہ (فارسی)

مولانا محمد حسن جان مجددی سندھی (ف ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء)

میر علی نواز شکار پوری نے حضرت مجدد کے مکتوب (۱/۳۱۲) در مسئلہ رفع سبابہ سے اختلاف کرتے

ہوئے ایک رسالہ لکھا تھا۔ جس کے جواب میں مولانا محمد حسن جان مرحوم نے بڑے سائز کے تقریباً ڈیڑھ سوا دراق

پر مشتمل ایک رسالہ لکھ کر اس کا مدلل جواب دیا ہے۔ مولانا نے اپنے دلائل میں سیکڑوں معروف کتب فقہ کے اقتباسات پیش کیے ہیں اور رفع سبابہ کی نفی کرتے ہوئے حضرت مجدد کی تائید کی ہے۔ یہ رسالہ تاحال طبع نہیں ہوا ہے اس کا ایک خطی نسخہ بخط موکلف، مولانا محمد ہاشم جان مرحوم کے کتب خانہ ٹنڈو ساہیو داد سندھ میں موجود ہے۔

۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء حضرت مجدد اور ان کے ناقدین (اردو)

مولانا زید ابوالحسن مجددی مدظلہ سجادہ نشین درگاہ حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید۔ دہلی
حضرت مولانا زید مدظلہ نے حضرت شیخ عبدالحق سے لے کر زمانہ حال تک کے ہندوستانی اور یورپین
مترجمین کے حضرت مجدد پر اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔ عہد حاضر میں قدیم و جدید ذہنوں کے مطالعہ کے
بعد اہم نتائج اخذ کر کے اس کتاب میں یہ قارئین کیے گئے ہیں۔

یہ کتاب درگاہ حضرت شاہ ابوالخیرؒ دہلی کی طرف ۱۹۷۷ء میں اور پھر دارالبلغین شرقپور سے ۱۹۷۹ء
میں چھپ چکی ہے۔

(ماہنامہ) نور اسلام، شرقپور

(حضرت مجدد الف ثانی نمبر، ۱۹۸۸ء)

حضرت حاجی سلطان تھانیسری

حاجی سلطان تھانیسری کے حالات اور ان کی شہادت کے واقعات بیان کرنے سے قبل چند امور کا تذکرہ لازم ہے، اول یہ کہ ان کا مستقر تھانیسر، دوم مہابھارت سوم ذیچہ گاؤ کا مسئلہ۔

شہر تھانیسر کرنال ڈسٹرکٹ کا ایک معروف علاقہ ہے، جو ابتدا میں ہندوؤں کا صدر مقام تھا، سلطان محمود غزنوی نے اپنے ہندوستان پر حملوں کے دوران اس علاقہ پر قبضہ کر لیا، ابوریحان البیرونی نے اس شہر کا ذکر کیا ہے اور ان اس کا نام تانیسر لکھا ہے اور اسے قنوج اور متھرا کے درمیان اٹھائیس فرسخ کے فاصلہ پر بتایا ہے۔^۱

تھانیسر، ہندوؤں کی قدیم ترین زیارت گاہ ہے سارے ہندوستان سے ہندو اس مقام پر آتے اور یاترا کرتے ہیں، ہندو روایت کے مطابق ہستناپور میں بھرت نام کا ایک راجہ تھا اس کی نسل سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو راجہ کور کے نام سے مشہور ہوا اس نے جو شہر بسایا وہ اس کے نام پر کورو کشیتر (Kurukshetrs) مشہور ہوا اور پھر کثرت استعمال سے تھانیسر بن گیا، یہاں کے ہندو راجاؤں کی آپس کی جنگوں کے سمجھنے کے لیے راجہ ارجن کی تیسری نسل کے ایک راجہ نے ان جنگوں میں شریک ایک پنڈت بیاس سے ان واقعات کو لکھوایا جو ایک کتاب مہابھارت کی شکل میں تیار ہو گئی، یہ کتاب تھانیسر کے قریب دریائے سرسوتی کے کنارے تکمیل کو پہنچی۔

گویا تھانیسر ہندومت کے احیا کا بہت بڑا مرکز تھا، یہ دارالکفر تھا وہاں کے کرکھیت تالاب میں کوروں اور پانڈوں کی مشہور لڑائی ہوئی تھی جو کتاب مہابھارت کا مرکز خیال ہے، یہ شہر ہندوؤں کا سب سے بڑا مذہبی مرکز ہے جس طرح مسلمان مکہ مکرمہ کو اپنا مذہبی مرکز تصور کرتے ہیں اس طرح ہندو اسے زیارت گاہ کے طور پر چاہتے ہیں۔

^۱ البیرونی، ابوریحان: کتاب الهند، ۱/ ۲۶۳، فہرست دیہات تحصیل کرنال ۲۳۲

ہندوؤں کی مشہور رزمیہ کتاب مہابھارت یہیں پایہ تکمیل کو پہنچی تھی، یہ کتاب اٹھارہ حصوں میں ایک لاکھ اشلوک پر مشتمل ہے ہر حصہ کا نام پر ب ہے، پنڈت بیاس جو اس میں مندرجہ واقعات کا راوی ہے اور برہما بیٹا بنائیک اس کا کاتب ہے۔^۱

بعض کی رائے ہے کہ یہ واقعات چار ہزار سال پہلے پیش آئے تھے اور بعض اصحاب کا خیال ہے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کے واقع اس میں درج ہیں، ہندو اس کتاب کا مطالعہ عبادت سمجھ کر کرتے ہیں اور اسے مسلمانوں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔^۲

اکبر بادشاہ نے اپنی صلح کلی کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے ہندوؤں کی بہت سی رسمیں اپنائیں اور پھر ان کے ساتھ مزید ہم آہنگی کا اظہار کرنے کے لیے اس نے ہندومت میں اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا ان کی کئی مذہبی کتابوں کے فارسی میں تراجم کروائے جن میں سنگھاسن بتیسی (۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء) اتھربن (۹۸۳ھ / ۱۵۸۵ء)، راماین (۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء)، بحر الاسار (۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۴ء) اور کرشن کے حالات میں ایک رسالہ ہر بنس کا بھی فارسی میں ترجمہ کروایا۔^۳

ان میں سب سے بڑی اور مفصل کتاب مہابھارت ہے، جس کے ترجمہ کا آغاز ۹۹۰ھ کو ہوا اور پانچ سال کی محنت کے بعد ۹۹۵ھ کو مکمل ہوا یہ ترجمہ جن علماء نے کیا ان کے نام یہ ہیں۔

نقیب خان، عبدالقادر بدایونی، ملا شیر لاهوری، ابوالفیض فیضی اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے خسر حاجی سلطان تھانیسری۔

مسلمانان ہند و مزاج نے اکبر بادشاہ کو یہ باور کروایا کہ ہندوؤں کی کتابیں جنہیں ان کے عبادت گزار دانشوروں نے لکھا وہ سب کی سب حقیقی اور نص قاطع ہیں، اسے یہ باور کروایا گیا کہ ان کتابوں کی اشاعت دین اور دنیوی سعادت کا موجب اور شان و شوکت کے بقاء اور اولاد و اموال کی کثرت کا باعث بھی ہوگی، چنانچہ اس نے ہندو اہل علم کو جمع کیا اور انہیں مسلمان علماء کے ساتھ شریک "تعبیر" کیا۔ بادشاہ خود چند راتوں تک نقیب خان کی مدد سے

کتاب الہند / ۱۷۷

بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ ۲ / ۲۲۳

صباح الدین عبدالرحمن: بزم تیمور یہ ۱ / ۱۰۷-۱۱۸ (آئین اکبری ۱ / ۱۱۰-۱۱۳ مع تعلیقات بلوچمان)

مہابھارت کے مضامین سمجھتا رہا اور اس کے مطالب کو فارسی میں لکھوا تا رہا، جب مہابھارت کا ترجمہ مکمل ہو گیا تو خود اکبر نے اس ترجمہ کا نام ”رزم نامہ“ رکھا، اسے درباری مصوروں سے مصور کروایا، پھر اکبر بادشاہ کی طرف سے امرائے دربار کو حکم ہوا کہ مہابھارت کے اس ترجمہ پر ہاتھ رکھ کر برکت حاصل کریں، وہ شیخ ابوالفضل جس نے اس سے پہلے آیت الکرسی کی تفسیر لکھی تھی اب اتنا گر گیا کہ اس نے اس ترجمہ مہابھارت پر دو جز کا مقدمہ لکھا جو معاصر مورخ اور خود اس ترجمہ میں شریک مترجم عبدالقادر بدایونی کی نظر میں ”کفریات و حشویات“ کا مجموعہ ہے۔^۱ اس مقدمہ میں ابوالفضل نے علمائے حق کے لیے تقلید پرست، مستسبان کیش احمدی، پیروان کیش احمدی، گرفتار زندان تقلید اور سادہ لوحان تقلید پرست جیسے القاب لکھے ہیں،^۲ اسی مقدمہ میں اکبر کو ابوالفضل نے ”خلیفۃ اللہ“ بھی لکھا ہے۔^۳ جس سے اس عہد کے مجاہد مورخ عبدالقادر بدایونی کے اس بیان کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اکبر بادشاہ کے مریدین یہ کلمہ پڑھتے تھے: لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ۔^۴

اس کلمہ کا مطلب بہت واضح ہے کہ اکبر بادشاہ کا اعتقاد تھا کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہ راست تعلق ہے اور خدا کے درمیان نبی آخر الزماں کا واسطہ ضروری نہیں۔

مہابھارت کے مقدمہ میں ابوالفضل نے اکبر بادشاہ کو ”خلامہ آفرینش“ بھی لکھا تمام مکاتب فکر اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت محمد رسول اکرم ﷺ کے سوا کوئی دوسرا انسان ”خلامہ آفرینش“ نہیں کہلا سکتا، گویا ابوالفضل نے اکبر کو یہ خطاب دے کر اسے نبی کریم ﷺ کا ہم پلہ بنا دیا ہے، اسی ابوالفضل نے اکبر کو جو امی بھی تھا مندرجہ ذیل صفات سے اس مقدمہ میں متصف کیا ہے:

”آن سلطان عادل و برہان کامل دلیل قاطع خدا دانی

^۱ منتخب التواریخ ۲/ ۲۲۴

^۲ ابوالفضل نے علمائے حق کے لیے یہ القاب مہابھارت کے مقدمہ اور آئین اکبری میں جا بجا لکھے ہیں۔

^۳ مہابھارت، مقدمہ ص ۳۶

^۴ منتخب التواریخ ۲/ ۲۷۳

^۵ مہابھارت، مقدمہ ص ۳۶

حجت ساطع رحمت روحانی قافلہ سالار حقیقی و مجازی“

اس کے علاوہ اس نے اکبر کو:

”پیشوائے خدا شناسان و مقتدای ہدیٰ اساسان“

”قبلہ خدا آگاہان“ پردہ بہ انداز اسرار غیبی“

”چہرہ کشای صورت لاری“، قاسم ارزاقی بندگان الہی“

ہادی علی الاطلاق و مہدی باستحقاق کے القاب سے بھی پکارتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس عہد کے درباری مورخ ابوالفضل نے اسے باقاعدہ مہدی موعود بنا دیا تھا۔

بہر حال ہم کہاں تک اس مقدمہ کی کفریات و حثویات بیان کریں اس نے اپنی مرتبہ فصیح و بلیغ درباری تاریخ اکبر نامہ میں جس طرح اکبر کو امی محض بتایا ہے وہ دراصل یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اکبر انبیائے کرام کی طرح ”امی“ تھا اور وہ ان تمام صفات کا حامل ہے جو انبیاء کی ہوتی ہیں۔

یہ تھا کہ اکبر کے دربار کی رواداری اور صلح کلی کا ایک منظر جس میں اسلام اور مسلمانوں کو پس پشت ڈال دیا گیا تھا۔

حاجی سلطان تھانیسری کی زندگی اور شہادت کا پس منظر سمجھنے کے لیے ایک اور مسئلہ سے آگاہ ہونا بھی لازم ہے اور وہ ہے ذبح گائے کا مسئلہ۔

ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق گائے ایک مقدس جانور ہے ہندوؤں کے اوتار نے اس کا روپ دھارا تھا ہندوستانی معاشرت میں ”گائے درشن اور گاؤ ماتا“ مشہور ہے اول تو ہندو گوشت کھاتے ہی نہیں ہیں دوسرے گائے کا گوشت تو ان کے مذہب میں حرام ہے جب کہ مسلمان گائے ذبح کرنا اور اس کی قربانی کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی ذبح گاؤ مسئلہ متنازعہ رہا ہے اور اس مسئلہ پر ان دونوں قوموں کے مابین اختلاف اور فسادات ہوتے رہتے ہیں۔

ایضاً ۱۳

ایضاً ۵-۶

ایضاً

اکبر بادشاہ سے پہلے مسلمان سلاطین ہند باقاعدہ گائے ذبح کرتے تھے اور اس کا گوشت کھاتے تھے لیکن اکبر نے اپنی صلح کل کی روش پر عمل کرتے ہوئے اپنے اٹھائیسویں سال جلوس (۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء) کو باقاعدہ ایک حکم کے ذریعہ جانوروں کے ذبح کرنے پر پابندی عائد کر دی، یہ حکم بھی ہندوؤں کی خاطر نافذ کیا گیا اکبر خود ہندوؤں کے زیر اثر گوشت خوری سے بہت پرہیز کرنے لگا تھا، خاص دن مقرر کر دیئے گئے کہ جو مسلمان ان دنوں میں ذبح کرتا اُسے جرمانہ کیا جاتا اور اس کا گھرتباہ کر دیا جاتا تھا اور پھر (۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء) کو یہ حکم جاری ہوا اور ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا منع کر دیا گیا جس کا پیشہ ذبح کرنا ہو اگر کوئی ایسا کرتا تو اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے تھے۔^۱

گویا اس طرح مسلمان اپنے مذہبی شعار یعنی ذبح گاؤ اور قربانی گاؤ سے محروم کر دیئے گئے، اب اس پس منظر میں اس عہد کے عالم باعمل حضرت حاجی سلطان تھانیسری کے حالات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

حاجی سلطان تھانیسری کا تعلق اُس تھانیسر سے تھا جو ہندومت کے احیا کا مرکز تھا ان کے سامنے ہندو سارے مذہبی رسم و رواج کرتے تھے اور ہندو احیا کی تمام تحریکیں یہیں سے جنم لیتیں اور پروان چڑھتی رہیں۔ موصوف اس وقت کے مروجہ اسلامی علوم پر عبور حاصل کرنے کے ساتھ سنسکرت و ہندی میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے، انہوں نے حج بھی کیا تھا، چونکہ ہندی اور ہندوؤں کے علوم کے بھی عالم تھے اس لیے تلاش روزگار میں جب اکبر بادشاہ کا قرب حاصل ہوا تو انہیں اس وقت کے زیر نظر کام یعنی مہابھارت کے ترجمہ فارسی پر مامور کیا گیا، ہم اس سے قبل ان علماء کے نام لکھ چکے ہیں جو اس ترجمہ میں مصروف کار رہے تھے ان حضرات سے اس مشکل اور دقیق کتاب کا ترجمہ نہیں ہو رہا تھا چنانچہ حاجی سلطان تھانیسری کی طرف رجوع کیا گیا تو آپ نے ان علماء کے اذہورے کام کی تکمیل کی اور اسے چار سال کی محنت کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچایا۔

معاصر مورخ بدایونی گواہ ہیں کہ جب اس ترجمہ کے دوران ان سے ان کی مصروفیت کے بارے میں کسی نے پوچھا تو آپ نے اس کام سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

”دس ہزار سال پرانی خرافات کو مروجہ زبان فارسی میں منتقل کر رہا ہوں۔“^۲

حاجی سلطان اپنے مستقر تھانیر میں رہتے ہوئے باقاعدہ گائے ذبح کرتے تھے جہاں ہندوؤں کی اکثریت تھی اکبر ذبیحہ پر پابندی لگا چکا تھا لیکن اس کے باوجود آپ ذبح کرتے تھے، تھانیر کے ہندوؤں نے اکبر سے شکایت کی تو اس نے انہیں سندھ کے علاقہ بھکر کی طرف جلا وطن کر دیا (۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء) کو مرزا عبدالرحیم خان خانان نے سندھ فتح کر لیا تھا اور وہاں خان خانان کی عمل داری تھی جب یہ بد حالی میں بھکر پہنچے تو مرزا نے ان کا دکھ دور کرنے کے لیے ان کا استقبال کیا اور وعدہ کر لیا کہ میں آپ کو اکبر سے معافی دلوادوں گا، جیسا کہ ہم نے ابھی عرض کیا ہے کہ مذکورہ سنہ میں اکبر ذبیحہ پر اس قدر سختی سے پابندی کر رہا تھا کہ اس فریضہ (قربانی گاؤں) پر عمل کرنے والوں کے ہاتھ کٹوا دیتا تھا لیکن اس کے باوجود خان خانان نے ان کے علمی تبحر کے باعث ان کے لیے معافی کی درخواست کی اور ابوالفضل کو اکبر نے حکم دیا کہ انہیں ان کے علاقہ تھانیر کا کروڑی بنادو، چنانچہ آپ منتخب التواریخ کی تالیف (۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۵ء) تک اسی خدمت میں مامور تھے۔^۱

کروڑی ایک عہدہ ہے جو خالصہ (وہ زمین جو براہ راست بادشاہ کے کنٹرول میں ہو) کی زمین سے ایک کروڑ (دس ملین ڈیم) کا خرارج وصول کرنے کا ذمہ دار ہو کروڑی کہلاتا تھا۔

حاجی سلطان تھانیری مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری سے بھی ملنے گئے تھے ان کے ابتدا میں ابوالفضل اور عبدالقادر بدایونی سے اچھے مراسم تھے، اکبر سے قرب کے باوجود وہ اکبر کی مذہبی پالیسی اور صلح کل سے متاثر نہ ہوئے بلکہ اس کے مخالف رہے، ہمارا قیاس ہے کہ جب حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ان کی دختر سے نکاح ہوا تو انہوں نے ہی اکبر اور اس کے مریدین و مسلمانان ہندو مزاج کے عقائد سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو براہ راست آگاہ کیا ہو گا۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حاجی سلطان تھانیری گائے ذبح کرنے کے جرم میں معافی ملنے کے باوجود اس فریضہ کی ادائیگی سے باز نہ آئے اور اس پر برابر عمل کرتے رہے اور تھانیر کے ہندو اس کا براہمانتے رہے۔ یہاں تک اکبر لاہور میں طویل قیام کے بعد ۱۵۹۸ء کو جب براستہ تھانیر واپس جا رہا تھا تو تھانیر میں رکا جہاں کے ہندوؤں نے ان کے خلاف شکایت کی، اکبر چونکہ ذبح گاؤں کے سلسلہ میں نہایت سخت رویہ رکھتا تھا برداشت نہ کر سکا

اور وہیں تھانیسر میں ہی انہیں پھانسی دینے کا حکم صادر کر دیا، درباری مورخ ابوالفضل نے اس واقعہ کا ذکر لن الفاظ میں کیا ہے:-

(سال جلوس ۴۳۔۔ ۱۰۰۷ھ / ۱۵۹۸ء) دریں روز شیخ سلطان را از خلق کشیدند، در گروہ دارن می زیست آرزوی عمل گذاری اورا کالیوہ ساخت، تھانیسر (کہ بنگاہ او بود) بدو سپردند از بد مستی دنیا کہن کینہا را تازہ بر ساخت، و بجان گزائی نیکوان برخاست چون داد خدا را ابدان شہر گذارہ شد و لختی ستگاری او در خاطر نشین گشت۔^۱

یہی بات اقبال نامہ جہانگیری میں بھی درج ہے کہ (ہندوؤں) کی کثیر تعداد نے بادشاہ کی آمد کا سن کر حاجی سلطان کے ظلم کی داستانیں بیان کیں جس کے نتیجہ میں اکبر نے انہیں پھانسی کی سزا دی۔^۲

یہاں ان دونوں مورخین نے حقیقت حال کو بادشاہ وقت سے ڈرتے ہوئے چھپانے کی کوشش کی ہے کہ حاجی سلطان عوام پر ظلم کرتے تھے جن کی انہیں سزا دی گئی ہے جبکہ وہ بقول معاصر مورخ ایک عالم و پرہیزگار تھے، ابوالفضل کے الفاظ ”کہن کین ہارا تازہ ساخت“ کو بدایونی کے بیان سے تقابل کیا جائے تو اس نتیجہ پر پہنچنا دشوار نہیں رہ جاتا کہ یہ وہی پرانا ذبح گاہ والا قضیہ تھا جس پر آپ نے دوبارہ عمل کیا، بدایونی کے الفاظ ہیں:

بہ سبب جریمہ گاؤ کشی بہ شکایت ہندوان آں پر گنہ اورا حکم بہ اخراج بہ جانب بکر فرمودند۔^۳

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ، حضرت حاجی سلطان تھانیسری کے اس دردناک انجام سے یقیناً بہت افسردہ ہوئے تھے، اس کے کیا اسباب تھے:

- ظاہری سبب تو یہی تھا کہ حاجی صاحب آپ کے خسر تھے۔

- دوسرا سبب یہ کہ آپ فریضہ اسلام (ذبح گاؤ) کے جرم میں مسلمانوں کی حکومت کے دوران

انہیں اس کی سزا موت کی صورت میں دی گئی۔

^۱ ابوالفضل: اکبر نامہ، طبع مکتبہ ۱۸۸۶ء، ۴/۷۴۸

^۲ مستند خان: اقبال نامہ جہانگیری ۲/۴۵۹

^۳ منتخب التواریخ ۳/۸۰

تیسرا سبب بھی ظاہری ہی ہے آپ کی زوجہ محترمہ جو حاجی صاحب کی صاحبزادی تھیں اور آپ کے فرزند ان گرامی جن کے آپ نانائے بزرگوار تھے۔ صدمہ سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے عیاں ہوتا ہے کہ حاجی سلطان تھانیسری کو جو سزا دیکھ گاؤ کی دی گئی وہ باغی کی سزا کی مانند تھی یعنی ان کی تمام جائیداد ضبط کر لی گئی ان کے دو فرزند تھے جو عرصہ دراز تک بے حال رہے یہاں تک کہ اکبر کی وفات کے بعد حالات میں تبدیلی آئی، جہانگیر تخت نشین ہوا تو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے جہانگیر کے ایک مقرب خواجہ جہاں (دوست محمد کابلی) کو ایک خط لکھ کر حاجی صاحب کے ان دونوں فرزندوں کی "امداد و اعانت" کرنے کی سفارش کی۔

اس کے بعد اس عہد کے سب سے زیادہ مؤثر منصب دار مرزا عبدالرحیم خان خاناں کو ان کی حاجی سلطان پر سابقہ عنایات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے ایک فرزند میاں شیخ احمد کی سفارش کی ہے کہ انہیں آپ ہی کی وساطت سے پراگندہ دور میں ملازمت ملی تھی۔ آپ کے برجستہ الفاظ ملاحظہ کیجیے:

میاں شیخ احمد ولد اعز مغفرت پناہی سلطان تھانیسری است ملاحظہ الطاف و احسانہای شمارا

نسبت بہ پور بزرگوار ادب و دہ نمودہ بخند مت عالیہ بتوسل ایں فقیر خود رمد سانیہ است

حاجی سلطان تھانیسری کے ایک بھائی شیخ زکریا تھے، حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکاتیب میں ان کا بھی کئی بار ذکر کیا ہے اور ان کی امداد کی سفارش کی ہے۔ جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ حاجی سلطان کی سزائے موت کے بعد ان کی ساری جائیداد ضبط ہو گئی لیکن، یہی اصول تھا حکومت مغلیہ کا خود جہانگیر نے جب آپ کو سجدہ نہ کرنے کے جرم میں گرفتار کیا تو آپ کی حویلی، دیگر املاک اور کتابیں تک ضبط کر لیں تھیں جن کا ذکر آپ نے خود اپنے آخری مکاتیب میں فرمایا ہے۔

حاجی سلطان تھانیسری کی صاحبزادی سے حضرت مجدد الف ثانی کا عقدِ مسنون ہوا تھا یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ آگرہ جا کر مقیم ہو گئے تھے اور آپ کے والد بزرگوار مخدوم شیخ عبدالاحد قدس سرہ، آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکے تھے اور پیرانہ سالی کے باوجود آپ سے ملاقات کے لیے طویل سفر کر کے آگرہ تشریف لے

مکتوبات امام ربانی ۱/ ۲۵/ ۶۷

ایضاً ۱/ ۱۱۸/ ۲۱۳ بدرالدین سرہندی: حضرات القدس ۲

گئے اور آپ کو اپنے ساتھ واپس سرہند لے آئے تھے۔^۱

جب راستہ میں تھانیر پہنچے تو روضۃ القیومیہ کی روایت کے مطابق خود نبی کریم ﷺ نے تین بار حاجی سلطان تھانیر کو خواب میں تشریف لا کر حکم دیا کہ تم اپنی بیٹی کا عقد شیخ احمد سے کر دو، چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کے والد گرامی سے جو اس وقت ساتھ ہی تھے درخواست کی گئی اور اس خواب مبارک کا تذکرہ بھی کیا گیا تو انہیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوا اور نکاح کے بعد آپ اپنی بہو کو لے کر سرہند شریف آئے۔^۲

حاجی سلطان کی یہ دختر نیک اختر بہت ہی عبادت گزار اور تقویٰ شعار تھیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے بطن مبارک سے آپ کو جو اولاد عطا کی وہ مادر زاد اولیا میں شمار ہوئی۔

اس مبارک شادی کا سنہ تذکروں میں مرقوم نہیں لیکن قیاس ہے کہ یہ عقد مسنون (۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء) کو ہوا ہو گا وہ اس طرح کہ حضرت مجدد الف ثانی کے سب سے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق کی ولادت ۱۰۰۰ھ کو ہوئی،^۳ اس سے پہلے کی اولاد کے تولد ہونے کا ذکر نہیں ملتا اس لیے ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ یہ شادی اس ولادت سے تقریباً ایک سال قبل ۹۹۹ھ کو ہوئی۔

اس خاتون عفت مآب نے طویل عمر پائی اور ۷ ذی الحج (۱۰۵۰ھ / ۱۶۳۱ء) کو وصال ہوا، خود خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمت اپنی والدہ محترمہ کے وصال کی اطلاع دیتے ہوئے اپنے خلیفہ نامدار خواجہ محمد حنیف کابلی کو لکھتے ہیں:

شبِ دو شنبہ ہفتم ماہِ حال کہ ماہِ ذی الحج سنہ یک ہزار و پنجاہ ہجری است حضرت قبلہ گاہی والدہ ماجدہ جیو سفر آخرت گزیدند و پسماندگان را جگر کہاب و دیدہ پر آب گذاشتند و جود شریف شان وسیلہ سعادت کو نین و در پچہ رضامندی رب المشرقیں بود کہ الحال از کسب مہ اں ازاں راہ حرمان دست دادہ است۔^۴

یعنی حضرت مجدد الف ثانی کے وصال (۱۰۳۴ھ) سے صرف سولہ سال بعد آپ کی زوجہ محترمہ نے دنیا کو خیر باد کہا۔

۱ مکتوبات ۱ / ۹۱ / ۵۳.۹۸ / ۲۲.۷۲ / ۴۳.۵۰ / ۹

۲ زبدۃ القامات

۳ روضۃ القیومیہ ۱ / ۶۷-۶۹

۴ مکتوبات معصومیہ ۱۳ / ۱۲ / ۴۱

شیخ محمد سعید بن امام ربانی مجدد الف ثانی

حضرت خواجہ محمد سعید بن امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی گیارہویں صدی ہجری / سترہویں صدی عیسوی کے ایک عالم، صوفی اور مصنف تھے۔

حضرت خواجہ محمد سعید کی ولادت شعبان ۱۰۰۵ھ / ۱۵۹۶ء کو سرہند میں ہوئی، آپ اپنے والد گرامی کے دوسرے فرزند تھے، کم سنی سے ہی حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کے محبوب تھے (زبدۃ المقامات ۳۰۹، حضرات القدس ۲/۲۳۴)۔

جب سن شعور کو پہنچے تو اپنے والد گرامی سے پڑھا پھر اپنے برادر بزرگ خواجہ محمد صادق (ف ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء) کی خدمت میں تحصیل کی اور حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری (ف ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰ء) کے حضور تکمیل کی، اس وقت آپ کی عمر صرف سترہ سال تھی اسی سال آپ نے علوم منقول و معقول کا درس دینا بھی شروع کر دیا تھا جو تا حیات جاری رہا (ایضاً)۔

خواجہ محمد سعید نے بعض معتبر کتب درسیہ پر حواشی و تعلیقات بھی لکھے تھے ان میں سے مشکوٰۃ المصابیح پر حواشی میں آپ نے ان احادیث کی صحت اور اہمیت پر بحث کی ہے جو ائمہ حنفیہ کا مآخذ ہیں، علماء نے ان تعلیقات کو پسند کیا تھا (زبدۃ المقامات ۳۱۱)۔

آپ کا لکھا ہوا حاشیہ خیالی بھی بہت متین ہے جس میں خاص و قائق بیان کیے ہیں (حضرات القدس ۲/۲۳۴) آپ نے حضرت مجدد الف ثانی کے صیغہ حیات ”عدم رفع سببہ در تشہد“ کے موضوع پر بھی ایک رسالہ تالیف کیا تھا (مکتوبات امام ربانی ۱/۳۱۲، زبدۃ المقامات ۳۱۰، حضرات القدس ۲/۲۳۵، عمدۃ المقامات ۲۲۷-۲۲۸)۔

خواجہ محمد سعید کے مکتوبات آپ کے فرزند علامہ محمد فرخ نے مکتوبات سعیدیہ کے نام سے جمع کیے تھے جو لاہور سے طبع ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے تحقیقات نام کی ایک کتاب خواجہ محمد سعید سے منسوب کر دی ہے جو ان کی نہیں ہے راقم نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ کتاب ان کی تالیف نہیں ہے۔ (لطائف المدینہ، مقدمہ ۶۲-۶۳) آپ کے عین حیات آپ کے فرزند اور فارسی کے معروف شاعر شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی (۱۰۵۰-۱۱۲۶ھ / ۱۶۴۰-۱۷۱۴ء) نے آپ کے احوال و معارف پر مدینہ منورہ میں عربی میں ایک رسالہ لطائف المدینہ کے نام سے تالیف کیا تھا جو لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

آپ نے سلوک کی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور خلافت یاب ہوئے، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے لکھا ہے کہ میں عروج و زوال کے کسی مقام پر محمد سعید کے بغیر نہیں گیا (حضرات القدس ۲/۳۲۶) خواجہ محمد سعید کا وصال ۲ جمادی الآخر ۱۰۷۱ھ / ۱۶۶۱ء کو دہلی سے سرہند جاتے ہوئے راستہ میں ہوا نقش مبارک سرہند لے جا کر دفن کی گئی (چہار چمن وحدت ۱۴۹، دیوان وحدت ورق ۲۳۹-الف، عمدۃ القامات ۲۳۷)

خواجہ محمد سعید کے آٹھ فرزند اور پانچ صاحبزادیاں تھیں (ہدیہ احمدیہ ۹) جن میں سے علامہ محمد فرخ (ف ۱۱۲۱ھ / ۱۷۰۹ء) کثیر التصانیف تھے (مقامات معصومی ۳/۴۰۵-۴۰۷، ۴/۲۸۶-۲۹۳) اور شیخ عبدالاحد وحدت (ف ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۴ء) فارسی کے معروف صاحب دیوان شاعر اور تقریباً پچاس کتابوں کے مولف تھے (لطائف المدینہ، مقدمہ ۴۵-۶۱)، نامور ہوئے۔

خواجہ محمد سعید کا مجموعہ مکتوبات بھی خاصے کی چیز ہے اس میں کل ایک سو مکاتیب ہیں، ان میں سے چند عربی میں ہیں اور باقی سب فارسی نثر میں ہیں جو اعلیٰ درجہ کی انشا پردازی پر شاہد ہیں، یہ مجموعہ لاہور سے ۱۳۷۵ھ کو طبع ہوا۔

خواجہ محمد سعید کے اورنگ زیب عالمگیر (۱۰۶۸-۱۱۱۸ھ / ۱۶۵۸-۱۷۰۷ء) کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے حضرت خواجہ کے ۹ مکاتیب اورنگ زیب کے نام ہیں (مکتوبات سعیدیہ نمبر ۳۵، ۳۶، ۶۵، ۸۲، ۸۳ اور باقی چار اس کے بادشاہ بننے کے بعد لکھے گئے ہیں، حضرت خواجہ نے اسے بار بار "ظلمات، محدثات اور بدعات" کے

خاتمہ کی تلقین کی ہے، جنگِ تخت نشینی (۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء) میں کامیابی کے بعد اس نے خواجہ محمد سعید اور آپ کے برادر خواجہ محمد معصوم (۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) کو دربار میں بلا کر بہت تعظیم و تکریم کی اور تین سواشر فیاں بطور نذر پیش کیں (عالمگیر نامہ ۲۹۳) اس سے خواجہ محمد سعید کی جدائی برداشت نہیں ہوتی تھی انہیں ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء) اور دہلی بلایا (ایضاً ۵۹۵) اگلے سال آپ شدید علیل تھے لیکن اس کے اصرار پر سفر کیا بادشاہ بہت ہی احترام سے پیش آیا (مرآۃ العالم ۲/۴۱۳، مکتوبات سعید یہ ۹۹/۲۱۵) یہ انہی حضرات نقشبندیہ مجددیہ کی کوششیں تھیں کہ وہ ”مکی الدین“ بنا اور عملی طور پر اسلام کا ہندوستان میں احیا کیا (لطائف المدینہ مقدمہ ۱۳-۱۹، حسانات الحرمین، مقدمہ اور مقامات معصومی جلد اول مجددی تحریک ۲۶-۵۹ و بہ بعد)

حضرت خواجہ محمد سعید اپنے برادرانِ عزیز سمیت حج کے لیے گئے تو وہاں عالم اسلام کے اکابر علماء و مشائخ دور سلاطین و امراء نے عقیدت مندی کے ساتھ ملاقاتیں کیں اور فیض یاب ہوئے اس سے سلسلہ نقشبندیہ کو عربستان، ترکستان، ایران اور افغانستان تک وسعت ہوئی (مقامات معصومی ۱/۲۰۴-۲۱۳)

ماخذ

- ۱- احمد ابوالخیر مکی: ہدیہ احمدیہ، کانپور، ۱۳۱۳ھ
- ۲- بختاور خان: مرآۃ العالم مرتبہ ساجدہ علوی، لاہور، ۱۹۷۹ء
- ۳- بدر الدین سرہندی: حضرات القدس، جلد دوم مرتبہ محبوب الہی، لاہور، ۱۹۷۱ء
- ۴- ایضاً: حضرات القدس، جلد دوم اردو ترجمہ غلام مصطفیٰ خان، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء
- ۵- صفراحمہ معصومی: مقامات معصومی (احوال خواجہ محمد معصوم سرہندی) تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۳ء
- ۶- مجدد الف ثانی، امام ربانی: مکتوبات مرتبہ نور احمد امرتسری، امرتسر، ۱۳۳۴ھ
- ۷- محمد سعید سرہندی: مکتوبات سعید یہ جامع محمد فرخ مجددی، لاہور، ۱۳۷۵ھ
- ۸- محمد فضل اللہ قدھاری: عمدۃ المقامات، استنبول، ترکی، ۱۹۹۶ء

- ۹۔ محمد معصوم سرہندی، خواجہ: حسانت الحرمین فارسی ترجمہ محمد شاکر سرہندی، تحقیق و تعلیق و اردو ترجمہ محمد اقبال مجددی، ڈیرہ اسماعیل خان، ۱۹۸۱ء
- ۱۰۔ محمد کاظم شیرازی: عالمگیرنامہ، کلکتہ، ۱۸۶۸ء
- ۱۱۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، لکھنؤ، ۱۳۰۷ھ
- ۱۲۔ وحدت، عبدالاحد سرہندی: چہار چمن، خطی مملوکہ مولانا محمد ہاشم جان مجددی، کراچی
- ۱۳۔ ایضاً: لطائف المدینہ (احوال خواجہ محمد سعید سرہندی) تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۰۴ء
- ۱۴۔ ایضاً: دیوان وحدت، مائیکرو فلم مخزنونہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، ایران۔

۱۴/ اکتوبر ۲۰۰۷ء

یوم عید الفطر

برائی دانشنامہ ادبیات فارسی شبہ قارہ۔ تہران

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی

خواجہ محمد ہاشم بدخشان کے قصبہ کشم میں ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء) کو متولد ہوئے (نسبات القدس بحوالہ نقدِ عمر ۵۲)، ان کے والد گرامی خواجہ محمد قاسم (ف ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کا اپنے علاقہ کے علماء و مشائخ میں شمار تھا، ان کے اجداد کا سلسلہ کبرویہ سے تعلق تھا (بفتح العارفین ۲۸-ب) لیکن خواجہ محمد ہاشم کا میلان طبع سلسلہ نقشبندیہ کی طرف تھا (زبدۃ المقامات ۱-۲)

موصوف تلاشِ شیخ میں ہندوستان آئے اور اپنے ہم وطن میر محمد نعمان بدخشی (ف ۱۰۵۹ھ / ۱۶۴۹ء) کی خدمت میں برہانپور (Burhanpur) حاضر ہوئے جو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۴ء) کے خلیفہ تھے انہی کی صحبت سے انہیں حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضری کا اشتیاق ہوا تو میر محمد نعمان کی اجازت اور حضرت مجدد الف ثانی کی طلبی پر ۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۱ء کو آپ کی خدمت میں سرہند حاضر ہوئے (زبدۃ المقامات ۳، مکتوبات امام ربانی ۱/۳) انہی سے تعلق خاطر کے باعث وہ اپنی نسبت نعمانی لکھتے تھے (زبدۃ المقامات ۳، ۲۳) اور پھر دو سال تک سفر و حضر میں حضرت کے ساتھ رہے، اس دوران انہیں بہت سے روحانی "فوائد" حاصل ہوئے (ایضاً ۳)

حضرت میر محمد نعمان بدخشی کی ایک صاحبزادی جو حضرت خواجہ باقی باللہ (۱۹۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کی تربیت یافتہ تھیں کا عقد خواجہ محمد ہاشم سے ہوا (ایضاً ۱۹)

خواجہ محمد ہاشم نے حدیث کی سماعت خواجہ محمد سعید سرہندی (۱۰۰۵-۱۰۷۱ھ / ۱۵۹۶-۱۶۶۱ء) سے کی (ایضاً ۱۳۰) نیز انہوں نے مولانا عبدالمومن لاہوری کی خدمت میں مشکوٰۃ اور مطول کے کچھ حصے بھی پڑھے تھے (ایضاً ۳۹۸)

حضرت مجدد الف ثانی قلعہ گوالیار سے رہائی (۱۰۲۹ھ / ۱۶۱۹ء) کے بعد لشکر جہانگیری ساتھ رہنے کی مجبوری کے دوران جب اجمیر میں تھے تو خواجہ محمد ہاشم بھی وہاں حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر تھے۔
(ایضاً ۳۲۲)

خواجہ محمد ہاشم حضرت مجدد الف ثانی کے آخری سنین حیات میں رجب ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء) کو اجازت لے کر اپنے مستقر برہان پور کے لیے روانہ ہو گئے، یہ ان کی ان کے شیخ کے ساتھ آخری ملاقات تھی (ایضاً) اسی ماہ و سال میں انہیں حضرت مجدد نے حدیث مسلسل اور دیگر کتب کی بھی اجازت مرحمت فرمائی (ایضاً) حضرت مجدد الف ثانی کے کئی مکاتیب خواجہ محمد ہاشم کے نام صادر ہوئے تھے (فہارس تحلیل ہشتگانہ مکتوبات ۱۵۶)

خواجہ محمد ہاشم کو حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادگان کی خدمت میں کامل اعتماد کا درجہ حاصل تھا، حضرت مجدد کے آخری ایام حیات میں صاحبزادگان کے ساتھ جن مخصوص اصحاب کو حاضری کی اجازت تھی ان میں خواجہ محمد ہاشم بھی تھے (زبدۃ ۲۸۴) خواجہ محمد معصوم سرہندی خواجہ محمد ہاشم پر ”نظر عنایت“ فرماتے اور انہیں اسی خانوادے کا ”محرم“ جانتے تھے (ایضاً ۶۵)

خواجہ محمد ہاشم کشمی کے سال وفات میں اختلاف ہے، خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری نے ۱۰۴۱ھ / ۱۶۳۱ء (طبقات شاہ جہانی (طبقہ نہم ۲۱) اور میر عبد الفتاح بن میر محمد نعمان بدخشی نے بھی یہی سنہ دیا ہے (مفتاح العارفین، خطی برگ ۲۶۱-الف) اختر محمد خان رام پوری نے بغیر کسی حوالہ کے خواجہ کشمی کا سال وفات ۱۰۴۵ھ لکھ دیا ہے (جواہر ہاشمیہ ۴۵) خواجہ کشمی نے رسالہ طریق الوصول ۱۰۴۲ھ کو مکمل کیا (نقد عمر ۵۲) گویا وہ ۱۰۴۲ھ تک بقیہ حیات تھے۔ کلیات ہاشم کشمی (مخزونہ عجائب گھر، لاہور) کی ایک یادداشت میں خواجہ کشمی کا سال وفات ۱۰۵۹ھ ہے (نقد عمر ۵۳) لیکن ہم نے کلیات کا محولہ نسخہ دیکھا اس میں ۱۰۵۹ھ نہیں بلکہ ۱۲۵۹ھ درج ہے یقیناً یہ کسی اور ہاشم کا سنہ وفات ہے، ڈھاکہ یونیورسٹی لائبریری کے مخطوطہ دیوان ہاشم کشمی پر درج قطعہ تاریخ وفات ۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۳ء قرین قیاس کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ (نقد عمر ۵۳)

خواجہ کشمی کے ایک ہی فرزند محمد قاسم تھے (جواہر ہاشمیہ ۱۰۷) خواجہ محمد ہاشم کشمی کئی کتابوں کے مؤلف تھے جن میں سے حسب ذیل کتب معلوم ہیں۔

خواجہ ہاشم کے رسائل کا ایک خوش خط نسخہ حضرت پیر ابوالخیر عبد اللہ جان صاحب کے کتب خانہ پشاور پاکستان میں ہے جس میں حسب ذیل آٹھ رسالے ہیں۔

۱۔ حلیہ رسول اللہ ۲۔ طریق الوصول فی شریعۃ الرسول ۳۔ نسبات القدس من حدائق الانس (دیگر خطی نسخوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے نقدِ عمر ۴۶) اس رسالہ کا اردو ترجمہ سید محبوب حسین واسطی نے کیا جو سیالکوٹ سے ۱۴۱۰ھ کو طبع ہوا۔ ۴۔ رویداد تدوین مکتوبات امام زبانی ۵۔ مکتوبات کشمی ۶۔ احوال خواجہ قاسم شیخ کرینی ۷۔ قدر العالی فی اسرار خیر الیالی ۸۔ گوہر نامی سر اسرار نام سید الانامی (مکتبہ علم) نقدِ عمر ۴۲-۵۱) ۹۔ صفحات الانوار من مقامات الاخیار (نسبات القدس، نسخہ اسلام آباد ۷) ۱۰۔ کلیات ہاشم (خطی نسخے عجائب گھر لاہور، دیوان ہاشم، ڈھاکہ یونیورسٹی، انڈیا آفس لائبریری لندن اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ہیں نسخہ انڈیا آفس میں سے غزلیات والا حصہ ایم اے فارسی کی ایک طالبہ روبینہ انجم نقوی نے بصورتِ مقالہ مرتب کیا ۱۱۔ خواجہ کشمی کا ایک مختصر رسالہ مرآة الرویۃ کتابخانہ آصفیہ، حیدرآباد، دکن میں موجود ہے (فہرست مخطوطات تصوف ص ۸۶)

زبدۃ المقامات

یہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کی سب سے مشہور تالیف ہے، چونکہ حضرت مجدد الف ثانی کی کنیت ابوالبرکات اور نام شیخ احمد تھا اور آپ کے شیخ بزرگوار کا اسم گرامی خواجہ باقی باللہ تھا اس مناسبت سے اس کتاب کا ایک نام ”برکات الاحمدیۃ الباقیہ“ بھی ہے، پھر مولف نے اس کا مادہ تاریخ تالیف سوچا تو ”موزبدۃ المقامات“ القا ہوا جس کے عدد ۱۰۳۷ ہوتے ہیں پھر اسے مولف نے ”زبدۃ المقامات“ کا نام ہی دے دیا، یہ کتاب دو مقاصد (حصوں) پر مشتمل ہے، مقصد اول حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے احوال پر ہے اس مقصد کی مزید چار فصول ہیں، کتاب کا دوسرا مقصد حضرت مجدد الف ثانی کے احوال کا بیان ہے جو کتاب کی تالیف کا اصل مقصد ہے یہ حصہ گیارہ فصول پر مشتمل ہے (زبدۃ المقامات ۵، ۸۸)۔

حضرت مجدد الف ثانی کے فرزند ابن گرامی خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم نے مولف سے کہا کہ چند وہ فوائد اور معارف جو تم نے حضرت کی خدمت (جلوات و خلوات) میں سنے ہیں اور آپ کے مکتوبات میں شامل نہیں ہیں انہیں تحریر کر دو اور ساتھ ہی دیگر سوانحی نوعیت کے نکات بھی جمع کر کے کتاب مرتب کر دو جس میں آپ

کے مرشد خواجہ باقی باللہ کے احوال بھی ہوں تو میں نے ان حضرات کے امر پر یہ کام کیا (زبدۃ المقامات ۴) گویا زبدۃ المقامات مکتوبات حضرت مجدد الف کا تکرار بھی ہے، موکف نے وضاحت کی ہے کہ انہوں نے ۱۰۳۷ھ میں اس کتاب کی تالیف کی لیکن وہ تاحیات یعنی ۱۰۴۳ھ تک اپنے مستقر برہان پور میں بیٹھے اس میں اضافات کرتے رہے، (مقامات معصومی ۱/ ۲۷۰-۲۷۳)

زبدۃ المقامات کے خطی نسخوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے۔

(Storey: Persian Literature, Vol I Part II p. 989)

پاکستان میں موجود نسخوں کے لیے فہرست مشترک (۱۱/ ۸۹۰-۸۹۱) ملاحظہ ہو

زبدۃ المقامات کا فارسی متن لکھنؤ سے ۱۸۸۵ء اور پھر کانپور سے ۱۸۹۰ء میں طبع ہوا یہی متن عکسی صورت میں استنبول ترکی سے ۱۹۷۷ء کو شائع ہوا اس کا پہلا اردو ترجمہ لاہور سے ۱۹۰۹ء کو طبع ہوا، پھر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان اور ڈاکٹر ابوالفتح صغیر الدین نے کیا جو سیالکوٹ سے ۱۳۰۷ھ کو چھپا تھا۔

مآخذ

- ۱۔ آریانا، دائرۃ المعارف، کابل افغانستان (مقالہ شیخ محمد ہاشم کشمی)
- ۲۔ اختر محمد خان رام پوری: جواہر ہاشمیہ (احوال خواجہ محمد ہاشم کشمی)، حیدر آباد، دکن (سن)
- ۳۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس مرتبہ محبوب الہی، لاہور ۱۹۷۱ء
- ۴۔ بیور، آرثور: فہارس تحلیلی ہشتگانہ مکتوبات امام ربانی، لاہور ۲۰۰۱ء
- ۵۔ روبینہ انجم نقوی: غزلیات خواجہ محمد ہاشم کشمی، مقالہ برای حصول درجہ ایم اے فارسی، دانشگاہ پنجاب، لاہور۔
- ۶۔ خلیل، محمد ابراہیم: شیخ محمد ہاشم کشمی، مقالہ مشمولہ، مجلہ آریانا، کابل، ش ۶، سال سوم اول سرطان ۱۳۲۴ ش
- ۷۔ عارف نوشاہی: محمد ہاشم کشمی کے بعض فارسی رسائل کی بازیافت، مقالہ مشمولہ نقد عمر، لاہور، ۲۰۰۵ء
- ۸۔ عبدالفتاح: مفتاح العارفین، خطی، ذخیرہ شیرانی کتابخانہ مرکزی دانشگاہ پنجاب، لاہور، نمبر

- ۹۔ غلام مصطفیٰ خان: خواجہ محمد ہاشم کشمی، مقالہ مشمولہ ارمغان فاروقی، دہلی، ۱۹۸۷ء
- ۱۰۔ ایضاً: مقالہ مشمولہ تحقیق، حیدر آباد، سندھ ش ۲، (۱۹۸۸ء)
- ۱۱۔ فہرست مخطوطات تصوف، خدابخش لاہوری، بانکی پور، پٹنہ، ۱۹۹۲ء
- ۱۲۔ کلیم سہراوی: دیوان ہاشم، مقالہ، مشمولہ جرنل خدابخش لاہوری پٹنہ ش ۷۸-۸۰
- ۱۳۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، اردو ترجمہ لاہور، ۱۳۳۵ھ
- ۱۴۔ محمد اسلم: خواجہ محمد ہاشم کشمی، مقالہ مشمولہ تاریخی مقالات، لاہور ۱۹۷۰ء
- ۱۵۔ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی (جلد اول مجددی تحریک) لاہور، ۲۰۰۴ء
- ۱۶۔ محمد ہاشم کشمی، خواجہ: زبدۃ المقامات، کانپور، مطبع نو لکشور، ۱۳۰۷ھ
- ۱۷۔ ایضاً: کلیات ہاشم، خطی مخزونہ عجائب گھر، لاہور
- ۱۸۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری، طبقات شاہ جہانی، (طبقہ نہم۔ دہم) دہلی۔ ۱۹۹۰-۱۹۹۳ء
- ۱۹۔ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی: مکتوبات امام ربانی مرتبہ نور احمد امرتسری، ترکی ۱۹۷۷ء
- ۲۰۔ خلیل الرحمن: تاریخ برہان پور، دہلی، ۱۳۱۷ھ

- 21- Iqbal Sabir: Khawaja Muhammad Hashim Kishmi (Sufis, Sultans and Feudal Orders, Ed. Mansura Haider, Delhi 2004
- 22- Storey, C.A: Persian Literature London, 1972
- 23- Quddusi, M.I: Khandesh Under the Mughals, Delhi, 2002

۷، اکتوبر ۲۰۰۷ء

برائے دانشنامہ ادبیات فارسی شیعہ قارہ، تہران

ملا شیخ بدر الدین سرہندی

ملا شیخ بدر الدین سرہندی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے نامور خلیفہ، آپ کے سوانح نویس اور مشہور کتاب حضرات القدس کے مولف تھے۔

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے، اپنا شجرہ نسب اس طرح لکھا ہے:

بدر الدین بن شیخ ابراہیم سرہندی بن عبدالرحمن مشہور بہ شیخ میہتا بن شیخ خلیل اللہ بن شیخ محمد بن شیخ عبداللہ بن شیخ عمر بن عثمان بن شیخ محمد بن علی بن ابوطالب بن علی ابن ابو محمد قاسم بن علی بن جعفر بن شیخ محمد بن علی بن حسن بن شیخ محمد بن نصر بن قاسم بن شیخ محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (سنوالات الاقیا ۳۲۳ الف)

ملا بدر الدین کے والد شیخ ابراہیم سرہندی محدث، مفسر اور متصوف تھے، سلسلہ قادریہ میں شاہ قیص قادری (ت ۹۹۲ھ / ۱۵۸۳ء) کے مرید اور مولانا نظامی گنجوی کے دو واسطوں سے شاگرد تھے ان کی کتاب ”مخزن اسرار“ کو سب سے پہلے ہندوستان میں انہوں نے ہی رائج اور شامل درس کیا تھا اور وہ اس کتاب کا چونکہ کثرت سے درس دیتے تھے اس لیے ان کی نسبت ہی ”مخزنی“ مشہور ہو گئی۔ انہوں نے اکثر علوم حاجی ابراہیم سرہندی سے حاصل کیے تھے اور صرف ایک واسطے سے مولانا جامی سے تعلق خاطر تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے والد ماجد شیخ عبدالاحد سرہندی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ (ایضاً ۳۲۱ ب۔ ۳۲۲ الف)

شیخ ابراہیم مخزنی سرہندی کا انتقال بعمر ۷۳ سال ۲۹ شوال ۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء کو ہوا اور شیخ بدر الدین کی والدہ ۱۰۲۳ھ / ۱۶۱۵ء کو فوت ہوئیں اور سرہندی میں روضہ شاہ ابو بخاری کے صحن میں دفن ہیں۔ (ایضاً ۳۲۲ الف)

ملا بدر الدین سرہندی کا سال ولادت حضرات القدس کے اندرونی شواہد کی بنا پر حدود ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء متعین کیا جاسکتا ہے (۲ / ۱۵۷، ۳۸۶)۔ پندرہ سال کی عمر میں حضرت مجدد الف ثانی سے منسلک ہوئے۔ (ایضاً ۳۸۶) اور کل سترہ سال خدمت گرامی میں رہے (ایضاً ۱۵۷)۔

ابتداءً والد گرامی سے تحصیل اور سلسلہ قادریہ میں بیعت و اجازت حاصل کی (سنوات الاققیاء ۳۲۲ الف) پھر مدرسہ مجددیہ سرہند میں حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادے خواجہ محمد صادق (ت ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء) سے مطول باحاشیہ میر، شرح عقائد باحاشیہ خیالی، تحریر اقلیدس اور شرح مطالع باحاشیہ میران کی خدمت میں پڑھیں (حضرات القدس ۲ / ۲۲۳) ان کے وصال کے بعد شرح مواقف، تفسیر بیضاوی اور عضدی باحاشیہ میر حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں مطالعہ کیا (ایضاً ۲ / ۸۹، ۲۲۳) اور پھر حضرت حاجی رمزی سے مصافحہ کی سعادت و اجازت میر محمد نعمان بدخشی (خلیفہ حضرت مجدد) کی وساطت سے حاصل کی۔ (سنوات الاققیاء ۲۲۲ الف)

ملا بدر الدین اسی مدرسہ مجددیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ خانوادہ مجددیہ اور حوزہ مجددیہ کے بہت سے افراد نے ان سے تحصیل علم کا اعتراف کیا ہے۔ درسی کتب پر حواشی بھی اسی دور کی یادگار ہیں، چنانچہ شرح خلاصہ کیدانی اسی زمانے میں تالیف کی تھی۔

ملا بدر الدین سرہندی کے تین صاحبزادوں کے نام ملتے ہیں اول ملا محمد شاکر (مترجم حسانت الحرمین بسال ۱۰۷۱ھ / و مولف دستور المؤمنین در مسائل نماز) دوم ملا محمد افضل خلیفہ و مکتوب الیہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی (روضۃ القیومیہ ۲ / ۲۴۵، مکتوبات معصومیہ ۱ / ۷۰، ۱۹۴، حضرات القدس ۳ / ۴۰۳) اور سوم شیخ محمد (جامع مناقب حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی، لطائف المدینہ، خطی برگ ۳۰ الف)

ملا بدر الدین نے اپنے ایک چچا شیخ محمد کا بھی ذکر کیا ہے جو ان سے منسلک تھے (حضرات القدس

۲ / ۴۰۵)

۱۰۴۷ھ / ۱۶۳۷ء میں دارا شکوہ بن شاہ جہاں نے جب کہ وہ خود ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا اور کتب

تصوف سے ابھی بیزار نہیں ہوا تھا، ملا بدر الدین سرہندی کو بعض کتب صوفیہ کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کرنے کا

حکم دیا چنانچہ آپ اس کام میں عرصہ تک مصروف رہے۔ (حضرات القدس ۲ / ۱۵۹)

علی اکبر اردستانی پر بحیثیت مولفِ مجمع الاولیاء ایک مقالہ لکھا ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے علی اکبر اردستانی ایک عامی آدمی ہے وہ سوادِ خط تک سے واقف نہیں تھا (سنوات الا تقیابرگ ۲۰۷)

۴۔ وصالِ احمدی

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے ایام وصال کے احوال پر آپ کے انتقال سے قبل اور بعد کی خوارقِ عادات کے ظہور پر یہ رسالہ عین اس وقت ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۳ء میں تالیف ہوا، کئی بار طبع ہو چکا ہے۔

۵۔ کرامات الاولیا

در اثباتِ خوارقِ بعدِ موت، تالیف شدہ (حضرات القدس ۲/ ۱۵۸)

۶۔ فتوح الغیب

فارسی ترجمہ (ایضاً)

۷۔ روائع

در بیان اصطلاحاتِ صوفیہ و اشغالِ قادریہ و نقشبندیہ جمع شدہ است (ایضاً)

دارا شکوہ بن شاہ جہان کی فرمائش پر حدود ۱۰۴۷ھ / ۱۶۳۸ء تا ۱۰۵۸ھ / ۱۶۴۸ء حسب ذیل کتب

عربیہ کا فارسی میں ترجمہ کیا

۸۔ مقاماتِ غوثِ الثقلین

ترجمہ فارسی بہجہ الاسرار (در مناقبِ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی غوثِ الاعظم) ایضاً ۲/ ۱۵۹

۹۔ روضۃ النواظر

(در مناقبِ حضرت غوثِ الاعظم) ترجمہ فارسی (ایضاً)

۱۰۔ عرائس البیان

تفسیر از شیخ روز بہان بقلی، ترجمہ فارسی (ایضاً)

۱۱۔ حضراتِ تقدس

دو جلدوں پر مشتمل یہ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کا تذکرہ ہے، جلد اول میں خلفای راشدین سے لے کر

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ تک تمام نقشبندی بزرگوں کے حالات درج کیے ہیں۔ اس کی دوسری جلد میں

حضرت مجدد الف ثانی آپ کے صاحبزادگان اور خلفا کا تذکرہ ہے۔ چونکہ مؤلف صاحب سوانح حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت گرامی میں سترہ برس تک رہے تھے اس لیے وہ اس سلسلے کی بہت سی روایات کے امین اور خود راوی ہیں جس کی وجہ سے اس تذکرے کا یہ حصہ درجہ اول کی معلومات کا مل ہے۔

مؤلف نے اس کی تالیف کا آغاز ۱۰۳۹ھ / ۱۶۲۹ء میں کیا (حضرات القدس ۲/ ۱۵۸) اور پھر مختلف

مصرفیات کے بعد حدود ۱۰۵۸ھ / ۱۶۳۸ء تک اس پر کام کرتے رہے (ایضاً ۲/ ۲۹۹)

اس کی دوسری جلد کا فارسی متن مولانا محبوب الہی نے مرتب کیا جو لاہور سے ۱۹۷۱ء میں طبع ہوا، جلد اول کا متن ابھی تک شائع نہیں ہوا اس جلد کے نسخے بہت کمیاب ہیں، لاہور میوزیم لاہور میں اس جلد کا ایک خطی نسخہ محفوظ ہے۔ اس کی دونوں جلدوں کا اردو ترجمہ دفتر اول احمد حسین قادری نقشبندی امرہوی ۱۳۳۶ھ دفتر دوم عرفان احمد انصاری لاہور ۱۳۴۱ھ نے کیا جو لاہور سے۔۔۔۔۔ میں چھپا تھا حال ہی میں اس کی جلد اول کا اردو ترجمہ از محمد اشرف سیالکوٹ سے اور جلد دوم کا ترجمہ از غلام مصطفیٰ خان ۱۹۸۳ء میں اسلام آباد سے طبع ہوا۔

۱۲۔ معراج المؤمنین ابی اعلیٰ عینی

یہ خلاصہ کیدانی کی عربی زبان میں شرح ہے۔ حضرات القدس (تکمیل حدود ۱۰۵۸ھ) میں اس کی تالیف کا ذکر نہیں آیا اس لیے اسے ۱۰۵۸ھ / ۱۶۳۸ء کے بعد کی تالیف قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کے دو خطی نسخے آقای خلیل الرحمن داؤدی، لاہور کے کتب خانے میں ہیں۔

ماخذ

- ۱۔ بدر الدین سرہندی: سنوات الاتقیا خطی، ذخیرہ دہلی، کتب خانہ دیوان ہند، لندن
- ۲۔ ایضاً: مجمع الاولیاء، خطی نسخہ بخط مؤلف، کتب خانہ دیوان ہند، لندن نمبر ۴۶-۶۳۵ Ethe
- ۳۔ ایضاً: معراج المؤمنین، خطی مخزنہ کتابخانہ آقای خلیل الرحمن داؤدی، لاہور
- ۴۔ ایضاً: حضرات القدس جلد اول خطی کتابخانہ لاہور میوزیم، لاہور جلد دوم مرتبہ محبوب الہی لاہور، ۱۹۷۱ء
- ۵۔ ایضاً: وصال احمدی، فارسی مع اردو ترجمہ ۱۳۸۸ھ حیدر آباد سندھ
- ۶۔ محمد اعظم دیدہ مری: فیض مراد، خطی، ذخیرہ شیرالی کتب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور نمبر ۱۱۴۲

- ۷۔ مجدد الف ثانی احمد سرہندی شیخ مکتوبات مرتبہ نور احمد امرتسری، کراچی ۱۳۹۲ھ
- ۸۔ محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات، حیدر آباد، سندھ ۱۹۷۶ء
- ۹۔ ایضاً: حسنت الحرمین جامع خواجہ عبید اللہ مروج الشریعت تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، ڈیرہ اسماعیل

خان ۱۹۸۱

- ۱۰۔ وحدت، عبدالاحد سرہندی: لطائف المدینہ تحقیق و تعلیق، محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۰۴ء
- 11- Encyclopedia Iranica , New York (Ali Akbar Urdistani by Nizami, K.A)

دیگر مراجع

- ۱۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقات شاہ جہانی، خطی نسخہ دیوان ہند، لندن نمبر ۷۰۵، Ethe
- ۲۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، نوکسور، لکھنؤ ۱۳۰۷ھ
- ۳۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، اردو ترجمہ لاہور ۱۳۵۷ھ
- ۴۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، عربی، حیدر آباد دکن
- ۵۔ زید ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر دہلی ۱۳۹۲ھ
- ۶۔ صفراحمہ معصومی: مقامات معصومی، تحقیق و تعلیق، محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء

(جنوری ۱۹۹۱ء)

دانشنامہ جہان اسلام، تہران

شیخ محمد صدیق ہدایت کشمی بدخشی

شیخ محمد صدیق ہدایت کشمی گیارہویں صدی ہجری کے ایک عالم، شاعر اور صوفی تھے۔

شیخ محمد صدیق بن ظہیر الدین حسن کشمی بدخشی، بدخشان (افغانستان) کے معروف علاقہ کشم (Kisham) از کلفگان بہ سمت شرقی بہ مسافت ۱۱ کروہ..... (رہنمائی قطعہ بدخشان ص ۱۲۷ بہ بعد تاریخ بدخشان ص ۶، ۷۷ بہ بعد) کے باشندے تھے۔ اکبر بادشاہ (۹۶۳-۱۰۱۳ھ / ۱۵۵۶-۱۶۰۵ء) کے عہد میں ہندوستان آئے، چونکہ عالم اور شاعر تھے اس لیے طبعا اس عہد کے معروف علم پرور امیر عبدالرحیم خان خانان کی محبت اختیار کر کے اس سے متوسل ہو گئے۔ (حضرات القدس ۲ / ۳۲۷، زبدۃ المقامات ۳۷۲) لیکن تعجب ہے کہ مآثر جیسی جیسی ضخیم کتاب کے کسی طبقے میں بھی ان کا ذکر نہیں آیا۔

ہندوستان میں ہی کچھ عرصہ فوج میں ملازمت کی، مولانا محمد صدیق چونکہ شاعر تھے اور فن شاعری اور انشاء پرداز میں بلند مرتبہ رکھتے تھے ہدایت مخلص اختیار کیا تھا۔ خان خانان کے حوزہ شعر و ادب کے ارکان میں شامل ہو کر ملائیکبی اصفہانی اور ملا نظیری نیشاپوری کے حلقہ مجلس کے روح درواں بنے (طبقات شاہ جہانی ۳۰) اسی دوران ہدایت مشہور نقش بندی صوفی خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) سے بیعت ہو گئے، اور اس طریقہ کے اشغال کی بہت جلد مشق کر لی اور حضرت خواجہ کے مقرب خاص بن گئے۔ (حضرات القدس ۲ / ۳۲۹)۔

۱۰۱۰ھ / ۱۶۰۱ء کو سفر دکن (ہمراہ خان خانان) کی اجازت ملی اور ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء کو واپس دہلی حاضر ہوئے۔ (حیات باقیہ ۲۸، ۳۵ بہ بعد) اسی سال حضرت خواجہ نے مشیخت ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اپنے تمام مریدوں کو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء) سے منسلک ہونے کا حکم دیا۔

لیکن چند اصحاب اس سے مستثنیٰ رہے ان میں خواجہ محمد صدیق ہدایت بھی شامل ہیں۔ (حضرات القدس ۲ / ۳۲۹۔ ۳۳۰)

حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال (۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کے بعد خواجہ ہدایت حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سرہند حاضر ہوئے اور تکمیل سلوک کے بعد خلافت یاب ہو کر واپس دہلی آئے اور مریدوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے۔ (طبقات شاہ جہانی ۳۰) حضرت مجدد الف ثانی نے ولایت خاصہ کی خوشخبری دی (حضرات القدس ۲ / ۳۳۰)

مولانا ہدایت ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲ء کو حرمین الشریفین گئے واپس دہلی آ کر پھر تعلیم سلوک میں مصروف ہو گئے (زبدۃ المقامات ۳۷۳، حضرات القدس ۲ / ۳۳۳)

خواجہ ہدایت زبدۃ المقامات کی تالیف (۱۰۳۷-۱۰۴۰ھ حدود) کے دوران اپنے وطن بدخشاں اور ماوراء النہر کی سیر کے لیے گئے تھے (زبدۃ المقامات ۳۷۳)

خواجہ صدیق کو فارسی نظم و نثر دونوں پر کامل دستگاہ حاصل تھی۔ نقش بندی سلسلہ کے ہم عصر تذکرہ نویسوں نے ان کا فارسی کلام نقل کر کے تبصرہ بھی کیا ہے۔ انہیں فن شعر سے مکمل آشنائی تھی اور شعر خوب کہتے تھے (زبدۃ المقامات ۳۷۲-۳۷۳) اور بنیادی طور پر وہ ایک مثنوی گو شاعر تھے (ہمانجا ۳۷۳) ان کے اشعار دلفریب، طین عشق اور مایہ محبت سے لبریز تھے۔ ان کی غزلیں دل خراش اور گلوگیر ہوتی ہیں۔ (حضرات القدس ۲ / ۳۲۷)

حضرت مجدد الف ثانی کی صحبت اختیار کرنے کے بعد شعر و شاعری سے رغبت کم ہو گئی اور زیادہ وقت روحانی اشغال میں صرف کرنے لگے حتیٰ کہ آپ کے حکم پر شاعری ترک کر دی (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی ۱ / ۱۷۶، طبقات شاہ جہانی ۳۰)

مولانا ہدایت دکن کے علاوہ اکبر آباد (آگرہ) میں بھی مقیم رہے۔ (ہمانجا ۱۹۹)

مولانا ہدایت نے شوال ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۱ء کو انتقال کیا اور جوار مزار حضرت خواجہ باقی باللہ (دہلی) میں دفن کیے گئے (حضرات القدس ۲ / ۳۳۴) لیکن کمال اسماعیل سنہجلی نے سال وفات ۱۰۵۱ھ تحریر کیا ہے (اسرار یہ ۱۳۵) جو صاحب حضرات القدس کی عصری شہادت کے مقابلہ میں کم اہمیت رکھتا ہے۔

مولانا ہدایت نے دو فرزند خواجہ عطاء اللہ اور خواجہ محمد فاروق یادگار چھوڑے (اسرار یہ ۱۳۵، ۱۶۷) یہ دونوں صاحبزادے ادیب اور شاعر تھے اور خواجہ خرد بن خواجہ باقی باللہ سے اصلاح سخن لیتے تھے (ہمانجا) خواجہ محمد فاروق منصب دار اور عظیم فارسی شاعر تھے بقول علامی افضل خان پورے ہندوستان میں فہم و فراست اور مرتبہ شاعری میں ان کی مثل کوئی نہیں تھا (طبقات شاہ جہانی ۶۱)

مولانا ہدایت کی حسب ذیل تالیفات کا ہمیں علم ہے۔

۱۔ شعری سرمایہ

مولانا ہدایت کا کوئی دیوان مرتب صورت میں تاحال دریافت نہیں ہوا صوفیہ کے تذکروں میں جتنے اشعار نقل ہوئے ہیں وہ سب کے سب فارسی ہیں۔ (زبدۃ المقامات ۲۔ ۷۳، حضرات القدس ۲ / ۳۲۹۔ ۳۳۰، طبقات شاہ جہانی ۳۰) انہوں نے مثنوی مولانا روم کے وزن اور طرز میں حکایت شیشہ گرماچین نظم کی اور نظامی کی خسرو و شیرین کے وزن پر ایک مثنوی بھی یادگار چھوڑی ہے۔ (بعض اقتباسات مشمولہ زبدۃ المقامات ۳۷۳، حضرات القدس ۲ / ۳۳۰، تاریخ افغانستان ص ۳۲۰)

۲۔ مبداء و معاد

مولانا ہدایت نے اپنے مرشد مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی بیاض خاصہ میں سے آپ کے معارف کو کتابی صورت میں ۱۰۱۹ھ / ۱۶۱۰ء کو جمع کر کے مبداء و معاد نام رکھا کتاب کے خاتمہ میں مرتب نے اپنے پورا نام مع مذکورہ تاریخ درج کیا ہے۔ اور ترتیب کی تاریخ کے لیے ایک فارسی قطعہ بھی دیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں مولانا ہدایت نے فصیح و بلیغ فارسی میں ایک ابتدائیہ بھی لکھا ہے جس سے ان کی انشاء پرداز کی فن میں مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

رسالہ مبداء و معاد کا فارسی متن مولانا نور احمد امرتسری نے تحقیق و تعلیق اور اعراب کے ساتھ مرتب کر کے مطبع مجددی امرتسر سے ۱۳۳۰ھ کو شائع کیا تھا۔

۳۔ مکتوبات

خواجہ محمد ہاشم کشمی کے پاس مولانا ہدایت کے مکتوبات بھی تھے انہوں نے ان کا ایک عریضہ بنام خواجہ

محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی نقل کیا ہے (زبدۃ المقامات ۷۳-۳۷۵)

حضرت مجدد الف ثانی کے تقریباً پندرہ مکاتیب مولانا ہدایت کے نام ہیں (مکتوبات امام ربانی بامداد شاریہ) ان مکتوبات سے مولانا ہدایت کی عرفانی سرگرمیوں ان کے مختلف اسفار اور خان خانان سے وابستگی کی معلومات بھی ملتی ہیں۔

ماخذ

- ۱- احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی مرتبہ نور احمد امرتسری، چاپ عکسی استنبول، ۱۹۷۷ء
- ۲- باقی باللہ، محمد، خواجہ: کلیات باقی باللہ مرتبہ ابوالحسن زید فاروقی و برہان احمد فاروقی، لاہور، ۱۹۶۷ء
- ۳- رشدی، محمد اسماعیل: حیات باقیہ مع ملفوظات مرتبہ محمد رحیم بخش دہلوی، دہلی، ۱۳۳۲ھ
- ۴- بدخشی، محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، لکھنؤ، مطبع نوکسور، ۱۳۰۷ھ
- ۵- بدخشی، مرزا سنگ محمد: تاریخ بدخشاں مرتبہ منوچہر ستودہ، تہران، ۱۳۶۷ش
- ۶- بدر الدین سرہندی: حضرات القدس جلد ۲ مرتبہ محبوب الہی، لاہور، ۱۹۷۱ء و اردو ترجمہ از غلام مصطفیٰ خان، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء
- ۷- حبیبی، عبدالحی: تاریخ افغانستان در عصر گورکانی ہند، کابل، ۱۳۲۰ش
- ۸- سراج احمد خان: مکتوبات امام ربانی کی دینی اور معاشرتی اہمیت، کراچی، ۱۹۷۷ء
- ۹- عبدالباقی نہاوندی: مآثر حبیبی مرتبہ محمد ہدایت حسین، کلکتہ، ۱۹۳۱ء
- ۱۰- عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، جلد ۵، حیدر آباد، دکن، ۱۹۵۵ء
- ۱۱- کشمیری، محمد صادق ہمدانی: طبقات شاہ جہانی (طبقة عاشورہ) مرتبہ محمد اسلم خان، دہلی، ۱۹۹۰ء
- ۱۲- کمال محمد سنبلعلی: اسرار یہ، خطی نسخہ، مخزنہ کتابخانہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ
- ۱۳- محمد نادر خان: راہنما قلطن و بدخشاں مرتبہ منوچہر ستودہ، تہران، ۱۳۶۷ش

۱۳ / مارچ ۱۹۹۷ء

(برائے دانشنامہ شبہ قارہ، تہران)

حضرت شیخ آدم بنوڑی نقش بندی

حضرت شیخ آدم بنوڑی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے معروف ترین خلیفہ، متعدد دینی و عرفانی کتب کے مولف، طریقہ احسنیہ کے موسس اور لاکھوں طالبوں کے شیخ طریقت تھے۔

شیخ آدم بنوڑی حسینی سادات میں سے تھے امام موسیٰ کاظم تک اپنا شجرہ نسب یوں تحریر کیا ہے:

احقر انقر بندہ آل محمدی آدم بن سید اسماعیل بن بہوا (بضم الباء الموحدة و اختلاس الباء و معباد فتح الواو

الف بعدہا۔ حاشیہ بد خش بر خلاصۃ المعارف، برگ اول) بن حاجی یوسف بن یعقوب بن حسین بن دولت بن اقبیل بن سعدی بن قلندر کہ از فرزندان شیخ المشائخ سید محمد العلویست و اواز اولاد سید علی بن سید اسماعیل صاحب الاخبار است و او (ابن) سید ابراہیم کہ برادر خرد امام علی رضا است و ایشان ابن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (آدم بنوڑی: خلاصۃ المعارف خطی برگ اول و نکات الاسرار، خطی، برگ ۲)

شیخ آدم کے اجداد کا تعلق علاقہ رۓ (از ہرات تا حسن ابدال) سے تھا (حضرات القدس ۲ / ۳۸۳) لیکن شیخ آدم مضافات سرہند کے ایک قصبہ بنوڑ آئے اور وہیں مقیم ہو گئے، ان کے والد سید اسماعیل اکبر آباد (آگرہ) میں رہتے تھے (نتائج الحرمین ۵۳ الف، ۱۴۱، الف)

حضرت شیخ آدم بنوڑی نے ابتداء میں بحیثیت خوش نویس ملازمت کی (ایضاً ۱۷۹) جلد ہی ملازمت ترک کر کے راہ فقر اختیار کر لی، سب سے پہلے سلسلہ شطاریہ کے شیخ شاہ محمد غوث گوالیاری (ت ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء) سے نسبت حاصل کی، پھر پیر بہلای کی روح سے جو ساڈھورہ میں مدفون اور سلسلہ سہروردیہ کے شیخ تھے فیض پایا، اسی طرح طریقہ نقشبندیہ میں قیام ملتان کے دوران حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ حاجی خضر افغان بہلول پوری سے استفادہ کیا انہی کے کہنے پر حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے (نتائج الحرمین ۱۱۹ اب)، طریقہ قادریہ میں حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ شیخ محمد طاہر

لاہوری (ف ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰ء) سے خوب استفادہ باطنی کیا (خلاصۃ المعارف ۲ / ۲۵۹، نتائج الحرمین ۱۱۹ ب، ۱۸۵ الف)

شیخ آدم بنوڑی کو دو مرتبہ حج کی سعادت نصیب ہوئی اول ۱۰۳۵ھ / ۱۶۲۴ء (خلاصۃ المعارف ۱ / ۲ الف) دوسری مرتبہ شاہ جہان بادشاہ ہندوستان نے جب آپ کے مریدین کی کثیر تعداد سے خوفزدہ ہو کر انہیں حج پر جانے کا حکم دیا تو آپ ۱۰۵۱ھ / ۱۶۴۱ء کو پاپیادہ ہی روانہ ہو گئے ۹ ذی الحج کو عرفات پہنچے، رجب میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور ۳ شوال بروز جمعہ ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۴ء کو مدینہ طیبہ میں وصال ہو گیا، وہیں جنت البقیع میں روضہ حضرت عثمانؓ کے جوار میں دفن کیے گئے (نتائج الحرمین ۲۱۶ ب تا ۲۱۸) جہاں شیخ آدم کا مزار اب تک مرجع خلائق ہے۔

شیخ آدم بنوڑی کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں بیٹوں میں شیخ غلام محمد (ف ۱۰۶۵ھ / ۱۶۵۵ء)، سید محمد اولیاء (۱۰۸۰ھ / ۱۶۷۰ء)، شیخ محمد عیسیٰ اور شیخ محمد محسن نے مشائخ کی حیثیت سے مدتوں عرفانی خدمات انجام دیں (نتائج ۳۵-۳۸ ب)۔

حضرت مجدد الف ثانی کے خلفاء میں سے شیخ آدم بنوڑی کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی شیخ آدم نے خود بیان فرمایا تھا کہ مجھ سے ”دو صد ہزار طالب متوسل ہوئے“ (نتائج ۳۳ ب ح) نیز روایت ہے کہ چار لاکھ طالب ان سے فیض یاب ہوئے تھے اور اس روایت کے بعد بھی آپ پندرہ سال حیات رہ کر مصروف ارشاد رہے (ایضاً نیز حضرات القدس ۲ / ۳۸۴) شیخ آدم کے خلیفہ و سوانح نویس شیخ محمد امین بدخشی (رک باں) نے شیخ آدم بنوڑی کے خلفاء کی ایک طویل فہرست دی ہے اور ان میں سے بعض کے مفصل حالات بھی بیان کیے ہیں (نتائج الحرمین ۴۹ الف تا ۱۱۵ ب ح)

شیخ کی اولاد اور خلفاء کا سلسلہ اب تک پاکستان، ہندوستان اور عربستان میں جاری ہے، شیخ آدم بنوڑی کئی اہم کتابوں کے مؤلف تھے جن میں سے صرف حسب ذیل کتب کا علم ہو سکا ہے:

۱۔ نظم الزکات

یہ دراصل ایک عرفانی مثنوی ہے، عالم رویا میں موکف کو حضرت فاطمہ الزہراءؑ نے بطور ”تربیت تلقینی“ تعلیم دی جسے موکف نے افادہ عام غرض سے نظم کر دیا۔ (نکات الاسرار ۱۸۵)

جسے شیخ نے اپنی تالیف خلاصۃ المعارف میں من و عن نقل کر دیا ہے (۲/ ۱۹۲ ب ۱۹۵۳)

خلاصۃ المعارف ۱۰۳۷ھ میں مکمل ہوئی اس لیے یہ رسالہ اس سے پہلے کی تالیف ہے، نیز اس رسالے کا متن شیخ نے نکات الاسرار میں بھی محفوظ کر دیا ہے (۱۸۶-۱۹۱)

۲۔ خلاصۃ المعارف

تصوف اسلامی کا بہترین خلاصہ اور موکف کے اپنے مشاہدات پر مشتمل یہ ایسی عرفانی کتاب ہے کہ عالم اسلام میں عرصہ تک مروج رہی، اسکے بہت سے نسخے دنیا کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں، اس کا آغاز موکف نے عزم سفر حج کے دوران ۱۰۳۵ھ میں کیا اور ۱۰۳۷ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچایا، یہ دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

(رک فہرست مشترک پاکستان ۳/ ۱۳۳۵-۱۳۳۶)

۳۔ نکات الاسرار

موکف نے برای حصول حقیقت ”بعضی مسائل اجمالیہ عقائد اسلامیہ متفق علیہ بر رفع خدشات متفرقات مختلفہ خلافیہ و اختلافیہ فقہاء کرام و عرفاء عظام بہ تحقیق حقیق متحقق باشند (نکات الاسرار برگ ۳) یہ کتاب مرتب کی۔

شیخ نے اپنے آخری سفر حج ۱۰۵۱ھ، ۱۰۵۳ھ کے دوران اسے مکمل کیا (نکات ۲۶۸)

اس کے پاکستان میں موجود مختلف خطی نسخوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے فہرست مشترک ۳/ ۲۰۷۸)

۴۔ تفسیر سورہ فاتحہ مرتبہ محمد امین بدخشی، شامل جلد اول نتائج الحرمین، خطی نسخہ مخزونہ دانش کدہ اسلامیہ،

پشاور نمبر ۹۹۰ ب

۵۔ مکتوبات جامع محمد امین بدخشی، مشمولہ نتائج الحرمین جلد اول

۶۔ درود الہامیہ

شرح الصلوٰۃ الملبمۃ کے نام سے عبد الاحد بن بایزید نے اس کی شرح لکھی، یہ صلوٰۃ الملبمۃ نقش بندی سلسلے کے معروف شیخ حضرت یحییٰ انکی جو سلسلہ آدمیہ احسنیہ کے اہم فرد تھے سے سن کر شیخ محمد عمر چمکنی پشاور نے قلم بند کی اور شارح مولانا عبد الاحد بن بایزید کے پیش نظر یہی نسخہ بخط شیخ چمکنی تھا (شرح صلوٰۃ الملبمۃ، خطی، حاتمہ برگ ۳۰ الف)

درود الہامیہ کا متن لاہور سے پیر عبد الغفار نے شائع کیا تھا۔

۷۔ وضوح المذہب

شیخ آدم بنوری کے سوانح نگاروں خصوصاً شیخ محمد امین بدخشی نے اس کا ذکر نہیں کیا اب تک اس کے صرف دو خطی نسخے ہماری نظر سے گزرے ہیں اول کتابخانہ مرکزی دانشگاہ پنجاب لاہور نمبر ۵۷۵۷ دوسرا نسخہ کتابخانہ سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد، سندھ میں دونوں کے پہلے زائد اوراق پر کاتب یا کسی قاری نے اسے شیخ آدم سے منسوب کر دیا ہے لیکن متن کے ابتدائی حصے میں حسب روایت تالیف موکلف نے اپنا نام نہیں لکھا۔

ماخذ

۱۔ آدم بنوری، شیخ: خلاصۃ المعارف، خطی نسخہ ذخیرہ شیرانی، مخزنہ کتابخانہ مرکزی دانش گاہ پنجاب، لاہور، نمبر ۶۹۷۶

۲۔ ایضاً: نکات الاسرار، خطی مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، نمبر ۸۸۱۳

۳۔ عبد الاحد بن بایزید: شرح الصلوٰۃ الملبمۃ، خطی مخزنہ دانش کدہ اسلامیہ پشاور، نمبر ۱۰۳۸

۴۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس، جلد دوم، لاہور، ۱۹۷۱ء

۵۔ محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین (احوال و آثار و مقامات شیخ آدم بنوری) خطی نسخہ جلد اول کتابخانہ دانش

کدہ اسلامیہ، پشاور، نمبر ۹۹۰ ب جلد سوم کتابخانہ دیوان ہند، لندن، نمبر ۶۵۲ Ethe

ذخیرہ شیرانی نسخہ ناقص الطرفین

۶۔ احمد منزوی: فہرست مشترک نسخہ ہائی خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد

مراجع دیگر:

۱۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، طبع نو لکھنور، ۱۳۰۰ھ

۲۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، اردو ترجمہ، لاہور، ۱۳۵۵ھ

۳۔ محمد معصوم سرہندی، خواجہ: حسنت الحرمین طبع محمد اقبال مجددی، ڈیرہ اسماعیل خان ۱۹۸۱ء

۴۔ محمد عمر چمکنی پشاور: ظواہر، خطی نسخہ ذخیرہ شیرانی، کتابخانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور، نمبر ۳۸۸

۵۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، طبع ثمر ہند، لکھنؤ، ۱۸۷۳ء

۶۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر جلد ۶ حیدر آباد، دکن۔

۷۔ عارف نوشاہی: فہرست نسخہ ہائی خطی فارسی موزہ ملی کراچی، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء

۱۹۸۹ء

دانشنامہ جہان اسلام، تہران

دانشنامہ شبہ قارہ، تہران

حضرت حاجی عبد اللہ بہادر کوہاٹی

حاجی عبد اللہ بہادر کوہاٹی (ف ۱۰۹۰ھ / ۱۶۷۹ء) نقش بندی مجددی سلسلہ کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ موصوف شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء) کے نامور خلیفہ شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء) سے وابستہ تھے کئی بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے تھے، برصغیر پاکستان و ہند اور عرب میں ان کے متعدد خلفاء دعوت و ارشاد میں مصروف رہتے تھے، ان کی روحانی استعداد کی وجہ سے انہیں اپنے شیخ اور عالم کشف میں حضرت نبی کریم ﷺ سے ”بہادر“ کا لقب ملا تھا (محمد درویش لاہوری: تحفۃ السالکین، خطی ۱۵۵۔ الف)

حاجی بہادر حسینی سید تھے۔ ۱۰۵۵ھ / ۱۶۴۵ء کو پہلی بار حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر دوسری مرتبہ ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء کو حرمین الشریفین میں حاضری ہوئی اس موقع پر بہت سے حجاج نے آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر روحانی ترقی کی مکہ مکرمہ میں علماء کے آپ کے ساتھ مناظرے ہوئے، آپ کا روحانی کشف تھا کہ حقیقت محمدی کعبہ سے افضل ہے، اسی قسم کی رائے آپ کے شیخ آدم بنوڑی کی بھی تھی جس پر اس وقت حرمین الشریفین میں علماء اور نقش بندی مشائخ کے مابین خوب بحثیں رہیں۔ شیخ محمد امین بدخشی نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ”الفاضلہ بین الانسان والکعبہ“ کے نام سے تالیف کیا۔ (نتائج الحرمین، خطی، برگ ۶۲ الف، ب)

حاجی بہادر کے بے شمار مریدین تھے، جن میں سے بہت سے اصحاب مرتبہ تکمیل کو پہنچ کر مختلف علاقوں میں رشد و ہدایت میں مصروف رہے، حاجی دنیا میں ظاہری آنکھوں سے رویت خداوندی کے قائل تھے، حسن ابدال جاتے ہوئے جب اورنگزیب عالمگیر (حک ۱۰۶۸-۱۱۱۸ھ / ۱۶۵۸-۱۷۰۷ء) کو موصوف کے اس دعویٰ کا علم ہوا تو اس نے آپ کو طلب کیا جس پر دربار سے وابستہ علماء کا حاجی بہادر سے اس مسئلہ پر سخت مناظرہ ہوا، ان علماء میں مولانا نور محمد مدق لاہوری بھی شامل تھے، علماء نے ان کی روحانی قوت اور استدلال سے متاثر ہو کر شکست تسلیم

کر لی۔ مولانا مدقق نے آپ کے مکاشفات کے اثبات میں ایک کتاب کشف الاسرار تالیف کی (تحفۃ السالکین برگ ۱۶۶-الف-۱۶۸-الف) اس کے علاوہ بھی آپ کے معتقدین نے آپ کے احوال پر فارسی نثر میں کتابیں لکھی تھیں جو اب نہیں ملتیں صرف ایک کتاب تحفۃ السالکین آپ کے مرید خاص محمد درویش لاہوری نے لکھی تھی جو لاہور اور کوہاٹ سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب ۱۰۷۲ھ / ۱۶۶۱ء کو تالیف ہوئی۔

حاجی بہادر کی کئی تالیفات ہیں جن میں سے صرف مندرجہ ذیل کا علم ہو سکا ہے:

۱۔ مفتاح الدقائق

اصل کتاب بزبان افغانی (پشتو) اخوند کریم داد (ف ۱۰۷۲ھ / ۱۶۶۱ء) بن اخوند درویشہ (۱۰۳۸ھ / ۱۶۳۸ء) نے مسائل عرفانی و عقائد اسلامی کے موضوع پر تالیف کی تھی حاجی بہادر نے اس کی شرح مع متن فارسی نثر میں عوام کے فائدہ کے لیے مفتاح الدقائق کے نام سے لکھی جس کے دو خطی نسخے آقای خلیل الرحمن داؤدی مرحوم لاہور کے پاس دیکھے تھے۔ ایک نسخہ چورہ شریف کی خانقاہ نقشبندیہ کے کتب خانے میں ہے (فہرست مشترک ۱۹۶۲/۳)

۲۔ تبیان الحقائق

یہ اخوند درویشہ اور اخوند کریم داد کی پشتو تصنیف مخزن الاسلام کی شرح ہے، جسے ولی اللہ بن محمد گل ازبائے حاجی بہادر نے عام فہم طریقہ سے عربی زبان میں منتقل کیا، یہ شرح مخزن ہنوز شائع نہیں ہوئی اس کا ایک خطی نسخہ قاری احسان اللہ صاحب کے پاس کوسید میں ہے۔

حاجی بہادر کے اخلاف بھی کئی کتابوں کے مولف تھے ان میں سے محمد گل بن محمد نور بن محمد قاسم بن حاجی بہادر نے یوسف زلیخا جامی کی فارسی میں شرح لکھی تھی جس کے پاکستان میں متعدد خطی نسخے پائے جاتے ہیں (فہرست مشترک ۵۸۱-۵۸۲)

محمد نور بن محمد قاسم بن حاجی بہادر نے تحقیق الحقائق کے نام سے تصوف کی ایک کتاب تالیف کی تھی۔ (فہرست مشترک ۳۰۲/۱۰)

خواجہ غلام علی شاہ از اولاد حاجی بہادر نے فارسی زبان اور اس کے قواعد پر ایک کتاب تعلیم نامہ کے نام سے تالیف کی تھی جس کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ رنج بخش، اسلام آباد میں محفوظ ہے (ایضاً ۲/۲۵)

حاجی بہادر کوہاٹی اور ان کے خلفاء و اخلاف نے پاکستان کے سرحدی علاقوں کے افغانوں کو اسلامی شریعت کا صحیح روح سے روشناس کروانے کے لیے تبلیغ کے علاوہ تصنیف و تالیف سے بھی کام لیا جس کے باعث آج ان مقامات پر اسلام کی تعلیمات کے گہرے اثرات موجود ہیں۔

ماخذ

- ۱۔ اثر، عبدالحلیم افغانی: روحانی تڑون اور روحانی رابطہ (پشتو)، پشاور
- ۲۔ احمد منزوی: فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد
- ۳۔ قدوسی، اعجاز الحق، تذکرہ صوفیای سرحد، لاہور، ۱۹۶۶ء
- ۴۔ محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین، خطی کتابخانہ انڈیا آفس، لندن، شمارہ ۶۵۲ Ethel و اردو ترجمہ بنام مناقب الحضرات از معین نظامی، آزاد کشمیر، ۲۰۰۲ء
- ۵۔ محمد امیر شاہ قادری: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، پشاور، ۱۹۶۳ء، ۱۹۷۲ء
- ۶۔ محمد درویش لاہوری: تحفۃ السالکین، کوہاٹ ۱۳۳۲ھ

۲۲ مارچ، ۲۰۱۱ء

برائے دانشنامہ شبہ قارہ۔ تہران

حضرت سید علم اللہ حسنی رائے بریلوی

سید شاہ علم اللہ حسنی حسینی قطبی بن سید محمد فضیل کانسب امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملا ہے۔^۱ یہ ایک بلند پایہ صوفی، نہایت درجہ پابندِ شرع اور شیخ آدم بنوری کے نامور خلیفہ تھے۔

سید شاہ علم اللہ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء کو ہوئی۔^۲ خانوادے کے تمام اصحاب صاحب علم تھے اس لیے ان کی تعلیم و تربیت قیمی کے باوجود بطریق احسن ہوئی۔^۳ کچھ عرصہ لشکر شاہی میں ملازمت کی۔ لیکن جلد ہی اسے چھوڑ کر ترک و تجرید کی زندگی اختیار کر لی۔ حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ / ۱۶۲۳ء) کے ساتھ آغازِ شباب سے ہی غائبانہ طور پر عقیدت تھی۔ آخر حدود ۱۰۴۹ھ / ۱۶۴۰ء کو شیخ آدم بنوری دہلی تشریف لائے اس وقت شاہ علم اللہ کی عمر ۱۶ سال کی تھی حاضر خدمت ہو کر کسبِ سلوک کے لیے استدعا کی۔ جو قبول ہوئی اور بہت جلد مراتبِ سلوک طے کر کے منزلِ مقصود تک پہنچے۔^۴ حضرت شیخ آدم بنوری کے گوالیار کے قیام کے دوران بھی شاہ علم اللہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے تھے۔^۵ اور بہت جلد مراتبِ سلوک طے کیے، حضرت شیخ آدم بنوری سے خلافت یاب ہو کر نصیر آباد کے مقام پر

۱ محمد حسنی: تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ ۲۲

۲ ایضاً ۳۶

۳ ایضاً

۴ ایضاً ۵۳

۵ محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین، برگ ۶۹۔ الف

دائرہ کی بنیاد رکھی اور طالبانِ حق کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے ۱۰۷۵ھ / ۱۶۶۳ء کوچ کے لیے گئے^۱۔ پھر دوسری مرتبہ حدود ۱۰۸۲ھ / ۱۶۷۱ء میں فریضہ حج ادا کیا^۲۔

شاہ علم اللہ کا ۶۳ برس کی عمر میں ۹ ذی الحج ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء کو انتقال ہوا^۳۔

شاہ علم اللہ رائے بریلوی کے ملفوظات کا ایک مجموعہ ان کے ایک مرید مخلص شیخ عبدالحکیم نے حرمین الشریفین میں مرتب کیا تھا۔ شیخ آدم بنوری کے معروف سوانح نویس شیخ محمد امین بدخشی (رک بان) کی استدعا پر یہ ملفوظات مرتب ہوئے تھے۔ جسے انہوں نے نتائج الحرمین میں من و عن نقل کر دیا ہے ملفوظات کا ایک خطی نسخہ اس وقت کتابخانہ ممدۃ العلماء لکھنؤ میں محفوظ ہے۔

سید شاہ علم اللہ کے چار فرزند تھے شاہ آیت اللہ (ف ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۴ء) شاہ محمد ہدیٰ، (ف ۱۱۱۹ھ / ۱۷۰۷ء) سید ابو حنیفہ (ف ۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۷ء) اور سید محمد جی مولف شرح کلمات نقشبندیہ^۴۔

شاہ علم اللہ کے بہت سے خلفا تھے لیکن صرف مندرجہ ذیل اصحاب کے احوال و کمالات تذکروں میں ملتے ہیں، فتح محمد انبالوی، عبد الاحد نبیرہ شیخ آدم بنوری، سید عبد اللہ محدث اکبر آبادی، محمود رسن تاب خورجوی، محمود ولی کا کوروی اور محمود خان افغان^۵۔

ایضاً

تذکرہ شاہ علم اللہ ۶۷

ایضاً ۱۰۷-۱۰۸

تذکرہ شاہ علم اللہ ۱۳۰-۱۸۳

ایضاً ۱۳۱-۱۳۹

مآخذ

- ۱۔ عبد الحکیم: ملفوظات شاہ علم^۱ اللہ رائے بریلوی، خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ
- ۲۔ محمد امین چشتی: نتائج الحرمین، خطی نسخہ دیوان ہند، لندن
- ۳۔ وجہ الدین اشرف: بحر زخار، خطی نسخہ کتابخانہ موزہ بریطانیہ، لندن نمبر ۱۸۹۳
- ۴۔ عبد الحمی حسنی: نزہۃ الخواطر، حیدر آباد، دکن
- ۵۔ ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید، لاہور (سن)
- ۶۔ محمد حسنی: تذکرہ حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی، لکھنؤ ۱۹۷۰ء

۲۵ جون ۱۹۹۲ء

برائے دانشنامہ جہان اسلام، تہران

^۱ شاہ علم اللہ کے خاندان کے ایک فرد سید احمد بریلوی نے ۱۸۳۱ء میں سکھوں کے خلاف زبردست جہاد کیا اور اس میں شہید ہوئے تھے۔ (ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید)

شیخ محمد امین بد خشی

شیخ محمد امین بد خشی ثم کلی خواجہ محمد معصوم سرہندی (ت ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۹ء) اور شیخ آدم بنوری (ت ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۴ء) کے خلیفہ، متعدد دینی و عرفانی کتابوں کے مولف اور شیخ آدم بنوری کے سوانح نویس تھے۔

شیخ محمد امین بد خشی بن شیخ علی الدین جہانگیر کی ولادت ۱۰۲۰ھ / ۱۶۱۱ء میں ہوئی، انہیں حضرت خواجہ باقی باللہ اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہما کے تقریباً چالیس خلفاء کی صحبت میسر آئی (نتائج الحرمین، خطی ورق ۱۰۹ الف) ابتداء میں اپنے والد کے کہنے پر شیخ سلطان محمد فرخاری سے بیعت ہوئے، والدین کی وفات اور شاہان ہند و ازبکوں کے ہاتھوں ان کے آبائی مسکن بلخ و بدخشاں کی خرابی کے بعد وطن سے بہ نیت حج نکلے، لاہور میں ایک ماہ کے قیام کے دوران حضرات خانوادہ مجددیہ سرہند اور شیخ آدم بنوری کی بزرگی کا شہرہ سن کر ان حضرات سے منسلک ہو گئے۔ (ایضاً ۱۰۹ الف)۔

شیخ بد خشی ۱۰۵۱ھ / ۱۶۴۲ء کے اواخر میں شیخ آدم بنوری کے ہمراہ حج کے لیے روانہ ہوئے اور شیخ کے وصال ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۴ء کے بعد حرمین الشریفین میں ہی مقیم ہو گئے (ایضاً ۱۱۵ الف) شیخ بد خشی نے حصول علم اور تکمیل سلوک کے لیے بہت طویل سفر کیے، انہوں نے اپنے مندرجہ ذیل اساتذہ کا تذکرہ کیا ہے:

ملا عیسیٰ، ملا یوسف پشادری، ملا مختار، ملا چالاک پشادری، ملا عبد الحکیم، ملا عبد السلام، ملا سعید خان، ملا سعد اللہ خان لاہوری، شیخ محمد بابلی، ملا محمد مصری، شیخ عیسیٰ مغربی، امام علی، امام زین العابدین طبری، شیخ تاج الدین مالکی، شیخ الاسلام محمد کلی، شیخ عبد الرحمن خیاری اور ملا نافع مدنی وغیرہ۔ (ایضاً ۱۱۵ ب)

انہوں نے خود وضاحت کی ہے کہ وہ پچاس سال سے حرمین الشریفین میں مقیم ہیں (ایضاً ۱۱۵ الف)

مولانا بد خشی شیخ آدم بنوری کے ہمراہ ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۳ء کے اواخر میں حرمین پہنچے اور حرمین میں بیس ماہ ایک روز صحبت رہی اور اس سے قبل تین سال تک سفر و حضر میں ہمراہ رہے (ایضاً ۳۹ ب)، اس طرح

۱۱۰۲/۱۶۹۰ء (۱۰۵۲+۵۰=۱۱۰۲ھ) تک ان کا قیام وہاں رہا۔ مکہ مکرمہ میں مولانا بد خشی اور ان کی اولاد کا مسکن ”شیبکہ فی حوش امام طبری“ میں تھا (خلاصۃ المعارف، خطی برگ اولین)۔

مولانا بد خشی کا سال وفات تو معلوم نہیں ہے البتہ اس قدر واضح ہے کہ وہ مکہ مکرمہ سے مصر گئے اور وہیں انتقال ہو گیا و فن بھی مصر میں ہی ہیں (ظواہر، خطی برگ ۱۰۳ الف)

مولانا بد خشی کثیر التصانیف عالم تھے، اب تک ان کی حسب ذیل کتابوں کا علم ہو سکا ہے:

۱۔ المفاضلہ بین الانسان والکعبہ (فارسی منثور) روداد مباحثہ مابین شیخ احمد قشاشی و شیخ آدم بنوری در افضلیت حقیقت کعبہ۔ خطی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور نمبر ۹۹۰ ب انہوں نے نتائج الحرمین میں اس کے بکثرت اقتباسات دیئے ہیں برگ ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۱۱۲، ۱۸۲، ۲۱۷

۲۔ رسالہ در مسائل جمعہ و چہارگانہ احتیاطی

اس کے کسی نسخے کا علم نہیں ہے۔ نتائج الحرمین میں لکھا ہے کہ اس رسالے کے ۲۳ ورق ہیں (۱۵۲ ب)

۳۔ رسالہ در اثبات ذکر (نتائج الحرمین برگ ۲۵۵-۲۵۷ ملخص متن)

۴۔ رسالہ فقہ ضروریہ در مذاہب اربعہ (ایضاً ۱۶ الف)

۵۔ مناسک الحج والعمرة ورد الحاسیہ وجواب الکشافیہ (ایضاً)

۶۔ فضایلہا (آداب الزیارات) ایضاً ۱۶-۱

۷۔ منتخب احادیث الجوامع والسنن حضرت (ایضاً)

۸۔ رسائل امینیہ۔ مولف نے اپنے رسائل غالباً در موضوع کلامیہ کو ایک مجموعے کی شکل دی

(ایضاً ۱۵۸)

۹۔ مقامات احمدیہ و مناقب حضرات المعصومیہ (فارسی نثر)

یہ کتاب مشائخ نقشبندیہ خصوصاً حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے احوال و مقامات پر مشتمل ہے،

اس کا اردو ترجمہ لاہور سے طبع ہوا تھا۔ نیز رکبہ نتائج الحرمین ۱۶، ۶۹، ۱۱۲، ۱۸۵

۱۰۔ رسالہ فی احوال شیخ محمد جمال پشوری (ت ۱۰۷۰ھ / ۱۶۶۰ء) (بحوالہ نتائج الحرمین ۹۸ ب)

- ۱۱۔ رسالہ عرفانیہ (نتائج الحرمین ۲۵۷ ب)
- ۱۲۔ رسالہ شجرہ و دوائر طریقہ (ایضاً)
- ۱۳۔ اختصار التاریخ فی فضائل الحرمین الشریفین (نتائج ۱۶ الف)
- ۱۴۔ مکتوبات بدخشی در موعظت و نصیحت و فضائل طریقت (ایضاً)
- ۱۵۔ رسالہ کرامات آدمیہ (خوارق شیخ آدم بنوری) (نتائج ۱۵۲-۱۵۳ ب)
- ۱۶۔ رسالہ بری و بحری (در بشارات) (ایضاً ۲۲ ب)
- ۱۷۔ رسالہ فی الترجمة الشیخ آدم بنوری (عربی نثر) خطی نسخہ مخزونہ دانش کدہ اسلامیہ پشاور نمبر ۹۹۰ ب
- ۱۸۔ رسالہ واقعات و فیات شیخ آدم بنوری (نتائج ۲۵۹- الف)
- ۱۹۔ اقوال شیخ آدم بنوری۔ خطی نسخہ مخزونہ دانش کدہ اسلامیہ، پشاور نمبر ۹۹۰ ب
- ۲۰۔ نتائج الحرمین (احوال، افکار و مناقب شیخ آدم بنوری و خلفا و معاصرین)
- مشمول بر سہ جلدیں اول در تفسیر سورہ فاتحہ از شیخ آدم بنوری و مکتوبات بنوری جلد دوم در وقائع وصال شیخ آدم بنوری۔ جلد سوم شامل احوال و مناقب شیخ آدم بنوری و خلفا و مریدین
- نسخ خطی اس کتاب در دانش کدہ ۰ اسلامیہ پشاور نمبر ۹۹۰ ب دیوان ہند لندن نمبر ۶۵۲ I.O.Ethe اس کا اردو ترجمہ از معین نظامی، مناقب الحضرات کے نام سے آزاد کشمیر پاکستان سے شائع ہو چکا ہے۔
- ۲۱۔ رسالہ وحدت الوجود (نتائج ۱۰۶ ب)
- ۲۲۔ عربی ترجمہ رسائل شیخ آدم بنوری (بحوالہ المفاضلہ بین الانسان والکعبہ خطی نسخہ دانش کدہ اسلامیہ، پشاور)
- ۲۳۔ ترتیب خلاصۃ المعارف تالیف شیخ آدم بنوری۔ خطی نسخہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد نمبر ۶۹۷۶
- ۲۴۔ ترتیب نکات الاسرار تالیف شیخ آدم بنوری، خطی نسخہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد نمبر ۸۸۱۳

مآخذ

- ۱۔ آدم بنوری شیخ: خلاصۃ المعارف، خطی مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد نمبر ۶۹۷۶
- ۲۔ ایضاً: نکات الاسرار مرتبہ محمد امین بدخشی، خطی نسخہ، کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد، نمبر ۸۸۱۳
- ۳۔ بدخشی، محمد امین: نتائج الحرمین، خطی نسخہ دیوان ہند، لندن نمبر I.O.Eth ۶۵۲
- ۴۔ ایضاً: المفاضلہ بین الانسان والکعبہ، خطی، مخزنہ کتابخانہ دانش کدہ اسلامیہ، پشاور نمبر ۹۹۰ ب
- ۵۔ ایضاً: مناقب احمدیہ و مقامات معصومیہ، اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور (سن)
- ۶۔ محمد عمر چمکنی پشوری: ظواہر، خطی نسخہ ذخیرہ شیرانی، دانش گاہ پنجاب، لاہور۔ نمبر ۳۸۸
- ۷۔ محمد حسنی: تذکرہ سید شاہ علم اللہ (خلیفہ شیخ آدم بنوری) مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۷۰ء
- ۸۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور ۱۳۵۷ھ

برائے دانشنامہ جہاں اسلام، تہران

و برائے دانشنامہ شبہ قارہ

شیخ باقر بن شرف الدین عباسی لاہوری

شیخ محمد باقر لاہوری بارہویں صدی ہجری کے معروف عالم، صوفی اور مولف تھے۔

مفتی محمد باقر لاہوری عباسی حسینی سادات میں سے تھے (کنز الہدایات ص ۲، تحفۃ الفقراء ۷۳) ان کا خاندان کہاں سے وارد ہندوستان ہوا اور پھر اس خاندان نے لاہور کی سکونت کب سے اختیار کی اس کا ہمیں علم نہیں ہے صرف اتنا معلوم ہے کہ ان کے والد شیخ شرف الدین عباسی لاہور کے مفتی تھے (فرحۃ الناظرین ۲۰۵) اور نگزیب عالمگیر کی خواہش پر خواجہ محمد معصوم سرہندی (ف ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء) کے حلقہ مریدین میں شامل ہوئے جو بہت بڑے عالم تھے (مکتوبات سیفیہ ۱۴۲/۱۶۹، ۱۲۳/۱۵۲)

مفتی محمد باقر لاہوری کی تعلیم و تربیت ان کے والد گرامی کے علاوہ یقیناً اس عہد کے اکابر علماء کی نگرانی میں ہوئی ہوگی۔ ہمیں اس کی تفصیلات معلوم نہیں ہیں۔

مفتی محمد باقر اپنے عہد کے مشہور نقش بندی شیخ طریقت خواجہ محمد معصوم بن مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سے وابستہ ہو کر روحانی تربیت حاصل کرنے لگے حضرت خواجہ نے انہیں اپنے فرزند خواجہ سیف الدین (ف ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء) کے سپرد کر دیا تھا۔ (تحفۃ الفقراء ۷۳) بہت جلد روحانی مراتب طے کرنے کے بعد خلافت یاب ہوئے، خواجہ محمد معصوم سرہندی نے انہیں اور نگ زیب عالمگیر کی باطنی تربیت کے لیے مقرر کیا اور مفتی محمد باقر اور نگ زیب کے دربار میں رہنے لگے۔ جہاں انہوں نے اسے ترویج شریعت کے لیے تجاویز بھی پیش کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ (مقامات معصومی ۳/۳۵۲ و تعلیقات منصل ۳/۳۳۵-۳۳۹)

اور جگہ۔ نہیب نے شیخ محمد باقر کو لاہور کا مفتی مقرر کیا (مقامات معصومی ۳/۳۵۲، دام حق، برگ ۱-۲ فرحۃ الناظرین ۲۰۵) اور نگزیب نے شیخ محمد باقر کو یقیناً ان کے والد شیخ شرف الدین عباسی کی بجائے یا ان کے

وصال کے بعد لاہور کا مفتی مقرر کیا ہو گا۔ اور شیخ محمد باقر لاہوری اپنے حدود وصال ۱۱۰۹ھ / ۱۶۹۴ء تک لاہور کے مفتی رہے۔ (مقامات معصومی ۳/۳۵۴، تعلیقات ۴/۳۴۵)

مفتی محمد باقر کے سال وفات میں اختلاف ہے۔ شیخ محمد مراد کشمیری نے حدود سنہ ہزار و یک صد و چند (تحفہ الفقراء ۷۴)، اسماعیل پاشا بغدادی نے ۱۰۸۰ھ (ہدیۃ العارفین ۲/۲۹۲)، عمر رضا کمالہ نے ۱۰۷۹ھ (بنعم المولفین ۹/۹۰)

میر صفراحمدرومی معصومی نے جو مفتی محمد باقر لاہوری سے کئی بار ملے بھی تھے سال وفات حدود ۱۱۰۹ھ درج کیا ہے (مقامات معصومی ۳/۴۵۵) وصال کے بعد مفتی محمد باقر لاہور شہر میں اپنے دیوان خانہ میں دفن کیے گئے (ہما نجا ۳۰/۴۵۵)

مقامی روایت کے مطابق لاہور کے اندرون شہر میں چوہنہ مفتی باقر کے نام سے جو محلہ ہے وہ انہی مفتی محمد باقر کا ہے۔ (تاریخ لاہور ۵۴-۵۵)

مفتی محمد باقر لاہوری کی اولاد میں سے شیخ محمد قطب عالم اور شاعر تھے (گلزار اسرار الصوفیہ، خاتمہ) مفتی محمد باقر لاہوری کے ایک بھائی ملا محمد امین حافظ آبادی بھی ذی علم اور خواجہ محمد معصوم سرہندی کے خلیفہ تھے (مقامات معصومی ۴۹۰)

مفتی محمد باقر لاہوری کی اب تک حسب ذیل تالیفات کا سراغ مل سکا ہے:

۱۔ منتہی الایجاز کشف الایجاز

یہ قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ کتاب کے نام سے اس کا سال تکمیل ۱۱۰۱ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ تفسیر عربی نثر میں ہے۔ تفسیر کے دوران مولف نے اہم کتب تفسیر کے حوالے اور اقتباسات دیئے ہیں۔ طرز استدلال صوفیانہ ہے۔ مباحث کو زیادہ طول نہیں دیا۔ اس کتاب کا ایک قدیم خطی نسخہ ذخیرہ مولانا غلام محی الدین قصوری محزونہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد میں ہے۔ (نمبر ۴۱۲۳)

۲۔ حاشیہ قرآن مجید

قرآن پاک کی مذکورہ تفسیر کی تالیف کے سلسلہ میں مفتی محمد باقر نے قرآن مجید کے اس نسخے پر حواشی

لکھے ہیں۔ ان حواشی کا آغاز ۱۰۷۸ھ کو ہوا اور اگلے سال یعنی ۱۰۷۹ھ میں مکمل کر لیا۔ حواشی میں زیادہ تر معروف کتب تفسیر مثلاً اعانة القاری علی فہم کلام الباری مولفہ مولانا ابی القاسم، بیضاوی، زاہدی، حسینی، وجیز، معالم التنزیل، جامع البیان۔۔۔ سے نقل و اقتباس کا کام لیا ہے۔

ان حواشی کا ایک خطی نسخہ بخط مفتی محمد باقر لاہوری، مکتبہ خاور لاہور میں دیکھا جس پر شاہ عالم بہادر شاہ (۱۱۱۸-۱۱۲۴ھ) کے کتب خانے کی مہر ثبت ہے۔

۳۔ دام حق

مفتی محمد باقر نے کتاب خلاصہ کیدانی کو معروف درسی کتاب نام حق کی پیروی میں فارسی میں نظم کر ڈالا ہے۔ کتاب کے آغاز میں خود کو دار السلطنت لاہور کا مفتی بتایا ہے۔ (دام حق۔ برگ ۲)

یہ پورا رسالہ فارسی نظم میں ہے۔ اسے ہم کوئی 'علی' درجے کی فارسی ادبیات کا نمونہ نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ طلبہ کی آسانی کے لیے عام فہم انداز و طرز نگارش میں نظم کیا گیا ہے۔ اس کے کئی خطی نسخے ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ ایک نسخہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد (نمبر ۴۸۹۸) میں ہے۔

۴۔ کنز الہدایات

یہ کتاب فارسی نثر میں سلوک پر ہے۔ اس میں مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندی اور رسالہ مبداء و معاد کی عبارتوں کو بلا تفاوت و تصرف موضوعی ترتیب کے ساتھ یکجا کر دیا ہے۔ کتاب کا پورا نام کنز الہدایات فی کشف الہدایات والنہایات ہے۔

اس کتاب کی ترتیب کا آغاز ۲۱ شوال ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۰ء کو ہوا اور اسی سال ۹ ذی قعدہ کو مکمل ہو گئی (کنز الہدایات، ص ۳)

کنز الہدایات کا فارسی متن مولانا نور احمد امرتسری نے مرتب کیا اور امرتسرے ۱۳۳۵ھ میں شائع کیا۔

اس کتاب کے عربی میں دو ترجمے ہوئے ایک کے مترجم شیخ محمد باقر بن محمد جعفر، حنفی دہلوی ہیں اس کا

خطی نسخہ کتابخانہ رباب مظہر، مدینہ منورہ میں ہے۔

دوسرا ترجمہ شیخ محمد حفظی آفندی نے حرز العنایات کے نام سے کیا جس کا متن ڈاکٹر امین اللہ و شیر کی تصحیح سے مجلہ جامعہ اسلامیہ بہاول پور جنوری۔ اپریل ۱۹۷۵ء میں طبع ہوا۔

۵۔ شامل نبوی (مُلّا شیعظم)

اس کتاب کا ایک نسخہ مفتی محمد باقر نے معروف عالم اور نقشبندی صوفی شیخ محمد مراد سنگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء) کو دیا تھا (تحفۃ الفقراء ۷۳)

اس کتاب کے کسی خطی نسخے کے وجود کا تاحال ہمیں علم نہیں ہے۔

۶۔ مبداء و معاد

برٹش لائبریری، لندن کے فہرست ساز Owens نے غلط فہمی کی بنا پر کنز الہدایات کے خطی نسخہ کو مبداء و معاد کا نام دے دیا ہے۔ ہم نے یہ نسخہ خود دیکھا ہے اس کے ورق ۷۵ ب پر اس کا نام کنز الہدایات ہی درج ہے۔ البتہ اس کے آغاز میں حضرت مجدد الف ثانی کے رسالہ مبداء و معاد کا ذکر دیکھ کر فہرست ساز یہ سمجھا کہ یہی کتاب کا نام ہوگا۔

ماخذ

- ۱۔ آغرخان، دیدۂ مغل: گلزار اسرار الصوفیہ، خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ انڈیا آفس، لندن
- ۲۔ اسماعیل پاشا بغدادی: ہدیۃ العارفین، بیروت (س ن)
- ۳۔ باقر لاہوری محمد: کنز الہدایات مرتبہ نور احمد امرتسری، امرتسر ۱۳۳۵ھ
- ۴۔ ایضاً منتہی الایجاز لکشف الالغاز۔ خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ مئینج بخش، اسلام آباد نمبر ۳۱۲۳
- ۵۔ حفظی، محمد آفندی: حرز العنایات۔ مرتبہ امین اللہ و شیر، مشمولہ مجلہ جامعہ اسلامیہ بہاول پور، جنوری۔ اپریل ۱۹۷۵ء
- ۶۔ سیف الدین سرہندی، خواجہ: مکتوبات سیفیہ مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، کراچی۔ (س ن)
- ۷۔ صفرا احمد معصومی: مقامات معصومی (احوال و آثار خواجہ محمد معصوم سرہندی) تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء

کمالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، بیروت ۱۹۶۸ء

کنھیالال: تاریخ لاہور، لاہور ۱۸۸۳ء

محمد اسلم پسروی: فرحہ الناظرین ترجمہ و تحشیہ محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۷۲ء

محمد مراد ننگ کشمیری، تحفۃ الفقراء، خطی نسخہ کتابخانہ قادیان، ربوہ

- 12- Owens, M: Hand List of Persian Manuscripts in the British Museum, London 1968

۶ مارچ ۱۹۹۷ء

برائی دانشنامہ ادبیات فارسی شیعہ قارہ، تہران

دانشنامہ جہان اسلام، تہران

شیخ محمد بیگ برہانپوری

شیخ محمد بیگ برہانپوری ایک ذی علمی مؤلف، فعال صوفی اور سلسلہ نقشبندیہ کے اہم افراد میں سے تھے۔
 شیخ محمد بن یار محمد بن خواجہ محمد بن موصی البخاری الاوزبکی الملکی البرہانپوری نقش بندی کی ولادت
 ۱۰۴۱ھ / ۱۶۳۱ء کو ہوئی اور وفات حدود ۱۱۱۰ھ / ۱۶۹۸ء میں ہوئی (ہدیۃ العارفین ۲/۳۰۶) انہوں نے مشرق و
 مغرب میں کئی سفر کیے اور پھر واپس اپنے وطن برہان پور (ازبلاؤدکن) آگئے (ایضاً)
 مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے ان کا لقب ”نور الدین“ لکھا ہے (الکلام النجی ۱۰)
 ۱۰۹۳ھ سے ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۲-۱۶۸۳ء میں موصوف حریم الشریفین میں موجود اور حضرت مجدد الف
 ثانی شیخ احمد سرہندی (ت ۱۰۳۳ء، ۱۶۲۴ء) پر بعض اعتراضات کے جواب دینے میں معروف نظر آتے ہیں (عطیہ
 الوہاب ۳)

شیخ محمد بیگ برہانپوری حضرت مجدد الف ثانی کے پوتے علامہ محمد فرخ مجددی سرہندی (ت
 ۱۱۲۰ھ / ۱۷۰۸ء) کے مخلصین میں سے تھے (مقامات مظہری ۳۸۳) مزید تفصیل کے لیے فوائد الارحام و نتائج
 السفر (جلد اول) ملاحظہ کریں۔ شیخ برہانپوری کی حسب ذیل تالیفات کا سراغ مل سکا ہے:

- ۱۔ ترغیب الحسنات و ترہیب السيئات فی الحدیث (ہدیۃ العارفین ۲/۳۰۶، ایضاً المکنون ۱/۲۸۲)
- ۲۔ جامعۃ الدلائل شافعیۃ لمدہب الحنفیۃ (ہدیۃ ۲/۳۰۶)
- ۳۔ خلاصۃ الرسائل فی فضائل مکہ (ایضاً ایضاح ۱/۴۳۵)
- ۴۔ رسالہ فی الحج والعمرة (ہدیۃ ۲/۳۰۶)

۵۔ الرسالۃ کاشفۃ لخصیۃ الارض والسموات بالاحادیث والآیات الواضحة (ایضاً)

۶۔ زبدۃ عقائد الاسلام فی شرح تہذیب النطق والکلام (شرح التفسیر الاخرین) (ایضاح ۱/۶۱۱)

۷۔ شرح الارشاد فی النحو (ہدیہ ۲/۳۰۶)

۸۔ عمدۃ الوصف فی الصلوۃ خلف المخالف (ایضاً)

۹۔ شرح اشکال التامیس (ایضاً)

۱۰۔ قانص المنسبین فی السلوک والمحقق (ایضاً، ایضاح ۲/۱۵۳)

۱۱۔ الفوائد السنیۃ فی بیان الامور الدنیویۃ والاخریۃ (ایضاً، ایضاح ۲/۲۰۶)

۱۲۔ الفوائد الفاخرۃ فی بیان احوال الدنیویۃ والاخرۃ (ہدیہ ۲/۳۰۶)

۱۳۔ مراد المقصود فی رفع شبهات وحدۃ الوجود (ایضاً)

۱۴۔ مفرح القلوب فی الآداب والسلوک (ایضاً)

۱۵۔ مناسک الحج و بیان حقیقۃ المکہ والمدینۃ

۱۶۔ خلاصۃ السیر فی بیان ابتداء العالم وبعض احوال خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم (سال تالیف ۱۰۹۴ھ)

۱۷۔ ملحق خلاصۃ السیر (سال تالیف ۱۱۰۳ھ)

یہ خلاصۃ السیر کا ذیل ہے، اس میں پاکستان و ہند کی تاریخ کے علاوہ ایران، ترکستان اور افغانستان کی تاریخ بھی مختصر بیان کی گئی ہے۔

موخر الذکر دونوں کتب کے خطی نسخے کتابخانہ مرکزی دانش گاہ پنجاب لاہور (نمبر ARE ۱۹۰) میں موجود ہیں اور ایک ہی جلد میں مجلد ہیں۔ ملحق خلاصۃ السیر کو ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے ایڈٹ کیا اور مجلہ انجمن عربی و فارسی دانش گاہ پنجاب لاہور (ج ۱۵ / ش ۱ - ۲ فروری ۱۹۷۰) میں شائع کیا۔

۱۸۔ عطیۃ الوہاب الفاصلۃ بین الخطا والصواب۔

شیخ برہانپوری کی یہ اہم ترین کتاب ہے اسے ۱۰۹۳ھ میں شروع کیا اور ۱۰۹۴ھ میں مکمل کر لیا۔ یہ دراصل مخالفین حضرت مجدد الف ثانی خصوصاً شیخ ابراہیم گردی شاگرد محمد برزنجی (ت ۱۱۰۳ھ / ۱۶۹۱ء) کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہے، آخر میں اس میں علما حرمین الشریفین کی تصدیقی تقریقیں بھی شامل ہیں۔ یہ رسالہ علیحدہ کتابی صورت میں اور پھر مکتوبات حضرت مجدد کے دفتر ثالث کے عربی ترجمہ از محمد مراد منز لوی کے حاشیہ پر بھی چھپ چکا ہے۔

۱۹۔ تعریب بعضی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی:

خطی نسخہ مخزونہ موزہ ملی پاکستان، کراچی۔

مآخذ

- ۱۔ برہانپوری، شیخ محمد بیگ: عطیۃ الوہاب الفاصلۃ بین الخطا والصواب (حاشیہ الدرر المکنونات النفیۃ جلد سوم، استنبول، ترکی)
- ۲۔ ایضاً، ملحق خلاصۃ السیر طبع ظہور احمد اظہر (مجلد انجمن عربی، وقاری، دانش گاہ پنجاب لاہور ج ۱۵ ش ۱۔ فروری۔ مئی ۱۹۷۰ء)
- ۳۔ ایضاً: تعریب بعض المکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، خطی نسخہ مخزونہ، موزہ ملی پاکستان، کراچی
- ۴۔ غلام علی دہلوی، شاہ: مقامات مظہری تحقیق و تعلیق، محمد اقبال مجددی لاہور ۱۹۸۳ء
- ۵۔ وکیل احمد سکندر پوری: الکلام السنجمی بردایر ادات البرزنجی، دہلی، مطبع مجتہائی ۱۳۱۲ھ
- ۶۔ اسماعیل پاشا بغدادی: ہدیۃ العارفین، استنبول، ترکی ۱۹۵۵ء
- ۷۔ ایضاً: ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، بغداد، مکتبۃ المثنی (سن)
- ۸۔ محمد مراد قازانی منزلی: الدرر المکنونات النفیۃ (معرب المکتوبات مجدد الف ثانی) مکہ مکرمہ مطبعہ الامیریہ ۱۳۱۸ھ تجدید چاپ استنبول، ترکی (سن)
- ۹۔ کمال، عمر رضا: معجم المؤلفین (۱۵ جز) بیروت، مکتبۃ المثنی (سن)
- ۱۰۔ مصطفیٰ حموی: فوائد الارحام و نتائج السفر مرتبہ عبد اللہ محمد الکندری، بیروت ۲۰۱۱ء

یکم مارچ ۱۹۹۱ء

برائے دانشنامہ جہان اسلام، تہران

حضرت شیخ عبد الاحد وحدت سرہندی

حضرت شیخ عبد الاحد وحدت حضرت خواجہ محمد سعید کے صاحبزادے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے پوتے تھے۔

ولادت

حضرت وحدت کی ولادت حدود ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء کو سرہند شریف میں ہوئی^۱۔

تعلیم

حضرت وحدت مدرسہ مجددیہ سرہند کے نامور مدرس و عالم اخوند عبدالحق سجادول سرہندی^۲ کے شاگرد تھے^۳، اس کے علاوہ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد سعید اور دیگر اساتذہ سے بھی تحصیل کی تھی۔

کسب سلوک

حصولِ علم کے دوران ہی حضرت وحدت نے اپنے والد گرامی کی خدمت میں کسب سلوک کا آغاز کر دیا

۱۔ صفحہ ۸۰: مقامات معصومی ۳ / ۴۰۸ سال ۱۰۱۰ھ میں اختلاف ہے معاصر موقوف شیخ محمد مراد جنگ کشمیری نے جو حضرت وحدت کے خلیفہ بھی تھے، حضرت وحدت کا یہ کشف غل کیا ہے کہ میری عمر ۷۵ سال ہوگی، جو صحیح ثابت ہوا اور ۱۱۲۶ھ کو وصال ہو گیا (حسنات المقرین، ورق ۱۲۳ ب) اس اعتبار سے سال ولادت ۱۰۵۱ھ (۱۱۲۶ + ۷۵ = ۱۰۵۱ھ) ہونا چاہیے، تاہم ایک سال اگر جاری سال کے طور پر تصور کیا جائے تو مقامات معصومی کی روایت صحت کے قریب ہے۔
 ۲۔ اخوند سجادول سرہندی حضرت خواجہ محمد معصوم کے استاد اور خلیفہ تھے، وصال کے بعد حضرت خواجہ کو غسل دینے کی سعادت بھی انہیں کو نصیب ہوئی تھی، حضرت خواجہ کے حکم پر شرح وقایہ کافاری میں ترجمہ کیا اور اسے اور نگزیب کے نام معنون کیا، اور نگزیب سے تو سل بھی تھا (مقامات معصومی ۳ / ۴۸۰، ۴۸۶ / ۳۸۶ ایضاً ۳۸۰، گلشن وحدت ۵۴ / ۶۶)

تھا، آپ کے والد کے بھانجے میر شیخ محمد فضل اللہ (ف ۱۱۱۷ھ) بھی جو کہ آپ سے صرف چھ ماہ بڑے تھے اور انہی ایام میں حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ کی خدمت میں مصروف عمل تھے، کئی اہم بشارات سے نوازے گئے۔

حضرت وحدت سلوک کی منازل طے کر کے اپنے والد سے خلافت کے حق دار ٹھہرے^۱، آپ اپنے والد بزرگوار کے باطنی اسرار سے کما حقہ واقف تھے، اپنے والد گرامی کے وصال (۱۰۷۱ھ) کے بعد فوری طور پر حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے بلکہ کامل ایک سال توقف کیا اور اس دوران حضرت خواجہ محمد سعید کی روح پُر فتوح سے فیض یاب ہوتے رہے۔^۲ اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ معصوم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رجوع کیا، تو آپ نے فرمایا کہ ہم تمہیں از سر نو مرید کریں گے جس پر انہیں بڑا تعجب ہوا کہ والد بزرگ کی خدمت میں میں نے جو محنت و ریاضت کی ہے وہ سب ضائع گئی آپ اسی تردد میں تھے کہ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تمہارے والد نے تمہیں جو بشارات دی ہیں وہ سب مجھے معلوم ہیں لیکن میرا قاعدہ جداگانہ ہے، بہر حال آپ حضرت خواجہ سے بیعت ہوئے اور جلد مراحل سلوک تک کرنا شروع کر دیئے، آپ کے ابتدائی ایام کسب کی کیفیت خود حضرت خواجہ نے اپنے ایک ایک مکتوب میں یوں تحریر فرمائی ہے:

"تمہارے (مخدوم زادہ ثالث حضرت مروج الشریعت محمد عبید اللہ) کے جانے کے بعد آج کل شیخ عبد الاحد (وحدت) فقیر کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں اور اپنے معاملات میں بہت ہی سرگرم ہیں شب و روز خدمت میں حاضر رہتے ہیں، خانقاہ میں ایک حجرہ لے کر زندگی گزار رہے ہیں عجیب وارفستگی کی کیفیت ان پر طاری ہے، بہت ترقی کی ہے..... ان کا معاملہ روز بروز ترقی پر ہے....."

۱ مقامات معصومی ۳/ ۳۶۷

۲ تحفۃ الفقراء ۱۰۰

۳ مقامات معصومی ۳/ ۴۰۹ مکش و حدت ۵۴/ ۶۶

۴ مکتوبات معصومیہ ۳/ ۱۱۷-۱۵۸-۱۵۹

جب حضرت خواجہ نے اپنے فرزندوں کو ”محمدی الشرب“ ہونے کی بشارت دی تو حضرت و۔ نے بھی اس کے لیے استدعا کی جس کے جواب میں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ”تم بھی ہمارے فرزندوں میں شامل ہو۔“

حضرت وحدت نے حضرت خواجہ سے جو اور جس طرح فیض پایا اس کی تفصیلات اپنے استاد گرامی اخوند مولوی عبدالحق سجادول سرہندی کی خدمت خود تحریر کی ہیں کہ حضرت خواجہ نے مخدوم زادہ محمد نقشبند ثانی حجتہ اللہ کے ذریعہ مجھے طلب فرمایا، میں نے حاضر ہونے پر عرض کیا کہ میرے والد بزرگوار نے مجھے جو بشارات اجمالاً دی تھیں میں ان کی تفصیل کا امیدوار ہوں، اس پر اس نے فرمایا کہ سابقہ بشارات کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ ان میں ”قوت و اسباب“ پیدا ہوں گے، آپ نے پہلی مجلس میں منعقدہ جمادی الاول ۱۰۷۶ھ کو فرمایا کہ تمہارا باطن بہت بہت ہی ”مزین“ معلوم ہوا ہے، اسی طرح دیگر مجالس کے دوران آپ نے بشارات عظیم سے نوازا، کل پچاس بیاس منعقد ہوئیں جس میں مجھے بشارات عنایت کی گئیں^۲۔ یہ مجالس دو سال (۱۰۷۶-۱۰۷۷ھ) تک جاری رہیں۔^۳

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے کئی اور مکاتیب بھی حضرت وحدت کے نام ہیں جن میں اس سلسلہ کی تمام مروجہ بشارات سے انہیں نوازا گیا ہے۔^۴

حضرت وحدت کی ایک بیاض بھی تھی جس میں آپ نے اپنے والد گرامی، حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت حجتہ اللہ محمد نقشبند ثانی سے ملنے والی بشارات تحریر کی ہیں بعض بشارات تو ان مذکورہ حضرات نے اپنے دست مبارک سے بھی اس میں تحریر کی تھیں۔^۵

مقامات معصومی ۳۱۱

گلشن وحدت ۵۳ / ۶۶-۷۰

ایضاً ص ۶۸

مکتوبات معصومیہ ۲ / ۱۱۹، ۳ / ۱۲۸، ۱۱۷ (بنام شیخ محمد باقر لاہوری) ۱۳۰، ۱۶۸، ۲۰۵، ۲۳۸

تفصیل تالیفات حضرت وحدت کے تحت ملاحظہ کریں۔

حضرت خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ کے کئی مکاتیب شریفہ حضرت وحدت کے نام ہیں، ایک مکتوب بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اسرار پر مشتمل ہے^۱، دوسرا مکتوب ہر اتب یاں و تفاوت اذواق پر ہے^۲، تیسرے مکتوب کا موضوع حافظ شیرازی کے ایک شعر کی تشریح ہے^۳، چوتھے مکتوب کا موضوع ہے ”مقرب ترین اشیاء بحضرت حق سبحانہ برابر کلام مجید نیست“^۴ ایک عربی مکتوب ترغیب بر حصول صلاح و محبت.....^۵

حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے وصال (۱۰۷۹ھ) کے بعد حضرت وحدت بڑے ”خضوع“ کے ساتھ حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی (ف ۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ء) سے منسلک ہو گئے، روضۃ القیومیہ کی روایت کے مطابق یہ ۱۰۸۷ھ کا زمانہ تھا، آپ نے ”منصب قیومیت“ کے حضرت حجۃ اللہ کی طرف منتقل ہونے کے اثبات میں ایک رسالہ انہی ایام میں تالیف کیا^۶، دونوں حضرات کے مابین گہرے روابط رہے، حضرت حجۃ اللہ کے کئی مکاتیب حضرت وحدت کے نام ہیں۔

اسفار حج

حضرت وحدت نے حرمین الشریفین کا پہلا سفر اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد سعید و حضرت خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمۃ کے ہمراہ ۱۰۶۷-۱۰۶۸ھ کو کیا اس وقت آپ کی عمر صرف سترہ سال تھی اسی دوران آپ نے عربی میں اپنے والد کی سوانح لطائف المدینہ کے نام سے تالیف کی۔

آخری دونوں حج حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی قدس سرہ کے ساتھ کیے جن کی تفصیل اس طرح ہے:

۱ مکتوبات سعید یہ ۱۷ / ۲۳

۲ ایضاً ۲۱ / ۲۶

۳ ایضاً ۳۶ / ۸۶

۴ ایضاً ۴۲ / ۹۷

۵ ایضاً ۸۶ / ۱۳۸

۶ روضۃ القیومیہ ۳ / ۲۹-۳۰ حضرت حجۃ اللہ کے ایک مکتوب بنام حضرت وحدت سے بھی اسی قسم کا مفہوم قیاس کیا جاسکتا

ہے (وسیلۃ القبول ۲ / ۱۳-۳۱)، گلشن وحدت ۵۹ / ۹۰

۷ وسیلۃ القبول ۱ / ۱۵ / ۲۲، ۲۹ / ۳۳، ۳۵ / ۲ / ۱۳ / ۳۲، ۳۱ / ۸۱

حضرت وحدت ۱۰۸۹ھ / ۱۶۷۸ء کو دوسری مرتبہ حج کے لیے حرمین الشریفین گئے، یہ سفر آپ نے حضرت حجۃ اللہ کے ہمراہ کیا جس میں شیخ خلیل اللہ ابن حضرت خواجہ محمد سعید اور شیخ محمد پارسا بن حضرت مروج الشریعت محمد عبید اللہ بھی ہم رکاب تھے اور نگزیب عالمگیر کے کہنے پر آپ نے یہ سفر براستہ ذکن اختیار کیا، کیوں کہ اور نگزیب ان دنوں دکنی مہمات سر کرنے میں مصروف تھا اس نے عرصہ دراز تک حضرت حجۃ اللہ کو تعلیم سلوک کے لیے روک رکھا۔

حضرت حجۃ اللہ تیسری مرتبہ ۱۱۰۳ھ کو براستہ افغانستان و ایران حج کے لیے روانہ ہوئے، عقیدت مندوں نے کئی مقامات پر قیام کے لیے مجبور کیا ۱۱۰۹ھ کو حرمین الشریفین پہنچے^۲، اور نگزیب نے اس مرتبہ بھی آپ کو روک رکھا، آخر اس سے اجازت لے کر روانہ ہوئے آپ نے کابل سے اُسے جو خط لکھا وہ آپ کے مجموعہ مکاتیب^۳ میں شامل ہے۔

اس تیسرے سفر میں حضرت حجۃ اللہ اور حضرت وحدت کے اہل خانہ اور متعلقین کی کثیر تعداد نے شرکت کی^۴۔ یہ سفر پہلے سفر حج کی مانند تھا جب حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما (۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء) عازم سفر ہوئے تھے۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حضرت وحدت ۱۱۰۹ھ کو سرہند شریف واپس نہیں گئے تھے بلکہ مختلف مقامات پر قیام پذیر رہے اور آپ اور نگزیب کے ساتھ بھی رہے کیوں کہ حضرت وحدت کے ساتھ بادشاہ کو جو موانست

^۱ شیخ خلیل اللہ کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو مقامات معصومی ۳ / ۴۱۷

^۲ روضۃ القیومیہ ۳ / ۳۲-۳۳، ۳۴

^۳ ایضاً ۳ / ۱۰۱، ۱۱۹

^۴ وسیلۃ القبول ۲ / ۵۶، ۹۸، حضرت وحدت کے تیسرے سفر حج کے یہ سنیں آپ کے مکتوبات سے ماخوذ ہیں (گلشن وحدت ۶۵ / ۱۱۶)

^۵ گلشن وحدت ۶۵ / ۱۱۶ (حضرت وحدت نے لکھا ہے مع قبائل تاجہ بندر غنا..... رسید) اس مبارک سفر سے واپس سرہند شریف پہنچ کر حضرت وحدت نے اپنے مرید قلعہ شیخ محمد مراد سنگ کشمیری کو اطلاع دی ہے (ایضاً ۶۷ / ۱۱۷)

حسانات القرین ۱۱۳-۱

حسانات الحرمین، مقدمہ

تھی وہ انہیں حج سے واپس آکر جلد گھر جانے میں حائل ہو گئی تھی، آپ ۱۱۱۱ھ / ۱۶۹۹ء کے وسط میں سرہند شریف پہنچے۔

حج کے ان نین مبارک اسفار کے علاوہ حضرت وحدت نے اور بھی طویل سفر کیے جن میں آپ کا کئی بار کشمیر جانا اس میں آپ کے نلیفہ اور معروف عالم شیخ محمد مراد ننگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء) بن محمد طاہر کشمیری کی تحریک کا عمل دخل ہے^۱۔ اس کے علاوہ کابل جانا اور پھر اورنگزیب کے کہنے پر دکن کی مہمات کے دوران اس کے لشکر کے ساتھ کئی سال تک طویل قیام بھی قابل توجہ ہے، پاکستان و ہند کے کئی مقامات پر آپ کے درود کا تذکرہ آپ کے مکتوبات میں جا بجا ملتا ہے^۲۔

حضرت وحدت "ضعف خون کشیدن" اور "جس بول" کے امراض میں مبتلا تھے بادشاہ فرخ سیر نے شاہی طبیبوں سے بہت علاج کروایا لیکن افاقہ نہ ہوا^۳۔ حضرت وحدت کا ۷۵ سال کی عمر میں ۲۷ ذی الحج ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۳ء کو دہلی میں وصال ہوا، نعش مبارک دہلی سے سرہند شریف لا کر دفن کی گئی۔

حضرت وحدت کو بذریعہ کشف سرہند شریف کے سکھوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہونے کا علم ہو گیا تھا، اس لیے آپ نے وہاں سے ہجرت کی اور دہلی میں آکر کوئٹہ فیروز آباد، قدیم دہلی میں قیام کر لیا، حضرت وحدت کی

۱ کلشن وحدت ۷۵ / ۱۲۶

۲ ان امور کی تفصیل شیخ محمد مراد کشمیری کی تالیفات، تحفۃ الفقراء، حسانات المقرین، کلشن وحدت اور فیض مراد تالیف شیخ محمد اعظم میں ملاحظہ کریں۔

۳ کلشن وحدت میں سیر پورب ۳۲ / ۴۲، کابل (۳۳ / ۴۲)، بہلول پور و روپڑ (۴۹ / ۶۱) کا ذکر ہے۔

۴ کلشن وحدت ۴۱ / ۴۷

۵ حسانات المقرین ۱۲۰ اب

۶ حسانات المقرین ورق ۱۱۲۱-ب، حضرت وحدت کے سال وصال میں اختلاف ہے۔ صاحب مقامات معصومی (ص ۴۱۳) اور مولف رد منہ القومیہ (۱ / ۳۰۱) نے ۱۱۲۷ھ لکھا ہے، گویا ایک سال کا فرق ہے، شعراء کے تذکرہ نویسوں میں سے اکثر نے ۱۱۲۶ھ تحریر کیا ہے جن میں سفینہ خوشگو (۶۹) نتائج الافکار (۷۴۵) اور روز روشن (۷۹۴) نے یہی سنہ دیا ہے، معاصر مورخ حادثی نے بھی یہی سال وصال تحریر کیا ہے (تاریخ محمدی ۳۳) جس سے معاصر اور حضرت وحدت کے خلیفہ شیخ محمد مراد کشمیری کے بیان (۱۱۲۶ھ) کی تصدیق ہو جاتی ہے، متاخرین کے بیانات قابل توجہ نہیں ہیں۔

سفینہ خوشگو ۶۹

یہ ہجرت روضۃ القیومیہ کے مرتبہ سنین کے مطابق ۱۱۲۱ھ / ۱۷۰۹ء کو ہوئی، جو کتب تاریخ کے مطابق درست ہے کیوں کہ اس کے چند ماہ بعد سکھوں نے بندہ سنگھ کی قیادت میں سرہند پر حملہ کر کے مسلم آبادی کو انتقام کا نشانہ بنایا، سکھوں کے سرہند پر حملے جاری رہے ۱۷۵۴ء کو ان کا دوسرا حملہ ۱۷۵۸ء کو سکھوں اور مرہٹوں کا مشترکہ حملہ اور پھر ۱۷۶۳ء میں سکھوں نے سرہند پر ایسا حملہ کیا کہ اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا، آبادی کا نام و نشان تک مٹ گیا، ان حملوں سے متاثر ہو کر اہل سرہند اور خاص طور پر خانوادہ حضرت مجدد الف ثانی نے جہاں انہیں پناہ ملی چلے گئے۔^۲

بحیثیت شاعر

حضرت شیخ عبد الاحد وحدت فارسی اور ریختہ (اردو) دونوں زبانوں کے شاعر تھے بارہویں صدی ہجری میں لکھے جانے والے شعراء کے اکثر تذکروں میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے، فارسی میں آپ کا تخلص وحدت اور ریختہ (اردو و ہندی) میں گل تھا، آپ کے والد گرامی نے آپ کی خندہ روئی اور ”شگفتگی رخسار“ کے باعث کم سنی میں ”گل“ کہہ کر مخاطب کیا تو عوام و خواص میں آپ اس عرف سے مشہور ہو گئے، مقامات معصومی میں ہے:

آداب معرفت و حقیقت معابر کماں شگفتگی رخسار بہ نہی درخشاں بودہ کہ حضرت خازن
الرحمت در خرد سالیہا ایشاں ”گل“ می فرمودند، ایں نام بہ مرتبہ اشتہار گرفتہ کہ بسیاری از
عوام بہ نام دیگر نمی شناسند، حتی کہ اکثر از حضرات احمدیہ ہم ”گل صاحب“ می گویند، ہماں
مصراع گویا بہ خواست در بارہ ایشاں سر بر زدہ است
نخل از رنگ و بویں خرمن گل^۳

روضۃ القیومیہ ۳/ ۵۳-۵۵

^۲ Kirpal Singh: Life of Maharaja Ala Singh of Patiala. P.115

ہم نے ان امور کی تفصیلات مقامات مظہری ۳۵-۵۱ اور مقامات معصومی کے مقدمات میں دے دی ہیں۔

چہار چمن ۳ ”احقر البریہ طالب راہ احدیہ عبد الاحد طقب بہ وحدت“.....

مقامات معصومی ۳۰۹۳

حضرت وحدت کے فارسی کلام کے دو مجموعے ہم دست ہو چکے ہیں اول چہار چمن وحدت جس میں سلسلہ نقشبندیہ کے بعض بزرگوں کے قطعات تاریخ وفات کے علاوہ دیگر منظومات بھی ہیں، دوسرا دیوان وحدت، جو غزلیات اور دیگر اصناف سخن پر مشتمل ہے۔

خود حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نے حضرت وحدت کے اشعار کو ”رنگین“ قرار دیا ہے، ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

رقعہ شریف رسیدہ و مضامین دلکش آں دل نشین گردید و اشعار رنگین آں متون و ذوقین ساخت۔^۱

شعراء کے تذکروں میں بھی آپ کے کلام پر عمدہ آراء کا اظہار کیا گیا ہے، بقول خوش گو: اگرچہ از اشغال باطن فرصت نمی یافت کہ بہ فکر سخن پردازد اما دریں کار نیز استاد بود و بسیار معانی تازہ و مضامین رنگین از و گل می کرد۔^۲

بقول کشن چند اخلاص:

گاہ گاہی بحسب اتفاق زبان معجز بیان را یک دو مصرع کلفشاں می فرمودہ۔^۳
میر نجان اجللی نے لکھا ہے:

وحدت با وجود فضل و کمال بقول الشعراء تلامیذا الرحمن شعر ہم می گفت۔^۴
بقول رائے ٹیکارام ظفر:

گاہ گاہ بہ عالم سخن رونق افزای در رنگ معانی می شوند از آپ حیات کرامت مآب است۔^۵

تفصیل تالیفات حضرت وحدت کے تحت ملاحظہ کریں۔

مکتوبات معصومہ ۳ / ۲۰۵ / ۲۵۰

سفینہ خوش گو ۶۹

ہمیشہ بہار ۲۶۱

خازن الشعراء ورق ۱۶۸۔ (روٹو گراف مملوکہ جناب مشفق خواجہ)

گلزار مضامین (۱۱۹۹ھ) خطی

فارسی کے علاوہ حضرت وحدت ریختہ (اردو) میں بھی شعر کہتے تھے اردو میں آپ کا تخلص گل تھا، آپ
 کا ایک اردو غزل میر محمدی مائل دہلوی کے ایک قطعہ میں ملتی ہے، اب تک آپ کی یہی ایک غزل دستیاب ہوئی
 ہے:

ذرا تو سوچ اے غافل کہ کیا دم کا ٹھکانا ہے
 نکل ہی جب گیا تن سوں تو پھر اپنا بگانا ہے
 مسافرتوں ہے اور دنیا سرائے، بھول مت غافل
 سفر ملکِ عدم آخر تجھے در پیش آنا ہے
 لگاتا ہے عبث دولت پہ کیوں دل کوں کہ اب ناحق
 نا جاوے سنگ کچھ ہرگز، یہاں سب چھوڑ جانا ہے
 نہ بھائی بند ہے کوئی، نہ یار و آشنا کوئی
 تک اک جو غور سے دیکھو تو مطلب کا زمانا ہے
 لگاؤ یاد میں اس کی نجات اپنی اگر چاہے
 عبث دنیا کے دھندے میں ہوا گل کیوں دوانا ہے

اس غزل میں جو مزاج کی سنجیدگی نظر آتی ہے وہ نقش بندی شعراء کی خصوصیت رہی ہے، سنجیدہ گوئی کا
 یہ وہ رجحان ہے جو آئندہ دور میں مرزا مظہر جان جاناں کے زیر اثر ایک تحریک بن کر ابھرتا ہے۔

دیگر تذکرہ نویسوں کے بیانات کے لیے ملاحظہ ہو فارسی ادب بعہد اور نگزیب ۳۴۷ اور تذکرہ شعرائے کشمیر ۵۲۹-۵۳۱
 مخزن الغرائب (۵/۷۰۶) میں ہے کہ آغاز جوانی میں آپ نے شعر گوئی شروع کی تھی اور آخر عمر میں شعر کہنے سے
 توبہ کر لی۔

محمد اکرام چغتائی: مائل دہلوی کا ایک اہم تاریخی قطعہ، مقالہ مشمولہ فنون، لاہور، ش ۷۷، دسمبر ۱۹۶۶ء مائل کا یہ تاریخی
 قطعہ جناب ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی کی دریافت ہے جو انہیں پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے مرکزی کتابخانہ میں محفوظ ایک
 خطی بیاض سے ملا ہے۔

یہ حضرت وحدت کے شاگرد و مرید خاص شیخ سعد اللہ گلشن ہی تھے جنہوں نے اپنے شاگرد ولی دکنی کو یہ مشورہ دیا تھا کہ یہ تمام فارسی مضامین جن سے اب تک کسی نے کام نہیں لیا اپنے ریختہ میں کام میں لاؤ تم سے کون باز پرس کرے گا۔^۱ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ ولی نے فارسی شعراء کے انداز پر اردو میں اپنا دیوان مرتب کیا جس نے شمالی ہند کے شعراء کی پہلی نسل کو اس طور پر متاثر کیا کہ اردو شاعری کی باقاعدہ روایت کا آغاز ہو گیا۔^۲

حضرت وحدت کی اولاد میں بھی شاعری کی روایت قائم رہی آپ کے فرزند گرامی شیخ محمد نقی (ف ۱۱۴۸ھ) حضرت حجۃ اللہ کے تربیت یافتہ تھے، مولف مقامات معصومی کی روایت ہے کہ حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم شیخ نقی کے کلام کو ان کے والد کے کلام پر ترجیح دیتے تھے:

شعرا ایشاں (شیخ محمد نقی) مستغنی از توصیف و اصفان است یکی از معتبران روایت نموده کہ
حضرت حجۃ اللہ.... شعرا ایشاں را بر شعر والد شریف شان ترجیح دادند^۳

عراء کے تذکروں میں نقی سرہندی کے نام سے ان کے کلام کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں^۴ شیخ محمد نقی کے فرزند نواب اظہر الدین خان کو نواب کا خطاب اور نگزیب نے دیا تھا^۵، قدرت اللہ قاسم کا بیان ہے:

پدرش (انعام اللہ یقین) قطع نظر از پیرزادگی بہ مصاحبت حضرت فردوس آرام گاہ نور اللہ مضجعہ کلاہ گوشہ آسمان می شود خودش در ایام دولت نواب غفران مآب وزیر الممالک عماد الملک غازی الدین خان بہادر بسیار بہ جاہ و کنت ایام بکام دل بسری فرمود^۶۔

۱ میر تقی میر: نکات الشعراء ۹۳، ولی دکنی کجراتی شیخ علی رضا بن علامہ محمد فرخ بن خواجہ محمد سعید سرہندی کے بھی مرید تھے (کلیات ولی ۸۷)

۲ جالبی: تاریخ ادب اردو ۲ / ۱ / ۱۲۸-۱۲۹

۳ مقامات معصومی ۳ / ۴۱۶

۴ صبح گلشن ۵۳۷، عمدۃ المقامات (ص ۲۴۹) میں شیخ نقی کے دو شعر بھی نقل ہوئے ہیں، روضۃ القیومیہ (۱ / ۳۰۲) میں ان کا ایک شعر دیا گیا ہے۔

۵ یہ احمدیہ ۲۳-۲۵

۶ مجموعہ نغز ۳۵۵

نواب اظہر الدین کی شادی مشہور عالمگیری سردار نواب حمید الدین خان کی بیٹی سے ہوئی تھی، شادی کے بعد شیخ اظہر الدین کو مبارک جنگ بہادر کا خطاب اور ہزاری و پانصدی کا منصب ملا اور وہ امرائے محمد شاہی میں داخل ہو گئے، اردو کے مشہور شاعر انعام اللہ خان یقین (ف ۱۱۶۹ھ / ۱۷۵۶ء) انہی نواب اظہر الدین خان کے فرزند تھے، جو حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے شاگرد اور صاحب دیوان شاعر تھے، مشہور شاعر میر تقی میر جب سرہند گیا تو یقین کے دادا شیخ محمد نقی سے ملا تھا، وہ نکات الشعراء میں لکھتا ہے:

باجدش نیز در سرہند ملاقات کردہ بودم، بسیار آدم خوب بامزہ یافتہ شد با فقیر بسلوک و تواضع
پیش آمدہ و ضیانت فقیر کردہ، تا دیر نشست صحبت مستونی داشتم، شعر فارسی بطرز نیکومی
گوید^۱

حضرت وحدت کے نبار میں سے ولی اللہ اشتیاق بھی اردو کے شاعر تھے، میر تقی میر اور قدرت اللہ شوق وغیرہ نے ان کا ذکر کیا ہے کہ وہ کوئٹہ فیروز شاہ میں سکونت پذیر ہیں^۲۔ اس سے اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ کوئٹہ فیروز شاہ میں جو مسکن حضرت وحدت کا تھا وہی عرصہ تک آپ کی اولاد کے پاس رہا۔

تالیفات حضرت وحدت

حضرت وحدت بہت سی کتابوں کے مؤلف تھے، آپ کے مرید مخلص شیخ محمد مراد ننگ کشمیری نے آپ کی تالیفات کی تعداد تیس بتائی ہے^۳۔ لیکن صوفیہ کے تذکروں میں آپ کی تقریباً پچاس تالیفات کے نام ملتے ہیں ان

میر: نکات الشعراء طبع محمود الہی ۸۳، شیخ محمد نقی جن سے میر کی سرہند میں ملاقات ہوئی تھی ۱۱۳۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (ہدیہ اتمیہ ۲۴) اس حساب سے جب میر تقی میر سرہند گیا تو اس کی عمر کل تیرہ برس (ولادت میر ۱۱۳۵ھ) تھی اتنے کم سن کی ضیانت اور اس کی شاعری کے بارے میں اظہار رائے سب کچھ بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔

میر: نکات الشعراء ۲۸، شوق: طبقات الشعراء ۶

ولی اللہ اشتیاق کا ذکر انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی کی کتابوں میں نہیں ملتا ممکن ہے وہ حضرت وحدت کی دختری اولاد میں سے ہوں۔ اس طرح بشیر احمد سرہندی، صابر سرہندی اور عنایت اللہ مشتاق سرہندی کے حالات اردو شعراء کے تذکروں میں ملتے ہیں (طبقات الشعراء شوق ص ۵۹۳، ۲۳۳، ۳۳۳)

احمد منزوی: فہرست مشترک ۱ / ۱۲۳-۱۲۴

کی کتابوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے اول وہ جو مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں دوم وہ کتب جن کے نام تذکروں میں ملتے ہیں لیکن ہمیں تاحال ان کے وجود کا علم نہیں ہے:

قرآۃ القارئین

یہ فارسی نثر میں ہے جو قرأت کے اصول و ضوابط پر مشتمل ہے، حضرت وحدت نے بتایا ہے کہ وہ اس سے پہلے عربی میں اسی موضوع پر ۱۱۰۶ھ کو ”الدرر“ کے نام سے ایک کتاب تالیف کر چکے ہیں، قرأت القارئین انہوں نے نفع عام کی غرض سے فارسی میں لکھی ہے اس کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ درگاہ پیر مہر علی شاہ، گولڑہ، راولپنڈی میں ہے^۱۔

خزائن النبوة

یہ فارسی نثر میں ہے اور حضرت وحدت نے بڑے والہانہ انداز میں حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت پاک لکھی ہے، کتاب کے خاتمہ میں اپنے نعتیہ اشعار دیئے ہیں، خود وضاحت فرماتے ہیں:

الرسالۃ مسماۃ بہ خزائن النبوة وہی تاریخ تالیفہا بدائیکہ رقیمہ ایں کریمہ حاوی است بر دوازدہ
خزینہ و خاتمہ و حسن خاتمہ..... خاتمہ در ایراد بعض اشعار نعت او علیہ الصلوٰۃ و التحیۃ با
عرض حال شکستہ بال

حسن خاتمہ در ذکر بعض مبشرات عالیات و انا الفقیر عبد الاحد بن خازن الرحمت رحمانی شیخ محمد
سعید بن مجد و الف ثانی الشیخ احمد السرهندی قدس سرہما

گویا کتاب کے نام خزائن النبوة سے اس کا سال تالیف برآمد ہوتا ہے، اس کا ایک خطی نسخہ انڈیا آفس
لاہور میں ہے^۲، سٹوری^۳ اور مارشل^۴ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

سبیل الرشاد

یہ رسالہ بھی فارسی نثر میں ہے ”مؤلف نے اس میں اپنی کتاب ”الجنات ثمانیہ“ کا حوالہ دیا ہے، اس رسالہ میں مقامات سلوک کو مختلف دوائر کی شکل میں واضح کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے مرتب کر کے حیدر آباد سندھ سے ۱۹۷۸ء کو شائع کیا، اس قسم کے مباحث مؤلف کے ایک اور رسالہ شواہد التجدید میں بھی پائے جاتے ہیں، مختلف کتابوں میں شواہد التجدید کے نام سے جو رسائل ہیں وہ اور سبیل الرشاد ایک ہی ہیں۔

برہان جلی

یہ عربی نثر میں ہے، مؤلف عمدۃ المقامات نے اسے حضرت وحدت کی تالیف بتایا ہے^۱، اس کے ابواب و فصول کی تفصیل بتاتے ہوئے مؤلف خود وضاحت کرتے ہیں:

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد فان هذه الرسالة وهي مشتملة على مقدمة وخمسة فصول وخاتمه وحسن خاتمه.....

المقدمة في انواع الذكر. الفصل الاول في فضيلت مطلق الذكر. الثاني في اثبات الذكر الخفي. الثالث في فضل الذكر الخفي على الجهر. الرابع في فضل كلمة التهليل وبعض الادعية الماثورة بالسند الجليل. الخامس في بعض حقائق قلب العارف الكامل. الخاتمه في ان اتباع طريقة الصوفية العلية وحسن الخاتمه في ايراد بعض الحكايات المفيدة والرسالة مسماة البرهان الجلي في فضل الذكر الخفي.....^۲

آخر میں حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم کے اقوال نقل کیے ہیں، اس کے علاوہ حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی حجۃ اللہ (ف ۱۱۱۵ھ) کے نام کے ساتھ ”دام ارشادہ“ لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت وحدت نے یہ رسالہ ان کے صحن حیات تالیف کیا تھا۔

فہرست مشترک ۲ / ۱۱۲۶ میں شواہد التجدید کے چار خطی نسخوں کا تعارف کر دیا گیا ہے۔

عمدۃ المقامات ۲۳۳

برہان جلی کا ایک خطی نسخہ جناب نعیم اختر قمر مجددی، مرید کے پاس ہے، دوسرا نسخہ ذخیرہ شیفتہ، مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ہے۔

فیض العام

یہ رسالہ عربی نثر میں ہے، مؤلف نے آغاز میں اس کی تالیف کے بارے میں بتایا ہے:

الحمد لله و سلام على عبادة الذين اصطفى اما بعد فهذه الرسالة شريفة مشتملة على مسائل ضرورية متعلقة بكل شهر من شهور السنة القمرية مخبرة عما فيها من العبادات العلية و الفعل الخيرات البسيطة مشعرة بسائر الماسم الدينية و المراسم الشريعة استخرجها من كتب الحديث و الفقه و التفسير و السير السينة هم بها فيض عام و هو تاريخها عند الكرام و فيها اثنا عشر برو جاني كل بُرج منها من النجوم خاتمه فيها بعض المسائل الغاشية من الشهور الشمسية و بعد بها حسن خاتمه في ايراد معرفة من المعارف العاليه و انا الفقير الراجي الى كرم الله الحميد عبد الاحد بن خازن الرحمت محمد سعيد قدس سره المجيد

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ذکر احترام کے ساتھ کیا ہے اور دہلی و سرہند کی فضیلت بھی بیان کی

ہے۔ (ورق ۲۳-۱)

الجنات الثمانية

حضرت وحدت کا یہ رسالہ عربی نثر میں ہے اور جب آپ شیخ محمد نقشبند ثانی کے ہمراہ حج کے لیے گئے تو حرمین الشریفین میں احباب کی درخواست پر تالیف کیا، خود لکھا ہے کہ یہ رسالہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے احوال پر لکھی جانے والی دو فارسی کتب حضرات القدس اور زبدة المقامات پر مبنی ہے، فرماتے ہیں:

سبحانک یا من بعث علی راس کل مایة سنة من هذه الامة اما بعد فيقول اضعف الربة عبد الاحد بن الشيخ محمد سعيد خازن الرحمت الصمد قدس نفسه العالية في لها خرجت بزيارت الحرمين الشريفين مع امام العصر و قطب الزمان الشيخ محمد نقشبند خلف قدوة العارفين غوث الواصلين معصوم قدس سره لشرفت بأدراك صحبة الكرام فيها المتمسا جمع منهم ان او الف الرسالة

فیض العام کا ایک خطی نسخہ ذخیرہ شیفہ، کتابخانہ آزاد مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ہے۔

مشملة على احوال جدی المجدد للالف الثانی القطب الربانی الشیخ احمد العمری
النقشبندی السربندی قدسنا اللہ بسرہ السامی حیث نکون تذکرہ لاصحابہ و
تبصرة لاصحابہ فاستخرجت من مقامات الفارسیہ التي صنف اصحابہ الثقات مثل
الفاضل الكامل الشیخ بدر الدین السربندی و العارف المحقق خواجه ہاشم
الکشی البرہانفوری رسالہ حاویۃ لما لا ید من احوال و ہی متضمنہ علی جنات
الثمانیۃ و خاتمہ و حسن خاتمہ۔

الجنة الاول فی البشارات صدرت بوجودہ المسعود قبل ظهورہ، الثانیۃ فی بیان
میلاد و نسبہ، الثالثہ فی انتسابہ فی سلاسل المشائخ الکرام قدس اسرارہم،
الرابعۃ فی طریق مصافحہ و سندہ فی الحدیث و علم القراءۃ و غیرہا، الخامسۃ فی
ذکر مصنفانہ، السادسۃ فی ذکر کراماتہ، السابعۃ فی ذکر بعض کلماتہ الطیبہ
المتضمنۃ لمکاشفاتہ العالیہ، الثامنۃ فی الرد الشبہات الواردۃ علی کلامہ، الخاتمہ
فی حکایات السالکین و الصالحین..... و حسن الخاتمہ فی ایراد بعض البشری
فی شانہ العظیم.....

بدائع الشرائع

یہ بہت مختصر سار سالہ ہے جو عربی نثر میں ہے، اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:
الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ فہذہ بعض بدائع الشرائع

رسالہ فی قرآۃ النبی المختار و اصحابہ الکبار

رسالہ کا موضوع نام سے ظاہر ہے، اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

الجنات الثمانیۃ کا ایک خطی نسخہ ذخیرہ شیفۃ، کتابخانہ آزاد، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہے۔

جیسا کہ ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت وحدت نے حضرت حجتہ اللہ کے ہمراہ دو مرتبہ حج کیا اول ۱۰۸۹ھ کو دوم
۱۱۰۹ھ کو آپ نے یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ جنات الثمانیۃ کون سے سفر کے دوران تالیف کی غالباً سفر اول کے قیام حرمین
کے وقت لکھی ہوگی۔

مجموعہ رسائل حضرت وحدت، ذخیرہ شیفۃ، علی گڑھ (مذکورہ)

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد فيقول العبد الراجي الى رحمة الله الحميد عبد الاحد ابن العارف بالله الشيخ محمد سعيد قدس سره المجيد ان هذه النسخة صحف مطهرة اشتملت على ما ورد من الآثار في قرأة النبو المختار و اصحابه الكبار و اتباعه الاخيار..... في الفرض و النفل لليل و النهار. الصحيفة الاولى فيها ورد في قرأة صلوة الفجر..... (یہ رسالہ عربی نثر میں ہے)

اسرار الجمعہ

یہ رسالہ جمعہ کے فضائل پر ہے، آغاز یوں ہوتا ہے:

الحمد لله الذي هدانا لهذا سبيل الرشاد لكلامه القويم..... اما بعد فان الله تبارك و تعالى جعل يوم الجمعة سيد الايام و عيداً من الخواص و العوام.....

رسالہ نفی الاشارة في الصلوة

یہ رسالہ رفع سبابہ کے موضوع پر ہے جس میں مؤلف نماز کے دوران انگلی اٹھا کر اشارہ کرنے سے منع کرتے ہوئے دلائل دیئے ہیں، اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

سبحانه من... الاشارات في جبروته و حاجت العبارات في ملكوته و كلام على من اتقى الله حق تعالى..... اما بعد لا تقور ان حضرت المجدد للاف الثاني.....

مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کا ذخیرہ مخطوطات محفوظ ہے، جس میں نقش بندی سلسلہ کے کئی نادر مخطوطات موجود ہیں، نواب شیفتہ کا اس سلسلہ سے قریبی اور گہرا تعلق تھا وہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے دونوں خلفاء شاہ ابو سعید اور شاہ احمد سعید مجددی سے بیعت تھے اور حضرت شاہ

ایضاً

ایضاً

راقم نے مقامات مظہری کے تعلیقات (۱۲۶۳/۱۱۷) صفحہ ۴۹۳-۴۹۵ میں اس سلسلہ کے بزرگوں کے مابین جو اختلافات

ہوئے اور ان حضرات نے اس موضوع پر جو کتابیں تالیف کی تھیں ان کی تفصیلات بیان کر دی ہیں (طبع دوم)

مشمول مجموعہ رسائل وحدت ذخیرہ شیفتہ، علی گڑھ

عبد الغنی مجددی سے سلوک کی تکمیل کے بعد خلافت یاب ہوئے تھے۔ ان کے ذخیرہ مخطوطات میں حضرت وحدت کے رسائل عربیہ کا یہ نادر الوجود مجموعہ موجود^۲ ہے، یقیناً انہیں یہ مخطوطہ حضرات مجددیہ سے تبرکاً ملا ہوگا، راقم احقر کو ۲۵ جولائی ۱۹۸۹ء کو علی گڑھ جا کر یہ ذخیرہ علمیہ دیکھنے کا موقع ملا ہے، جس سے یہ یادداشتیں مرتب کی گئی ہیں۔

خیر الکلام

یہ رسالہ فارسی نثر میں ہے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے معارف پر اعتراضات کے جواب کے طور پر لکھا گیا ہے، ذخیرہ شیفۃ میں اس کا جو خطی نسخہ ہے اس کے کل ۱۱ اوراق ہیں^۳۔

رسالہ

ذخیرہ شیفۃ میں یہ ۴۱ اوراق کا فارسی نثر میں حضرت وحدت کا ایک رسالہ ہے فہرست کے مرتب نے نہ تو رسالہ کا نام لکھا ہے اور نہ ہی کوئی تفصیل دی ہے^۴۔

رسالہ در بیان طریقہ احمدیہ (لطائف خمسہ)

یہ رسالہ فارسی نثر میں ہے اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے طریقہ سلوک کے بارے میں ہے، آغاز یوں ہوتا ہے:

الحمد لله و سلام على عباده الذي نصطفى اما بعد چون سالک از حجاب ہستی و خود پرستی بیرون آید در دیدہ بصیرتش بکحل الجواهر معرفت مکتحل گردد.....

اس کا ایک خطی نسخہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی میں ہے^۵، یہ رسالہ مولانا نور احمد امرتسری

مالک رام: تلامذہ غالب ۲۳۱

اس مجموعہ کا تعارف تالیفات حضرت وحدت کے تحت رسالہ فیض العام سے لے کر رسالہ نفی الاشارہ تک کروا دیا گیا۔

قیصر امر و ہوی: فہرست مخطوطات ذخیرہ، شیفۃ، علی گڑھ ص ۴۶

ایضاً ۵۳

عارف نوشاہی: فہرست نسخہ ہائی خطی فارسی موزہ ملی پاکستان ۲۵۹

مرحوم کی تصحیح سے کنز الہدایات مؤلف شیخ محمد باقر لاہوری کے ساتھ کحل الجواہر کے نام سے بطور ضمیمہ طبع ہو گیا ہے۔

دور سالہ وحدت

جناب جی معین الدین، لاہور کے ذاتی کتب خانہ میں ایک ایسا خطی مجموعہ ہے جس میں حضرت وحدت کے دور سالہ مجلد ہیں، لیکن افسوس کہ جلد ساز نے انہیں تباہ کر دیا ہے، یہ مخطوطہ کرم خوردہ تھا، مالک نسخہ نے اسے جلد ساز کے حوالہ کر دیا ہے اُسے جس طرح سمجھ آئی اس نے اوراق آپس ملا کر جلد کر دی پہلا رسالہ جس کا کوئی ورق بھی پڑھا نہیں جاتا اس کے ورق ۱۱ پر سرہند شریف کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، اس میں بعض منظوم حکایات بھی ہیں۔ دوسرا رسالہ بھی اسی ستم ظریفی کا شکار ہو گیا ہے اس کا آغاز منظوم ہے لیکن اوپر بٹر پپر چسپاں ہونے کے باعث قابل قرأت نہیں ہے، بہر حال دونوں کا موضوع تصوف و عرفان ہے۔

رسالہ نقشبندیہ

اس عنوان سے ذخیرہ شیخ الاسلام عارف حکمت، مخزنہ مکتبہ ملک عبدالعزیز، مدینہ منورہ میں ایک فارسی رسالہ موجود ہے، فہرست ساز نے اسے حضرت وحدت سے منسوب کیا ہے، لیکن عدم فرصت کے باعث ہم یہ رسالہ نکلوا کر نہیں دیکھ سکے۔

رسالہ لطائف

مشہور شاعر مرزا عبدالقادر بیدل نے اپنی بیاض مخزنہ کتابخانہ برٹش میوزیم، لندن میں حضرت وحدت کا ایک رسالہ لطائف نقل کیا ہے، ہم نے اپنے سفر برطانیہ (۱۹۸۶ء) کے دوران یہ بیاض دیکھی ہے جس میں

مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۵ھ، مولانا نعیم اللہ بہرائچی نے معمولات مظہریہ ص ۶۶

میں رسالہ کحل الجواہر کو حضرت وحدت کا ایک مکتوب بتائے ہوئے من و عن نقل کر لیا ہے۔ جس کے آخر میں بعض اضافات بھی ہیں، حضرت وحدت کے خلیفہ شیخ محمد عابد سنائی کے احوال پر معاصر خطی رسالہ میں بھی ایک رسالہ ”در بیان لطائف خمسہ و اصول آئنا“ کے نام سے نقل کیا گیا ہے وہ بھی رسالہ لطائف خمسہ ہی ہے (مقامات مظہری، تعلیقات طبع اول ۵۶۳)

حضرت وحدت کا یہ دس ورق رسالہ بیدل نے محفوظ کر لیا ہے اس کا موضوع لطائف ہے جو سالک منازل سلوک کے دوران طے کرتا ہے۔

گلشن وحدت

یہ حضرت وحدت کے مکتوبات کا مجموعہ ہے جس کے جامع آپ کے خلیفہ خاص اور کشمیر کے عالم خواجہ شیخ محمد مراد ننگ کشمیری (۱۱۳۱ھ) ہیں، اس میں ایک سوانیس مکاتیب ہیں جن میں سے زیادہ تر جامع کے نام ہیں، جن میں سے بعض اصحاب کے نام بھی مکتوبات موجود ہیں، یہ مجموعہ حضرت وحدت کے سوانحی اشارات سے پُر ہے۔ حضرت وحدت کے آخری دو حج جو آپ نے حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کے ہمراہ کیے کی تفصیلات پہلی مرتبہ اسی مجموعہ میں معلوم ہوئی ہیں، مکتوبات کے جامع شیخ محمد مراد کشمیری بن ملا مفتی محمد طاہر کے احوال کے سلسلہ میں اسے بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔

شہزادی زیب النساء بنت اور نگزیب کے نام مکتوب نمبر ۴۴، ۴۵ ہیں بادشاہ فرخ سیر کے نام مکتوب ۱۰۶ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت وحدت سے باقاعدہ نقش بندی سلوک کی مشق کر رہا تھا، کشمیر کے صوبہ از سیف خان کے نام مکتوب، ۵۰ ہے، یہ دوبار کشمیر کا صوبہ دار بنایا گیا اول ۱۰۷۵-۱۰۷۸ھ / ۱۶۶۳-۱۶۶۷ء، دوم ۱۰۷۹-۱۰۸۲ھ / ۱۶۶۸-۱۶۷۱ء میں شیخ محمد مراد کشمیری مذکور کی سوانح فیض مراد میں حضرت وحدت کے کئی بار کشمیر جا کر قیام فرمانے کا ذکر ملتا ہے، جس میں سیف خان کی عقیدت مندی کے واقعات بھی درج ہیں، تواریخ کشمیر میں سیف خان کا آپ کے استقبال کرنے اور اپنے مسکن کے ساتھ ہی حضرت وحدت کو ٹھہرانے اور فیض یاب ہونے کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

گلشن وحدت کا فارسی متن مولانا عبد اللہ جان فاروقی کی تصحیح سے، ادارہ مجددیہ، کراچی سے ۱۹۶۶ء کو طبع

ہو چکا ہے۔

خیابان وحدت

یہ حضرت وحدت کی فارسی منظومات کا مجموعہ ہے جو خود مصنف نے ۱۰۸۹ھ کو مرتب کیا۔ جو چار چمن، خاتمہ اور حسن خاتمہ پر مشتمل ہے، خود وضاحت فرماتے ہیں:

چمن چمن گل حمد و ثنا ثار بار گاہ کبریا آنکہ وحدت اور اختلاط کثرت حجاب نیست.... در بارہ
احقر البریہ طالب راہ احدیہ عبدالاحد ملقب بہ وحدت..... بدانکہ ایں رسالہ ایست متضمن بر
چہار چمن و خاتمہ و حسن خاتمہ ست و ہر چمن متضمن بر چہار خیابان ست خیابان اول در
غزلیات، خیابان دوم در مثنویات، خیابان سوم در رباعیات و خیابان چہارم در لطائف مکتومہ و
جوہر غیر منظومہ کہ تعبیر ازاں بہ گلدستہ ہارفتہ وہی عشرۃ عشرۃ و خاتمہ متضمن بر دو نشمن ست
اول در غزلیات بدیعہ در بحرہای مثنویہ..... دوم در نعت..... و بعضی تاریخ..... و حسن
خاتمہ در ایراد بعضی احادیث نفس در مدح شعر
ابتدا میں اس مجموعہ کا قطعہ تاریخ ہے:

خیابانش بر ارباب حقیقت
خرد از سال تاریخش خبر داد
کہ دریاب از خیابا نہای وحدت

۱۰۸۹ھ

وفیات کے باب میں حضرت خواجہ محمد سعید، حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت شاہ محمد یحییٰ کے سالہای
وفات کی منظوم تواریخ شامل ہیں۔

خیابان وحدت کا ایک خطی نسخہ مکتوبہ ۱۰۸۳ھ ڈاکٹر خواجہ محمد سلیم مرحوم سابق استاذ پشاور یونیورسٹی،
اور دوسرا نسخہ مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددی، ٹنڈو ساہیو داد، سندھ کے کتب خانہ میں ہے۔

چہار چمن

یہ بھی چار چمن پر مشتمل ہے یعنی چمن ۱، وجود، ۲۔ علم، ۳۔ نور، ۴۔ شہود اس کا خطی نسخہ اول مملوکہ مولانا قدرت اللہ، ساکن بھلوال، سرگودھا۔

دوم پبلک لائبریری، خیرپور، سندھ، سوم کتب خانہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ، چہارم خطی نسخہ رضا لائبریری، رام پور میں ہے۔

دیوان وحدت

دانشگاہ تہران، ایران میں دیوان وحدت کی مائیکروفلم ہے جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

زہی زکنہ کمالت کلیم مناطقہ لال برآستان جلالت امین بے پروبال

نسیم لطف تو گر بگذرد زدار جحیم زند ز چشمہ مشاق جوش زلال

دیوان وحدت میں حمد و نعت کے بعد غزلیات کی تعداد زیادہ ہے، آخر میں اپنے خاندان کے بزرگوں کے ناموں کے معنی بھی نظم کیے ہیں معما باسم احمد، سعید، معصوم۔ معصوم کے بعد تین دوہڑے ہندی (قدیم اردو) میں ہیں، اس کے بعد اپنے خاندان کے اکابر کے مرثیہ کہے ہیں مرثیہ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی، خازن الرحمت، عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم، اخوین خود، شیخ عبداللہ، شیخ محمد نقی، شیخ محمد اشرف، (قطعات) تاریکبہای وصال خواجہ محمد معصوم، شیخ محمد نقشبند ثانی، مرثیہ محمد جواد (برادر خود) مرثیہ شیخ سعد الدین (برادر خود)، غزلیات حروف تہجی کے اعتبار سے ہیں۔

دیوان کا آخری شعر ہے:

نیست یک لفظ زین میان مہمل بخدای کریم عزوجل

سال کتابت ربیع الثانی ۱۱۲۷ھ ہے یعنی حضرت وحدت کے وصال (۱۱۲۶ھ) کے صرف ایک سال بعد اس کی کتابت ہوئی ہے، کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا، اصل مخطوطہ سید علی رضا ریحان یزدی کے کتب خانہ میں ہے،

جہاں سے دانشگاه تہران کے کتابخانہ مرکزی کے لیے اس کی مائیکرو فلم بنائی گئی ہے،^۱ ہم نے اپنے دوسرے سفر ایران (۱۹۹۲ء) کے دوران اس مائیکرو فلم کا مطالعہ کیا اور چند یادداشتیں مرتب کیں۔

دیوان وحدت کا دوسرا خطی نسخہ ایشیائیک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ میں ہے جس پر سال کتابت درج نہیں

ہے۔^۲

شعراء کے تذکروں میں حضرت وحدت کے صاحب دیوان شاعر ہونے کا ذکر ملتا ہے، آپ کے معاصر بندار بن داس خوشگلو نے لکھا ہے:

دیوان مختصر از آئیناب یادگار است^۳

شاہ خوب اللہ الہ آبادی کی بیاض میں حضرت وحدت کے کلام کا انتخاب موجود ہے،^۴ کشن چند اخلاص نے آپ کے دیوان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

دیوان مختصر ترتیب دادہ و اکثر مضامین تازہ بروئے کار آورده^۵

دیوان وحدت کے جس خطی نسخہ کی مائیکرو فلم (دانشگاہ تہران) ہماری نظر سے گزری ہے اس میں کوئی

نثری دیباچہ نہیں ہے، تاہم کشن چند اخلاص کے مذکورہ بالا بیان سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حضرت وحدت نے اپنا دیوان خود ترتیب دیا تھا۔

شرح بیت مثنوی

حضرت وحدت نے مثنوی مولانا روم کے مشہور شعر:

علم حق در علم صوفی گم شود۔ ایں سخن کی باور مردم شود

کی شرح لکھی ہے، جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

^۱ دانش پڑو، محمد تقی: فہرست میکرو فیلہای کتابخانہ مرکزی دانشگاه تہران ۲/ ۲۳۵

^۲ منزوی، احمد: فہرست نسخہ های خطی فارسی ۳/ ۲۵۹۷

^۳ خوشگو: سفینہ خوشگلو ۳/ ۶۹

^۴ اجلی، میرنجان نقشبندی: خازن الشعراء ورق ۱۶۸-۱

^۵ اخلاص، کشن چند: ہمیشہ بہار ۲۶۰-۲۶۱ (سال تالیف ۱۱۳۶ھ)

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى. اما بعد مولوی معنوی.....

فرماید۔ بیت..... علم حق..... آنچہ در حل این بیت به فهم قاصد در آمدہ

اس شرح کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں ہے

سال کتابت ۱۱۳۱ھ نمبر ۱۱۳۱

اسرار الفقر

اس رسالہ کا ایک خطی نسخہ جناب نذر صابری کے پاس اٹک میں ہے^۱۔ جس کی اس وقت تفصیل معلوم

نہیں ہو سکی۔

مجالس وحدت

یہ حضرت وحدت کے ملفوظات ہیں، جو مسلسل اور سنہ وار نہیں ہیں بلکہ جامع شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری جب کبھی سرہند شریف حاضر ہوتے تو اپنے قیام کے دوران آپ کے فرمودات کو قلم بند کرتے رہتے تھے یا جب حضرت وحدت کشمیر تشریف لے جاتے تو وہاں قیام کے دوران آپ جو کچھ فرماتے جامع انہیں لکھ لیتے تھے، شیخ محمد مراد نے اس مجموعہ کو تحقیقات کا نام دیا ہے، حضرت وحدت نے اپنے ایک مکتوب بنام شیخ محمد مراد سے اپنے مکتوبات اور مجالس کی روداد کی نقل طلب فرمائی ہے^۲، ان مجالس میں حضرت وحدت کے ایک مرید مخلص شیخ محمد یوسف کنٹ کشمیری مخاطب ہیں، ہر مجلس کو تحقیق کا عنوان دیا ہے، اور انہیں خطاب کرتے ہوئے اکثر مقامات پر ”حقیقت آگاہی اخوی محمد یوسف“ سے مخاطب کیا ہے، یہ وہی اخوی محمد یوسف کنٹ ہیں جن کے لیے حضرت وحدت نے اپنے کئی مکاتیب بنام شیخ محمد مراد میں بہت سی بشارات تحریر کی ہیں، ایک مکتوب میں ان کے لیے ”اجازت نامہ ارشاد“ بھی ہے^۳۔ اس مجموعہ کو مکمل طور پر ملفوظات حضرت وحدت قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس میں جامع نے اپنے کئی مکاشفات، مکتوبات اور واردات درج کی ہیں، ایک مکاشفہ ۱۱۰۱ھ کا ہے اور اس سنہ میں شیخ محمد

منزوی، احمد: فہرست مشترک ۷/ ۲۳۹

تسبیحی، محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان ۱/ ۱۱۵

کلشن وحدت ۱۲/ ۲۳

مراد کشمیری کے سرہند حاضر ہو کر فیض یاب ہونے کا معاصر مؤلف محمد اعظم نے ذکر کیا ہے^۱۔ شیخ محمد مراد کشمیری تین مرتبہ سرہند شریف حاضر ہوئے ہر سفر میں اخوی محمد یوسف ہمراہ ہوتے تھے، پہلا سفر ۱۰۸۱ھ (ڈیڑھ سال قیام) دوسرا سفر ۱۰۸۶ھ کو کیا تو حضرت وحدت سرہند شریف میں نہیں تھے بلکہ دہلی میں مقیم تھے، شیخ محمد مراد آپ کی خدمت میں دہلی پہنچ گئے، پھر تیسرا سفر ۱۱۰۱ھ کا ہے^۲، گویا کتاب تحقیقات حضرت وحدت کے انہی مذکورہ سالوں کی مجالس کی روداد (ملفوظات و مقولات) پر مشتمل ہے۔

تحقیقات کا ایک خطی جو شیخ محمد مراد کشمیری کے خود نوشت نسخہ سے ۱۲۴۵ھ کو استنبول، ترکی میں مولانا محمد خلیل انصاری نے نقل کیا تھا، یہ خطی نسخہ ذخیرہ شیخ الاسلام عارف حکمت مخزونہ مکتبہ ملک عبدالعزیز، مدینہ منورہ میں ہے، جس سے کتابخانہ خانقاہ کنڈیاں کے لیے ظہور حسین نے ۱۳۶۸ھ کو نقل کیا، جو اس وقت خانقاہ سراجیہ، کنڈیاں ضلع میانوالی، پنجاب، پاکستان میں ہے^۳۔

دوسرے حصہ میں ہم حضرت وحدت کی ان تالیفات کے نام لکھ رہے ہیں جن کے خطی نسخوں تک ہماری رسائی نہیں ہوئی اور ان کے صرف نام مختلف تذکروں میں ملتے ہیں:

صاحب مقامات معصومی نے حسب ذیل تالیفات کے نام لکھے ہیں جو ہمیں نہیں مل سکیں:

گلزار وحدت، خرمن گل اور شقائق^۴، نوا قضا الروافض (عربی سے فارسی ترجمہ) اور تصنیف شریف کے حوالے خود حضرت وحدت نے دیئے ہیں^۵۔

مؤلف روضۃ القیومیہ نے جنود اللہ کا ذکر کیا ہے^۶، اور حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کی قیومیت کے اثبات میں رسالہ تالیف کرنے کا ذکر ہے^۷۔

^۱ فیض مراد ورق ۱۲

^۲ ان تمام اسفار کی تفصیل فیض مراد میں درج ہے، ورق ۱۱-۱۲ اب

^۳ راقم احقر نے جون ۱۹۷۷ء کو یہ خطی نسخہ کنڈیاں حاضر ہو کر دیکھا اور منقولہ بالا یادداشتیں مرتب کیں، تحقیقات کی تفصیل فیض مراد میں بھی شامل ہے۔

^۴ مقامات معصومی ۳/۳۱۲

^۵ گلشن وحدت ۲۵/۳۷

^۶ روضہ ۱/۳۰۱

^۷ ایضاً ۳/۲۹-۳۰

مقامات معصومی کے مؤلف نے بتایا ہے کہ حضرت وحدت کی ایک ایسی بیاض بھی ہے جس میں کئی حضرات نے اپنے ہاتھ سے حضرت وحدت کے لیے بشارات قلم بند کی تھیں چنانچہ حضرت خواجہ محمد معصوم نے اپنے دست مبارک سے اس بیاض میں ایک بشارت تحریر فرمائی تھی۔ یہ بیاض آپ کے مرید مخلص شیخ محمد مراد بنگ کشمیری نے بھی دیکھی تھی، لکھتے ہیں:

آنچه از بیاض مخدوم مرشد مدظلہ العالی کہ از زبان مبارک حجة الله سلمہ الله
تعالیٰ شنیده..... خود نگاہ داشتند و نقل آن با حق فرستادند و آن ایں است در
باب خود فرمودند کہ بہ خطاب حجة الله را مشرف ساختند و ندا در دادند کہ ہمہ
دوستان تو مغفور اند.....

الدرر (فی علم قراء) کا آپ نے خود ذکر فرمایا ہے کہ ۱۱۰۶ھ سے قبل ہم نے اس موضوع پر عربی میں رسالہ لکھا تھا۔

صاحب عمدۃ المقامات نے آپ کی حسب ذیل تالیفات کے نام لکھے ہیں:

حاشیہ بر بعضی اقوال تفسیر بیضاوی، سلسلۃ الجواہر در شرح چہل حدیث، خزائن المودہ، منشور الدرر فی
فضائل السور، صحائف تسعہ، شرح رباعیات خواجہ بزرگ، مناجات کبیر، مناجات صغیر، قصص برحق، نشر العطر،
شرح کلمہ تسبیح، شرح کلمہ تہلیل، شرح مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی۔

رسالہ رد مخالفین حضرت مجدد الف ثانی، رسالہ در احوال حضرت قبلہ روحانی المجدد اللہ الثانی^۱ (بلسلہ
ذکر فیض گرفتہ حضرت مجدد الف ثانی از حضرت غوث الثقلین)

گلشن وحدت ۵۴ / ۷۰، مقامات معصومی ۳ / ۳۱۱

حسنات المقرین، ورق ۷۰ اب (گویا حضرت وحدت اپنے مخلصین کو اس بیاض کی نقلیں فراہم کرتے تھے)

رک قرآۃ القارئین، ورق ۲

عمدۃ المقامات ۲۳۳

غلام علی دہلوی، شاہ: سبہ سيارہ ص ۳۰

فقیر اللہ علوی شکار پوری: مکتوبات ۲۹ / ۲۰۳

شاہ محمد مظہر مجددی دہلوی ثم مدنی نے حضرت وحدت کی ایک مثنوی کا ذکر کیا ہے لیکن کوئی تفصیل نہیں دی۔^۱

حضرت وحدت نے اپنے فرمودات میں لطائف اور دلیات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اپنے رسالہ فوائد نقشبندیہ کا ذکر کیا ہے۔^۲

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حضرت وحدت کے معاصر شیخ ابو الرضا محمد (ف ۱۱۰۱ھ) کی وحدت الوجود وغیرہ کے موضوع پر جو مکاتبت ہوئی تھی وہ انہوں نے انفاس العارفین میں محفوظ کر لی تھی، حضرت وحدت کی مجالس میں شیخ ابو الرضا کی متعدد بار حاضری اور معارف کا بیان بھی قابل توجہ ہے، ان کے وصال کے وقت حضرت وحدت ان کے ہاں تشریف فرما تھے، ان کے ساتھ حضرت وحدت کی رشتہ داری بھی تھی۔^۳ حضرت وحدت نے لطائف المدینہ (تالیف سال ۱۰۶۸ھ بمر اٹھارہ سال) میں اپنی ایک تالیف بشارۃ الحقانیۃ کا ذکر کیا ہے کہ لطائف المدینہ کا خاتمہ اس کتاب سے ملنا محذوف ہے۔^۴ لیکن خاتمہ میں اس کتاب کے اقتباسات شامل نہیں ہو سکے، گویا حضرت وحدت لطائف المدینہ سے بھی پہلے ایک کتاب بشارات الحقانیۃ کے نام تالیف کر چکے تھے اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال سے بھی کم تھی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے معلوم نہیں شیخ محمد مراد ننگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ) کی مرتبہ کتاب تحقیقات کو کس بنیاد پر حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی سے منسوب کر دیا ہے غالباً ان کی غلط فہمی کی وجہ کتابخانہ عارف حکمت میں موجود فہرست مخطوطات فارسی ہے،^۵ جس کے فہرست ساز نے بلا تردد اسے حضرت خواجہ محمد

^۱ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۲۷

^۲ محمد مراد کشمیری: تحقیقات ۱۰۵

^۳ دلی اللہ محدث: انفاس العارفین ۱۲۳-۱۳۹، ۱۵۷ وغیرہ

^۴ لطائف المدینہ ورق ۱-۲

^۵ ۱۹۹۹ء کے سفر حرمین الشریفین کے دوران ہمیں یہ فہرست دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔

سعید سے منسوب کر دیا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے مخطوطہ کا مطالعہ کیے بغیر ہی زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کے تراجم پر حواشی میں اسے حضرت خواجہ سے منسوب کر دیا، ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

خواجہ محمد سعید کا لقب خازن الرحمت ہوا، آپ کی ایک کتاب تحقیقات تصوف اور فقہ سے متعلق مدینہ منورہ میں مکتبہ عارف حکمت میں مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے اور وہ محمد یوسف کے نام مکتوبات اور مضامین ہیں^۱۔

اب اس کتاب کے متن سے کچھ ایسے شواہد پیش کیے جا رہے ہیں جن سے اس کے حضرت خواجہ محمد سعید کی تصنیف کی نفی اور شیخ محمد مراد کی تالیف ہونے کے دلائل مل سکیں گے:

آغاز -

لله الحمد و المنة و على سيد المرسلين الصلوة و التحية على ما انعم بحقیقت

آگاہی اخوی محمد یوسف خطاب نموده کلمات مغلق تحقیقی می نویسد.....

یہ اخوی محمد یوسف کون ہیں؟

اگر ڈاکٹر صاحب قبلہ اس پر غور فرماتے تو انہیں یہ مغالطہ ہی نہ ہوتا، یہ شیخ محمد یوسف وہی ہیں جن کا ڈاکٹر صاحب کے شائع کردہ گلشن وحدت (مکتوبات حضرت وحدت) میں متعدد مرتبہ ذکر آیا ہے یہ شیخ محمد مراد تنگ کشمیری کے مرید خاص تھے، حضرت وحدت نے اپنے کئی مکاتیب بنام شیخ محمد مراد میں جس اخوی محمد یوسف کے لیے بشارات تحریر فرمائی ہیں وہ یہی محمد یوسف ہیں^۲، کئی مکاتیب کا تو موضوع ہی ”بشارات در حق اخوی محمد یوسف ہے“^۳، ایک مکتوب میں حضرت وحدت نے انہی اخوی محمد یوسف کے لیے اجازت نامہ ارشاد ارسال فرمایا ہے^۴۔

زبدۃ المقامات ترجمہ غلام مصطفیٰ خان ص ۳۱۷ حاشیہ، حضرات القدس ۲ / ۲۱۳

گلشن وحدت ۶ / ۱۹، ۱۰ / ۲۳

ایضاً ۱۵ / ۲۸ دہ بعد

ایضاً ۱۹ / ۳۲ (شیخ محمد یوسف عنفوان شباب میں ہی شیخ محمد مراد کشمیری کی خدمت میں آ گئے تھے اور حضرت وحدت کی خدمت میں شیخ محمد مراد کے ساتھ حاضر ہوتے تھے اور حضرات مجددیہ کے منظور نظر بنے، وہ نہایت باہمت بزرگ تھے زندگی کے نوے سال اسی تحصیل میں گزارے ۱۱۵۵ھ کو وصال ہوا کشمیر میں مدفون ہیں) تاریخ کشمیر اعظمی (۲۶۴)

یہ شیخ محمد یوسف کنت ہیں جن کی یہ نسبت گلشن وحدت، حسانات المقربین اور فیض مراد میں مذکور ہے یہ دراصل "کنت" ہے جو کشمیریوں کی ذاتوں میں سے ایک مشہور ذات ہے، گویا وہ مجاز و مرخص تو حضرت وحدت کی طرف سے تھے لیکن شیخ محمد مراد کے زیر تربیت رہے۔

اب غور فرمائیے کہ کتاب تحقیقات کھلا سچ محمد سعید سرہندی کی تصنیف کیسے ہو سکتی ہے؟ شیخ محمد یوسف کے عروج سے پہلے شیخ محمد سعید علیہ الرحمت کا وصال ہو گیا تھا یعنی ۱۰۷۱ھ کو۔

کتاب تحقیقات کے مرتب شیخ محمد مراد کشمیری نے ابدال کے وجود پر بحث کرتے ہوئے اپنی تالیف "فوائد رضائیہ" کا حوالہ دیا ہے، اس کتاب کے کسی خطی نسخے کے وجود کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے البتہ مؤلف کے مرید خاص شیخ محمد اعظم دیدہ مری نے اس کتاب کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ شیخ محمد مراد نے اس میں اپنے شیخ گرامی حضرت شاہ علی رضا فاروقی سرہندی بن علامہ محمد فرخ بن خواجہ محمد سعید کے حالات تحریر کیے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"فوائد رضائیہ در بیان احوال خدمت ولایت دستگاہ حضرت مرشدی شاہ علی رضا سلمہ اللہ تعالیٰ"

یہ بالکل واضح سی بات ہے کہ اگر کتاب تحقیقات حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی قدس سرہ کی تصنیف ہوتی تو آپ اس میں اپنے پوتے (شاہ علی رضا) کے مناقب میں لکھی جانے والی کتاب کا حوالہ کیوں کر دیتے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب شیخ محمد مراد کشمیری کی مولفہ ہے نہ کہ حضرت خواجہ محمد سعید کی، اسی طرح مؤلف نے اپنے رسالہ خوف ورجا کا بھی اس میں کئی مرتبہ حوالہ دیا ہے جو بقول شیخ محمد اعظم مذکور انہی شیخ محمد مراد کشمیری کی تالیف ہے۔

۱ محمد مراد کشمیری: تحقیقات ۱۰۸

۲ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۴۸

۳ تحقیقات ۱۲۲

۴ فیض مراد میں رسالہ خوف ورجا کی تینیں شامل ہے۔ (ورق ۴۹-الف-۵۳-ب)

مؤلف شیخ محمد مراد نے ۱۱۰۱ھ کو اپنے ایک مکاشفہ کی اپنے شیخ حضرت وحدت سے تاویل دریافت کی

ہے۔

یہ واضح ہے کہ حضرت خواجہ محمد سعید کا وصال ۱۰۷۱ھ کو ہو گیا بھلا اس سنہ میں فوت ہونے والا ۱۱۰۱ھ

میں اپنا مکاشفہ کیوں کر لکھ سکتا ہے؟

کتاب تحقیقات میں مؤلف نے اپنے تمام اجازت نامے اور اسناد ارشاد جمع کر دی ہیں لطف کی بات یہ ہے کہ یہ وہ سندیں ہیں جو مؤلف اپنے مرتبہ مکتوبات حضرت وحدت کے مجموعہ (گلشن وحدت) میں بھی نقل کر چکے ہیں، جسے خود ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے ہی شائع کیا ہے۔

ان مختصر مباحث سے ثابت ہوا کہ کتاب تحقیقات حضرت خواجہ محمد سعید کی تالیف نہیں ہے بلکہ یہ تو حضرت شیخ محمد مراد کشمیری کی تالیف ہے، کتاب تحقیقات کے کاتب نے اسے حضرت شیخ عبدالاحد وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید کے مقولات کا مجموعہ قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو:

تمت ہذہ النسخۃ المبارکہ السمیٰ بہ تحقیقات من مقولات قطب الاقطاب غوث
الاعظم حضرت سیدنا و مولانا عبدالاحد بن شیخ محمد سعید.....

پھر جن صاحب (ظہور حسین) نے یہ کتاب کتب خانہ عارف حکمت مدینہ منورہ سے خانقاہ کنڈیاں کے لیے نقل کی ہے انہوں نے بھی اسے حضرت وحدت کے ملفوظات ہی بتایا ہے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اسے مکمل طور پر حضرت وحدت کے ملفوظات نہیں کہا جاسکتا بلکہ اس میں جامع شیخ محمد مراد کشمیری نے آپ کے فرمودات کے ساتھ آپ کے بعض مکتوبات اور اجازت نامے بھی نقل کیے

تحقیقات ۱۱۷

ایضاً ۱۲۸-۱۳۲ و بہ بعد (اگر کتاب تحقیقات اور گلشن وحدت کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو کئی مقامات ان میں مشترک ملیں گے، اس میں گلشن وحدت میں شامل بعض مکاتیب بھی نقل ہوئے ہیں)

گلشن وحدت

ہیں، ہمارے نزدیک یہ وہی کتاب ہے جس کی نقل حضرت وحدت نے شیخ محمد مراد کشمیری سے اپنے ایک مکتوب میں طلب کی ہے۔

حیات حضرت خواجہ محمد سعید کے مآخذ

حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی قدس سرہ کے احوال پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، ان لکھنے والوں میں معاصرین، قریب العہد اور متاخرین سبھی شامل ہیں، ان مآخذ میں مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، وصال احمدی، زبدۃ المقامات، حضرات القدس، مجمع الاولیاء، سنوات الاتقیاء، طبقات شاہ جہانی، مکتوبات معصومیہ، مکتوبات سعیدیہ، مقامات احمدیہ و مناقب حضرات معصومیہ، نتائج الحرمین، اسرار یہ، ریاض الاولیاء، مفتاح العارفین، گلشن وحدت، کواکب دریہ، تحفۃ الفقراء، حسانت المقربین، گلزار اسرار الصوفیہ، روضۃ القیومیہ، روضۃ السلام، حسانت الحرمین، عمدۃ المقامات، مقامات معصومی اور اہلائف المدینہ^۲ (درحالات حضرت خواجہ محمد سعید) کتب تاریخ میں سے عالمگیر نامہ، مآثر عالمگیری، مرآۃ العالم، مرآۃ جہان نما وغیرہ شامل ہیں ان مآخذ کے ذکر کے بعد اب لطائف المدینہ کا تعارف کروایا جا رہا ہے۔

لطائف المدینہ

لطائف المدینہ حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہا کے حالات پر عربی نثر میں ایک رسالہ ہے جس کے مؤلف شیخ عبدالاحد وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید ہیں، یہ کتاب ۱۰۶۷-۱۰۶۸ھ کو تالیف ہوئی ہے جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ حضرت وحدت کی ولادت ۱۰۵۰ھ کو ہوئی تھی، اس اعتبار سے لطائف المدینہ کی تالیف کے وقت اُن کی عمر صرف ۱۸-۱۷ سال تھی اور صاحب سوانح حضرت خواجہ محمد سعید بقید حیات تھے۔

مذکورہ سنہ میں جب حضرات مخدوم زادگان سرہندج کے لیے حرمین الشریعین کے سفر پر گئے تو ان میں سے دو بزرگ صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما کے احوال و ملفوظات و

^۱ گلشن وحدت ۲۴ / ۱۲ (بعض تاملات کے لیے اسی مقدمہ کا عنوان "ایک غلط فہمی کا ازالہ" ملاحظہ کریں)

^۲ راقم الحروف نے مقامات معصومی کی جلد اول میں ان مآخذ و مراجع کا تفصیلی تعارف کروایا ہے۔

مکاشفات پر ان کے صاحبزادگان نے عربی میں رسائل تالیف کیے ان میں سے اول الذکر کے احوال پر لطائف المدینہ اور ثانی الذکر کے مکاشفات حریم پر یواخت الحریم کے نام سے رسائل تالیف کیے۔ موخر الذکر رسالہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے فرزند ارجمند مروج الشریعت محمد عبید اللہ نے لکھا جس کا حضرت خواجہ محمد معصوم کے حین حیات ہی ۱۰۷۱ھ کو فارسی میں حسانت الحریم کے نام سے ترجمہ ہو کر مریدین سلسلہ میں رائج ہو گیا۔ لیکن اول الذکر یعنی لطائف المدینہ کا ترجمہ نہ ہو سکا جس کی وجہ سے یہ رسالہ صرف عربی خوان حضرات تک محدود ہو کر رہ گیا۔

لطائف المدینہ سے پہلا براہ راست استفادہ شیخ محمد امین بدخشی نے کیا جو حضرات مجددیہ کے سفر حریم کے دوران ہمہ وقت ان کے ہمراہ رہتے تھے اور اپنی ضخیم کتاب نتائج الحریم (در حالات شیخ آدم بنوڑی) مرتب کرنے میں مصروف تھے، لکھا ہے کہ میرے پاس شیخ فرخ شاہ (بن حضرت خواجہ محمد سعید) اور شیخ عبدالاحد وحدت کے نوشتہ مکاشفات حریم کثیر تعداد میں موجود ہیں:

”..... مکاشفات الحرمین الشریفین کثیر عندی بخط الشیخ فرخ شاہ

والشیخ عبدالاحد سلمہما اللہ تعالیٰ“

اس اقتباس میں مکاشفات نوشتہ شیخ عبدالاحد سے مراد یہی لطائف المدینہ ہے، البتہ مکاشفات حریم نوشتہ علامہ محمد فرخ مجددی کے ہمیں تا حال کسی خطی نسخہ کے وجود کا علم نہیں ہے، گویا حضرت خواجہ محمد سعید کے مکاشفات صرف حضرت وحدت نے ہی نہیں لکھے بلکہ آپ کے فرزند اکبر علامہ محمد فرخ نے بھی قلم بند کیے تھے۔ اس کے بعد اس سلسلہ کے اکثر تذکرہ نویسوں نے حضرت خواجہ محمد سعید کے احوال کے بیان میں لطائف المدینہ سے استفادہ کیا ہے، ان میں سے حسانت المقربین، تحفۃ الفقراء، مقامات معصومی، روضۃ القیومیہ اور عمدۃ المقامات کے مولفین نے اس سے نقل و اقتباس کیا ہے، لطائف المدینہ پانچ ابواب (مقالات) اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

حسانت الحریم ہمارے مفصل مقدمہ اور ترجمہ سمیت مکتبہ سراجیہ، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زلی شریف، ضلع ڈیرہ

اسماعیل خان، پاکستان سے ۱۹۸۱ء کو طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

محمد امین بدخشی: نتائج الحریم، خطی جلد سوم، مخزنہ کتابخانہ انڈیا آفس، لندن نمبر Per. MS. Etbe. 652 ورق

پہلا مقالہ حضرت خواجہ محمد سعید مدظلہ العالی کے نسب پر ہے جس میں آپ کے مشائخ طریقت، اسناد حدیث کا بیان اور دوسرا مقالہ آپ کے حق میں ”بشارات جو آپ کے والد اور شیخ بزرگوار نے دی ہیں۔ اور جن کا ذکر مکاتیب شریفہ میں ہے۔

تیسرا مقالہ بعض مکاتیب شریفہ کا بیان جو آیات الفرقانیہ کی تاویلات پر مشتمل ہیں۔ چوتھا مقالہ ایسے اسرار عظیمہ کا بیان ہے جو آپ نے بلا واسطہ اپنے حضرت (مجدد الف ثانی) سے سنے..... پانچواں مقالہ آپ کی بعض کرامات و تصرفات

خاتمہ بعض وہ کلمات قدسیہ جو آپ کی کتاب مکی بالبشارة الحقانیہ..... لطائف المدینہ فصیح عربی میں ہونے کی وجہ سے معتقدین نے زیادہ نقول نہیں کیں جس کے باعث اس کے نسخے بہت ہی کمیاب ہیں، اس کا یہ ایک ہی نسخہ ہمیں مل سکا ہے جو اس وقت نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی میں شمارہ ۲ / ۱۰۵۶-۱۹۵۷ N.M: محفوظ ہے اس سے پہلے یہی نسخہ کتب خانہ سرکار ٹونک میں (کتب تصوف عربی نمبر ۱۰۵) کے تحت تھا۔ حضرت وحدت کے سب سے مفصل حالات شیخ محمد ہادی (ف ۱۱۲۳ھ) بن مروج الشریعت محمد عبید اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم نے مقامات حضرات خمسہ (کواکب دریہ) کی دوسری جلد میں لکھے ہیں جو حضرت خواجہ محمد سعید کے احوال پر ہے اس میں ضمنا حضرت وحدت کے جو حالات لکھے گئے ہیں وہ بقول صاحب مقامات معصومی ستر (۷۰) اجزاء کے مساوی ہیں جو ایک مستقل جلد سے کم نہیں ہیں، اس کتاب کے مؤلف نے حضرات مجددیہ کے احوال و مناقب کی تالیف کے لیے اپنی زندگی کے چالیس سال صرف کیے تھے۔

لیکن افسوس کہ اس پانچ جلدی ضخیم و جیم کتاب کی کسی جلد کے وجود سے ہم تاحال واقف نہیں ہیں۔ حضرت وحدت کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

حضرت وحدت کے خلفاء و مریدین کثیر تعداد میں تھے جن میں کشمیر کے مفتی محمد طاہر کے صاحبزادے شیخ محمد مراد ننگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ) جو ۳۸ کتابوں کے مؤلف اور آپ کے مکتوبات و ملفوظات

کے جامع تھے^۱ اور فارسی کے مشہور شاعر شیخ سعد اللہ گلشن (۱۰۷۵-۱۱۳۰ھ / ۱۶۶۵-۱۷۲۷ء) جنہوں نے حضرت وحدت کے عرف ”شاہ گل“ کی مناسبت سے اپنا تخلص گلشن رکھا تھا صاحب دیوان شاعر اور ولی دکنی کے استاد تھے، خاص شہرت رکھتے ہیں ان کے علاوہ صوفیہ کے تذکروں میں آپ کے مریدین کے اسماء بھی ملتے ہیں جنہیں طوائف کے خوف سے قلم زد کر دیا گیا ہے، البتہ شیخ محمد عابد سنائی ف (۱۱۶۰ھ) ایسی شخصیت ہیں جن کے دامن تربیت سے بہت سے افراد نے وابستہ ہو کر باطنی فیض پایا ان میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید (۱۱۱۱-۱۱۹۵ھ / ۱۷۰۰-۱۷۸۱ء) خاص شہرت کے مالک تھے جن سے سلسلہ نقشبندیہ کو بہت فروغ ہوا انہی شیخ محمد عابد سنائی کے خلیفہ تھے^۲۔

حضرت وحدت کو اپنے ایک معاصر بزرگ شیخ محمد افضل الہ آبادی^۳ (۱۰۸۸-۱۱۲۳ھ / ۱۶۷۷-۱۷۱۲ء) سے بڑی الفت تھی، یہ موانست عرصہ تک غائبانہ رہی لیکن جب الہ آباد کے ناظم سیف خان کی استدعا پر آپ ۱۰۹۳ھ / ۱۶۸۳ء کو الہ آباد تشریف لائے تو آپ نے متعدد مرتبہ شیخ محمد افضل سے ملاقات کی، شیخ نے اپنا رسالہ اثبات الاحوطیہ پیش کیا جسے ملاحظہ فرما کر آپ بہت خوش ہوئے^۴۔

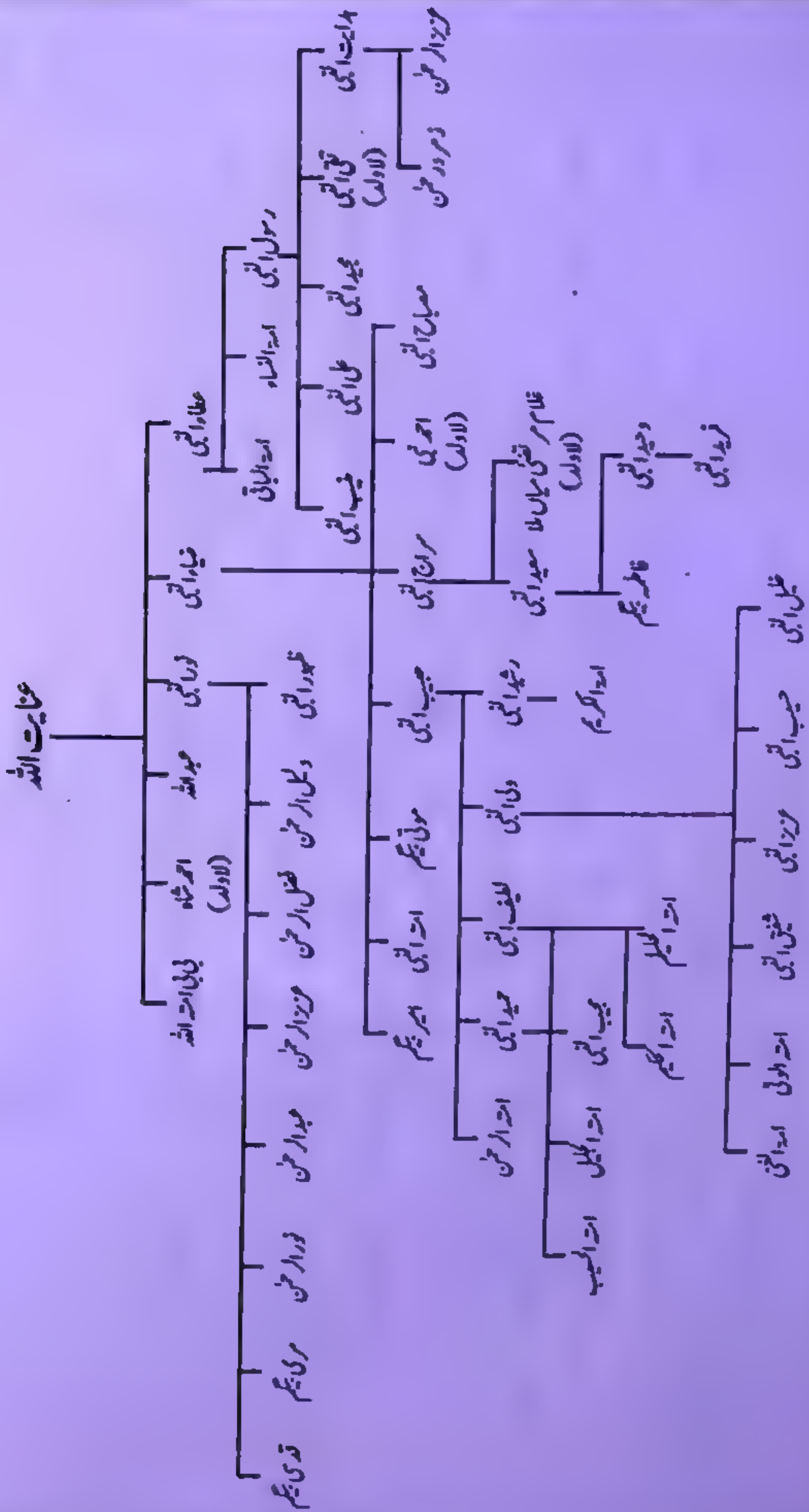
شیخ محمد مراد ننگ کشمیری کے حالات پر ان کے مرید محمد اعظم دیدہ مری نے فیض مراد کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی تھی جو انشاء اللہ حوزہ نقشبندیہ سے شائع کی جائے گی۔

تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

مقامات مظہری ۲۳۳-۲۳۷

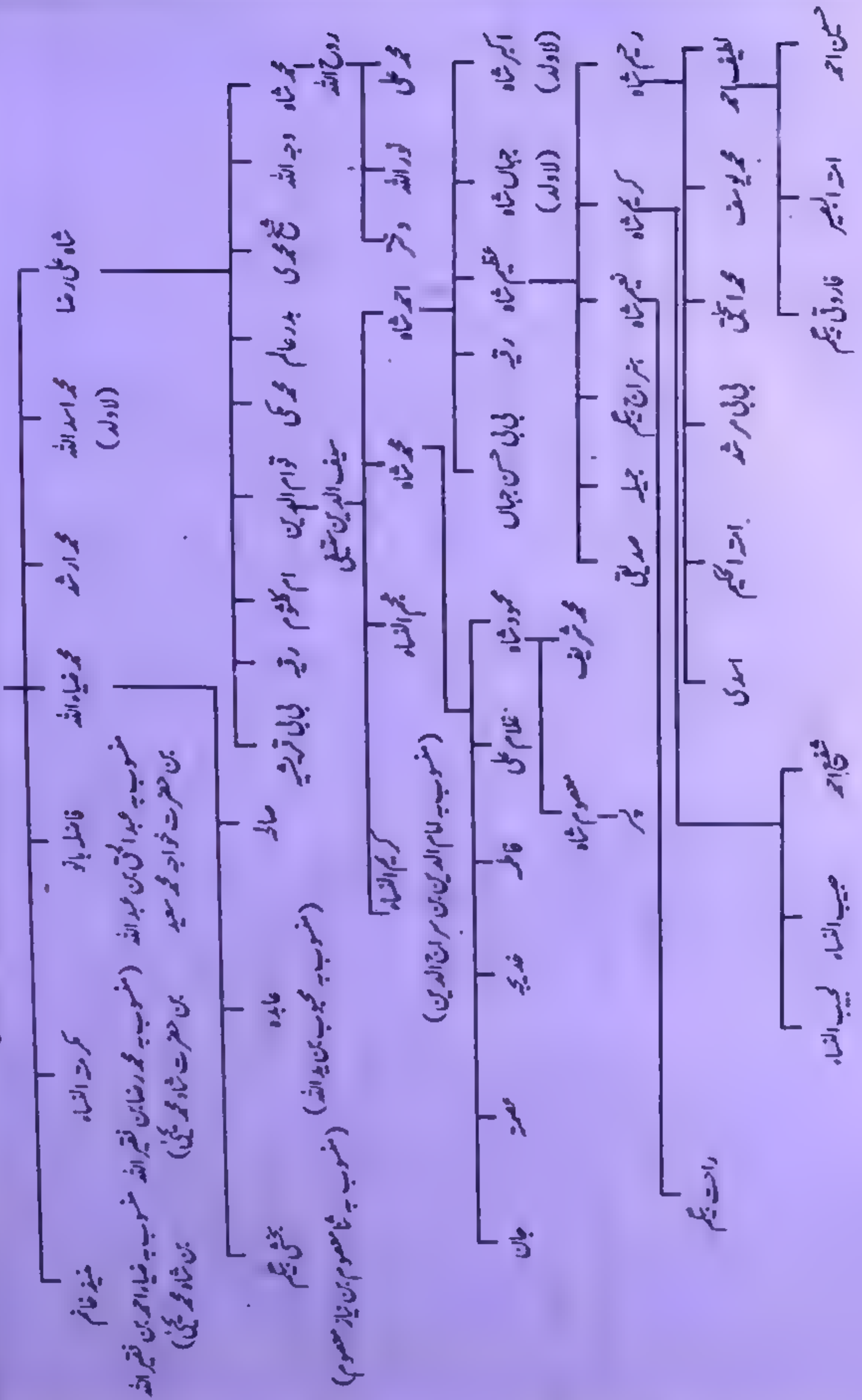
شیخ محمد افضل الہ آبادی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر ۶ / ۲۷۹

اجلی، میر نجان الہ آبادی نقش بندی: خازن الشعراء ورق ۱۶۷ اب

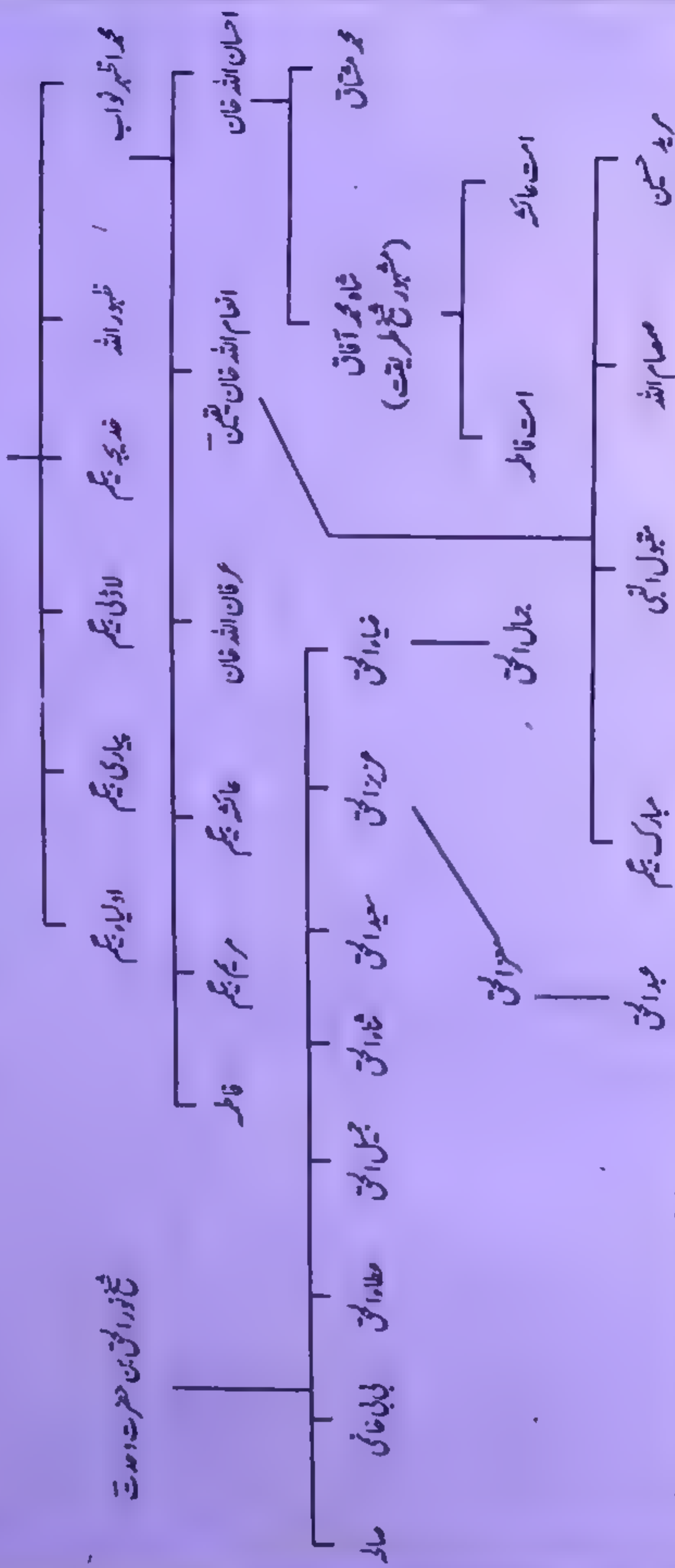


(ماخوذ از ہدیہ احمدیہ ۱۸۰۹ء، انساب الانجاء ۱۶)

علامہ مولوی محمد فرخ شاہ بن خواجہ سعید بن حضرت مجدد الف ثانی

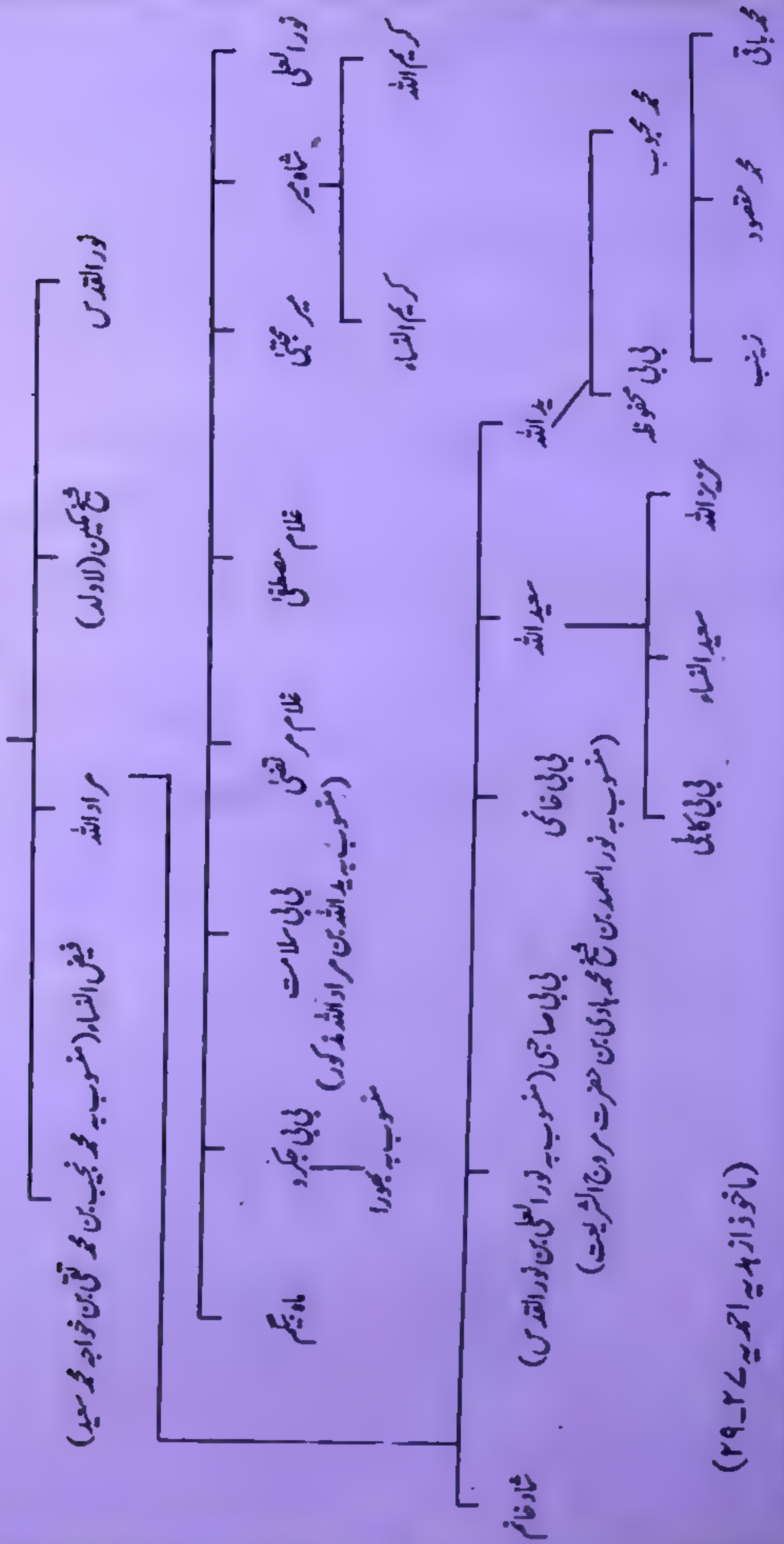


شیخ محمد تقی بن حضرت وحدت



(ماخوذ از ہدیہ احمدیہ ۱۹-۲۷)

شیخ محمد خلیل اللہ بن خواجہ محمد سعید



ماخذ

مخطوطات

- ۱۔ اجملی، محمد میرن جان نقش بندی: خازن الشعراء، مخزنہ کتب خانہ انڈیا آفس، لندن نمبر 1.0.3899، روٹوگراف مملوکہ جناب مشفق خواجہ، کراچی۔
- ۲۔ ظفر، رائے یکارام: گلزار مضامین (بسال ۱۱۹۹ھ)
- ۳۔ محمد اعظم دیدہ مری: فیض مراد (احوال و آثار شیخ محمد مراد ننگ کشمیری ف ۱۱۳۱ھ)، مخزنہ کتابخانہ مرکزی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، (ذخیرہ شیرانی)
- ۴۔ محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین (احوال شیخ آدم بنوڑی) جلد سوم خطی، مخزنہ کتابخانہ انڈیا آفس لندن، نمبر ۶۵۲۔
- ۵۔ محمد مراد ننگ کشمیری: تحفۃ الفقراء مرتبہ محمد اقبال مجددی، زیر طبع۔
- ۶۔ ایضاً: تحقیقات، مخزنہ کتابخانہ خانقاہ نقشبندیہ سراجیہ، کنڈیاں، ضلع میانوالی پاکستان۔
- ۷۔ ایضاً: حسانات المقرین، کتابخانہ مرکزی لینن گراڈ، روس
- ۸۔ وحدت، عبد الاحد سرہندی، شیخ: چہار چمن، مخزنہ کتابخانہ خانقاہ سراجیہ، کنڈیاں۔
- ۹۔ ایضاً: مجموعہ رسائل وحدت، ذخیرہ شیفہ، مخزنہ مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

مطبوعات فارسی

- ۲۱۔ آزاد، غلام علی بلگرامی: خزانہ عامرہ، لکھنؤ، مطبع نو لکھنؤ، ۱۸۷۱ء
- ۲۲۔ ایضاً: آثار الکرام، لاہور، مکتبہ احیاء العلوم الشرقیہ، ۱۹۷۱ء
- ۲۳۔ ایضاً: سرو آزاد مرتبہ عبد اللہ خان و عبد الحق، حیدر آباد، دکن، ۱۹۱۳ء
- ۲۴۔ احمد ابوالخیر مکی: ہدیہ احمدیہ (انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی)، کانپور، ۱۳۱۳ھ
- ۲۵۔ احمد منزوی: فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد، ۱۴ جلدیں
- ۲۶۔ اخلاص، کشن چند: ہمیشہ بہار (تذکرہ شعرائے فارسی) مرتبہ وحید قریشی، کراچی، ۱۹۷۳ء

- ۲۷۔ الہدیہ چشتی: سیر الاقطاب، لکھنؤ، مطبع نوکشتور، ۱۹۱۳ء
- ۲۸۔ ایمان، رحم علی خان: تذکرہ منتخب اللطائف مرتبہ محمد رضا جلالی نائینی و امیر حسن عابدی، تہران، ایران، ۱۳۴۹ ش
- ۲۹۔ امیر خورد کرمانی: سیر الاولیاء دہلی، مطبع رضوی، ۱۳۰۲ھ
- ۳۰۔ باقی باللہ، خواجہ: کلیات خواجہ باقی باللہ مرتبہ برہان احمد فاروقی و ابوالحسن زید فاروقی، لاہور ۱۹۶۷ء
- ۳۱۔ بختاور خان: مرآۃ العالم مرتبہ ساجدہ علوی، لاہور، ۱۹۷۹ء
- ۳۲۔ تسبیحی، محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان، اسلام آباد
- ۳۳۔ حارثی، محمد بن رستم: تاریخ محمدی مرتبہ امتیاز علی خان عرشی، علی گڑھ، ۱۹۶۰ء
- ۳۴۔ حمید شاعر قلندر: خیر المجالس مرتبہ خلیق احمد نظامی، علی گڑھ، ۱۹۵۹ء
- ۳۵۔ خادم، احمد علی ہاشمی سندیلوی: مخزن الغرائب مرتبہ محمد باقر، لاہور، ج اول دوم ۱۹۶۸-۱۹۷۰ء، سوم، چہارم، پنجم، اسلام آباد ۱۳۷۱-۱۳۷۲ ش
- ۳۶۔ خوشگو، بندر ابن داس: سفینہ خوشگو مرتبہ عطاء الرحمن کاکوی، پٹنہ، ۱۹۵۹ء
- ۳۷۔ دانش پٹوہ، محمد تقی: فہرست میکرو فلمہای کتابخانہ مرکزی دانشگاه تہران، (۳ جلد) تہران، ایران، ۱۳۴۸-۱۳۶۳ ش
- ۳۸۔ سجادول، اخوند عبدالحق سرہندی: مسائل شرح وقایہ، دہلی، مطبع مرتضوی، ۱۲۸۵ھ
- ۳۹۔ سیف الدین سرہندی، خواجہ: مکتوبات مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، کراچی، (سن)
- ۴۰۔ شوق، قدرت اللہ: طبقات الشعراء مرتبہ ثار احمد فاروقی، لاہور، ۱۹۶۸ء
- ۴۱۔ صبا، محمد مظفر حسین: روز روشن، تہران، ۱۳۴۳ ش
- ۴۲۔ صفرا احمد معصومی سرہندی: مقامات معصومی تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء
- ۴۳۔ عارف نوشاہی، سید: فہرست نسخہ ہا خطی فارسی موزہ ملی پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء
- ۴۴۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: اخبار الاخیار، دہلی، مطبع مجتہائی، ۱۳۳۲ھ
- ۴۵۔ غلام علی دہلوی، شاہ: سبغہ سیارہ (مجموعہ رسائل)، مطبع علوی، ۱۲۸۴ھ

- ۴۶۔ فقیر اللہ علوی شکار پوری: مکتوبات جامع محمد فاضل انصاری، لاہور، مطبع اسلامیہ، ۱۹۱۹ء
- ۴۷۔ قاسم، قدرت اللہ: مجموعہ نغز مرتبہ حافظ محمود شیرانی، لاہور، ۱۹۳۳ء
- ۴۸۔ گوپاموی، قدرت اللہ: نتائج الافکار، بمبئی، ۱۳۳۶ش
- ۴۹۔ مجدد الف ثانی احمد سرہندی شیخ: مکتوبات مرتبہ نور احمد امرتسری، امرتسر، ۱۳۳۴ھ
- ۵۰۔ محمد اعظم دیدہ مری: تاریخ کشمیر مرتبہ سعادت کشمیری، مقبوضہ کشمیر، ۱۳۵۵ھ
- ۵۱۔ محمد سعید سرہندی، خواجہ: مکتوبات جامع علامہ فرخ، لاہور، ۱۳۸۵ھ
- ۵۲۔ محمد فضل اللہ قندھاری: عمدۃ المقامات، استنبول، ترکی
- ۵۳۔ محمد کاظم شیرازی: عالمگیر نامہ، کلکتہ، ایشیائک سوسائٹی آف بنگال، ۱۸۶۸ء
- ۵۴۔ محمد مظہر مجددی مہاجر مدنی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، دہلی، اکمل المطابع، ۱۲۷۷ھ
- ۵۵۔ محمد معصوم سرہندی، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد اول، کانپور، ۱۳۰۴ھ، جلد دوم لدھیانہ، ۱۳۲۴ھ
- جلد سوم مرتبہ نور احمد امرتسری، امرتسر، ۱۳۴۰ھ
- ۵۶۔ محمد نقشبند ثانی، حجتہ اللہ: وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول، مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، حیدر آباد، سندھ، ۱۹۶۳ء
- ۵۷۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، لکھنؤ، مطبع نو لکھنؤ، ۱۳۰۷ھ
- ۵۸۔ مروج الشریعت، عبید اللہ: حسنات الحرمین، تحقیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، موسیٰ زئی، ڈیرہ اسماعیل خان، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، مکتبہ سراجیہ، ۱۹۸۱ء
- ۵۹۔ میرزا، محمد اصبح: تذکرہ شعرائی کشمیر مرتبہ حسام الدین راشدی، لاہور، ۱۳۶۴ + ش
- ۶۰۔ میر تقی میر: نکات الشعراء مرتبہ عبدالحق، طبع دوم مرتبہ محمود الہی، ۱۹۸۴ء
- ۶۱۔ نور الحسن خان: نگارستان سخن، بھوپال، ۱۲۹۳ھ
- ۶۲۔ نور الدین جعفر بدخشی: خلاصۃ المناقب مرتبہ سیدہ اشرف ظفر، اسلام آباد، ۱۹۹۵ء
- ۶۳۔ نعیم اللہ بہرہ پوری: معمولات مظہریہ، کانپور، مطبع نظامی، ۱۲۷۵ھ
- ۶۴۔ وحدت، عبد الاحد سرہندی، شیخ: گلشن وحدت مرتبہ عبد اللہ جان فاروقی، کراچی، ۱۹۶۶ء
- ۶۵۔ ایضاً: کحل الجواہر (مشمول بطور ضمیمہ کنز الہدایات مرتبہ نور احمد امرتسری)، امرتسر، ۱۳۳۵ھ

۶۶۔ ایضاً: سبیل الرشاد مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، حیدر آباد، سندھ، ۱۹۷۸ء

۶۷۔ ولی اللہ محدث دہلوی: انفاس العارفین، دہلی، مطبع مجتبیٰ، ۱۳۳۵ھ

مطبوعات اردو

۶۸۔ احمد حسین خان امر وہوی: جواہر معصومیہ، لاہور (س ن)

۶۹۔ اختر محمد خان رام پوری: جواہر ہاشمیہ (سوانح خواجہ محمد ہاشم کشمی)، حیدر آباد، دکن (س ن)

۷۰۔ ادنیس احمد: سرہند میں فارسی ادب، دہلی ۱۹۸۸ء

۷۱۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس اردو ترجمہ غلام مصطفیٰ خان، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء

۷۲۔ جالبی، جمیل: تاریخ ادب اردو، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۳ء

۷۳۔ چغتائی، محمد اکرام: ”مائل دہلوی کا ایک اہم تاریخی قطعہ“، مقالہ مشمولہ فنون، (لاہور، ج ۳ ش ۲ نمبر ۷

دسمبر ۱۹۶۶ء، ص ۲۳۷-۲۳۵)

۷۴۔ خالد محمود (مرتب) مکتوبات ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، حیدر آباد، سندھ، ۱۹۹۹ء

۷۵۔ خیالی، محمد نعیم اللہ: معارف مکتوبات امام ربانی، دہلی ۲۰۰۲ء

۷۶۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)، لاہور (س ن)

۷۷۔ زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر، دہلی، ۱۳۹۲ھ

۷۸۔ شائستہ خان: فہرست مخطوطات فارسی رضالاہری، رام پور، پٹنہ، ۱۹۹۵ء

۷۹۔ شمس الدین احمد: حضرت خواجہ نقشبند اور طریقت نقشبندیہ، سری نگر، ۲۰۰۱ء

۸۰۔ شمس اللہ قادری: امرائے پایگاہ، مقالہ مشمولہ تاریخ، حیدر آباد، دکن، (ج ۳ ش ۲-۳ ستمبر تا دسمبر

۱۹۳۰ء)

۸۱۔ غلام علی دہلوی شیخ: مقامات مظہری تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۱ء

۸۲۔ غوثی مانڈوی: گلزار ابرار ترجمہ فضل احمد جیوری، لاہور، ۱۳۹۵ھ

۸۳۔ فوق، محمد دین: تاریخ کشمیر، لاہور، ۱۹۱۰ء

- ۸۴- قیصر امر دہوی: فہرست مخطوطات ذخیرہ شیفہ، مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۸۲ء
- ۸۵- کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، لاہور، ۱۳۳۵ھ
- ۸۶- مالک رام: تلامذہ غالب، دہلی، ۱۹۸۳ء
- ۸۷- محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین ترجمہ و حواشی محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۷۲ء
- ۸۸- محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات ترجمہ غلام مصطفیٰ خان، سیالکوٹ، ۱۴۰۷ھ
- ۸۹- نجیب اشرف ندوی: مقدمہ رقعات عالمگیر، اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ۱۹۳۰ء
- ۹۰- نور الحسن انصاری: فارسی ادب بعہد اورنگزیب، دہلی، ۱۹۶۹ء
- ۹۱- ولی دکنی: کلیات ولی مرتبہ نور الحسن ہاشمی، لکھنؤ، اتر پردیش اردو اکیڈمی، ۱۹۸۹ء

مطبوعات انگریزی

- 92- Kirpal Singh: Life of Maharaja Ala Singh of Patiala, Amritsar, 1954.
- 93- Marshall, D.N: Mughals In India, Bombay, 1967.
- 94- Rieu, Ch: Cat. of Persian Manuscripts in the British Museum, London, 1883.
- 95- Storey, C.A: Persian Literature, London, 1970-72

۲۰۰۳ء

لطائف المدینہ، لاہور، ۲۰۰۳ء

شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری

ولادت

حضرت شیخ محمد مراد کے سال ولادت میں ایک سال کا اختلاف ہے۔ خود معاصر سوانح نگار مولانا محمد اعظم نے شیخ کا سال ولادت ۱۰۵۶ھ یا ۱۰۵۷ھ بتایا ہے۔ لکھتے ہیں:

”ولادت با سعادت آنحضرت بیست و ششم (۲۶) شہر ربیع الاول سنہ ہزار و پانچاویں و شش یا ہفت ہجری بودہ است“۔

شیخ محمد مراد نے بچپن (۷۵) سال کی عمر میں ۱۱۳۱ھ میں انتقال کیا^۱۔ ۱۱۳۱ھ میں سے ۷۵ منہا کیے جائیں تو سال ولادت ۱۰۵۶ھ برآمد ہوتا ہے۔

سال ولادت کے لیے مولانا محمد اعظم نے جو مادہ ہائے تاریخ نقل کیے ہیں ان سے ۱۰۵۷ھ ہی برآمد ہوتا ہے۔ یہ مادے حسب ذیل ہیں^۲۔

”آمدہ شیخ زمن“ ۱۰۵۷ھ

”ولی اعظم“ ۱۰۵۷ھ

لیکن ایک سال کی کمی بیشی سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ بحث کا حاصل یہ ہے کہ شیخ محمد مراد ۲۶ ربیع

الاول ۱۰۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔

محمد اعظم: فیض مراد قلمی ورق ۵

ایضاً ورق ۱۱۹۔ محمد اعظم: واقعات کشمیر (تاریخ اعظمی) ص ۲۲۳

محمد اعظم: فیض مراد قلمی ورق ۵

تحصیل علوم

عالم طفولیت میں قرآن مجید پڑھنے کے بعد آغازِ شباب میں ہی مروجہ دینی علوم کی اساتذہٴ عصر سے تحصیل کی اور پھر مولانا خواجہ ابوالفتح کلو اور مولوی یوسف کاوسی سے درسی علوم پڑھے۔ اکثر علوم کی قاضی عبدالرشید زرگر کی خدمت میں تکمیل کی اور طالب علمی کے دوران ہی سلوک اور درویشی کی راہ اختیار کرنے کا جذبہ غالب تھا۔ بائیس (۲۲) سال کی عمر تک آپ کو قاضی عبدالرشید زرگر سے شرفِ تلمذ رہا۔ مولانا محمد اعظم لکھتے ہیں:

بعد اداء تعلیم کلام خدا و انقضائے ایام صبا در خدمت علمائے عصر بتحصیل علوم عربیہ و ادبیہ اشتغال نمودہ در اندک زمانی مہارتی در علوم دینیہ بہر سانید مقتضای علو استعداد و ادراک خداداد بر اکثر اقران تفوق نمایانی حاصل فرمودند و بصحبت اعلام علماء مثل مولانا الاعظم خواجہ ابوالفتح کلو و مولوی ملا یوسف کاوسی و غیرہما فحول العلماء میر سیدند و در خدمت ایشان تحقیق و تدقیق میفرمودند تا تحصیل اکثر علوم در پیش قاضی عبدالرشید زرگر کردہ بودند و هنوز در صدد ترقی علوم بودند کہ جاذبہٴ طلب و محبت الہی و ادعیہٴ سلوک راہ درویشی دل معرفت حاصل آنحضرت را در گرفت در حالت عمر مسعود ظاہر اقرب بہ بیست و دو سالگی رسیدہ بود۔

حضرت علامہ شیخ محمد فرخ بن خواجہ محمد سعیدؒ کی خدمت میں سلوک کی منازل طے کرنے کے ساتھ ساتھ فقہ اور حدیث کی درسی کتابیں ان کی خدمت میں رہ کر پڑھیں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ خلیفہ صاحب حضرات القدس شیخ بدرالدین سرہندیؒ سے بھی شیخ محمد مراد نے اکتسابِ علوم کیا، مولانا محمد اعظم لکھتے ہیں۔

در جناب شیخ الاسلام علامہ عمر مولوی شیخ محمد فرخ ولد امجد حضرت شیخ محمد سعید در ضمن سلوک درس علوم شریفہ فقہ و حدیث افادہ می نمودند و در خدمت علامۃ الوری عارف کامل مولانا بدرالدین سرہندی کہ از یاران خاص حضرت مجدد الف ثانی بود صاحب تصانیف عمدہ نیز تحصیل فرمودند۔

اساتذہ

شیخ محمد مراد کشمیریؒ نے مروجہ علوم کی اپنے زمانہ کے جید علماء سے تحصیل کی۔ ان اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی ہیں مولانا ابوالفتح کلو۔ مولانا یوسف کاوسی۔ قاضی عبدالرشید زرگر۔ علامہ شیخ محمد فرخ مجددی اور مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہم۔ ذیل کی سطور میں ہم ان اساتذہ کرام کے حالات کا مجمل جائزہ لے رہے ہیں۔

مولانا ابوالفتح کلو

خواجہ نور محمد تاجر کلا سپوری کے فرزند ارجمند تھے۔ کشمیر کے شرفا میں سے تھے۔ آغاز شباب میں ہی علم کی تڑپ پیدا ہو گئی تھی۔ علامہ مولانا حیدر چرنی کے شاگرد تھے۔ علوم عقلی و نقلی پر کامل عبور رکھتے تھے۔ مسائل فقہ کی تلاش میں مہارت کامل حاصل تھی۔ سن کہوت میں کشمیر کے مفتی مقرر ہوئے۔ اہل تشیع کے رد میں ”سیف السیابین“ کے نام سے ایک کتاب لکھی اس کے علاوہ کئی اور کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ مختلف کتب پر حواشی و تعلیقات بھی لکھے۔ سال وفات اس شعر سے برآمد ہوتا ہے۔

خواجہ ابوالفتح باہزار کمال۔ رفت اندر ہزار و یکصد سال

”بحر فیض“ سے بھی سال وفات برآمد ہوتا ہے۔ (حسن ۳/۴۲۷) اور نزہۃ الخواطر ۶/۱۶ میں سال وفات ۱۱۰۲ھ درست نہیں ہے کیوں کہ معاصر مورخین نے سال وفات ۱۱۰۲ھ لکھا ہے۔

مقبرہ سلطان زین العابدین میں مرزا حیدر کا شغری کی قبر کے سامنے دفن کیے گئے۔ ملا سلیمان کلوؒ آپ کا فرزند ارجمند تھے۔ جو آپ کی وفات کے بعد مسند علم و ارشاد پر متمکن ہوئے، کشمیر کے نامور علماء اور قاضی آپ

محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعلیٰ ص ۱۸۰، غلام حسن: اسرار الاخیار (حصہ سوم تاریخ حسن) ص ۴۲۶
والد کی وفات کے وقت ملا سلیمان کی عمر پانچ برس تھی۔ مولانا نے مرنے سے پیش گوئی کی تھی کہ میرا یہ بیٹا میرا جانشین ہو گا۔ چنانچہ سن بلوغت کو پہنچ کر ملا عنایت اللہ شال (ف ۱۱۲۵ھ) سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملا عبدالشکور بدخشی سے حساب، ہندسہ اور اصطرلاب وغیرہ کی تحصیل کی۔ نواب عنایت اللہ خان کے مدرسہ میں ملا حبیب اللہ صدر کی وساطت سے ملا سلیمان مدرس مقرر ہو گئے۔ موضع دتہ ناگام جاگیر میں ملا اس پر قناعت کی۔ صبح و مساطبہ کو درس دیتے تھے۔ ۳ ربیع الاول ۱۱۶۲ھ میں انتقال کیا۔ ”مہینہ دانش شد نہاں زیر زمین“ سے سال وفات برآمد ہوتا ہے۔ (حسن: اسرار

کے شاگرد تھے۔ ان میں سے آخوند علاعنایت اللہ^۱ شامل شیخ حسن لالو اور شیخ الاسلام مولوی ہدایت اللہ مفتی اعظم کشمیر خاص طور سے قابل ذکر ہیں^۲۔

شیخ محمد مراد نے آغاز شباب میں مولانا ابوالفتح سے مسلک ہو کر شرف تلمذ طے کیا^۳۔

قاضی عبدالرشید زرگر

آپ مولانا محمد افضل چرنی۔ ملا سلطان مانتہی اور قاضی عبدالرحیم کے شاگرد تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ خوش تقریر اور شیریں تحریر تھے۔ شیخ میر علی قادریؒ سے بیعت تھے۔ سیف خان ناظم کشمیر نے ایک مرتبہ علماء کو باغ جہاں آراء میں دعوت مناظرہ دی۔ تو آپ نے مناظرہ میں شامل ہو کر اس خوش اسلوبی سے مناظرہ ختم کر دیا کہ خان مذکور کو بولنے کی جرأت نہ ہو۔ آپ نے اپنی تقریر کے آخر میں کہا کہ میں کشمیر کے علماء کا ادنیٰ شاگرد ہوں۔ خان مذکور پر علماء کی علیست ظاہر ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے کبھی انہیں تنگ نہیں کیا۔ زندگی کے آخری ایام میں آپ اور تنگ زیب عالمگیر کی نظروں میں مقبول ہو گئے اور آپ کو برہانپور کا قاضی مقرر کر دیا گیا۔^۴

شیخ محمد مراد بائیس (۲۲) سال کی عمر تک قاضی موصوف سے علوم ظاہری حاصل کرتے رہے^۵۔ قاضی صاحب نے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندیؒ کی ۸۱-۱۰۸۰ھ میں بیعت کی۔ بیعت کے محرک اور واسطہ شیخ محمد مراد تھے^۶۔

^۱ ملاعنایت اللہ شامل متوفی ۳۰ شعبان ۱۱۲۵ھ مولانا ابوالفتح کلکی، وفات کے بعد مولانا نور الہدیٰ سے تحصیل علم کیا۔ حسن ۳۳۱/۳

^۲ محمد اعظم: اعظمی حاشیہ ص ۱۸۰

^۳ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۵ پر اقتباس "تحصیل علوم" کے تحت نقل کیا جا چکا ہے۔

^۴ محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۷۷ حسن: اسرار الایثار ۳/۳۲۷ مسکین محی الدین: تحائف الابرار تاریخ کبیر کشمیر

ص ۲۹۷ فقیر محمد جہلی: حدائق الحنفیہ، عبدالحی: نزہۃ الخواطر: ۲۲۰/۵

^۵ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۵ (اقتباس تحصیل علوم کے تحت نقل کیا جا چکا ہے)

^۶ محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۶۶

مولانا بدر الدین سرہندیؒ بن ابراہیم

آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اجل خلفا میں سے تھے۔ حضرات القدس کے مصنف کی حیثیت سے عالمگیر شہرت کے مالک ہیں لیکن افسوس ہے کہ اتنی عظیم شخصیت کے حالات کلیتاً پردہ اخفا میں ہیں۔ اگر شیخ موصوف حضرات القدس کے اختتام پر اپنے حالات نہ لکھتے تو آج ہمیں ان کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ ہوتا۔ مولانا محبوب الہی مدظلہ کی تحقیق کے مطابق آپ کا سال ولادت تقریباً ۱۰۰۲ھ ہے۔^۱ شرح المواقف۔ تفسیر بیضاوی۔ عضدیہ مع حاشیہ للسید شریف حضرت مجددؒ سے سبقاً سبقاً پڑھیں۔ پھر شیخ محمد صادق بن حضرت مجددؒ سے مطول مع حاشیہ سید شریف۔ شرح العقائد مع حاشیہ خیالی۔ تحریر الاقلیدس شرح المطالع حاشیہ سے پڑھیں۔ حضرت مجددؒ کی خدمت اقدس میں سترہ برس رہے آپ نے اپنی حسب ذیل تصانیف کا ذکر حضرات القدس میں کیا ہے۔

(۱) سیر احمدی^۲ (۲) کرامات الاولیا (۳) روائع (۴) ترجمہ فارسی فتوح الغیب (۵) سنوات الاتقیاء،
(۶) مجمع الاولیاء (۷) مقامات غوث الثقلین ترجمہ ہجۃ الاسرار (۸) ترجمہ روضۃ النواظر (۹) ترجمہ تفسیر عرائس البیان للشیخ روز بہان بقلی^۵۔

ہمارا خیال ہے کہ شیخ محمد مرادؒ، ملا بدر الدین سرہندیؒ کی خدمت میں تحصیل علوم کے لیے ۱۰۸۰ھ کے بعد پہنچے۔^۱

مولانا عبدالحی حسنیؒ اور ستوریؒ نے مولانا بدر الدین سرہندیؒ کے خود نوشت حالات حضرات القدس سے ہی نقل کیے ہیں۔

محبوب الہی مولانا مقدمہ حضرات القدس فارسی مطبوعہ منکرہ اوقاف پنجاب لاہور ۱۹۷۱ء ص ۱۰

بدر الدین سرہندی: حضرات القدس (خاتمہ در احوال خود)

اس کا مسودہ مصنف سے ضائع ہو گیا (حضرات القدس)

سنوات الاتقیاء (تراجم مشائخ از حضرت آدم تا ۱۰۴۲ھ مع سنین وفات) اس کا ایک قلمی نسخہ مکتوب ۱۰۸۰ھ / ۱۶۷۴ء

کتب خانہ انڈیا آفس لندن نمبر ۶۷۲ میں موجود ہے (IODP 672)

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۳

علامہ محمد فرخ مجددیؒ

علامہ فرخ شاہ بن خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانیؒ سرہندی آپ خواجہ محمد سعیدؒ کے تیسرے فرزند تھے۔ ۱۰۳۸ھ میں ولادت ہوئی۔ اپنے والد بزرگوار سے ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی۔ علوم منقولہ و معقولہ فقہ اور حدیث پر کامل عبور رکھتے تھے۔ حضرت مجددؒ کی اولاد میں سے اکثر آپ کے شاگرد تھے۔ بلکہ آپ کے زمانہ میں سرہند علوم معقول و منقول کا مرجع بن گیا تھا۔ شیخ محسن بن یحییٰ ترمذی نے لکھا ہے کہ آپ کو سات ہزار احادیث مع متون، اسناد، جرح و تعدیل حفظ تھیں۔^۱

آپ ایک کثیر التصانیف مصنف تھے۔ آپ کے زمانہ میں جن عاقبت نااندیشوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ پر اعتراضات کیے تھے آپ نے ان کے رد بھی رسائل لکھے ان میں سے (۱) کشف الغطاء عن اذہان الانبیاء (۲) القول الفاصل بین الحق والباطل (۳) کشف الغطاء عن وجوہ الخطا بھی ہیں۔ ان کے علاوہ (۴) رسالہ حرمة الغنا (۵) رسالہ فی العقائد (۶) رسالہ فی الحقیقۃ المحمدیہ (۷) حاشیہ علی حاشیہ عبد الحکیم علی النبیالی (۸) النجاة عن طریق الفواۃ (۹) جلاء الصدر عن مرآت الکعبۃ الحسنا۔^۲

شیخ محمد مراد کشمیریؒ نے اپنے مرشد عالی شیخ عبد الاحد سرہندیؒ کے حکم سے علامہ فرخ شاہؒ سے ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی آپ علامہ موصوف کی خدمت میں ۱۱۰۱ھ کے بعد حاضر ہوئے۔^۳

علامہ فرخ شاہ شوال ۱۱۴۲ھ میں راہی ملک بقاء ہوئے۔^۴

عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۵

Storey, C.A Persian Literature Vol. p.

محسن ترمذی: الیالیع الجنی ص ۶۶

کشف الغطاء عن (اذہان) الانبیاء کا ایک قلمی نسخہ مولانا محمد ہاشم جان، سندھ کے پاس ہے۔

(مکتوب مخدوی پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ بنام مولف احقر مکتوب ۱۳ فروری ۱۹۷۱ء)

مولانا فرخ نے النجاة اور جلاء الصلاء کے متعلق کشف الغطاء عن اذہان الانبیاء (ورق ۶۳) میں لکھا ہے کہ یہ بھی میری

تصانیف ہیں۔ بحوالہ مکتوب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مذکور

محمد اعظم: فیض مراد قلمی ورق ۱۳

شاہ اللہ پانی پتی قاضی: تذکرۃ الانساب بحوالہ نزہۃ الخواطر ۶/۲۲۳

علامہ موصوف کے مفصل کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

- ۱۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۲۹۳-۲۹۵
- ۲۔ محمد فضل اللہ فاروقی سرہندی: عمدۃ المقامات ص ۲۳۸
- ۳۔ ثناء اللہ پانی پتی قاضی: تذکرۃ الانساب بحوالہ نزہۃ الخواطر ۶/۲۲۲
- ۴۔ محسن ترمذی: الیانع البجنی
- ۵۔ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ص ۲۷
- ۶۔ احمد ابوالخیر الملکی: ہدیہ احمدیہ ص ۱۰
- ۷۔ غلام سرور لاہوری مفتی: خزینۃ الاصفیاء ۱/۶۶۳
- ۸۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۶/۲۲۲
- ۹۔ بدرالدین سرہندی: حضرات القدس
- ۱۰۔ محمد اقبال مجددی (مؤلف کتاب ہذا) ”حدائق داؤدی“ مقالہ مشمولہ مجلہ برہان دہلی مئی ۱۹۷۰ء ص ۲۹۹۔ و مشمولہ تذکرۃ حاضر، مقامات معصومی ۳/۴۰۵-۴۰۷، ۴/۲۸۳-۲۹۵

مولانا یوسف کاوسی

کشمیر میں ہی مروجہ علوم حاصل کیے۔ آپ فن انشا کے ماہرین میں سے تھے شاہ جہان کے مقربین میں سے ایک کی سفارش سے درباری فشی کا عہدہ ملا۔ آخری عمر میں کشمیر کے ”صدر“ مقرر ہوئے۔

علی مردان خان کی گورنری کشمیر کے زمانے میں کشمیر میں قحط اور غارت گری رونما ہوئی تو شاہ جہان کا قہر جن لوگوں پر ٹوٹا ان میں مولانا یوسف بھی شامل تھے۔ شاہی غضب کی تاب نہ لا کر اسہال کے مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے شیخ محمد مراد عالم شباب میں ہی ان کی خدمت میں پہنچ کر تحصیل علوم میں معروف ہو گئے تھے۔

محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۳۷، حسن: اسرار الانبیاء ۳/۴۲۱-۴۲۲، محمد اعظم نے ان کی نسبت فیض مراد میں کاوسی اور تاریخ کشمیر میں کاوسہ اور حسن نے کا۔ سو لکھی ہے۔

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۵ (مکمل اقتباس تحصیل علوم کے تحت نقل کیا جا چکا ہے)

تلاش شیخ

شیخ محمد مرادؒ کے والد بزرگوار مفتی محمد طاہر جو کہ کشمیر کے مفتی اعظم اور خود صاحبِ نظر بزرگ تھے۔ شیخ مراد اگر چاہتے تو پہلے والد سے بیعت ہوتے لیکن آپ نے اس کے باوجود مردجہ سلاسل کے شیوخ سے رجوع کیا۔ طالب علمی کے زمانہ کے دوران ہی انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو عالم رویا میں دیکھا کرتے تھے۔ قرآن خوانی کے زمانے میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

سلسلہ کبرویہ جو کہ اس وقت عروج پر تھا۔ شیخ مراد بھی اس سلسلہ سے منسلک ہونا چاہتے تھے۔ لیکن عالم رویا میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کو دیکھا گفتگو اس نوعیت کی ہوئی کہ آپ نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہمیں فیض اس سلسلہ سے نہیں ملے گا۔

اسی دوران آپ نے ایک خواب میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ خاند محمد نقشبندی کشمیری ثم لاہوری کی خانقاہ کے محن میں پایا۔

۱۰۸۱ھ میں جب کہ سیف خان کشمیر کا ناظم تھا اور خود سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے ارادت رکھتا تھا۔ یہ خبر مشہور ہو گئی کہ سرہند کے پیر زادے کشمیر میں سیر و سیاحت کے لیے آرہے ہیں۔ چنانچہ ایک دو روز بعد حضرت شیخ سعد الدین اور آپ کے صاحبزادے شیخ قطب الدین اور حضرت شیخ عبدالاحد معروفؒ بہ میاں شاہ گل خلف خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی تشریف لائے۔

شیخ محمد مراد حضرت شیخ عبدالاحدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ عبدالاحدؒ ایک چارپائی پر متمکن اور سیب تناول فرمانے میں مصروف تھے۔ مصافحہ اور استفسار کے بعد آپ نے شیخ محمد مرادؒ کو کھانے کے لیے سیب دیا۔ جس کے کھانے سے آپ کے دل کو روحانی تقویت ہوئی۔ شیخ محمد مراد نے تربیت اور توجہ کی درخواست کی۔ شیخ

۱ محمد اعظم: فیض مراد تلمی ورق ۶۔ الف، ب

۲ ایضاً ورق ۸ ب

۳ ایضاً ۸ ب

۴ سیف خان کے منسل حالات اپنے مقام پر آئیں گے

۵ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۹۔ الف، ب ۱۰

عبدالاحد نے فرمایا کہ توجہ کے لیے مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت ہم نے مقرر کر رکھا ہے۔ اور مقررہ وقت کے انتظار کے لیے کہا۔ لیکن شیخ نے کمال مہربانی سے نماز عصر کے بعد اپنے حجرہ خاص میں طلب فرمایا اور نصائح وافیہ، ذکر قلبی اور اسم ذات مبارک نقش بندی طریقہ کے مطابق ذکر کرنے کا حکم دیا۔ حضرت شیخ عبدالاحد کے کشمیر میں چار ماہ کے قیام کے دوران شیخ محمد مراد ہمیشہ خدمت اقدس میں حاضر رہتے تھے۔ آپ نے شیخ عبدالاحد کی مالی اور روحانی ہر طرح کی خدمت کی۔ اور سلوک کی منازل بڑی سرعت سے طے کرتے رہے۔

مولانا محمد اعظم نے ہی لکھا ہے کہ شیخ عبدالاحد سے متوسل ہونے سے دو سال پیشتر آپ ریاضات شاقہ اور عبادات زائدہ میں مصروف رہے۔

سرہند کا پہلا سفر

حضرت شیخ عبدالاحد نے جب اپنے چار ماہ کے قیام کشمیر کے بعد واپس سرہند جانے کا قصد فرمایا تو شیخ محمد مراد، شیخ کے ہمراہ سرہند نہ جاسکے سفر کے دیگر موانع کے علاوہ موسم گرما کا آغاز اس سفر میں مانع ہوا۔ آخر کار ۱۰۸۱ھ کے اختتام پر یعنی ۲۰ رجب المرجب کو سرہند کے لیے رخت سفر باندھا۔ جب اپنے مرشد گرامی سے ملے تو حلقہ معتقدین بالکل اس خواب کا عکس معلوم ہوا جو انہوں نے عالم رویا میں خانقاہ حضرت خواجہ خاوند محمود میں دیکھا تھا ولایت صغریٰ اور کبریٰ سے سرفراز ہوئے۔ اپنے مرشد کے حکم سے شیخ محمد مراد کی سرہند میں ڈیڑھ سال کی حاضری کے بعد ۱۰۸۳ھ میں کشمیر واپس آگئے۔

اس وقت تک آپ کے والدین بقید حیات تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے اشغال باطن اور ریاضات شاقہ کو جاری رکھا۔ اور نقش بندی سلوک کے مطابق آپ بھی اپنے شیخ کی خدمت میں اپنے باطن کے حالات تحریر کر کے ارسال کرتے رہے شیخ عبدالاحد بھی اپنے مکاشفات عالیہ اور دقائق کی توضیحات اپنے مکاتیب گرامی میں تحریر فرماتے رہے۔

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۱

ایضاً ورق ۱۱۔ الف، ب

محمد اعظم: تاریخ اعظمی ص ۲۲۲

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۱ ب

سرہند کا دوسرا سفر

تین سال کے بعد یعنی ۱۰۸۶ھ میں پھر وصال شیخ کی آرزو دل میں کروٹیں لینے لگی اور شیخ محمد یوسف ملازم رکاب اور خادم خاص کو ساتھ لے کر سرہند کے لیے رخت سفر باندھا۔ سرہند پہنچ کر معلوم ہوا کہ شیخ عبدالاحد سرہند میں تشریف فرما نہیں ہیں بلکہ شاہ جہان آباد گئے ہوئے ہیں شیخ محمد مراد بھی شاہ جہان آباد پہنچ گئے۔ یہاں کچھ عرصہ اپنے مرشد عالی کی خدمت میں رہے۔

سولہ سال تک آپ پر مختلف قسم کے مصائب اور حوادث آئے لیکن آپ نے جادہ استقامت سے سروسر متجاوز نہ کیا۔ اور مصائب و آلام کا یہ عرصہ عزت و تنہائی میں حجرہ مبارک میں بسر کیا۔ اور اس طریقہ عالیہ پر ثابت قدم رہے۔ اس سولہ سال کے عرصہ میں آپ نے اپنے خادم خاص کے ذریعہ اپنے مقدمات باطن اپنے مرشد عالی حضرت شیخ عبدالاحد کی خدمت میں بہ صورت مکتوبات تحریر کر کے چار پانچ مرتبہ سرہند روانہ کیا۔ اس کے بعد شیخ عبدالاحد نے آپ کو خلافت نامہ اور اجازت ارشاد سے مشرف فرمایا۔

سرہند کا تیسرا سفر

شیخ محمد مراد کو مسلسل سولہ سال اپنے مرشد عالی کا قرب نصیب نہ ہو سکا۔ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان دنوں آپ پر سخت آفات اور مصائب اور اہل و عیال کی بے کسی حد کمال تک پہنچ چکی تھی۔ انہی ایام میں آپ کو اپنے مرشد عالی کا حکم آیا کہ آپ سرہند حاضر ہوں۔ آپ نے اپنے انتہائی مصائب و آلام کی پروا کیے بغیر سرہند کے لیے رخت سفر باندھا۔ ملازم رکاب شیخ محمد یوسف ہمراہ تھے۔ آپ ۱۱۰۱ھ میں سرہند پہنچے۔ زیارت و ملاقات مرشد عالی سے مشرف ہوئے۔ چھ ماہ خدمت عالی میں گزارے۔ حقائق عالیہ میں سے حقیقت کعبہ و قرآن و صلوٰۃ و راسخیت و سابقیت و مداریت حاصل ہوئے۔ شیخ عبدالاحد نے سلسلہ نقشبندیہ اور قادر یہ کا خلافت نامہ مرحمت فرمایا۔

۱ محمد اعظم: فیض مراد: ورق ب

۲ ایضاً

۳ ایضاً ورق ۱۲ تمام سلاسل کے خلافت نامے اپنے مقام پر نقل کیے جائیں گے۔

دیگر حضرات مجددیہ سے اکتساب فیض

تین بار سفر سرہند شریف کے باوجود آپ نے خاندانِ عالیہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دیگر شیوخ سے اکتساب فیض کیا۔ بلکہ خود شیخ عبدالاحدؒ نے آپ کو حضرت شیخ محمد یحییٰ خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شیخ صبغۃ اللہ، خواجہ محمد نقشبند، میاں حضرت عرف شیخ عبید اللہ اور شیخ سیف الدینؒ صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی خدمت میں حاضری کا حکم دیا۔ شیخ محمد مرادؒ نے ان حضرات مجددیہ سے بشارات کثیرہ حاصل کیں^۱، علامہ محمد فرخ مجددیؒ سے باطنی فیوض حاصل کرنے کے دوران فقہ و حدیث کی متداولہ کتب بھی پڑھیں^۲۔

حضرت شاہ علی رضا سرہندی کا دورِ کشمیر ۱۱۰۳ھ

۱۱۰۳ھ میں حضرت شاہ علی رضا بن علامہ حضرت محمد فرخ مجددیؒ نے کشمیر میں قدم رنجہ فرمایا۔ شیخ محمد مراد سراپا ذوق و شوق خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے طریقہ چشتیہ، کبرویہ اور سہروردیہ کی خلافت حاصل کی۔ شاہ علی رضاؒ ابتدا میں سلوک مجددیہ اور قادریہ کی منازل اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں طے کرتے رہے۔ لیکن والد کی وفات کے بعد حضرت سید ابراہیم مراد آبادیؒ سے منسلک ہو گئے۔ وجہ یہ ہوئی کہ شاہ علی رضاؒ کی والدہ ماجدہ شیخ جلال الدینؒ تھانیسری کی اولاد میں تھیں۔ اس لیے آپ پر حضرات چشت کی نسبت روحانی اور جذبہ غالب آگیا۔ اور آپ بے اختیار سید ابراہیم مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

خلافت نامے

شیخ محمد مرادؒ سلسلہ نقشبندیہ قادریہ، چشتیہ، کبرویہ اور سہروردیہ میں بیعت تھے۔ ان سلاسل سے جو فیوض و برکات حاصل ہوئے ان کا ذکر اپنے مقامات پر آئے گا۔

۱ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۳

۲ ایضاً

۳ ایضاً

ایضاً ورق ۱۳ اب، محمد اعظم: تاریخ اعظمی ص ۲۲۲

خلافت نامہ نقشبندیہ

سلسلہ نقشبندیہ میں آپ کو حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی سے ارادت و بیعت حاصل تھی۔ نقش بندی شجرہ طریقت اس طرح ہے۔

شیخ محمد مراد را ارادت و تربیت و صحبت و خلافت و جمیع ضروریات طریقت از جناب مرشدنا الشیخ عبدالاحد السرہندی الفاروقی و آنحضرت در خدمت والد بزرگوار خود حضرت شیخ محمد سعید مرتبہ خلافت یافتہ بودند۔۔۔ (بعد) ارتحال ایشان مجدد اکسب فیوض و برکات طریقتہ از جناب عم عالی مقدار خویش حضرت عروۃ الوثقی شیخ محمد معصوم نمودہ۔۔۔ این ہر دو برادر والا گوہر تربیت ظاہر و باطن از حضرت والد امجد خود حضرت مجدد الف ثانی و حضرت مجدد در خدمت خواجہ مامحمد الباقی المعروف بہ باقی باللہ الدہلوی البخاری الکاملی اند و آنجناب بخد مت مولانا خواجگی انگلی و آنجناب از خدمت والد ماجد حضرت مولانا درویش محمد و ایشان خال خود مولانا زاہد و ایشان از جناب خواجہ عبید اللہ احرار در آنجناب بخواجہ یعقوب چرخنی اند و آنجناب بہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند و آنجناب بخواجہ علاء الدین عطار شدند و آنجناب بخواجہ عبد الخالق غجدوانی و آنجناب محمد بابا سماسی و آن سید امیر کلال و آن خواجہ علی رامیتنی المعروف بہ حضرت عزیزان۔

خلافت نامہ

الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى اما بعد فان الاخ الصالح الفاضل محمد مراد الكشموري لما اختار صحبة الفقراء و لازم طريقهم و دوام على اذكارهم اشغالهم حتى لاح عليه آثار السعادة والكرامة و نال خطا من الفناء والبقاء و شرف بالمشاهدات و المكاشفات والتجليات و مايعده الاكابر في المناقبات والكمالات بل وصل الى اما اختص به المشائخ النقشبندية قدست اسرارهم بل وصل الى ما اختص به السادات الكرام الاحمدية رضى الله عنهم و افاض العالمين ببركاتهم احزت له بعد الاستخارة والاستيذان من المشائخ تعليم الطريقة النقشبندية للطلاب و تسليكم سبيل الرشيد الى رب الارباب و ذلك بشرط الاستقامة على الشريعة المصطفوية التي لا يجاوزها برب ولا فاجر على صاحبها الصلوة والسلام ورقه الله الاستقامة والرشد والارشاد وانا الفقير عبد الاحد بن الشيخ الكامل الشيخ محمد سعيد الاحمدى الفاروقى الحنفى السرهندي قدسنا الله سره الاسنى والسلام على

محمد اعظم: فیض مراد ۱۳ اب بحوالہ اشجار خلد

عن اتباع الہدیٰ۔

خلافت قادریہ

سلسلہ قادریہ میں بھی شیخ محمد مراد کو حضرت شیخ عبدالاحد سے ارادت و بیعت تھی، شجرہ طریقت حسب

ذیل ہے۔

شیخ محمد مراد را خرقہ اجازت و ارشاد در طریقہ علیہ قادریہ حاصل شد از جناب پیر
بزرگوار خود حضرت شیخ عبدالاحد و ایشان از والد و عم بزرگوار خود شیخ محمد سعید و محمد
معصوم و این دو بزرگوار را از خدمت والد خویش شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی و حضرت
مجدد را فیض قادریہ پدر طریقت یکے از والد ماجد خود حضرت شیخ عبدالاحد و قبل از رسیدن
بدولت ارادت حضرت خواجہ بیونگ سلوک اتم ہم در طریقہ قادریہ در خدمت الجشتی القاری والد
ماجد حاصل بود المعین الحسینی الایرحی و ایشان را از شیخ بہاء الدین الانصاری الحسینی و ایشان
را از شیخ احمد الجیل القادری و ایشان را از والد خود سید موسی قادری و ایشان را از والد خود سید
عبدالقادر ثانی و ایشان را از والد خود سید حسن قادری و ایشان را از والد خود سید محی الدین ابو
نصر و ایشان را از والد خود سید ابو صالح و ایشان را از والد خود سید عبدالرزاق و ایشان را از والد
خود جناب سید محی الدین شیخ ابو محمد شاہ عبدالقادر جیلانی و دیگر

حضرت مجدد الف ثانی را خرقہ اجازت و خلافت طریقہ قادریہ بعد تکمیل در طریقہ
نقشبندیہ حاصل است از جناب شاہ سکندر و ایشان را از پدر بزرگوار خود شاہ گدا خرقہ خلافت از
جد خود محبوب و مجذوب الہی حضرت شاہ کمال رسیدہ و وصیت رسانیدن آن بحضرت مجدد الف
ثانی یا ختہ و ایشان را از سید شاہ فضیل و ایشان را از سید گدا رحمٰن و ثانی و ایشان را از سید شمس
الدین و ایشان را از سید گدا رحمٰن ایشان را از سید ابوالحسن و ایشان را از سید شمس الدین
صحرائی و ایشان را از سید عقیل و ایشان را از سید بہا الدین و ایشان را از سید عبدالوہاب و ایشان را
از سید شرف الدین و ایشان را از سید عبدالرزاق و ایشان را از جناب حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ محمد اعظم: فیض مراد لکھی ورق ۲۳ ب

محمد مراد شیخ: گلشن وحدت (مکتوبات شیخ عبدالاحد وحدت) مکتوب نم

۲۔ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۸

۳۔ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۸

چشت برایشان غالب شد و بی اختیار بخدمت سید السادات بحر الکرامات و الجذبات حضرت سید ابراہیم مراد آبادی کہ از خلفاء آن خانوادہ در طریقہ چشتیہ و قادریہ کامل بودند رسیدند و تادمت متمدی سلوک بہر دو طریقہ مذکورہ در جناب ایشان کردند و بہر تہ خلافت در طریقہ چشتیہ و قادریہ و اجازت سہروردیہ و کبرویہ بہرہ مند شدند چنانچہ شہ ازین مقال در رسالہ اشجار خلد مر قوم گردید و انتساب ایشان در طریقہ چشتیہ بدین تفصیل است شیخ محمد علی رضا خلیفہ سید محمد ابراہیم مراد آبادی و ایشان از شیخ محمد صادق گنگوہی و ایشانرا از شیخ ابو سعید گنگوہی و از شیخ نظام الدین تھانگیری و از شیخ جلال الدین تھانگیری و از شیخ عبدالقدوس گنگوہی۔

خلافت سہروردیہ

شیخ محمد مراد سلسلہ سہروردیہ میں بھی شیخ محمد علی رضا فاروقی سرہندی سے بیعت تھے۔ شجرہ طریقت حسب ذیل ہے:

جناب ایشان (شیخ محمد مراد) مجاز از خدمت حضرت شیخ محمد علی رضا و از سید محمد ابراہیم مراد آبادی و از شیخ محمد صادق گنگوہی و از شیخ ابو سعید و از شیخ نظام الدین تھانگیری و از شیخ جلال الدین تھانگیری و از شیخ عبدالقدوس گنگوہی و از شیخ درویش قاسم اودھی و از شیخ بڑھن بہراپچی و از شیخ محمد اجمل و از مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری و از شیخ رکن الدین ابوالفتح و از شیخ صدر الدین عارف و از مخدوم سید بہاء الدین زکریا ملتانی و از سید شہاب الدین سہروردی۔

خلافت نامہ طریقہ چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ

حضرت شاہ علی رضا فاروقی نے کشمیر سے رخصت ہوتے وقت شیخ محمد مراد کو طریقہ چشتیہ، سہروردیہ اور کبرویہ کا خلافت نامہ عنایت فرمایا جو حسب ذیل ہے:

حق حق بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ و سلام علی عبادۃ الذین اصطفی
اما بعد فان الاخ الصالح الاعز الاکرم المہتد بطریق الامجد الاقوام سالک
مسالك الطريقة عارف معارف الحقیقة الجامع بین الشریعة والمعرفة الشیخ

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۸ اب

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۸ اب

محمد مراد کشمیری دامر حبہ فی اللہ و زید عرفانہ باللہ لمأصح صحبة ارادة و شوقاً مع اسوة اهل العرفان و قبلة زمرة الوجدان قطب الفلك الهداية و غدت سبيل اندراج النهاية فی البداية محبوب حضرت الصدوق اعظمی الشیخ عبدالاحد السرهندی سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاه و بلغ بتو جهاته و عناياته مبلغ الرجال و حصل من جنابه خلافة الکمال فی طريقة العلیہ النقشبندیہ و طریقہ العالیة القادریہ فاجز ناله ایضاً فی الطريقة السنیة الجشتیہ العشقیة و الطريقة الجلیلة الكبرى و طریقہ العظيمة السهروردیة کما اجاز لنا سیدنا و مولانا و مرشدنا و قبلتنا الی اللہ قطب الابدال والاوتاد والا فراد المستغرق فی بحر نور القدیم سیدنا حضرت محمد ابراہیم المراد آباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاه و جعل جنة الفردوس ما واه المسئول من اللہ سبحانه و تعالیٰ ان یرزقه التجلیات اندات الصفات و تجعله الی المخلوقات بحرمة سید السادات حبیبہ محمد افضل البریات علیہ و علی الہ افضل الصلوة و اکمل التحیات اجازة احقر عباد اللہ محمد علی رضا ابن شیخ الاسلام شیخ محمد فرخ السرهندی عفی عنہم کتبہ بخطہ یوم السبت خامس شوال فی بلدة المباركة کشمیر بحمد اللہ سبحانه والسلام علی من اتبع الهدی۔

حضرت علی رضا فاروقیؒ ۱۱۰۳ھ کو کشمیر میں تشریف لائے لہذا اسی سال کے اختتام پر بروز ۵ شوال ۱۱۰۳ھ کو یہ خلافت تحریر فرما کر شیخ محمد مراد کو دیا۔

دیگر سلاسل کے اولیا کرام سے ارادت و ملاقات

مذکورہ اولیائے کرام سے ہمہ وقت محبت اور اکتساب فیض کے باوجود آپ نے اپنے معاصر دیگر سلاسل کے اولیائے کرام سے بھی اکتساب فیض کیا اور ملاقات کا شرف حاصل کرتے رہے۔ ان معاصر اولیائے کرام میں سے۔

حضرت شیخ نجم الدین معروف بہ نجی ریشہ بابا۔ اخوند ملا محترم۔ خواجہ معین الدین۔ شیخ محمد امین ڈار۔ میاں حاجی فتح محمد، شیخ نور محمد پردانہ۔ رولی ریشہ بابا۔ سید محمد رضا دہلوی۔ حاجی مصطفیٰ اور اخوند نازک وغیرہ شیخ محمد

مراد نے ان بزرگوں کے حالات ملاقات اور فیوض باطنی جو ان کی صحبت سے حاصل ہوئے ان کا تذکرہ اپنی کتاب تحفۃ الفقراء میں کیا ہے۔

شیخ عبدالرشید ٹنگ

شیخ محمد مراد کے صاحبزادے تھے۔ غنواں جوانی میں ہی طلبِ خداوندی میں ریاضتِ شاقہ کرنے لگے۔ اپنے والد بزرگوار سے طریقت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت شیخ عبدالاحد سرہندیؒ سے منسلک ہو گئے۔ اور سرہند میں رہنے لگے۔ مرشد کی اجازت سے سرہند سے کشمیر آئے اور دو سال کے قیام کشمیر کے بعد پھر وصالِ مرشد نے بے قرار کیا اس مرتبہ شاہ جہان آباد میں زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور دو سال سے زیادہ مرشد عالی کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کیے۔ اس دوران (۱۱۲۶ھ) حضرت شیخ عبدالاحد برہانی ملک بقاء ہوئے۔ گویا شیخ عبدالرشید ۱۱۲۶ھ میں شاہ جہان آباد میں تھے۔ حضرات سرہند کے حکم سے آپ نے شیخ عبدالاحد کی نعش مبارک کو دہلی سے سرہند منتقل کیا۔ اور تدفین کا شرف بھی خود ہی حاصل کیا۔ یہاں سے واپس دہلی گئے اور اپنے دیگر شیوخ کی اجازت سے کشمیر میں قیام کیا اور طالبانِ راہِ خدا کی تربیت میں مصروف ہو گئے۔ امراضِ شدیدہ اور حوادثِ دنیوی کے باوجود آپ ثابت قدم رہے۔ جب آپ کی عمر ۵۴ چوں سال سے متجاوز کر گئی تو امراض کے شدت اختیار کر جانے کے باوجود آپ حج بیت اللہ اور زیارتِ روضہ مطہرہ کے لیے تیار ہو گئے۔ چند سال سرہند اور دہلی میں گزارنے کے بعد براہِ ملتان حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ اور حج و زیارت سے فراغت کے بعد ہندوستان آ گئے۔ شاہ آباد پہنچ کر امراض نے غلبہ کیا اور شبِ معراج نبوی ۲۷ رجب ۱۱۵۵ھ کو مالکِ حقیقی سے جا ملے اور شاہ جہان آباد ہی میں دفن کیے گئے۔

۱ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۱۳ ب

۲ محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ص ۲۶۳-۲۶۵

۳ حسن: اسرار لاخيار ۳/۳۲۳

غلام سرور لاہوری مفتی: خزینۃ الاصفیاء ۱/۶۷۲

عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۶/۱۳۹-۱۵۰، مسکین ابو محمد محی الدین: تاریخ کبیر کشمیر موسوم بہ تحائف الابرار ص ۲۴۲

مسکین نے شیخ عبدالرشید کا سال وفات ۱۱۵۰ھ لکھا ہے جو درست نہیں ہے

میر عبد الوہاب منور آبادیؒ

آپ میر محمد ہاشم منور آبادی کے صاحبزادے تھے۔ اپنے زمانے کے نامور عالم، متورع اور متشرع بزرگ تھے۔ ساری زندگی قال اللہ و قال الرسول ﷺ کے شغل میں گزاری، شیخ محمد مراد کشمیریؒ کی صبیہ کلان (بڑی صاحبزادی) آپ کے عقد میں تھی۔ اسی (۸۰) سال سے زیادہ عمر پائی اور ۱۱۵۳ھ میں انتقال کیا۔ آپ کی ولادت ۷ ذی الحجہ ۱۰۳۳ھ کو ہوئی۔

میر عبد الوہاب کے آباء و اجداد کا مختصر حال اس طرح ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد میر سید محمد ہاشم، سید محمد حسین خوارزمی منور آبادی معروف بہ منوارہ کے برادر زادے تھے۔

میر سید محمد ہاشمؒ

آپ نے بہت سیر و سیاحت کی سلسلہ آبائی قادری تھا۔ کچھ عرصہ پرگنہ ہایہامہ موضع سولہ کوٹ، پرگنہ لارہ اور موضع یگر میں گوشہ نشین رہے۔

آپ بروز ۳ شنبہ نہم صفر ۱۰۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا حیدر علامہ کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے حاضر ہوئے۔ علامہ موصوف نے آپ کو متبنی بنالیا اور ساری زندگی درس و تدریس میں گزار دی۔ اسی (۸۰) سال سے زیادہ عمر پائی اور ۱۰۹۷ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے میر عبد الوہاب کو شیخ محمد مرادؒ نے اپنا داماد بنا لیا اور بڑی صاحبزادی کا میر عبد الوہاب سے نکاح کر دیا۔ اس صاحبزادی کے بطن سے اللہ نے صالح اولاد عطا فرمائی۔ یہاں حضرت شیخ محمد مرادؒ کی دختری اولاد کا ذکر بہ صورت شجرہ کیا جا رہا ہے۔ یہ شجرہ ہم نے تاریخ کشمیرا عظمیٰ کے ضمیر بعنوان "تذکرہ سادات منور آبادی" مطبوعہ غلام محمد نور محمد سرینگر ۱۳۵۵ھ کی مدد سے تیار کیا ہے۔

محمد اعظم: تاریخ کشمیرا عظمیٰ ص ۲۶۵

ضمیرہ: تاریخ اعظمی "تذکرہ سادات منور آباد"۔

ایضاً

ایضاً

محمد اعظم: تاریخ اعظمی ص ۱۷۷

دختری اولاد شیخ محمد مراد کشمیریؒ

میر سید محمد ہاشم

میر سید عبدالوہاب (صبیہ کلان شیخ محمد مراد در عقد او بود)

سید نظام الدین (متولد ۱۲ رمضان ۲ شنبہ ۱۰۵۹ھ متوفی ۱۷ شوال ۱۱۳۴ھ)

سید کمال الدین (متولد پنجشنبہ ۷ رجب ۱۱۸۹ھ)

سید جمال الدین متولد ۱۱۰۹ھ عمر ایشان یکصد و یازده سال ۱۲۱۰ھ

سید عتیق اللہ

سید نظام الدین

سید جلال الدین

(متولد سنہ ۳ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱۲۷ھ)

متوفی خیم ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ)

ہم از برادر سید جلال الدین صدر در شہر امرتسر

در کوچہ سیلیاں اولاد موجود است

سید بہاء الدین - سید احمد

سید نصیر الدین

(متولد ۱۲ ربیع الثانی سنہ

شنبہ

۱۳۴۹ھ متوفی ۱۲۳۴ھ

مدفون محسن خانقاہ

خواجہ خاوند محمود لاہور)

سید خیر الدین

(۱۲۵۶ھ)

بعمر ۸۰ سال مدفون پرگنہ ہانگل)

سید اسد اللہ

(متوفی ۱۲۸۱ھ)

بعمر نو دو سال شہر پونچھ

اولاد ایشان موضع جمی پورہ باقی اند)

سید محمد شاہ

(متوفی ۱۲۶۷ھ)

صدر موضع گرند

اولاد ایشان موجود اند)

تصانیف شیخ محمد مراد کشمیری

عموماً مشائخ طریقت کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ تصنیف و تالیف سے گریز کیا جائے لیکن نقش بندی مشائخ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ تصنیف و تالیف کے میدان کے مرد ہیں ہمارے خیال میں قریباً ہر مجددی بزرگ نے اپنے جدِ اعلیٰ کی تقلید میں اپنے مکتوبات کے مجموعے ضرور مرتب کروائے۔ حضرت شیخ محمد مرادؒ بھی اس میدان میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ مولانا محمد اعظمؒ نے آپ کی اڑتیس (۳۸) کتابوں کا تعارف کروایا ہے۔^۱

یہ خوش قسمتی ہے کہ مولانا محمد اعظمؒ کی وجہ سے شیخ محمد مرادؒ کی تین تصانیف خوف ورجاء، غربت نامہ اور تحقیقات ملخص صورت میں علمی دنیا تک پہنچ چکی ہیں۔

ذیل میں ہم شیخ محمد مرادؒ کی تصانیف کا مجمل تعارف کروا رہے ہیں:

۱۔ اشارات لدنی

”بشارات روح“ اس کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۱۱۸ھ برآمد ہوتے ہیں۔ تاویلات قرآنی کے موضوع پر ہے۔ قرآنی آیات کی مذہبی اور حضراتِ صوفیہ کے مذاق کے موافق تفسیر کی گئی ہے۔ ہر آیت کے حروف کے اعداد بھی بتائے گئے ہیں۔ سورتوں کے بعض خواص، شانِ نزول مقامِ نزول کہ آیا یہ سورۃ مکی ہے یا مدنی ہر سورۃ سے قبل یہ باتیں تحریر کر دی گئی ہیں۔^۲ اس کے کسی خطی نسخے کی اب تک اطلاع نہیں ہے۔

۲۔ چہل حدیث

اس مجموعہ میں ایسی احادیث کو جمع کیا گیا ہے جن کی کچھ محدثین حکرام نے صحت کی تصدیق کی ہے۔^۳

۳۔ شرح چہل حدیث

مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔^۴

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۷۷ باب ششم تصانیف شیخ محمد مراد

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۷۷ باب

ایضاً

ایضاً

۴۔ عقائدِ مرادات

حضرت شیخ عبدالشکور سلمیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تمہیدات میں عقائد سے متعلق جو بحث کی ہے شیخ محمد مراد نے اس حصے کا عقائدِ مرادات کے نام سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ عقائدِ مرادات کا ایک خطی نسخہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ (رک: فہرست مشترک ۱۱۳۸ / ۲)

۵۔ شرح کیدانی

فقہ کی مشہور کتاب شرح کیدانی کی مزید توضیحات و تفصیلات کی گئی ہیں۔ جس میں مسائل فقہ اور ضروریات دین جیسے اہم موضوعات شامل ہیں۔^۱

۶۔ شرح غوثیہ

در حقائق وحدت اور دقائق تصوف کی شیخ محمد مرادؒ نے شرح کی ہے۔^۲

۷۔ تحقیقات

تحقیقات کے نام سے کئی مشائخ کی تصانیف ہیں۔ چنانچہ اس نام کی حضرت خواجہ محمد پارساؒ کی کتاب مشتمل بر حقائق و معارف زمانہ تصنیف سے لے کر اب تک صوفیہ میں مروج و متداول ہے۔ خود شیخ محمد مراد نے اپنی اس تصنیف میں خواجہ محمد پارساؒ کی مذکورہ تصنیف کا متعدد مقامات پر حوالہ دیا ہے۔ شیخ مرادؒ نے اپنی اس کتاب میں اپنے ملازم رکاب اور خادم خاص شیخ محمد یوسف کو خطاب فرمایا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت مولانا محمد اعظم کی وجہ سے شیخ محمد مراد کی اس گراں بہا کتاب ”تحقیقات“ کا ملخص متن محفوظ رہ گیا۔ (بسال ۱۱۴۳ھ / ۱۷۱۲ء)

۸۔ حسنات المقربین

اس میں شیخ محمد مرادؒ نے اپنے شجرہ طریقت نقشبندیہ میں مشمولہ مشائخ اور ہفت پشت مشائخ حضرات احمدیہ فاروقیہ کے حالات لکھے ہیں۔ جس کی ضخامت پندرہ ہزار اشعار کے برابر ہے^۱۔ روسی مستشرق اکیموشکن نے اس پر ایک مفصل مقالہ لکھا ہے^۲۔

۹۔ رسالہ فوائد احمدیہ

ہندوستان سے کسی درویش نے سیادت پناہ حضرت شاہ محمد فاضل قادریؒ کی خدمت میں سولہ سوالات تحریر کر کے جواب دینے کے لیے ارسال کیے۔ شاہ صاحب نے یہ سوالات شیخ محمد مرادؒ کی خدمت میں ارسال کیے۔ اور ان کو جواب تحریر کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے ان سوالات کے مفصل اور مدلل جوابات تحریر فرمائے^۳۔

۱۰۔ اسرار وحدت

شیخ محمد مراد کے سلسلہ چشتیہ کے شیخ حضرت شاہ علی رضا فاروقیؒ کی والدہ ماجدہ حضرت جلال الدین تھاتیریؒ کی اولاد میں سے تھیں۔ اس لیے شاہ علی رضاؒ پر اپنے والد کی وفات کے بعد جذبہ مادری غالب آگیا اور آپ بے اختیار حضرت سید محمد ابراہیم مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے^۴۔ ہم دیکھتے ہیں شیخ محمد مرادؒ پر بھی یہ نسبت غالب ہے۔ آپ اکثر چشتی مشائخ کے طریق پر وحدت الوجود کے مسائل پر گفتگو فرماتے تھے، چنانچہ یہ کتاب بھی بقول مولانا محمد اعظم:

^۱ محمد اعظم فیض مراد ورق ۷۳ ب

^۲ حسنات کا ایک خطی نسخہ سینٹ پیٹرس برگ اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ میں ہے (رک:)

Akimushkin, O.F : A Seventeenth century rare Haqiography (Manuscripta Qientala Vol. 7-No. 1

(March 2001)

^۳ شاہ محمد فاضل قادری کے مفصل حالات اپنے مقام پر آئیں گے

^۴ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۷۳ ب

^۵ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا باب ”مشائخ شیخ محمد مرادؒ“

در عین غلبہ توحید و جودى در عرض دوسہ کرى نوشتہ اند“

اس کتاب تک بھی ہماری ہنوز رسائی نہیں ہو سکی۔

۱۔ تاویلات علوم

مختلف علوم کی تاویلات کر کے ثابت کیا ہے کہ علم توحید سب سے اعلیٰ ہے^۲۔

۲۔ غربت نامہ

نفس کشی کے موضوع پر ہے۔ دیگر نصاب بھی بڑے موثر پیرایہ بیان میں ضبط تحریر کیے گئے ہیں۔ ہماری شہ قسٹی ہے کہ مولانا محمد اعظم کے فیض مراد کی وجہ سے اس کتاب کا ملخص متن علمی دنیا تک پہنچ چکا ہے۔

۳۔ رجا بخش

خوف و رجا کے موضوع پر ہے۔ اس میں دیگر پند و نصاب بھی شامل ہیں۔ ”حدیث الایمان بین الخوف و رجا“ اور فوائد پر مفصل بحث کی گئی ہے اس کا ملخص متن بھی مولانا محمد اعظم نے فیض مراد میں محفوظ کر لیا ہے۔

۴۔ برہان خفی

اس کتاب میں شیخ محمد مراد نے ذکر خفی کو ذکر جہر پر ترجیح دیتے ہوئے ذکر جہر کو ”غیر مدافع مسنونہ“ قرار دیا ہے۔^۳

۵۔ حل متشابہات

اس کتاب کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی کہ اس میں کن متشابہات کا حل تحریر کیا گیا ہے۔

۶۔ صلح الفرقیقین

حضرت شیخ محمد مراد کے زمانہ میں بعض حضرات نے وجودی مکتبہ فکر کے صوفیائے کرام کی تکفیر شروع

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۷۷ کتب

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۴۷

ایضاً

محمد اعظم: فیض مراد ۴۸

کردی تھی۔ شیخ محمد مرادؒ نے اس کتاب میں ”موحدان“ کی تکفیر کی ممانعت کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ میانہ روی اختیار کی جائے۔ وجودی صوفیہ سے متعلق عوام کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔

۱۷۔ فقراتِ وہبیہ

اس میں پسند و نصائح اور حکمت آموز باتیں تحریر فرمائی ہیں۔

۱۸۔ تاریخ کشمیر

اس کتاب میں شیخ محمد مرادؒ نے کشمیر کی آغاز آبادی سے اپنے زمانہ تک کی پانچ ہزار سالہ تاریخ لکھی ہے ۱۹۹۰ء کے سفرِ دہلی کے دوران ہم نے اس کا ایک نسخہ ہمدرد یونیورسٹی کی لائبریری میں دیکھا تھا۔ فیض مرادؒ میں ہے کہ اس کا مسودہ تلف ہو گیا تھا اور اس کی کوئی نقل نہیں تھی: ”بعد ازان گم شد مثنیٰ نہ داشت“۔

۱۹۔ تحفۃ الفقراء

اس کتاب میں شیخ محمد مرادؒ نے اپنے معاصر صلحاء مشائخ اور مجاذیب کا تذکرہ کیا ہے جن سے خود شیخ محمد مرادؒ کو ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس میں کشمیر، لاہور، دہلی اور سرہند کے مشائخ کے حالات اور ولایت کے مراتب و قواعد پر بھی بحث کی گئی ہے۔ مولانا محمد اعظم نے شیخ کے حکم سے اس کتاب کو ترتیب جدید دی، لکھتے ہیں۔ ترتیب رسالہ مذکورہ (تحفۃ الفقراء) را این راقم (محمد اعظم) بامر آن حضرت (شیخ محمد مراد) بعد وصال ایشان مجدد ساختہ۔

اس کتاب مصنف شیخ محمد مرادؒ کی وفات ۱۱۳۱ھ کے بعد تجدید کی گئی لہذا زمانہ تجدید ۱۱۳۱ھ کے بعد قیاس کیا جائے۔ تحفۃ الفقراء کا فارسی متن پروفیسر رقیہ نے مرتب کر کے کشمیر سے ۱۹۹۷ء کو شائع کیا ہے۔

۱ ایضاً

۲ ایضاً

۳ ایضاً

۴ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۳۸

۲۔ فوائدِ رضائیہ

شیخ محمد مرادؒ نے اپنے مرشدِ طریقت حضرت شاہ علی رضا فاروقی سرہندیؒ کے حالات و کمالات عالیہ اس میں تحریر کیے ہیں۔ یہ کتاب حضرت شاہ علی رضاؒ کے حینِ حیات تصنیف ہوئی۔ کیوں کہ مولانا محمد اعظمؒ نے جہاں اس کتاب کا تعارف کروایا ہے وہاں شیخ کے نام کے ساتھ ”سلمہ اللہ تعالیٰ“ کے دعائیہ الفاظ لکھے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہمیں اس اہم کتاب تک بھی ہنوز رسائی نہیں ہو سکی ورنہ شیخ محمد مراد اور شاہ علی رضا فاروقیؒ کے تعلقات پر مزید روشنی پڑتی۔

۳۔ شجرہ پنچ طریقہ

اس کتاب میں شیخ محمد مرادؒ نے اپنے پانچوں سلاسلِ طریقت کے شجرے مرتب کیے ہیں۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ شیخ محمد مرادؒ طریقہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور کبرویہ میں بیعت تھے۔

۴۔ رسالہ قدسیہ

در منع رویت در دنیا و اثبات کائنات تراۃ۔

۲۲۔ معراج الصلوٰۃ فی مدارج الفلاح

کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔

۲۳۔ خیر الکلام در مدح خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴۔ رسالہ ردِ شیعہ

ایضاً

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۳۸

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی تصانیف میں ۱۱ منہج سفاک کا بھرپور رد کیا ہے ان میں ایک ملاحظہ (یعنی اکبری الحاد) اور اہل تشیع، حضرت شیخ محمد مرادؒ نے بھی اہل تشیع کے رد میں یہ رسالہ تصنیف کیا۔ اس رسالہ کی غایت تحریر یہ ہو سکتی ہے کہ کشمیر میں اہل تشیع کا بڑا رسوخ رہا ہے۔ اور کئی مشائخ کرام کو کشمیر کے شیعہ حکام نے اپنے رسوخ سے شہر بدر بھی کر دیا۔ شیخ محمد مرادؒ نے اسی اثر کو زائل کرنے کے لیے یہ رسالہ تصنیف کیا۔

۲۶۔ درود استغاثہ^۱

۲۷۔ رسالہ حجۃ الاحوال

اس کتاب میں شیخ محمد مرادؒ نے اپنے مرشد طریقت حضرت شیخ عبدالاحد وحدت کے مکاتیب جمع کیے ہیں جن میں زیادہ خود جامع یعنی حضرت شیخ محمد مرادؒ کے نام ہیں^۲۔ یہ مجموعہ ”گلشن وحدت“ کے نام سے محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے ۱۹۶۶ء میں ادارہ مجددیہ کراچی سے شائع کر دیا ہے۔ مولانا محمد اعظمؒ نے فیض مراد میں شیخ محمد مرادؒ کے بعض مکتوبات بھی نقل کیے ہیں جو نقطہ عرائض ہیں جو شیخ محمد مرادؒ نے اپنے شیخ حضرت وحدت کی خدمت ارسال کیے۔

۲۸۔ رسالہ در منع تنباکو کشی^۳

رسالہ کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔

۲۹۔ کلام الملوک

شیخ محمد مرادؒ نے اس کتاب میں اپنے مشائخ کرام حضرت وحدت، شاہ علی رضا فاروقی، وغیرہما کی قطبیہ کے اثبات پر دلائل دیئے ہیں^۴۔

^۱ محمد اعظم: فیض مراد ورق ۲۸ کتاب نمبر ۲۶۔ ”درود استغاثہ“ سے متعلق ایک اور مقام پر اس طرح اشارہ کیا گیا ہے۔

”حضرت ایشان“ (شیخ محمد مراد) درودی از خود در غایت فصاحت و کمال درود فراق گفت درود استغاثہ نام نہادند“ (محمد

اعظم: فیض مراد ورق ۱۱۲ ب)

^۲ ایضاً

^۳ ایضاً ص ۳

^۴ ایضاً

۳۰۔ ملوک الکلام

یہ سالہ نماز کی افضلیت پر ہے^۱۔

۳۱۔ رسالہ ردّ منکرانِ حضرت مجدد^۲

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کلامِ عالیہ پر بعض کم فہم حضرات نے کئی قسم کے اعتراضات کیے تھے اور بہت سے بے سروپا رسائل بھی حضرت مجددؒ کے رد میں لکھ ڈالے یہ شورش حضرت مجددؒ کی زندگی میں ابھری تھی اور اب تک بعض عاقبت نااندیش مصنفین نے بے سروپا باتیں کر کے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ یہ شورش تو شیخ محمد مرادؒ کے زمانہ میں عروج پر تھی۔ خود حضرت مجددؒ کے صاحبزادگان نے بقول صاحبِ روضۃ القیومیہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) رسائل مخالفین حضرت مجددؒ کے رد میں تصنیف کیے^۳۔ خواجہ سیف الدینؒ جب لاہور تشریف لائے تو مخالفین نے حضرت مجددؒ کے مکتوبات شریف کے بعض مقامات پر نہایت سخت اعتراض کیے۔ مناظرہ ہوا حضرت شیخ سعدی لاہوری (متوفی ۱۱۰۸ھ) گواہ ہیں کہ اس مناظرہ میں حضرت شیخ سیف الدین خاموش رہے۔ اور فرمایا کہ ان نااہلوں کے لایعنی اعتراضات کے جواب میں کچھ کہنا فضول ہے۔^۴

شیخ محمد مراد کے معاصرین میں سے عبداللہ خویشیؒ تصوری حضرت مجددؒ کے مخالف ترین مصنفین میں سے تھا ہم نے اپنی کتاب ”احوال و آثار عبداللہ خویشیؒ تصوری“ میں اس کے اعتراضات کی حقیقت اور دیگر معترضین کا مفصل ذکر کیا ہے۔

افسوس ہے کہ حضرت مجددؒ کے مخالفین کے رد میں یہ رسالہ ہنوز دستیاب نہیں ہو سکا۔

۳۲۔ جنون العاشقین

اس کا دوسرا نام عشقیہ بھی ہے۔ عشق حقیقی پر بحث و تحقیص صوفیائے کرام کا محبوب ترین موضوع ہے۔

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۳۸ ب

ایضاً

کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ

محمد عمر بن ابراہیم پشوری: ظواہر ۱۱۱۲ھ قلمی ورق

اس لیے شیخ محمد مراد نے بھی اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے۔

۳۳۔ غایۃ التحقیق

اس کا موضوع توحید ہے۔

۳۴۔ رسالہ بیان طریقت

سلوک کے مبادیات اور نہایات کے موضوع پر ہے۔ مولانا محمد اعظم مصنف فیض مراد اور واقعات کشمیر (تاریخ اعظمی) وغیرہما کے التماس پر مرتب کیا گیا۔

۳۵۔ رسالہ توبہ و استغفار در اظہار عجز و زاری کے آخر ہا نوشتہ اند

۳۶۔ رسالہ منتخب جوامع الکلم

حضرت شیخ علی متقی متوفی ۹۰۷ھ کی معروف ترین تصنیف جوامع الکلم کا انتخاب ہے۔

۳۷۔ شرح رباعی

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کی مشہور ترین رباعی

حورا بنظارۃ نگارم صف زد

رضوان بعجب بماند و کف خود بر کف زد

یک خال سیہ بران رخاں مطرف زد

ابدال زبیم چنک در مصحف زد

کی شرح میں شیخ محمد مراد نے یہ رسالہ تصنیف کیا ہے۔

محمد اعظم: فیض مراد ورق ۴۹

ایضاً

ایضاً

ایضاً

شیخ محمد امین ڈار کشمیری

شیخ محمد امین ڈار کشمیری گیارہویں صدی ہجری کے ایک نقش بندی صوفی اور مولف تھے شیخ محمد امین کشمیر کی ایک مشہور قوم ڈار (Dar) سے تعلق رکھتے تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں شیخ عبدالوہاب لاہوری (ف ۱۰۷۸ھ / ۶۷-۱۲۶۸ء) کے خلیفہ تھے۔ شیخ عبدالوہاب مشہور نقش بندی صوفی شیخ عثمان جالندھری جو خواجہ باقی اللہ دہلوی (ف ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کے مرید اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کے خلیفہ تھے (تاریخ کشمیرا عظمیٰ ۱۷۷)۔

شیخ محمد امین کشمیر کے تاجروں میں سے تھے اپنے قیام لاہور کے دوران کسی شہزادے کی ملازمت بھی اختیار کر لی تھی لیکن جلد ہی ملازمت ترک کر کے راہ فقر اختیار کر لی (ہما نجا ۱۷۷)۔

شیخ عبدالوہاب لاہوری کے علاوہ خواجہ محمد نقشبند ثانی سرہندی (ف ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۲ء) بن خواجہ محمد معصوم سرہندی اور شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی (۱۱۴۶ھ / ۱۷۱۴ء) سے بھی استفادہ کیا تھا۔ تحفۃ الفقراء برگ ۹۶) کشمیر کے علماء و مشائخ اور جم غفیر نے ان سے رجوع کیا اور مستفید ہوئے۔ حدود چالیس سال دعوت و ارشاد کی مسند کو رونق بخشی معاصر مشائخ کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات تھے۔ شیخ محمد مراد ٹنگ نقش بندی کشمیری (۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء) کے ساتھ اخوت و محبت خصوصی تھی۔ شیخ محمد مراد نے علمی مباحث کا خود تذکرہ کیا ہے جو مختلف نشستوں میں شیخ محمد امین ڈار کے ساتھ ہوئے تھے۔ (ہما نجا ۹۶ ب۔ ۹۸ ب)

اور ٹنگ زیب عالمگیر (۱۰۶۸-۱۱۱۸-۱۶۵۸-۱۷۰۷ء) کے ساتھ بھی اواخر عمر میں آمد و رفت کا سلسلہ

شروع کر دیا تھا بادشاہ انہیں پسندیدہ اطوار سمجھتا تھا (تحفۃ الفقراء ۹۹ ب، تاریخ کشمیرا عظمیٰ ۱۷۸)

شیخ محمد امین ڈار نے کشمیر میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا تھا۔ وہیں پل فتح شاہ کے قریب خانقاہ تعمیر کروائی اور تادم آخر دعوت و ارشاد اور تربیت مریدین میں مصروف رہے۔ آپ غایت درجہ پابند شرع اور امور بدعت سے اجتناب کرتے تھے۔ (ہمانجا ۱۰۰۔ الف، اعظمی ۱۷۸)۔

شیخ محمد امین کے سال وفات میں اختلاف ہے ان کے معاصر شیخ محمد مراد ننگ کشمیری نے ان کا سال صال ۱۱۰۹ھ درج کیا ہے (تحفۃ الفقراء ۱۰۰۔ الف) شیخ مراد کے ایک مرید اور کشمیر کے معروف مورخ محمد اعظم دیدہ مری نے ۱۰۹۹ھ لکھا ہے (تاریخ کشمیر ۱۷۹) اور مفتی غلام سرور لاہوری نے تاریخ کشمیر مذکور کے حوالے سے ۱۰۹۸ھ رقم کیا ہے (خزائنۃ الاصفیاء ۶۴۶/۱) لیکن ہم نے اول الذکر عصری شہادت کو ترجیح دی ہے یعنی شیخ محمد امین ڈار کا سال وصال ۱۰۹۷ھ / ۸۵-۱۶۸۶ء) درست تسلیم کیا جائے۔

شیخ محمد مراد اور محمد اعظم نے شیخ محمد امین کی دو تالیفات کا ذکر کیا ہے اول قطرات دوم رسالہ ضروریہ۔ (تحفۃ الفقراء ۱۰۱۔ اب، تاریخ کشمیر اعظمی ۱۷۸)

ان میں سے رسالہ ضروریہ کے وجود کا تا حال ہمیں علم نہیں ہے البتہ قطرات کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ پنج بخش، اسلام آباد میں ہے۔

قطرات الحیات

پیش نظر خطی نسخہ میں اس کا نام قطرات الحیات درج ہے۔ یہ کتاب فارسی نثر میں ہے لیکن جابجا مولف نے بکثرت اشعار بھی درج کیے ہیں۔ آخری سات ابواب (قطرات) فارسی نظم میں ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولف شاعر بھی تھے۔

یہ کتاب تصوف کے مسائل پر مشتمل ہے جس میں حدود ۳۳۵ قطرات (عنوانات) ہیں۔ ہر نئے مسئلہ کو قطرہ کا عنوان دے کر آغاز سخن کیا ہے۔ اس کے بعض مندرجات یہ ہیں:

قطرہ در بیان فضیلت مرتبہ نبوت برولایت

قطرہ در آنکہ اولیا اللہ از تکرار کلمہ طیبہ صفت آں می گیرند

قطرہ در بیان احتیاج طالب و مطلوب بہ یک دیگر

قطرہ در معنی المومن مرآة المومن

قطرہ در امید بہ لطف اولیا و نیز ترس از قہر ایشان

قطرہ در اقسام کرامات و خرق عادات

قطرہ حسن ظن بہ مسلمانان علی الخصوص بہ درویشان

قطرہ در شناخت اولیا اللہ و مرتبہ در ایشان

قطرہ فوائد صحبت ایشان

قطرہ در اقسام امر معروف و نہی از منکر۔۔۔

کتاب کی زبان سادہ اور بیان قابل فہم ہے آیات و احادیث اور اقوال مشائخ بھی بکثرت نقل ہوئے ہیں۔

کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان (نمبر ۹۶۲۳) میں اس کا کامل نسخہ محفوظ ہے (فہرست

مشترک ۱۷۸۱/۳) شیخ محمد امین ڈار کے دو فرزند تھے کلاں میاں حضور اللہ اور خرد میاں آیت اللہ (تحفۃ الفقراء

۱۰۲۔ الف) شیخ محمد امین کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ مشہور شاعر ملا محسن فانی کشمیری (ف ۱۰۸۲ھ /

۱۶۷۱ء) ایک آزاد خیال شاعر تھا لیکن جب شیخ محمد امین سے بیعت ہوا تو ان خیالات سے توبہ کر لی۔ (تذکرہ شعرائی

کشمیر ۱۰۶۲/۳)

میر محمد معروف کشمیری بھی شیخ محمد امین کا مرید تھا اس نے ان کے حالات پر ایک مستقل کتاب تالیف کی

تھی (تاریخ حسن ۳۵/۴) ایک اور شاعر ملا محمد یوسف بھی ان کا مرید تھا۔ (ہمانجا ۳۹)

مآخذ

۱۔ راشدی، سید حسام الدین: تذکرہ شعرائی کشمیر (کملہ تذکرۃ الصلح) ج ۳، کراچی ۱۹۶۸ء

۲۔ ظہور الدین احمد: پاکستان میں فارسی ادب، لاہور ۱۹۷۴ء

۳۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۵ حیدر آباد، دکن

۴۔ غلام حسن کھویہا: تاریخ حسن ج ۳ سری نگر ۱۹۶۰ء

۵۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء کانپور ۱۸۷۳ء

- ۶۔ محمد اعظم دیدہ مری: تاریخ کشمیر اعظمی مرتبہ محمد شاہ سعادت، سری نگر ۱۳۵۵ھ
- ۷۔ ایضاً: فیض مراد (در حالات شیخ محمد مراد ننگ کشمیری) خطی نسخہ ذخیرہ شیرانی، کتابخانہ دانشگاه پنجاب، لاہور
- ۸۔ محمد مراد ننگ کشمیری: تحفۃ الفقراء، خطی نسخہ مخزون کتابخانہ قادیان، ربوہ
- ۹۔ منزوی، احمد: فہرست مشترک ج ۳، اسلام آباد ۱۹۸۴ء
- ۱۰۔ مسکین، محی الدین: تحائف الابرار، امرتسر، ۱۳۲۱ھ

۲۷ جنوری ۱۹۹۷ء

(برائے دانشنامہ ادبیات فارسی شہ قارہ، تہران)

بابا شاہ مسافر غجدوانی بخاری نقش بندی

بابا شاہ مسافر بارہویں صدی ہجری کے نقش بندی مشائخ میں سے تھے۔

بابا شاہ مسافر کا اصل نام حافظ محمد عاشور تھا۔ ان کے مرشد بابا شاہ سعید پلنگ پوش غجدوانی نے انہیں مسافر

کا خطاب دیا تھا (ماثر الکرام ۱۵۴)

بابا شاہ مسافر کے والد کا تعلق سلسلہ کبرویہ سے تھا۔ جو غجدوان میں رہتے تھے خرد سالی میں والدین کا سایہ سرے اٹھ گیا صرف سات سال کی عمر میں طلب علم کے ارادے سے غجدوان سے نکلے اور بخارا پہنچ گئے جہاں مسجد شیخ پیر محمد میں تحصیل کا آغاز کیا، ابھی شرح ثلاثک پڑھا تھا کہ اس عہد کے معروف صوفی بابا شاہ سعید پلنگ پوش اس مدرسے میں آئے اور شاہ مسافر کے دل میں ان سے اخذ فیض کا جذبہ پیدا ہوا (ملفوظات نقشبندیہ ۸، ۱۰)

اس سے قبل بابا شاہ مسافر بھی کبرویہ سلسلہ کے شیخ میر عطاء اللہ ساکتری (Saketary) سے منسلک ہو کر سلوک کی مشق کرتے رہے تھے۔ (ماثر الکرام ۱۵۴)

اب بابا شاہ مسافر بابا پلنگ پوش سے حصول فیض کے لیے روانہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ تو ہندوستان کے سفر پر گئے ہیں بابا شاہ مسافر اب ان کے پیچھے روانہ ہوئے بابا شاہ پلنگ پوش سے بخارا سے پہلے بلخ پھر حصار، غور، کابل، پشاور اور پھر حسن ابدال پہنچے ہر جگہ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی بابا شاہ پلنگ پوش دوسری منزل پر روانہ ہو جاتے تھے، آخر حسن ابدال میں ان سے ملاقات ہو گئی۔ جہاں ان کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے بابا پلنگ پوش نے اجازت و خلافت نقشبندیہ سے سرفراز کیا۔ یعنی بابا شاہ مسافر خلیفہ بابا شاہ سعید پلنگ پوش غجدوانی وہ خلیفہ شیخ درویش عزیزان غجدوانی خلیفہ مولانا پایندہ اخصی خلیفہ میر خورد پلنگی خلیفہ مخدوم اعظم شیخ احمد دہیدی خلیفہ مولانا محمد قاضی خلیفہ خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار۔۔۔ (ملفوظات نقشبندیہ ۹-۱۲ ملخصاً)

بابا شاہ سعید پلنگ پوش کا تعلق سلسلہ قلندر یہ سے بھی تھا اور اس سلسلے کی اجازت بھی بابا شاہ مسافر کو حاصل تھی (ہمانجا ۱۳-۱۴)

بابا شاہ مسافر اپنے شیخ کے حکم سے اورنگ، آباد (Aurangabad) از بلاد دکن میں مقیم ہوئے جہاں دعوت و ارشاد اور تربیت مریدین میں مصروف ہو گئے (ہمانجا ۱۵) یہ اورنگزیب عالمگیر کا عہد (۱۰۶۸-۱۱۱۸ھ / ۱۶۵۸-۱۷۰۷ء) تھا (ہمانجا ۱۵)

ان دنوں اورنگزیب کا ایک منصب دار مغل خان (صوبہ دار اورنگ آباد) آپ کا ارادت مند ہو گیا۔ بابا شاہ مسافر کشمیر کی سیر کے لیے بھی گئے وہاں کے اکابر علماء و مشائخ کی ملاقات سے مشرف ہوئے مشہور فارسی شاعر غنی کشمیری بھی بابا شاہ مسافر سے بیعت ہوا (ہمانجا ۱۶) اسی سیاحت کے دوران آپ دوسری مرتبہ حج کے لیے روانہ ہوئے واپس آئے تو شہزادہ محمد معظم بہادر شاہ اورنگ آباد کا ناظم تھا وہاں آپ نے تکیہ شاہ عنایت میں قیام کیا، اورنگ آباد کے اکابر آپ کی زیارت و ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ (ہمانجا ۱۷)

اورنگ آباد میں آپ نے خانقاہ کی بنیاد ڈالی بے شمار اصحاب علم و دانش نے رجوع کیا، اور حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ خانقاہ میں تعلیم و تربیت کے لیے باقاعدہ اوقات کار متعین تھے۔ علماء و عرفا کے علاوہ امرا بھی بکثرت آپ کی خانقاہ میں آمد و رفت رکھتے تھے ان میں خواجہ میر شاہ سمرقندی علی آبادی (از اعزہ خان فیروز جنگ) و منصب دار اورنگ زیب، میر اجل مخاطب بہ ہرہ خان، نواب عبدالصمد خان، ملا امان خان فوجدار ایمن آباد (مضافات لاہور) فاضل خان منصف (متولی مقبرہ اورنگ زیب عالمگیر)، بہادر شاہ بن اورنگ زیب، شہزادہ محمد جہاں دار شاہ، شاہ شہید (سجادہ نشین بابا شاہ مسافر) نواب نظام الملک آصف جاہ اول کے ہمراہ فرخ سیر کے حضور حاضر ہوئے اور چند سال نواب کے ساتھ گزارے۔ (ملفوظات ۷۸) آصف جاہ بابا شاہ مسافر کا بہت عقیدت مند تھا اور ان کے مابین بہت ہی خوشگوار تعلقات تھے (ہمانجا ۷۹) عبد اللہ خان (منصب دار اورنگ زیب و مصاحبان آصف جاہ)۔

بابا شاہ مسافر کا وصال اورنگ آباد میں ہی ۵ رجب ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۵ء کو ہوا اور اپنے تکیہ میں ہی دفن کیے گئے تکیہ میں حوض کبیر ان کی زندگی میں ہی جمیل بیگ خان نے بنوایا تھا (ملفوظات نقشبندیہ ۱۱۱، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱)

بابا شاہ مسافر کے خلفاء کثیر تعداد میں تھے ان میں سے چند نام یہ ہیں: میر محمود و ابکنی بخاری، خواجہ محمد سعید، حاجی عاشور، مولانا مشفق، صوفی محمد وفا، میر عرب، بابا شاہ خادم حصاری، حاجی قاسم دولت آبادی، شاہ کوک، بلخی، شاہ ناظر سمرقندی، خواجہ عالم (از اولاد شیخ فرید الدین عطار)، مولانا عبد الجلیل، مرزا ابراہیم عرب کابلی، اخوند ملا خاموش، خواجہ میر شاہ، حاجی صادق، شاہ حیدر تاشکندی، خواجہ زکریا سمرقندی، خواجہ عبدالولی سمرقندی وہ بیدی، خواجہ یادگار دہ بیدی (ملفوظات نقشبندیہ ۱۱۲-۱۷۶)

بابا شاہ مسافر کے حالات پر ایک مستقل کتاب تالیف ہوئی تھی جس کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

ملفوظات نقشبندیہ

یہ بابا شاہ مسافر غجدوانی اور رنگ آبادی کے احوال، مناقب اور ملفوظات پر مشتمل ہے۔ جسے آپ کے خلیفہ شاہ محمود نے تالیف کیا۔

شاہ محمود اور رنگ آبادی ۲۳ جمادی الآخر ۱۱۷۵ھ / ۱۷۶۱ء کو فوت ہوئے کئی اکابر اہل علم سے ان کے تعلقات تھے۔ آزاد بلگرامی اپنے قیام اور رنگ آباد کے دوران اسی تکیہ بابا شاہ مسافر میں عرصہ دراز تک مہمان کی حیثیت سے مقیم رہے (تاثر الکرام ۱۵۵، نسبۃ المرکان ۱ / معروف شاعر عبد الحکیم حاکم لاہوری (مؤلف تذکرہ مردم دیدہ) بھی اسی تکیہ میں فروکش رہے اور شاہ محمود کی علم پروری کی بہت تعریف کی ہے۔ (مردم دیدہ ۱۵، ۱۸۹، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۱۶) ملفوظات نقشبندیہ فارسی نثر میں ہے دیگر صوفیہ کے تذکروں کی نسبت اس کی زبان قدرے فصیح اور زیادہ رواں ہے۔ جا بجا فارسی اشعار و امثال بھی نقل ہوئی ہیں۔ ابتداً سیہ کے بعد پہلا تذکرہ بابا قل فرید کا ہے۔ پھر بابا شاہ محمد سعید پلنگ پوش کا اس کے بعد بابا شاہ مسافر کے حالات از آغاز ولادت تا وفات کبھی مربوط اور کبھی غیر مربوط ہو کر رہ گئے ہیں۔ ملفوظات میں جہاں بہت سے امور تصوف و عرفان کے بیان ہوئے ہیں وہاں معاصر سیاسی و قانع کی طرف اشارات بھی ملتے ہیں امر او سلاطین کی تکیہ بابا شاہ مسافر میں آمد و رفت اور تورانی و ایرانی گروہ بندیوں میں اس تکیہ کی تورانی جماعت کے ساتھ ہمدردیاں بھی معلوم ہوتی ہیں۔

ساہو بن سنہا (Saho S/o Sanbaha) (از اولاد شیوا مرہٹہ) کی اورنگ زیب کی وفات کے بعد قید سے رہائی اور اس کے دوبارہ دکن پر حملوں اور تباہ کاریوں کا ذکر (ص ۶۷) محمد معزال دین بن بہادر شاہ بن عالمگیر

اور فرخ سیر کے مابین جنگ (۷۰-۷۱) چندر سین (Chander Sean) از ملازمان ساہو مذکور کی ظالمانہ حرکات ص ۷۳ اور نگ زیب کی وفات کے بعد تخت نشینی کے لیے جنگ کا ذکر ۷۶ وغیرہ قابل توجہ ہیں۔

ملفوظات نقشبندیہ دیدہ زیب کتابت و طباعت کے ساتھ حیدر آباد دکن سے نظامت امور مذہبی نے ۱۳۵۸ھ کو شائع کی۔

مآخذ

- ۱۔ آزاد، غلام علی بلگرامی: سُبْحَتِ المَرَجَانِ فی آثارِ ہندوستان مرتبہ فضل الرحمن ندوی، علی گڑھ، ۱۹۷۶ء
- ۲۔ ایضاً: مآثر لکرام مرتبہ محمد عبدہ، لاہور ۱۹۷۱ء
- ۳۔ ایضاً: روضۃ الاولیاء (تذکرہ مدفونین اورنگ آباد)، اورنگ آباد، دکن، ۱۳۱۰ھ
- ۴۔ حارثی بدخشی، مرزا محمد معتمد خان: تاریخ محمدی مرتبہ امتیاز علی خان عرشی، علی گڑھ ۱۹۶۰ء
- ۵۔ حاکم، عبدالحکیم: مردم دیدہ مرتبہ سید عبد اللہ، لاہور، ۱۹۶۱ء
- ۶۔ صدیقی، مقبول احمد: حیات جلیل، ۱۹۳۹ء
- ۷۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۶، حیدر آباد دکن، ۱۹۵۵ء
- ۸۔ محمود، شاہ: ملفوظات نقشبندیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۵۸ھ

۳۰ ستمبر ۲۰۰۷ء

برائی دانشنامہ ادبیات فارسی شبہ قارہ۔ تہران

معروف محقق سائنس ڈیجی (Simon Digby) نے ملفوظات نقشبندیہ کا انگریزی ترجمہ Sufis and Soldiers in

Aurangzeb's Deccan کے نام سے کیا جو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دہلی سے ۲۰۰۱ء میں طبع ہوا جس پر مترجم کا ایک

مختصر مقدمہ بھی ہے۔

شیخ الہدایہ قصوریؒ

افغانانِ قصور کے عزیز زئی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ نو عمری میں اسلامی شعائر کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ مدت دراز تک سپاہری کرتے رہے، آخر خداوند تعالیٰ نے کرم فرمایا اور علوم باطنی کے حصول کا ولولہ دل میں موجزن ہوا، قصور آتے ہوئے پٹنہ میں قیام کا موقع ملا، یہاں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالحی حصارؒ سے بیعت ہوئے۔

فارسی میں عمدہ غزل کہتے تھے اور قصوری تخلص کرتے تھے۔ عالم شباب میں اپنا دیوان خود مرتب کیا تھا۔ اس وقت تک دیوان قصوری کے صرف دو نسخوں کا راقم الحروف کو علم ہے، ایک قلمی نسخہ شاہان اودھ کے کتب خانہ میں تھا جس کا سپرنٹنڈنٹ نے اس طرح مبہم الفاظ میں تعارف کر دیا ہے^۱۔

Dywan of Qosury Consisting of Ghazals, 100 pp.

Beginning:

الانسان مجہول الامانت قدیصلہا

دوسرا قلمی نسخہ رضا لاہوری رامپور میں ہے، خان بہادر مولوی محمد شفیع مرحوم نے بہارستان تصنیف عبد اللہ خواجگی کے قلمی نسخہ کے ایک زائد ورق پر دیوان قصوری کے متعلق اپنی یادداشت اس طرح قلم بند کی ہے۔
 ”ایک قصوری شاعر کا دیوان رامپور لاہوری میں بھی ہے دیکھو اپنے نوٹ الہ داد خان (عزیز) زئی صاحب دیوان قصوری“۔

مولانا عبدالحی حصارؒ المتولد ۹۹۰ھ المتوفی ۱۰۷۰ھ برائے شرح حال مولانا حصارؒ رجوع کنید بہ

(۱) نور الخلائق مجلد ثانی مکتوبات حضرت مجدد جامع مولانا حصارؒ (۲) زبدۃ القامات (۳) حضرات القدس دفتر دوم ص

۳۳۶ (۴) روزۃ القیومیہ (۵) خزینۃ الاصفیاء ۱/ ۶۳۷ (۵) نزہۃ الخواطر ۵/ ۲۱۲

² Cat. The Kings of Oudh, Sprenger, Vol. I, pp. 535 MS.No. 451 Calcutta. 1854.

بہارستان شرح گلستان سعدی قلمی نسخہ مخزون کتب خانہ مولوی محمد شفیع مرحوم، لاہور، نمبر ۲۷۶ / ۳۱۲

عبداللہ خویشتی قصوری نے اخبار الاولیاء من لسان الاصفیاء میں الہ داد قصوری کے مختصر حالات، درج کیے ہیں اور ان کے دیوان قصوری کا ذکر کیا ہے اور اس دیوان میں سے چند اشعار کا انتخاب بھی شامل کتاب کیا ہے۔

ملاحظہ ہو:

”در ابتدای بشرپ بکیفات و بعضی اعمال بحسب شرع مذموم بود ارتکاب داشت و مدتی بسیا ہیگری مشغول بود چون خداوند تعالیٰ بوی توفیق داد گشت ظاہری را گذاشته بوطن مرجعت نمود و در اثنائے راہ در شہر پتنہ بشیخ عبدالحی کہ مرید شیخ احمد کابلی بود ملازمت نمود بشغل باطنی مشغول گشت دیوان قصوری کہ در حالت جوانی تالیف کردہ استنکاف مینمود..... و بعد از معاودت نمودن بوطن بزمان قلیل بر حمت حق پیوست بعضی ابیات دیوان وی اینست:

اے مرہم چاک دل شکر خندہ تو	صاحب نظر ان بجان و دل زبدہ تو
ہر لحظہ چہ جائے توک و تاز است آخر	چون نیست کسے کہ نیست افگندہ تو
ای کہ کس از غم تو جان نبرد	تاجر راہ تو زبان نبرد
کوچہ پس خورد بین بود ہرگز	نام ہستی برین دہاں نبرد
نیست جان آنکہ نیست باجانان	نیست دل آنکہ دلستان نبرد
بزد از جہان بخر حیرت	ہر کہ دستے دران میان نبرد
بیقرار این چنین نبا شد دل	بست از دست کہ عنان نبرد
آشکارا تو پردہ دل ما	کہ کسے دیگرش نہاں نبرد

عبداللہ خویشتی قصوری (متولد ۱۰۳۳ھ متوفی بعد ۱۱۰۶ھ) کثیر التصانیف مصنف تہار اتم الحروف کو ان کی تقریباً پچاس تصانیف کا علم ہے۔ ڈاکٹر ایس ایم اکرام نے عبداللہ خویشتی کی مذکورہ کتاب اخبار الاولیاء کو معلوم نہیں کس بنا پر عبدالقادر خویشتی سے منسوب کر دیا ہے حالانکہ کتاب کے متن سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کتاب عبداللہ خویشتی قصوری کی تصنیف ہے۔ عبدالقادر خویشتی دراصل عبداللہ خویشتی کے والد کا نام تھا۔ خود عبداللہ خویشتی نے معارج الولايت میں متعدد مقامات پر اخبار الاولیاء کو اپنی تصنیف لکھا ہے۔

ہاں قصوری چنین بخور می تاب کہ کس بر تو دین گمان نبرد
 دلم شکستہ شد در بخت زید و توبہ ازو چو خانہ سوختہ گردد برون کند متاع
 گوخون شود ز چشم پر نم ایزد جز شیوہ عشق تو کجا جوید دل
 روئت شکفت جلوہ گری باغ حسن شد مامن فعل نشستہ چوزاغ فردہ ایم
 گر بوسہ تو خواست قصوری عجب مدار نبود گزید صاحب خرمن ز خوشہ چین

عبداللہ خویشگی نے کل ۲۳ شعر دیوان قصوری سے انتخاب کر کے اپنی مذکورہ کتاب میں شامل کیے ہیں۔ افسوس ہے کہ پیش نظر نسخہ اخبار الاولیاء اس قدر بدخط ہے کہ بعض اشعار درست طریقے پر پڑھے نہیں جاسکے اس لیے جو اشعار ہم پڑھ سکے ہیں یہاں نقل کر دیئے ہیں جن کی تعداد تیرہ ہے۔

عبداللہ خویشگی نے اخبار الاولیاء میں الہداد خان عزیز زئی کی وفات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن سال وفات نہیں لکھا ہے، اخبار الاولیاء بعد ۱۰۷۷ھ کی تصنیف ہے، اس لیے الہداد خان ۱۰۷۷ھ سے پہلے انتقال کر چکے تھے۔ مولوی شفیع مرحوم نے اپنی مذکورہ یادداشت میں جہان دیوان قصوری کے مذکورہ نسخہ سپرنگر نمبر ۲۵۱ کا ذکر کیا ہے وہاں اس قصوری سے متعلق تردد کا اظہار فرما کر لکھا ہے۔

”یہ کون شخص ہے؟“

راقم احقر کے خیال میں دیوان قصوری، الہداد خان عزیز زئی ہی کی تصنیف ہے جس کے قرائن حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مندرجہ بالا انتخاب اشعار میں مصنف نے اپنا تخلص قصوری ہی استعمال کیا ہے۔

۲۔ سپرنگر نے لکھا ہے کہ یہ دیوان غزلیات پر مشتمل ہے۔

۳۔ عبداللہ خویشگی نے جو اشعار منتخب کیے ہیں وہ غزل پر مشتمل ہیں۔

مولانا محمد منیر قصوریؒ

نقشبندی سلسلہ سلوک سے تعلق رکھتے تھے، پنجاب کے معروف ترین روحانی پیشوا حضرت خواجہ محمد سعید لاہوریؒ نقشبندیؒ متوفی ۱۱۶۲ھ سے بیعت ارادت حاصل تھی، فصاحت و بلاغت میں فرید تھے۔ تذکرۃ الارشاد آپ کی تصنیف ہے۔ مولانا محمد رفیع بن محمد اسلم نقش بندی لکھتے ہیں:

”(آن حضرت خلیفہ خواجہ محمد سعید لاہوری)، شیخ محمد منیر قصوری است کہ مصنف تذکرۃ الارشاد است و از فصاحت و بلاغت سبق برده مشہور آن دیار است و از علوم و اسرار حضرت ایشان قدس سرہ، جامع الکتاب و منظور نظر آن عارف، آن سید اولیا از علوم ظاہریہ حظ وافر گرفته و از توجہات بہرہ تامل گرفته“

مولانا محمد منیر قصوریؒ کے اس سے زیادہ حالات دستیاب نہیں ہو سکے، آپ کی تصنیف ”تذکرۃ الارشاد“ ہے جس میں آپ نے اپنا پورا نام ابو العارف محمد منیر ملقب بہ ظہور اللہ بتایا ہے، انہوں نے اپنی مثنویوں اور غزلیات میں اپنا تخلص ظہور لکھا ہے۔ کتاب کے آخر میں ان کی تین غزلیں اور پانچ رباعیات نقل کی گئی ہیں،

خواجہ محمد سعید لاہوریؒ متوفی ۱۱۶۲ھ نہ صرف پنجاب بلکہ افغانستان کے معروف روحانی پیشوا تھے، کئی رسائل خواجہ صاحب کی تصنیف سے ہیں۔ (۱) رسالہ اذکار قادریہ (۲) رسالہ در بیان ظہور و تزللات (۳) رسالہ در بیان تحقیقی ہمہ اوست، وغیرہم، برائے شرح جال خواجہ صاحب رجوع کنید بہ (۴) سعید نامہ منظوم فارسی قلمی۔ خواجہ محمد سعید لاہوریؒ کے سال وفات کے باب میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے۔ راقم الحروف نے خواجہ صاحب پر اپنی مستقل زیر ترتیب کتاب ”احوال و آثار خواجہ محمد سعید لاہوریؒ“ میں آپ کے سال وصال ۱۱۶۲ھ کو درست ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

قران السعدین، قلمی ورق ۱۳۲ ب

تذکرۃ الارشاد کا خطی نسخہ حکیم ارشاد حسین صاحب (قصور) کے کتب خانہ میں ہے۔

گویا ان کا شمار قصور کے فارسی شعراء میں بھی ہوتا ہے، تذکرۃ الارشاد ایک اہم تذکرہ ہے جس میں مؤلف نے مرآۃ الارشاد، بزرگوں کے اشغال اور اپنے شیخ حضرت حاجی محمد سعید لاہوری کے ملفوظات اور احوال بھی لکھے ہیں، جس سال حاجی صاحب کا وصال ہوا ہے یعنی ۱۱۶۲ھ اسی سال مؤلف نے یہ کتاب بھی مکمل کی ہے، اس میں درج ایک قطعہ تاریخ سے اس کا سال تالیف ۱۱۶۲ھ غیر واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، قرآن السعدین کے مؤلف نے بھی اس تذکرہ سے استفادہ کیا ہے، ہم نے تذکرۃ الارشاد اور قرآن السعدین کے خطی نسخے ایڈٹ کیے ہیں جو منقریب شائع ہوں گے، ان شاء اللہ۔

(۲۶ مارچ ۱۹۷۱ء)

مولانا محمد شریف نقش بندی قصوری بن یونس بن حاجی محب علی نقشبندی

نقشبندی سلسلہ سلوک سے تعلق رکھتے تھے، ان کی اب تک صرف ایک تصنیف ”رسالہ نماز چہار گانہ بعد جمعہ“ دریافت ہوئی ہے۔ جس کے دیباچہ میں اپنے والد بزرگوار اپنے دادا اور اپنے سلسلہ سلوک کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

”میگوید فقیر حقیر محمد شریف ولد یونس ولد حاجی محب علی القصوری
النقشبندی“

رسالہ کا موضوع جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے۔

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام علی رسولہ والہ
اجمعین۔۔۔ الخ

اختتام:

بجز دو رکعات نماز جمعہ چیزِ زیادہ مخوان کہ سلامتی درین است صلی اللہ علی
خیر خلقہ محمد والہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین تمت بعون اللہ تعالیٰ

اوراق ۱۶ سطر ۱۵ تقطیع ۸۰۶ x ۶۰۸

وجہ تسمیہ کے باب میں لکھتے ہیں۔

”بعضی یاران سوال کردند کہ روایات در تحقیق چہار گانی کہ در روز جمعہ
میگذارند۔۔۔۔۔ اگر برای مایان بنویسند کہ مایا نرا سند باشد کہ خوانندہ
چہار گانی چنان غلو کردند کہ اگر کسی نگذارد اورا تشنیع و بد گفتند بلکہ
گفتند کہ نقشبندی است و ندانند کہ نقشبندی قوم اند کہ عامل بعزیمہ اند
و بعضی کہ غیر از عزیمہ باشد ازان انحراف ورزند۔۔۔۔۔ الخ

کتاب پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت تحقیق اور دیدہ ریزی سے لکھی گئی ہے۔ حسب ذیل کتب کے حوالے جا بجا ملتے ہیں۔

قاطع البدعہ، حضرت پیر دستگیر خودہا، شرعۃ الاسلام، شرح قرن، مفتاح الجنان، عینی شرح الکفر، مغرب، مخزن الحقائق شرح صراط المستقیم عبدالحق دہلوی ہدیۃ المہدین، (قول) فضیل بن سیاض، دوازدہ مسئلہ تصنیف خاص حضرت امام اعظم۔ (قول امام یوسف) امام محمد، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل۔ فتاویٰ برہنہ، بیضاوی۔ صلوٰۃ مسعودی، حسامی، مکتوح، تاتارخانی، میزان الشعرانیہ مذاہب الاربعۃ، ہدایہ، بحر الرقائق، فوائد علامتہ تصنیف احمد بن کمال شاہ (ص ۱۰)، بزدوی، فخر الدین قاضی خان، قدوری، المختار رسالہ (درین موضوع)، جلال الدین قادری الحنفی ص ۲۳، فتاویٰ مختار، جامع الرموز، رسالہ محمد الحنفی دمشقی، رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ نماز جہار گانہ بعد صلوٰۃ جمعہ کی عدم ادائیگی کے جواز میں لکھا گیا ہے اور جمعہ کے بعد چہار گانہ کی ادائیگی کو بدعات میں شمار کیا ہے، رسالہ کے مکمل متن میں کہیں رسالہ کا نام نہیں لکھا گیا یہ رسالہ جس بزرگ کے کتب خانہ میں رہ چکا ہے، انہوں نے اپنے قلم سے اس کا مذکورہ نام ایک زائد ورق پر لکھ دیا ہے۔

افسوس ہے کہ ساری کتاب کے مطالعہ سے مصنف کے مرشد کا نام معلوم نہیں ہو سکا صرف ایک مقام پر اپنے مرشد کا ایک قول نقل کیا ہے۔ لیکن شاید تعظیماً نام نہیں لکھا۔ اپنے مرشد سے روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”روزی از حضرت پیر دستگیر خود سوال کردیم کہ ہوا چیست؟ فرمود نہ کہ بغیر

متابعت آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمامی ہوا است۔“

رسالہ کا متن نہ تو سال تصنیف پر کوئی روشنی ڈال سکا ہے اور نہ ہی مخطوطہ کا سال کتابت درج ہے۔ تخمیناً

بارہویں صدی ہجری کے وسط کا معلوم ہوتا ہے، مصنف کا انداز تحریر و تحقیق بھی بارہویں صدی ہجری کا ہے۔

اس کا قلمی نسخہ راقم الحروف کے ذاتی کتب خانہ میں ہے۔

ایک اور حاجی محمد شریف بن شیخ پیر محمد قصوری تھے، جو سلسلہ نقشبندیہ میں شیخ طریقت ہونے کے علاوہ

ایک بڑے عالم بھی تھے، انور خمسہ اور رد و انفض انہیں کی تالیفات ہیں، شاہ عنایت قادری قصوری کے معاصر اور

رسالہ نماز جہار گانہ حد صلوٰۃ جمع ورق اب قلمی نسخہ مملوکہ راقم الحروف

ان کے ساتھ بڑے علمی مباحث رہتے تھے (رک شاہ عنایت قادری، تذکرہ حاضر) حاجی محمد شریف بن پیر محمد کا
 قصور میں ۱۱۵۳ھ / ۱۷۴۰ء کو وصال ہوا اور آپ قصور میں احاطہ فوجی پریڈ میں ہی دفن ہیں، رک بہ
 ۱۔ نلام رسول قصوری: شجرۃ الانساب قبیلہ بنی حمیر، اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور، ۱۹۳۵ء

2- Ahmad Bashir: Qusur, its History, Culture and Archetecture,
 (unpublished Article)

حضرت میاں عبدالحکیم کا کڑ

میاں عبدالحکیم کا کڑ بن سکندر شاہ (۱۰۷۰-۱۱۵۳ھ / ۱۶۶۰-۱۷۴۰ء) آپ کے اجداد افغانوں کی ایک شاخ کا کڑ کے قبیلہ سنیا (Sanatia) سے تعلق رکھتے تھے۔ موصوف بلوچستان کے علاقہ پشین (Pashien) کے ایک موضع خانوزو (Khanozow) کے ایک گھرانہ میں پیدا ہوئے ان کے بزرگ ان پڑھ تھے، لیکن میاں عبدالحکیم کو تحصیل علم کا شوق تھا، وہ جوانی میں ہی علم حاصل کرنے کے لیے قندھار اور کابل سے ہوتے ہوئے ننگر ہار گئے تھے، وہاں سے فارغ ہو کر پشاور آکر بھی علماء سے پڑھا۔ مروجہ علوم صرف و نحو، تفسیر، حدیث، فقہ، منطق اور علم کلام پر دسترس حاصل کرنے کے بعد انہوں نے خود درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا، یہیں انہیں روحانی تسکین کی ضرورت محسوس ہوئی تو پھر ننگر ہار کا سفر کیا اور سید لعل نگر ہاری سے بیعت ہو کر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے، وہاں سے پھر پشاور آئے اور معروف نقش بندی بزرگ حافظ میاں عبدالغفور پشاوری (ف ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۳ء) سے بیعت ہو کر فیض یاب ہوئے، میاں صاحب حاجی محمد اسماعیل غوری مجددی پشاوری (ف ۱۱۱۱ھ / ۱۶۹۹ء) کے خلیفہ تھے جو کہ شیخ آدم بنوڑی (ف ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء) کے معروف خلیفہ میاں شیخ سعدی لاہوری (ف ۱۱۰۸ھ / ۱۶۹۷ء) کے حلقہ ارادت سے تعلق رکھتے تھے (خزینۃ الاصفیاء / ۶۵۳-۶۵۷، تذکرہ علماء و مشائخ سرحد / ۶۸-۷۳)۔

اس کے بعد سلسلہ نقشبندیہ کے ایک اور شیخ طریقت حافظ اللہ یار لاہوری کی خدمت میں لاہور حاضر ہوئے، جو دو واسطوں سے امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) سے روحانی تعلق رکھتے تھے، یہاں انہوں نے خوب باطنی ترقی کی۔ یہاں سے فیض یاب ہو کر میاں عبدالحکیم قندھار چلے گئے۔ جہاں ان کی غلیظت و روحانیت کا خوب شہرہ ہوا اور عوام و خواص اس کثرت سے ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے کہ قندھار کا حاکم شاہ حسین ہوٹک (حکو ۱۷۲۵-۱۷۳۸ء) ان کے اثر و رسوخ سے خطرہ محسوس کرنے لگا تو اس کے درباریوں

نے مشورہ دیا کہ اس درویش کو یہاں سے نکال دو، چنانچہ اس حاکم کے حکم پر آپ ۱۱۴۶ھ / کو قندھار سے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی کثیر تعداد کے ساتھ نکلے اور بلوچستان کے ایک علاقہ تھل چوٹالی (Thall Chotiali) میں آکر سکونت اختیار کر لی جو لورالائی (Lowralaye) کے ایک سمت میں واقع ہے۔ اسی مقام پر موصوف کا ۱۰ سال ہوا جہاں آپ کا مزار اب تک مرجع خلایق ہے۔

قندھار اور افغانستان میں سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت انہی کے ذریعہ ہوئی تھی، افغانستان اور بلوچستان کے حکمران آپ کا بہت احترام کرنے لگے تھے، ان کے مریدین بہت بڑی تعداد میں تھے، میاں نور محمد مرادی اور میاں نور محمد درانی کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ (مقدمہ اختصار حصن الایمان ص ۷)

بلوچستان کے غیر علمی ماحول کے باعث آپ کی تصانیف ضائع ہو گئی ہیں لیکن چند کتب کا سراغ ملا ہے جن میں اختصار حصن الایمان، یہ فارسی نثر میں عقائد پر ہے اور حافظ خان محمد کا کڑ کے مقدمہ کے ساتھ کوئٹہ سے ۱۹۵۲ء کو شائع ہو چکی ہے۔

اس کے علاوہ مسائل عرفانی پر فارسی نثر میں ایک مجموعہ رسائل حافظ خان محمد کا کڑ کے پاس خطی صورت میں ہے (ایضاً ص ۹) ایک اور رسالہ تصوف فارسی میں ہے جس میں آپ نے مسائل تصوف پر بحث کی ہے، اس کا قلمی نسخہ بھی مذکورہ کتابخانہ میں ہے، آپ نے دو مزید رسائل اپنے دو نقش بندی مشائخ کے بارے میں لکھے ہیں اول رسالہ میں آپ نے سید لعل نگرہاری کی خدمت میں رہ کر جو کچھ حاصل کیا اس میں اس کا مفصل بیان ہے۔ ایک اور اہم رسالہ فارسی میں ہی لکھا ہے جس میں انہوں نے اپنے شیخ حافظ الہ یار لاہوری نقش بندی سے روحانی فیض یابی کی تفصیل بیان کی ہے، اس کے علاوہ ایک مجموعہ رسائل حکمیہ بھی مذکورہ کتب خانہ میں ہے، لیکن اب حافظ خان محمد فوت ہو چکے ہیں معلوم نہیں کہ ان رسائل کا وجود باقی ہے یا نہیں۔

آپ کے ایک اور خلیفہ خواجہ محمد غزنوی فارسی کے صاحب دیوان شاعر تھے، ان کا دیوان لاہور سے

۱۹۰۳ء کو شائع ہوا۔

ماخذ

- حافظ خان محمد کاکڑ، مقدمہ بر مختصر حصن الایمان، کوئٹہ، ۱۹۵۲ء۔
- شیر محمد خان: توارخ خورشید جہاں، لاہور، ۱۸۹۳ء۔
- خالص، سلطان محمد: تارخ سلطانی، بمبئی ۱۲۹۸ھ۔
- حبیبی، عبدالحی، میاں عبدالحکیم کاکڑ، مقالہ مشمولہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور۔
- خواجہ، خواجہ محمد غزنوی: دیوان خواجہ، لاہور، ۱۹۰۳ء۔
- کوثر، انعام الحق: ”تذکرہ صوفیائے بلوچستان، لاہور، ۱۹۷۶ء۔
- محمد ولی زلمی: دکندار مشاہیر، کابل، ۱۳۳۹ش۔
- اثر، عبدالحکیم: روحانی رابطہ اور روحانی ترون، پشاور ۱۹۶۵ء۔

۲۷ مارچ ۲۰۱۱ء

برائے دانشنامہ شبہ قارہ۔ تہران

ابوالفیض کمال الدین محمد احسان (مؤلف روضۃ القیومیہ)

ابوالفیض کمال الدین، خواجہ محمد معصوم سرہندی بن شیخ احمد مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے تھے، خود اس سلسلے کے شیخ طریقت اور نقشبندی مشائخ کے سب سے ضخیم تذکرہ روضۃ القیومیہ کے مؤلف کی حیثیت سے معروف ہیں۔

ابوالفیض کمال الدین، خواجہ محمد زبیر سرہندی ثم دہلوی (ف ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء) کے خلیفہ تھے۔ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء میں ان سے بیعت ہوئے (روضۃ القیومیہ ۴ / ۱۰۶-۱۰۸) ان کے والد ابو العباس بدر الدین حسن احمد (۱۰۹۰-۱۱۴۹ھ / ۱۶۷۹-۱۷۳۷ء) عالم و عارف بزرگ تھے روضۃ القیومیہ میں کئی اہم روایات ان سے منقول ہیں۔ (روضہ ۲ / ۲۰۸-۲۱۰)

شیخ ابوالفیض کمال الدین کے دادا ابوالحسن محمد ہادی (ف ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۱ء) ذی علم بزرگ اور سلسلہ نقشبندیہ کے بارے میں اہم کتابوں کے مؤلف تھے جن میں کواکب دریہ پانچ ضخیم جلدوں میں ہے یہ نقشبندی مشائخ کا ضخیم ترین تذکرہ ہے۔ (مقامات معصومی، تعلیقات ۳۱۴ / ۱۷-۱۸)

ابوالفیض بھی تصنیف و تالیف میں مصروف رہے، خواجہ محمد زبیر سرہندی سے منسلک ہونے کے بعد چودہ سال تک ان کی خدمت میں رہے۔ پھر انہوں نے ۱۱۴۵ھ / ۱۷۳۲ء میں خلافت دے کر نواب علی محمد خان (ف ۱۷۴۹ء) کے علاقے کنٹھیر (Kathir) اور آنولہ (Anwalah) جانے کا حکم دیا۔ نواب کے ساتھ ان کے مخلصانہ روابط تھے (روضہ ۴ / ۱۳۵-۱۳۹) وہ اپنے والد کی وفات (۱۱۴۹ھ / ۱۷۳۷ء) کے وقت کوہ کمایوں کی تلبیٹی (Talety) میں تھے یہ وہی علاقہ ہے جس پر نواب علی محمد خان کا ۱۷۴۴ء میں قبضہ ہو گیا تھا (حیات حافظ رحمت خان ۶۰-۶۱ روضہ ۴ / ۱۷۱)

۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۳ء میں ظہیر الدولہ وزیر رعایت خان اور سادات بارہہ (یعنی سیف خان) کے درمیان جنگ ہوئی تو رعایت خان نے اپنے بھائی ظہیر الدولہ عظیم خان (ف ۱۱۵۷ھ / اور نواب علی محمد خان کی مدد سے سیف خان کو شکست دی (رک تاریخ محمدی ۹۹، ۱۲۵، محمد شاہ اور اس کا عہد ۲۷۷) تو ابو الفیض کمال الدین بھی اس جنگ میں نواب علی محمد خان کے متوسل کی حیثیت سے شریک تھے اور علی محمد خان کے سپہ سالار حافظ رحمت خان (۱۰-۱۷۷۳ء) کے ساتھ اس جنگ میں ایک ہی مقام پر تھے، وہ اور حافظ رحمت خان ایک ہی شہر اور ایک ہی جگہ رہتے تھے (روضہ ۳ / ۱۷۳-۱۷۷) نواب علی محمد خان اور حافظ رحمت خان حضرات مجددیہ کے بہت معتقد اور مربی تھے (مقامات مظہری، مقدمہ ۴۹-۵۰) ابو الفیض کے اپنے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب علی محمد خان اور حافظ رحمت خان کی طرف سے انہیں کافی رقم بطور وظیفہ ملتی تھی اور وہ ثروت مند تھے (روضہ ۴ / ۲۶۱) وہ اپنے شیخ خواجہ محمد زبیر سرہندی کے وصال ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء تک علی محمد خان کے علاقے میں مقیم رہے (ہمانجا ۴ / ۲۵۴) قرب وصال کے آثار معلوم ہونے پر وہ اپنے شیخ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے (ہمانجا ۴ / ۲۶۲) وفات کے بعد خواجہ محمد زبیر کی نعش تدفین کے لیے سرہند لے جائی گئی تو وہ بھی ہمراہ تھے۔ وہ کچھ عرصہ خواجہ کے مزار پر سرہند میں رہے پھر نواب علی محمد خان کے علاقے میں واپس چلے گئے (ہمانجا ۲ / ۲۱۲)

قیاس ہے کہ ابو الفیض کمال الدین نواب علی محمد خان کی وفات ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء تک ان سے منسلک رہے ہوں گے۔ ابو الفیض کا صحیح سال وفات معلوم نہیں ہے۔

ان کے ایک فرزند محمد غلام مجدد (متولد ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء) اور دو بیٹیوں بادشاہ بیگم اور حضرت بیگم کا ذکر ملتا ہے۔ (روضہ ۲ / ۲۱۲، ہدیہ احمدیہ ۶۸، مقامات معصومی تعلیقات ۳۲۲ / ۱۹)

ابو الفیض کمال الدین کی صرف دو تالیفات کا ہمیں علم ہے۔

۱۔ کشف الحقائق مقامات قیومیہ:

یہ کتاب حقائق قیومیت کے موضوع پر ہے۔ ۱۱۳۸ھ / ۱۷۳۵ء میں تالیف ہوئی اور ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۸ء میں جب مؤلف خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں دہلی پہنچے تو انہوں نے خواجہ زبیر سے اس پر نظر ثانی کروائی انہوں

نے خود اس کا یہ نام تجویز کیا ”مقاماتِ قیومیت“ اور ”ظہورِ اول“ اس کی تاریخ تالیف کے دو مادے ہیں۔ (روضہ ۲۳۷/۴)

کشف الحقائق کے کسی نسخے کا ہمیں تاحال علم نہیں ہے۔

۲۔ روضۃ القیومیہ:

یہ نقشبندی مجددی مشائخ کا ضخیم ترین تذکرہ ہے۔ جس کی چار جلدیں ہیں، مؤلف نے خود وضاحت کی ہے کہ خواجہ محمد زبیر سرہندی کی وفات ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء کے دو سال بعد ۱۱۵۴ھ / ۱۷۴۱ء میں روضۃ القیومیہ کی تالیف کا آغاز کیا۔ لیکن انہوں نے اس کا سال تکمیل نہیں بتایا۔ ایک مقام پر اپنے نو مولد فرزند محمد غلام مجدد کا سال ولادت ۱۱۶۴ھ / ۵۰-۱۷۵۱ء درج کیا ہے (روضہ ۲/۲۱۲) جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مؤلف ۱۱۶۴ھ تک اس کی تالیف میں مصروف رہے۔ اسی سال مؤلف کے مربی نواب علی محمد خان کا بھی انتقال ہوا۔

روضۃ القیومیہ ایسی کتاب ہے جس میں بہت سی ایسی معلومات درج ہیں جن سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی دوسری کتب یکسر خالی ہیں۔ اس کی جلد چہارم جس میں مؤلف نے اپنے شیخ خواجہ محمد زبیر سرہندی کے حالات و مناقب درج کیے ہیں اپنے مندرجات کے اعتبار سے ایک منفرد و مفرد تذکرہ ہے۔

اس کی جلد سوم جو خواجہ محمد نقشبندی ثانی حجتہ اللہ کے حالات پر مشتمل ہے خاص اہمیت رکھتی ہے۔ مؤلف نے جن مآخذ کا حوالہ دیا ہے اس سے اکثر کتابیں اب ناپید ہیں۔ ان کے اقتباسات صرف روضۃ القیومیہ میں پائے جاتے ہیں۔ روضۃ القیومیہ کی جلد دوم جو خواجہ محمد معصوم سرہندی کے احوال کے لیے مخصوص ہے کے جن میں سے اکثر محولہ مآخذ اب دستیاب ہو چکے ہیں۔

اس کی جلد اول جو شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے حالات و مناقب پر مشتمل ہے سب سے زیادہ تنقید کا نشانہ بنی ہے۔ اس میں مؤلف نے حقائق کو ترک کر کے مبالغہ آرائی کی روش اختیار کی ہے۔ جس سے اس سلسلے کو نقصان پہنچا ہے۔

روضۃ القیومیہ کی چاروں جلدوں کے بالاستیعاب مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کے مزاج پر مبالغہ آمیزی پوری طرح مسلط تھی۔ حالانکہ مؤلف کے شیخ خواجہ محمد زبیر سرہندی نے انہیں مبالغہ آرائی سے پرہیز

کرنے کی بھی تلقین کی تھی (روضہ ۴ / ۲۸۱) لیکن افسوس کہ مؤلف اپنے شیخ کے اس حکم کی تعمیل نہ کر سکے اور ساری کتاب کو مبالغہ کے رنگ میں رنگ دیا کہ نقشبندی مشائخ پارٹیاں بنا کر لڑتے ہوئے نظر آنے لگے۔ صاحبزادگان کو منصبِ قیومیت کے حصول کے لیے دست و گریبان ہوتے دکھادیا۔ حالانکہ حقائق اس کے برعکس ہیں۔ مؤلف نے لفظ قیوم اور منصبِ قیومیت کی جس طریقے سے تشریح کی ہے اس کا اس سلسلے کے افکار اور تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دورِ آخر کے نامور مجددی عالم مولانا زید ابوالحسن فاروقی نے روضہ القیومیہ کی مبالغہ آرائی پر کڑی تنقید کرتے ہوئے اس کے بہت سے مندرجات کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ (حضرت مجدد الف ثانی ایک تحقیقی جائزہ ص ۸۶-۸۹)

روضہ القیومیہ کا فارسی متن اب تک طبع نہیں ہوا ہے۔ اس کے کئی خطی نسخے پاکستان و ہند کی خانقاہوں کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ کتابخانہ ایشیائک سوسائٹی، کلکتہ اور پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں بھی اس کے نسخے پائے جاتے ہیں۔

اس کے دفتر اول کا اردو ترجمہ ”حدیقہ محمودیہ“ کے نام سے ولی اللہ صدیقی نے کیا جو فرید کوٹ سے ۱۳۱۸ھ میں چھپا تھا۔ اس کی چاروں جلدوں کا اردو ترجمہ ملک فضل الدین (اللہ والے کی قومی دکان لاہور) نے ۱۳۳۵ھ میں شائع کیا۔ اس ترجمہ کو پیر زادہ اقبال احمد فاروقی نے مکتبہ نبویہ لاہور نے مزید حک و اصلاح کے بعد دوبارہ شائع کر دیا ہے۔

ابوالفیض فارسی میں شعر بھی کہتے تھے ان کا تخلص احسان تھا۔ انہوں نے خواجہ محمد زبیر کی مدح میں ایک طویل قصیدہ اور اپنا ایک منظوم عریضہ بحضور خواجہ محمد زبیر اور اس کا منظوم جواب بھی نقل کیا ہے (روضہ ۴ / ۱۷۳-۱۵۳)

ماخذ

۱۔ ابوالفیض کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ اردو ترجمہ، لاہور ۱۳۳۵ھ

۲۔ احمد ابوالخیر کی: ہدیہ احمدیہ، کانپور ۱۳۱۳ھ

۳۔ الطاف علی بریلوی: حیات حافظ رحمت خان، کراچی ۱۹۶۳ء

۴۔ حارثی، معتمد خان: تاریخ محمدی مرتبہ امتیاز علی خان عرشی، علی گڑھ ۱۹۶۰ء

۵۔ صفرا احمد معصومی: مقامات معصومی، مرتبہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء

۶۔ غلام علی دہلوی: مقامات مظہری ترجمہ و تحشیہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۸۳ء

۷۔ غلام مصطفیٰ خان: حضرت مجدد الف ثانی، ایک تحقیقی جائزہ۔ حیدر آباد، سندھ ۱۹۶۵ء

8- Malik, Z,U: The Reign of Muhammad Shah, Bombay, 1977.

۳۱ جولائی ۱۹۹۶ء

برائے دانشنامہ شبہ قارہ

حضرت حافظ محمد رانجھا نقشبندی

حضرت حافظ محمد رانجھا بن حافظ فتح محمد بن حافظ عبد اللہ بن چودھری مراد بخش عرف تدوین سنگھی۔
حضرت حافظ محمد رانجھا، حضرت خواجہ عبدالعدل (شیخ علیؒ اصغر سیالکوٹی) جو کہ حضرت خواجہ محمد زبیر
سرہندی قدس سرہ کے خلیفہ تھے، کے خاص مرید و خلیفہ تھے۔

حافظ محمد تاریخی نام ہے جس سے سال ولادت ۱۰۸۱ھ برآمد ہوتا ہے۔ بعد تکمیل علم ظاہری و باطنی
قصبہ واں میانہ میں قیام فرمایا، اپنے چچا حافظ میر محمدؒ سے بھی کسب فیض کیا تھا۔ انہیں کے کہنے پر علامہ مولانا گل احمد
نواسہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے حلقہ درس میں شامل ہو کر مزید علم ظاہری حاصل کیا۔ انیس سال تک اپنے شیخ،
علی اصغر سیالکوٹیؒ کی خدمت میں رہے۔

حضرت حافظ محمد رانجھا صاحب نے بہت سیر و سیاحت کی، جزائر انڈونیشیا، سوات، نیر، تبت، لنکا، کاکیشیا
(کوہ قاف)، بخارا وغیرہ میں بغرض سیاحت بھی گئے ان مقامات میں ان کے بے شمار مرید ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ

غلام قادر اشرفی: ذکر العارفین یعنی باغ محمدی، مطبوعہ ص ۹۸

شیخ علی اصغر سیالکوٹی، فاروقی تھے، ان کے اجداد عرب سے ہندوستان آکر داند گلی میں مقیم ہوئے، وہاں سے سیالکوٹ چلے
گئے۔ جہاں مولوی نور محمد رنگ پوری (خلیفہ میر حسن و ہو خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم) سے بیعت کی ان کے انتقال
کے بعد وہلی جا کر حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی سے بیعت ہوئے، واپس سیالکوٹ آکر تشکان کو سیراب کیا پانچ سو طلبہ
کو بیک وقت کامل توجہ دیتے تھے، شریعت کے بہت پابند تھے۔ (ذکر العارفین ص ۱۴۱)

اشرفی: ذکر العارفین ص ۱۴۹

ایضاً ص ۱۵۲

ایضاً ص ۱۵۳

ایضاً ص ۱۵۷

ان کی بدولت ان ممالک میں پھیلا۔

احمد شاہ ابدالی جب مٹھرا کی فتح کے لیے جلال پور جٹاں، ضلع گجرات پہنچا تو اس نے دربار میں علماء کو طلب کیا، حضرت حافظ محمد رانجھا بھی بغرض سفارش وہاں گئے، احمد شاہ ابدالی مسائل فلکیہ پر مباحثہ کروا رہا تھا لیکن کوئی عالم بھی اسے مطمئن نہ کر سکا آخر حافظ صاحب نے اس کے مسائل کے جواب میں نہایت ہی حیران کن تقریر کی جسے سن کر وہ بہت متاثر ہوا، اس نے آپ سے قلعہ مٹھرا کی فتح کے لیے دعا کی درخواست کی، آپ نے کہا کہ پہلے تمام سرداروں کو رہا کرو، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو آپ کی دعا سے قلعہ فتح ہو گیا، ایک سو بیس برس کی عمر میں ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء کو انتقال کیا۔^۲ وان میانہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت حافظ محمد رانجھا صاحب کے چار فرزند تھے، حافظ نور احمد، علی شمشیر، بہلک اور محرم، موخر الذکر تینوں بچپن میں فوت ہو گئے صرف فرزند کلاں نے ۳۸ سال عمر پائی اور والد کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے بیٹے شاہ رکن عالم تھے، جن کی اولاد کثیر کا شجرہ ملتا ہے۔^۳

حضرت حافظ محمد رانجھا کے حالات، مقامات، کرامات پر آپ کے ایک مرید خاص خواجہ غلام احمد بھاگت نے فارسی نظم و نثر میں ایک کتاب باغ محمدی کے نام سے تالیف کی تھی۔^۵

^۱ ایضاً ص ۱۶۳-۱۷۳

^۲ ایضاً ص ۱۷۸-۱۷۹

^۳ ایضاً ص ۲۲۳

^۴ ایضاً ص ۹۹

^۵ اس کا ایک قلمی نسخہ میاں احمد جمال بھاگت ساکن موضع مدھرے نزد تو میکوال کے پاس تھا، جس سے میاں فضل الہی نے نقل کر دیا کہ اس کا اردو ترجمہ، ایزادات کے ساتھ ذکر العارفین کے تاریخی نام (۱۳۶۲ھ) سے شائع کر دیا، مذکورہ نسخہ باغ محمدی کا ذکر اسی اردو ترجمہ (ص ۳۲۳) میں کیا گیا ہے۔

حضرت شیخ حافظ سعد اللہ مجددی

حافظ شیخ سعد اللہ بارہویں صدی ہجری / اٹھارہویں صدی عیسوی کے نقش بندی مشائخ میں سے تھے اور کثرت رجوع خلاق کے باعث مشائخ عصر میں شہرت رکھتے تھے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کے فرزند و جانشین حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی (ف ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء) کے فرزند شیخ محمد صدیق سرہندی (۱۰۵۹-۱۱۳۱ھ / ۱۶۴۹-۱۷۱۸ء) اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد حج کے لیے گئے تو واپس آتے ہوئے اپنے آبائی مستقر سرہند کی بجائے دہلی میں قیام پذیر ہو گئے (روضۃ القیومیہ ۲/۲۳۰) حافظ سعد اللہ دہلی میں رہتے تھے اور انہیں کسی ایسے قبیح شرع صوفی کی تلاش تھی جو انہیں راہ مستقیم پر پہنچا کر روحانی راہنمائی کرے تو حافظ صاحب ایک روحانی اشارے پر خواجہ محمد صدیق سرہندی کی خدمت میں حاضر ہوئے (مقامات مظہری ۲۳۲) اور مسلسل تیس سال تک اپنے شیخ کی خدمت میں رہے اور ان کی خانقاہ دہلی کی خدمت کی (ایضاً ۲۳۱) بلند روحانی مراتب پر فائز ہوئے اور دہلی کے درویشوں سے ”سید الصوفیہ“ کا لقب پایا (ایضاً ۲۳۱-۲۳۲)

اپنے شیخ کے کسی کام کے لیے شدید گرمی کے موسم میں حافظ سعد اللہ احمد آباد گئے تو ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی، آپ بہت ہی متواضع اور منکسر مزاج تھے۔ (ایضاً ۲۳۲)

نواب فیروز جنگ (۱۱۲۰-۱۱۶۵ھ / ۱۷۰۸-۱۷۵۲ء) خلف نواب آصف جاہ اول (۱۱۳۷-۱۱۶۱ھ) حافظ سعد اللہ سے بیعت تھا، اُسے میرزا مظہر جان جاناں شہید سے بھی بڑی عقیدت تھی (بشارات مظہریہ، خطی برگ ۱۹-الف ب)

اس کا بیٹا عماد الملک غازی الدین خان (ف ۱۲۱۵ھ / ۱۸۰۰ء) بہت سی سیاسی چالوں میں پیش پیش تھا لیکن اُسے حافظ سعد اللہ کے خلیفہ خاص حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید (۱۱۱۱-۱۱۹۵ھ / ۱۷۰۰-۱۷۸۱ء) سے بھی بڑی عقیدت تھی (مقامات مظہری، مقدمہ ۷۲-۷۸)

حافظ سعد اللہ کی خانقاہ دہلی کو مغل حکومت کے دورِ زوال میں وہی مرکزی حیثیت حاصل تھی جو خانقاہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء)

خانقاہ میرزا مظہر جان جاناں شہید اور دیگر خانقاہوں کو حاصل تھی، سلاطین و امرا ملکی مصالح کے لیے ان حضرات کی خانقاہوں سے رجوع کرتے اور مختلف مہمات کے دوران ان سے دعاء استمداد کی التجا کرتے نظر آتے ہیں۔

حافظ سعد اللہ کا دہلی میں ۱۹۔ شوال ۱۱۵۲ھ / ۱۷۴۰ء کو وصال ہوا (مقامات مظہری ۲۳۳) ان کا مدفن شاہ جہان آباد بیرونِ اجمیری دروازہ ہے (خزینۃ الاصفیاء ۱/ ۶۶۹) ان کا مزار مدرسہ غازی الدین خان مذکور کے شمال و مغرب میں ایک تہ خانہ میں ہے (مزارات اولیاء دہلی ص ۱۲۲) یہ بہت بڑا مدرسہ تھا جسے برطانوی دور میں دہلی کالج بنادیا گیا:

(Pernao, M: The Delhi College, pp.35-59)

حافظ سعد اللہ کی خانقاہ میں بڑے بڑے اہل علم و عرفان بھی آتے رہتے تھے ان میں خواجہ محمد ناصر عندلیب (۱۶۹۲-۱۷۵۹ء) والہ خواجہ میر درد (۱۷۱۹-۱۷۸۵ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک مرتبہ حافظ صاحب نے خواجہ عندلیب کی باطنی قوت اور ان کی روحانی نسبت پر میرزا مظہر جان جاناں سے توجہ کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے ان کی روحانیت کے قوی ہونے کی تصدیق کی (مقامات مظہری ۲۷۳)

یوں تو حافظ سعد اللہ کے بہت سے مریدین و خلفاء تھے لیکن ان میں جو شہرت و عروج میرزا مظہر جان جاناں شہید مذکور کو حاصل ہوا بہت کم کسی کو نصیب ہو سکا میرزا مظہر فارسی و اردو کے بے مثل شاعر تھے اور شاعری میں صنفِ خاص کے متعارف کرانے اور اپنے علمی و ادبی حوزہ خاص کے ترجمان بھی تھے (عبدالرزاق قریشی: میرزا مظہر جان جاناں اور ان کا اردو کلام)

نواب فیروز جنگ مذکور کسب فیض کے لیے ہر روز حافظ سعد اللہ کے حلقہ میں حاضر ہوتے تھے، آپ کے دسترخوان پر ہر روز اسی (۸۰) افراد کھانا کھاتے تھے اور ان میں سے بعض کے لیے وظیفہ بھی مقرر تھا، آپ اظہارِ کلمۃ الخیر اور غربا کے کام کی سلاطین و امرا سے سفارش بھی کیا کرتے تھے بلکہ ان کی حاجت برآری کے لیے امرا کے ہاں خود تشریف لے جاتے تھے۔ (ایضاً ۲۷۴)

مآخذ

- ۱۔ امام بخش جام پوری: حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار، لاہور، (سن)
- ۲۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، حیدر آباد، دکن ۱۹۵۷ء
- ۳۔ عبدالرزاق قریشی: میرزا مظہر جان جاناں اور ان کا اردو کلام، اعظم گڑھ، ۱۹۷۹ء
- ۴۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، کانپور، ۱۸۷۳ء
- ۵۔ غلام علی دہلوی، شاہ: مقامات مظہری تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۱ء
- ۶۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، اردو ترجمہ، لاہور، ۱۳۵۵ھ
- ۷۔ نعیم اللہ بہرہ انجلی: معمولات مظہریہ، کانپور، ۱۲۷۵ھ
- ۸۔ ایضاً: بشارات مظہریہ، خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ برٹش میوزیم، لندن شمارہ ۲۰
- 9۔ Pernao, M (ed.) The Delhi College, Delhi, 2006

۳۰ / اکتوبر ۲۰۰۷ء

برائے دانشنامہ ادبیات فارسی شبیہ قارہ۔ تہران

حضرت شیخ محمد عابد سنائی

حضرت شیخ محمد عابد سنائی نقشبندی سلسلے کے اکابر میں سے تھے، معروف صوفی اور شاعر میرزا مظہر جان جاناں شہید انہی کے خلیفہ تھے۔

حضرت شیخ محمد عابد کا تعلق قصبہ سنام (بضم سین مہملہ و تشدید نون قصبہ ایست از توابع سہرند) سے تھا، شیخ عابد فارسی کے معروف صاحب دیوان شاعر شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی (ف ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۴ء) بن شیخ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی کے اکابر خلفاء میں تھے، شیخ محمد عابد کا نسب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے^۱۔ حدیث اور فقہ کا باقاعدہ درس دیتے تھے۔ ان کی توجہ اتنی موثر تھی کہ جو کوئی بھی ان کے سامنے آتا اس کا دل ڈاکر ہو جاتا تھا۔

شیخ محمد عابد سنائی کا وصال ۱۸ رمضان ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء کو ہوا، دہلی میں دفن ہوئے^۲۔

شیخ محمد عابد نے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات میں سے چالیس مکاتیب کا انتخاب کیا تھا۔ جس پر مولوی نعیم اللہ بہرائچی (رک باں) نے عربی میں دیباچہ لکھا تھا۔ اس کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ مرکزی دانشگاه پنجاب لاہور میں ہے۔ شیخ عابد کے ملفوظات کا ایک مجموعہ نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہے۔

شیخ محمد عابد سنائی کے بہت سے خلفاء تھے جن میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں:

^۱ محمد صالح پنجابی: سلسلہ الاولیاء، خطی ورق ۸۳

^۲ غلام علی دہلوی: مقامات مظہری ۲۳۸

^۳ ایضاً، ۲۵

^۴ مزارات اولیائے دہلی ۱۴۴

نیرزا مظہر جان جاناں شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) خواجہ موسیٰ خان مخدوم اعظمی دہ بیدی، مرزا مظفر، محمد
یر، شاہ عبد الحفیظ، صوفی عبدالرحمن، میر بہادر، درویش محمد اور محمد حسن

ماخذ و مراجع

- ۱۔ رسالہ در احوال و ملفوظات شیخ محمد عابد سنائی۔ خطی نسخہ مخزونہ موزہ ملی، کراچی (بغیر شمارہ)
- ۲۔ غلام علی دہلوی، شاہ: مقامات مظہری، دہلی ۱۲۶۹ھ
- ۳۔ ایضاً: مقامات مظہری تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۸۳ء
- ۴۔ نعیم اللہ بہرہ اچھی: معمولات مظہریہ، کانپور، ۱۲۷۵ھ
- ۵۔ ایضاً: بشارات مظہریہ، خطہ نسخہ موزہ بریطانیہ، لندن نمبر ۲۲۰
- ۶۔ محمد عابد سنائی شیخ: انتخاب مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی با مقدمہ مولوی نعیم اللہ بہرہ اچھی، خطی نسخہ
کتابخانہ مرکزی دانشگاہ پنجاب، لاہور۔
- ۷۔ محمد صالح سنجابی: سلسلہ الاولیاء خطی نسخہ مملوکہ ڈاکٹر قریشی احمد حسین احمد، گجرات، پاکستان
- ۸۔ محمد عالم فریدی: مزارات اولیای دہلی، دہلی ۱۳۳۶ھ
- ۹۔ غلام محی الدین قصوری: ملفوظات شریفہ، لاہور ۱۹۷۸ء

(۲۳ جون ۱۹۹۲ء)

مولوی نعیم اللہ بہرہ اپنگی (مولف معمولات مظہریہ)

مولوی نعیم اللہ بہرہ اپنگی معروف مولف، صوفی، میرزا مظہر جان جاناں شہید کے خلیفہ اور ان کے اولین سوانح نویس تھے۔

مولوی نعیم اللہ علوی سادات میں سے تھے ان کے اجداد کا تعلق سلاطین کے نظام سلطنت سے رہا ہے۔ مختلف سلاطین نے ”ملک“ کا خطاب ملتا رہا تھا اس لیے وہ ”ملک“ کے لقب سے ملقب ہو گئے، اپنا شجرہ نسب خود لکھا ہے کہ نعیم اللہ بن غلام قطب الدین عرف ملک کالے بن ملک غلام محمد بن ملک آدم۔۔۔ ان کا نسب خواجہ عماد خلیج (خلج نام کے کئی قصبات افغانستان میں ہیں) (رفع یک اشتباہ قدیم۔۔۔ یادنامہ ایرانی مینور سکی ص ۶۳) سے ملتا ہے۔ ان کی اولاد میں سے خواجہ ابوالقاسم اور خواجہ بدی شیخ مسعود سالار غازی کے لشکر میں شریک جہاد ہو کر شہید ہوئے اور ان کی اولاد ہندوستان کے مختلف حصوں میں آباد ہو گئی لیکن زیادہ اصحاب بہرہ اپنگی (بالفتح و رائے ہندی و جیم فارسی در آخر بروزن بسفاتج بلدہ ایست۔۔۔ کہ آں روی دریای گھاگھرا جانب شمال صوبہ اودھ ہشتاد میل واقع است (معمولات مظہریہ، حاشیہ ص ۲) میں آباد ہوئے (رسالہ در بیان نسب خود خطی برگ ۱۔ ۳ ملخصاً)

مولوی نعیم اللہ ۱۱۵۳ھ / ۱۷۴۰ء کو متولد ہوئے (ایضاً برگ ۳ الف، بشارات مظہریہ خطی برگ ۱۳ الف) ابتدائی تعلیم میاں محمد روشن بہرہ اپنگی، بی بی پھوندی (ہمشیرہ والدہ خود)، شیخ عطاء اللہ اور میاں ثناء اللہ سے حاصل کی اور پھر ۱۱۷۱ھ / ۱۷۵۷ء میں حاجی فتح علی (سرای معالی خان نکیہ شاہ ابراہیم بن شاہ معصوم در لکھنؤ) سے تحصیل کا آغاز کیا۔ اس کے بعد مولوی خلیل، مولوی امام بخش صہبائی دہلوی (ت ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء) مولوی شہاب الدین (بریلی) اور مدرسہ مولوی برکت الہ آبادی (دارانگر مراد آباد) میں مولوی سالم سے بھی پڑھا۔ ۱۱۷۷ھ / ۱۷۶۳ء میں لکھنؤ کے نکیہ شاہ محمد فاضل سبز پوش میں مولوی محمد ولی انصاری فرنگی محلی (ت ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۳ء) شاگرد مولوی نظام الدین محمد فرنگی محلی (ت ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء) سے رجوع کیا اور فراغت کی

سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد مولوی محمد علی، مفتی عبدالرب لکھنوی (ت ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۲ء)، شیخ الحدیث حاجی احمد شاگرد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ القراء سلطان یوسف خٹلانی سے بھی تحصیل کی۔ (رسالہ در نسب خود ۴-۵ ملخصاً)۔

۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء میں جب کہ خدا طلبی کا جذبہ مسلط تھا خوش قسمتی سے حضرت مظہر کے خلیفہ شیخ محمد جمیل لکھنو تشریف لائے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب سلوک کا آغاز کیا پھر ان کے شیخ حضرت میرزا مظہر جانِ جانان شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے اور ان سے منسلک ہو گئے اور مسلسل چار سال تک ان کی خدمت گرامی میں رہ کر کسب سلوک کیا، تکمیل کے بعد طریقہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں اجازت مطلقہ حاصل کی اور بہرائچ میں ہی دعوت و ارشاد کا حکم ہوا۔ ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء کو مولانا بہرائچی حضرت مظہر کے مزار کی تعمیر کے سلسلے میں دہلی گئے اور وہاں شیخ ضیاء اللہ نقش بندی خلیفہ خواجہ محمد زبیر سرہندی (ت ۱۱۵۲ھ / ۱۸۳۹ء) سے بھی اخذ فیوض کی سعادت نصیب ہوئی، ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۲ء تک چار بار دہلی کا سفر کر چکے تھے اسی دوران کامل ایک سال حضرت مظہر کے خلیفہ نامدار قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری کی خدمت میں پانی پت میں رہے پھر دوسری مرتبہ چالیس یوم تک ان کے ہاں قیام کیا اور فیوض و برکات حاصل کیں۔ (ایضاً ۶-۱۲ ملخصاً)

مولوی نعیم اللہ کے بیٹوں میں سے مولوی کرامت اللہ، نور محمد (معمولات مظہریہ ۵، ۲) اور غلام احمد باقی (رقعات کرامت سعادت ص ۲) کا ذکر ملتا ہے، مولوی نعیم اللہ کے ایک داماد مولوی بشارت اللہ بھی عالم و عارف تھے (حالات مولوی بشارت اللہ، خطی، آئینہ اودھ ۱۳۵) انہی کے بیٹے مولوی ابوالحسن مولوی نعیم اللہ کے مزار کے متولی تھے (آئینہ اودھ ۱۳۵)

مولوی نعیم اللہ بہرائچی کے خلفاء میں سے مولوی محمد حسین متوطن انک (متصل کلکتہ) مولوی مراد اللہ فاروقی تھانیسری (۱۲۳۸ھ / ۱۸۳۲ء) بن مولوی قلندر بخش (خلیفہ حضرت مظہر)، مولوی غلام رسول کانپوری، مولوی ابوالحسن نصیر آبادی اور مولوی بہاء الدین کے نام ملتے ہیں (مقامات مظہری ۴۶۳)

مولوی بہرائچی کے دیگر سلاسل کے صوفیہ سے بھی روابط تھے خصوصاً خانقاہ کاظمیہ کا کوری کے بانی شاہ محمد کاظم قلندر (ت ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء) کے ساتھ ان کو عقیدت تھی (رسالہ شمسِ مظہریہ، خطی، اصول المقصود ص ۴۲۲، نفحات العنبریہ ص ۳۵۶)

مولوی بہرائچی نے ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء میں وفات پائی (دیباچہ مولوی ابوالحسن بر معمولاتِ مظہریہ ص ۳، تذکرہ علمای ہند ۵۲۹، نزہۃ الخواطر ۷ / ۵۰۸) ان کا مزار بہرائچ میں متصل آبادی واقع ہے (آئینہ اودھ ص ۱۳۵) مولوی نعیم اللہ بہرائچی معروف صوفی شاعر حضرت میرزا مظہر جانِ جانان شہید کے خلیفہ اور ان کے اولین سوانح نگاروں میں سے تھے ان سے متعلق جتنی ثقہ روایات اب تک سامنے آئی ہیں وہ انہی کی تالیفات کے ذریعہ محفوظ ہیں، اس باب میں ان کی بشاراتِ مظہریہ، معمولاتِ مظہریہ، مجموعہ مکتوباتِ حضرت مظہر، انفاسِ الاکابر، انوار الضمائر، رسالہ شمسِ مظہریہ اور رسالہ در نسب خود قابل ذکر ہیں۔

مولانا بہرائچی کی اب تک حسب ذیل تالیفات کا علم ہو چکا ہے:

۱: بشاراتِ مظہریہ: (فارسی نثر)

یہ حضرت میرزا مظہر جانِ جانان شہید کے احوال، مناقب، مکتوبات اور ملفوظات پر مشتمل ہے ۱۲۰۴-۱۲۰۶ھ میں تالیف ہوئی اس کا ایک خطی نسخہ مکتوبہ ۱۲۰۷ھ / برٹش میوزیم لندن نمبر ۲۲۰ میں محفوظ ہے۔

۲۔ معمولاتِ مظہریہ: (فارسی نثر)

اس کتاب میں مولف نے حضرت مظہر کے معمولاتِ زندگی، مکتوبات اور بعض احوال بیان کیے ہیں اس کا سال تالیف ۱۲۰۵ھ ہے اس کتاب کا فارسی متن تین بار چھپ چکا ہے اول مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ دوم اسی مطبع سے ۱۲۸۴ھ سوم مطبع محمدی لاہور سے اس کا اردو ترجمہ رحیم الدین طرب دہلوی نے مخزنِ حقیقت کے نام سے کیا اور ۱۳۱۵ھ میں دہلی سے طبع ہوا تھا۔

۳۔ انفاسِ الاکابر: (فارسی نثر)

اس رسالے میں طریقہ نقشبندیہ کی ماہیت، خواص، مدارج وغیرہ کا بیان ہے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت مظہر کے مکتوبات کی روشنی میں مباحثِ سلوک کو مدلل بنایا ہے اس میں اپنے احوال بھی بیان کیے ہیں۔ یہ

رسالہ مطبع اسدی لکھنؤ ۱۲۹۱ھ میں طبع ہوا۔

۴۔ انوار الضمائر: (فارسی نثر)

اس رسالہ مشتمل بر فصول خمسہ از وصایای ضروری و تحقیق معنی درویشی کہ از زبان حضرت مظہر۔۔۔
شفیدہ۔۔۔ در منہء تحریر می آید۔۔۔

یہ رسالہ انفاس الاکابر کے ساتھ بطور ضمیمہ مطبع اسدی لکھنؤ سے ۱۲۹۱ھ میں چھپا تھا۔

۵۔ رسالہ شمسہ مظہریہ: (فارسی نثر)

یہ رسالہ خصائص نقشبندیہ مجددیہ کے موضوع پر ہے اس سے حضرت مظہر اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ت ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) کے باہمی روابط کا بھی علم ہوتا ہے اس سلسلے میں اس رسالے میں بعض ایسے نکات بھی درج ہیں جن سے دیگر مآخذ یکسر خالی ہیں اس میں ان دونوں حضرات کی مراسلت بھی درج ہے۔ اس رسالے کا ایک نسخہ مکتوبہ ۱۲۰۴ھ بخط موسس خانقاہ کاظمیہ کاکوری ضلع لکھنؤ میں محفوظ ہے۔ (دو معاصرین، برہان دہلی مارچ ۱۹۸۳ء)

۶۔ رقعات کرامت سعادت میرزا مظہر: (فارسی نثر)

مولانا بہرائچی نے اپنے پیر و مرشد حضرت میرزا مظہر کے ۶۳ مکاتیب کو اس مجموعہ میں اس خوبی سے جمع کیا ہے کہ اس سے ان کی تعلیمات و افکار واضح ہو جائیں اور اس میں مکتوب الیہم کے نام بھی درج ہیں۔ یہ مجموعہ مطبع فتح الاخبار کول (علی گڑھ) سے ۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۴ء میں طبع ہوا۔

۷۔ رسالہ در بیان نسب خود: (فارسی نثر)

۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۳ء میں یہ رسالہ دراصل مولانا بہرائچی نے اپنی خود نوشت سوانح کے طور پر لکھا تھا۔ اس میں اپنا نسب اور اپنے مرشد حضرت مظہر سے اپنے انسلاک کی روداد بھی لکھی ہے۔ اس کا ایک خطی نسخہ کتب خانہ دیوان ہند لندن میں اور دوسرا کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ہے۔

۸۔ حاشیہ میرزا ہد (نہجۃ الخواطر ۷/ ۵۰۸)

۹۔ حاشیہ ملا جلال (ایضاً)

مآخذ:

- ۱۔ بہرہ ایچی، نعیم اللہ: رسالہ در نسب خود، نسخہ کتب خانہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ
- ۲۔ ایضاً: بشارات مظہریہ، خطی نسخہ موزہ بریطانیہ، لندن نمبر ۲۲۰
- ۳۔ ایضاً: معمولات مظہریہ، کانپور، مطبع نظامی ۱۲۷۵ھ
- ۴۔ ایضاً: انفاس الاکابر و انوار الضمائر، لکھنؤ، مطبع اسدی ۱۲۹۱ھ
- ۵۔ ایضاً: رقعات کرامت سعادت میرزا مظہر، کول (علی گڑھ)، مطبع فتح الاخبار ۱۲۷۱ھ
- ۶۔ ابوالحسن شاہ: حالات مولانا بشارت اللہ بہرہ ایچی (داماد مولوی نعیم اللہ بہرہ ایچی) خطی نسخہ کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ نمبر ۹۶/۲۴۰۴
- ۷۔ ابوالحسن، سید: آئینہ اودھ، کانپور، مطبع نظامی ۱۳۰۵ھ
- ۸۔ غلام علی دہلوی شاہ: مقامات مظہری، تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۸۳ء
- ۹۔ تراب علی قلندر کاکوروی: اصول المقصود، بھوپال ۱۳۱۲ھ
- ۱۰۔ تقی حیدر قلندر کاکوروی: نفحات العنبریہ من انفاس القلندریہ، لکھنؤ، اصح المطابع ۱۳۵۷ھ
- ۱۱۔ مسعود انور علوی کاکوروی: دو معاصرین شاہ ولی اللہ اور مرزا مظہر کے باہمی روابط، برہان، دہلی، مارچ ۱۹۸۴ء
- ۱۲۔ حبیبی، عبدالحی: رفع یک اشتباہ قدیم در بارہ ترک و ترک۔۔۔ (یادنامہ ایرانی منور سکی تدوین مجتبیٰ مینوی و ایرج افشار، تہران ۱۳۴۸ ش)
- ۱۳۔ رحمن علی: تذکرہ علماء ہند ترجمہ و تحقیق محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء
- ۱۴۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر حیدر آباد دکن
- ۱۵۔ طرب، رحیم الدین احمد: مخزن حقیقت، دہلی، رضوی پریس ۱۳۱۵ھ

دیگر مراجع

- ۱۶۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الامنیاء لکھنؤ، مطبع شریہند ۱۸۷۳ء

- ۱۷۔ کلمات طیبات دہلی، مطبع مجتبائی ۱۳۰۹ھ
- ۱۸۔ عبدالرزاق قریشی: میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام، اعظم گڑھ، دارالمصنفین ۱۹۷۹ء
- ۱۹۔ ایضاً: بشارات مظہریہ (تعارفی مقالہ) معارف اعظم گڑھ مئی ۱۹۶۸ء
- ۲۰۔ ایضاً: مکاتیب میرزا مظہر، بمبئی ۱۹۶۶ء
- ۲۱۔ تبارک علی نقش بندی: میرزا مظہر جانِ جانان (عہد اور شاعری) دہلی ۱۹۸۸ء
- ۲۲۔ غلام مصطفیٰ خان (مرتب) لوانج خانقاہ مظہریہ، حیدر آباد، سندھ ۱۹۷۵ء
- ۲۳۔ خلیق انجم: میرزا مظہر جانِ جانان کے خطوط، دہلی، ندوۃ المصنفین ۱۹۶۲ء

فروری ۱۹۹۱ء

برائے دانشنامہ جہان اسلام، تہران

شیخ افضل الہ آبادی

افضل الہ آبادی بارہویں صدی ہجری کے نامور عالم، صوفی اور شاعر تھے۔

شیخ محمد افضل بن عبدالرحمن عباسی سید پوری ثم الہ آبادی کی ولادت ۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۸ء کو بمقام سید پور (قریہ مابین غازی پور و بنارس) میں ہوئی۔ شیخ عبدالنبی مرید مخدوم شاہ دولت منیری کے نبیرے اور مخدوم شاہ تاج الدین سید پوری کی اولاد میں سے تھے (کیفیت العارفین ۶۶)

افضل الہ آبادی نے اس وقت کے اکابر علماء کی خدمت میں تحصیل علم کی ان میں شیخ حامد، درویش محمد (خلیفہ شیخ شہباز محمد بھاگلپوری، شیخ محمد عارف چھیتا پوری، شیخ محمد ماہ بنارسی، شیخ نور الدین جعفر مداری جو پوری کے اسماء خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ پھر قاضی محمد آصف صدر پوری ثم الہ آبادی سے تکمیل کی، فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصے کے لیے جو پور میں بی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ (نزہۃ الخواطر ۶ / ۲۷۹)

بعد میں جو پور سے کالپی (Kalpi) آگئے جہاں میر ابو العلاء اکبر آبادی (رک باں) کے خلیفہ شیخ محمد ابن ابی سعید حسینی ترمذی کالپی (ف ۱۰۷۱ھ / ۱۶۶۱ء) کی خدمت میں سلسلہ نقشبندیہ ابو العلاءؒ میں بیعت ہوئے اور مدت تک ان کی صحبت میں رہ کر خلافت یاب ہوئے ان کے شیخ نے انہیں الہ آباد جا کر سلسلہ دعوت و ارشاد کے آغاز کا حکم دیا جہاں موصوف تاحیات درس و تدریس اور تربیت سالکان میں مصروف رہے۔ صدہا علماء ان کے حلقہ درس سے فارغ التحصیل ہو کر رخصت ہوئے۔ ۱۰۸۰ھ / ۱۶۷۰ء کو الہ آباد میں مسجد بنوائی تھی (تذکرہ علماء ہند ۴۱۷)۔

افضل الہ آبادی کثیر التصانیف عالم تھے۔ ان کی حسب ذیل تصانیف کا تاحال علم ہے:

- ۱۔ ازالۃ الخفا عن رسالۃ الفناء فارسی نثر، خطی نسخہ مخزونہ رضالا بھریری رام پور نمبر ۹۸۶ (سلوک فہرست مخطوطات فارسی رضالا بھریری ص ۱۳۱)۔ اس کا دوسرا نسخہ آزاد لا بھریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں

ہے (تصوف بر صغیر میں ص ۸)

- ۲۔ حل مثنوی (شرح مثنوی روی) بسال ۱۱۰۴ھ بعمر ۶۷ سال، مثنوی کی یہ شرح لکھی، اس کے تین خطی نسخے ہیں مخزونہ رضا لاہوری رام پور نمبر ۴۰۵۴ میں ہے (فہرست مخطوطات فارسی ص ۴۴۹) اس کا ایک اور خطی نسخہ عربک اینڈ پریسین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ ٹونک میں ہے۔ (تصوف بر صغیر میں ص ۲۵)
- ۳۔ شرح گلستان، خطی نسخہ، مخزونہ رضا لاہوری رام پور نمبر ۳۰۱۲ (فہرست مخطوطات فارسی ص ۳۷۹)
- ۴۔ شرح پند نامہ۔ خطی نسخہ، مخزونہ رضا لاہوری رام پور نمبر ۳۰۱۰ (فہرست مخطوطات فارسی ص ۴۵۱)
- ۵۔ صحیفہ عمل۔ خطی نسخہ کتابخانہ آصفیہ، حیدر آباد، دکن (تصوف بر صغیر میں ص ۶۸)
- ۶۔ شرح رسالہ فنا (تصنیف سید محمد کالپوی) شرح بخط افضل الہ آبادی، خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ دائرہ شاہ محمد اجل الہ آباد (مکتوبات میر ابو العلاء، مقدمہ نوشتہ خوب اللہ افضلی ص ۶) یہ غالباً رسالہ نمبر ۱ (ازالہ الخفا عن رسالہ الفنا) ہی ہوگا، افضل الہ آبادی کی دیگر تصانیف جن کے خطی نسخے تاحال ہمیں معلوم نہیں ہیں:
- ۷۔ شرح الفصوص علی وفق النصوص (نزہۃ الخواطر ۶ / ۲۷۹، تذکرہ علماء ہند ۴۱۸)
- ۸۔ شرح رسالہ تسویہ (ہانجا ۶ / ۲۷۹)
- ۹۔ شرح بوستان (ہانجا)
- ۱۰۔ شرح یوسف زلیخا (ہانجا)
- ۱۱۔ شرح قصائد خاقانی (ہانجا)
- ۱۲۔ شرح قصائد عرفی (ہانجا)
- ۱۳۔ شرح دیوان حافظ (ہانجا)
- ۱۴۔ شرح سکندر نامہ
- ۱۵۔ شرح مخزن الاسرار
- ۱۶۔ شرح قران السعدین
- ۱۷۔ شرح تحفۃ العراقین

- ۱۸۔ شرح حدیقہ حکیم سنائی
- ۱۹۔ شرح قصائد انوری
- ۲۰۔ الاعتنائی باب الغناء
- ۲۱۔ فتح الاخلاق
- ۲۲۔ تفریح الطالبین
- ۲۳۔ دستور الکشفانی معرفۃ اسباب الاصابہ والخطا
- ۲۴۔ تائید الہم فی شرح اربع کلمات من فصوص الحکم
- ۲۵۔ غایۃ المرام (علم فقہ میں)
- ۲۶۔ مرآۃ الانصاف فی ام فرعون
- ۲۷۔ رسالہ فی بحث ایمان فرعون
- ۲۸۔ رسالہ فی الاربعۃ الاحتیاطیۃ بعد صلوٰۃ الجمعة
- ۲۹۔ مکتوبات (نزہۃ الخواطر ۶ / ۲۸۰)
- ۳۰۔ تذکیر و لہذیر (تذکرہ علماء ہند ۴۱۸)
- ۳۱۔ فتح الاخلاق (ایضاً)
- ۳۲۔ سیر منظوم (ایضاً)

افضل الہ آبادی ذی الحج ۱۲۳۴ھ / ۱۷۱۱ء میں فوت ہوئے اور محلہ چک شہر الہ آباد میں دفن کیے گئے۔

ن کے بھتیجے شیخ محمد یحییٰ ملقب بہ شاہ خوب اللہ ان کے جانشین ہوئے (کیفیت العارفین ۶۶)

ماخذ

- ۱۔ ابوالعلاء، میرزا، اکبر آبادی: مکتوبات خوب اللہ افضلی، الہ آباد ۱۳۲۶ھ
- ۲۔ رحمن علی: تذکرہ علماء ہند مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء
- ۳۔ رضا، کالی داس گپتا: قدسی الہ آبادی اور نعت قدسی، مقالہ مشمولہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۹۰ء
- ۴۔ شائستہ خان: فہرست مخطوطات فارسی، رضالا بھری رام پور، پٹنہ ۱۹۹۵ء
- ۵۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۶ حیدر آباد دکن ۱۹۵۷ء
- ۶۔ فانی، عطاء حسین عبدالرزاق: کیفیت العارفین و نسبت العاشقین، گیا، ۱۳۵۱ھ
- ۷۔ ہندوستان کے کتابخانوں میں مخطوطات تصوف (مشمولہ تصوف برصغیر میں)، پٹنہ ۱۹۹۲ء

۲۲ نومبر ۱۹۹۶ء

برائے دانشنامہ شبیہ قارہ

شیخ محمد ناصر الفضلی الہ آبادی

شیخ الفضلی الہ آبادی بارہویں صدی ہجری کے ممتاز صوفی اور فارسی کے شاعر تھے۔

شیخ محمد ناصر الفضلی بن محمد یحییٰ (معروف بہ خوب اللہ الہ آبادی) بن محمد امین عباسی الہ آبادی کی ولادت

الہ آباد (Allahabad) یوپی میں ایک بڑا صوبہ ہے) میں ۱۱۲۲ھ / ۱۷۱۰ء کو ہوئی (نزہۃ الخواطر ۶ / ۳۵۷)

شیخ الفضلی الہ آبادی کے والد شیخ محمد یحییٰ معروف بہ خوب اللہ الہ آبادی (ف ۱۱۴۴ھ / ۱۷۳۱ء) ایک

ذی علم بزرگ اور شاعر تھے (سرود آزاد ۲۱۱-۲۱۲) جو معروف عالم و شاعر الفضل الہ آبادی (رک باں) کے داماد و

خلیفہ تھے (ہمانجا)

الفضل الہ آبادی نے تعلیم اپنے بڑے چچا شیخ محمد طاہر (ف ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۰ء)، شیخ کمال الدین بن شیخ

محمد افضل الہ آبادی اور اپنے والد سے حاصل کی (نزہۃ الخواطر ۶ / ۳۵۸، سرود آزاد ۲۱۹) الفضلی نے خرد سالی میں

اپنے جد بزرگوار شیخ محمد افضل الہ آبادی سے بیعت کی اور تربیت باطنی کے لیے انہوں نے اُن کو شیخ محمد یحییٰ خوب اللہ

کے حوالہ کر دیا۔ اپنے والد شیخ خوب اللہ کے انتقال ۱۱۴۴ھ / ۱۷۳۱ء کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور سترہ سال تک

استقامت کے ساتھ مریدین کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے۔ (سرود آزاد ۲۲۹)

الفضل الہ آبادی نے جوانی میں ۳۱ سال کی عمر میں ۱۱۶۳ھ / ۱۷۵۰ء یکم جمادی الاول کو انتقال کیا۔ اپنے

جد بزرگوار شیخ محمد افضل الہ آبادی کے روضہ میں الہ آباد میں دفن ہوئے۔ (ہمانجا ۲۲۰، نزہۃ الخواطر ۵ / ۳۵۸،

تذکرہ علماء ہند ۷۹۷)۔

اس الہ آبادی خانوادے کے سارے افراد عالم، صوفی اور شاعر تھے نثر اور نظم دونوں میں اس خاندان

کے عظیم الشان علمی کارنامے ہیں۔ آزاد بلگرامی کے ان افراد کے ساتھ مخلصانہ مراسم تھے انہوں نے سرود آزاد، آثار

الکرام اور ید بیضا میں ان حضرات کے علمی کارناموں کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔

افضی الہ آبادی کی حسب ذیل تالیفات کا ہمیں علم ہے۔

۱۔ منتخب الاعمال

۲۔ جواہر التفسیر^۱ (اپنے خاندان کے بزرگوں کے اشغال جمع کیے ہیں)

۳۔ افکار العشرہ

۴۔ تذکرۃ الخلفاء

۵۔ تفسیر آیات الاحکام

۶۔ رسالہ فی اثبات مذہب الحق

۷۔ انوار الحقائق

۸۔ تنبیہ الاعزۃ بما کان لی عند الشیخ من العزۃ (نزہۃ الخواطر ۵ / ۳۵۸)

صاحب نزہۃ الخواطر (۵ / ۳۵۸) نے ذیل الوفیات کے حوالے سے افضی الہ آبادی کے تین دواوین کا ذکر کیا ہے۔ جو خاصے ضخیم تھے آزاد بلگرامی نے جن کے ساتھ ان کے مخلصانہ تعلقات تھے افضلی کو صاحب دیوان شاعر بتایا ہے (سرو آزاد ۲۲۰)

افضلی بہت ذہین، ذکا اور بڑی سرعت کے ساتھ شعر کہتے تھے (ہمانجا ۲۲۰) نظم اور نثر میں بڑے مستعد تھے (سفینہ ہندی ۱۴ یہاں غلطی سے ان کا تخلص اصامی درج ہو گیا ہے) انہوں نے مشق سخن بہت خوب طریقے سے کی تھی (سفینہ گوشتگو ۲۹۶)

تذکرہ نویسوں نے افضلی کے اشعار بھی بطور نمونہ نقل کیے ہیں۔ آزاد بلگرامی نے ۴ شعر (سرو آزاد ۲۲۰)، خوش گو نے ۲ شعر (سفینہ خوشگو ۲۹۶)، ہندی نے دو شعر (سفینہ ہندی ۱۴)، قدرت اللہ گوپاموی نے بھی دو ہی شعر لکھے ہیں (نتائج الافکار ۷۳) اور حسینی سنبھلی نے صرف ایک شعر دیا ہے (تذکرہ حسینی ۴۵)

اپنے شیخ اور جد اعلیٰ شیخ محمد افضل الہ آبادی کے نام کی مناسبت سے انہوں نے اپنا تخلص افضلی اختیار کیا تھا (نزہۃ الخواطر ۶ / ۳۵۸)

تالیف ۱۱۶۰ھ فارسی نثر۔ خطی نسخہ مخزونہ کتاب خانہ دارالعلوم دیوبند، یہ ایک قلمی مجموعہ ہے جس میں شیخ افضلی کے دو اور رسائل بھی موجد ہیں۔ (تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند ۲ / ۴۰)

ماخذ

- ۱۔ آزاد، غلام علی بلگرامی: سرو آزاد مرتبہ عبداللہ خان، حیدر آباد، دکن ۱۹۱۳ء
- ۲۔ حسین دوست سنہلی: تذکرہ حسینی، لکھنؤ ۱۲۹۲ھ
- ۳۔ خوشگو، بندرا بن داس: سفینہ خوشگو، پٹنہ ۱۹۷۸ء
- ۴۔ رحمن علی: تذکرہ علماء ہند ترجمہ و تعلیقات محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء
- ۵۔ رضا، کالی داس گیتا: قدسی الہ آبادی اور نعت قدسی، مقالہ مشمولہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۹۰ء
- ۶۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۶، حیدر آباد، دکن ۱۹۵۷ء
- ۷۔ قدرت اللہ گوپاموی: نتائج الافکار، بمبئی، ۱۳۳۶ش
- ۸۔ ہندی، بھگوان داس: سفینہ ہندی مرتبہ محمد عطاء الرحمن کاکوی، پٹنہ ۱۹۵۸ء
- ۹۔ محمد ظفر الدین: تحارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، دیوبند، ۱۹۷۳ء

۳ دسمبر ۱۹۹۶ء

برائی دانشنامہ شبہ قارہ

شیخ ابوالحسن سندھی نقشبندی داہری

شیخ ابوالحسن داہری نقشبندی، سندھ کے معروف علماء و صوفیہ میں سے تھے۔

مخدوم ابوالحسن بن بادل کی ولادت قریہ سن سالوی داہری (نواح نواب شاہ، سندھ) میں حدود ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۴ء کو ہوئی۔

داہری سندھ کی اقوام میں سے ایک قوم ہے جو سندھ کے والی راجہ داہری کی اولاد میں سے ہیں۔ مخدوم ابوالحسن نے اپنے نام کے ساتھ اپنی نسبت ”قرشی داہری“ لکھی ہے (ینالغ الحیوة الابدیہ، برگ ۲)۔
مخدوم ابوالحسن ابتدائی تعلیم کے بعد کوتیانہ (از توابع سورت) چلے گئے جہاں کی ایک جامع مسجد کا دارالعلوم بہت شہرت رکھتا تھا وہاں جا کر تکمیل کی۔ اسی علاقے کے لوگوں نے جامع مسجد میں مخدوم ابوالحسن سے درس و تدریس کی درخواست کی جسے انہوں نے قبول کر لیا۔ (ایضاً ۷۵)

مخدوم ابوالحسن سورت سے ہی بغرض حج و زیارت حرمین الشریفین کے لیے روانہ ہو گئے (ایضاً) مخدوم ابوالحسن داہری کو نقشبندیہ سلسلہ میں شیخ عبدالرسول صدیقی احمد آبادی سے خلافت ملی تھی۔ جو شاہ فتح اللہ کے خلیفہ تھے، شاہ فتح اللہ خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے۔ (ینالغ، باب دوم برگ ۲۰۸ ب)

مخدوم ابوالحسن تادم حیات تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ لیکن افسوس کہ ان کی تالیفات کا سراغ نہیں ملتا۔ موصوف کی دو کتب فارسی نظم میں اور ایک عربی و فارسی نثر میں اور ایک رسالہ عربی میں ملتا ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ سراج المصلیٰ:

یہ فارسی نظم میں نماز کے مسائل پر ہے۔ ۱۱۶۳ھ / ۱۷۵۰ء میں تالیف ہوا۔ اس میں مؤلف نے دیگر مولفین کی کتب کے علاوہ مخدوم ہاشم ٹھنھوی اور شیخ محمد حیات عادل پوری مدنی کے بھی حوالے دیئے ہیں۔ کتاب کا انداز بیان سادہ اور اشعار نہایت برجستہ ہیں جیسے مسائل فقہ کی منظوم کتب میں ملتے ہیں، سراج المصلیٰ کا ایک نسخہ کتب خانہ مولانا فتح الرسول نظامی میں ہے جو حیدر آباد کے مضافات میں رہتے ہیں (کچول نامہ ۶ مقدمہ)، ڈاکٹر غلام محمد ڈاہری نے ۱۹۹۳ء کو سندھ یونیورسٹی سے اس کا متن ایڈٹ کر کے پی۔ ایچ ڈی کی سند حاصل لی۔

۲۔ کچول نامہ:

یہ رسالہ فارسی نظم میں ہے جو مسائل کلامیہ اور اصطلاحات سلسلہ نقشبندیہ کی تشریح پر مشتمل ہے۔ مؤلف فلسفہ سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں اور قانون شریعت اور عقائد اسلام پر زور دیتے ہیں۔ حمد و نعت کے بعد حقیقت شریعت و طریقت، کافر و بتانے کے بعد لکھا کہ اکثر زندیق طریقت کو بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں اور شریعت سے منحرف ہو کر اتحاد و حلول کے چکر میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

یہ رسالہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کی تصحیح و تعلیق کے ساتھ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد سندھ سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔

۳۔ رفع الفریۃ والمریۃ:

یہ عربی نثر میں فقہ کے مسائل پر ہے، اس رسالے کے چند اقتباسات مخدوم مسعود چو تیری سندھ کے مجموعہ تحریرات میں آئے ہیں۔ (کچول نامہ ۶ مقدمہ)

۴۔ ینالبع الحیوۃ الابدیۃ فی طریق الطلاب النقبندیۃ:

یہ کتاب فارسی نثر میں تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ جو دراصل مؤلف کے مرشد شیخ عبدالرسول صدیقی احمد آبادی کے ارشادات و اقوال اور دیگر مسائل عرفانی پر مشتمل ہے۔ ہمیں ۱۹۸۰ء میں قصبہ ٹنڈو سائیں داد (سندھ) کے کتب خانہ غلام علی جان جو موروثی طور پر خواجہ محمد حسن جان مجددی سے چلا آ رہا ہے دیکھنے کا اتفاق ہوا اور چند یادداشتیں مرتب کیں۔ ڈاکٹر ہالی پوتہ نے اس کے ایک حصے پر پی ایچ ڈی کے لیے مقالہ مرتب کیا تھا۔

کتاب کے خاتمے میں مؤلف بتاتے ہیں کہ یہ ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء کو اختتام پذیر ہوئی (ینالغ جلد ثالث ۳۸۰ ب) دیگر خطی نسخوں کے لیے دیکھیے فہرست مشترک ۳ / ۲۱۳۱

مآخذ

- ۱۔ ابو الحسن داہری: ینالغ الحیوۃ الابدیہ، خطی نسخہ کتابخانہ خواجہ محمد حسن جان مجددی ٹنڈو ساہی داد، (مضافات حیدر آباد، سندھ)
 - ۲۔ ایضاً: کچول نامہ مرتبہ غلام مصطفیٰ قاسمی، حیدر آباد، سندھ ۱۹۷۸ء
 - ۳۔ احمد منزوی: فہرست مشترک نسخہ ہائی خطی فارسی پاکستان، جلد سوم، اسلام آباد ۱۹۸۴ء
 - ۴۔ محمد زین العابدین راشدی: انوار علمائے اہل سنت سندھ، لاہور، ۲۰۰۶ء
 - ۵۔ نبراس تصاریف (فارسی نثر) قواعد زبان، ڈاکٹر غلام محمد ڈاہری نے اس کا سندھی میں ترجمہ کیا جو طبع ہو چکا ہے۔
 - ۶۔ رسالہ در نور محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) فارسی، ڈاکٹر ڈاہری نے اس کا سندھی ترجمہ کیا جو سندھ سے چھپ گیا ہے۔
 - ۷۔ البدعۃ المرعیۃ للوزن الشریعۃ (فارسی نظم)
 - ۸۔ تبیان انبیہ (فارسی قواعد)
 - ۹۔ خطبات جمعہ بزبان سندھی
- (مخدوم ابو الحسن کے ایک بیٹے عبدالرسول تھے ان کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ مخدوم عبدالرسول، سندھ میں ہے۔)

۲۶ جنوری ۱۹۹۶ء

برائی دانشنامہ شبہ قارہ

شیخ ابوالحسن نصیر آبادی بن نور الحسن

شیخ ابوالحسن تیرہویں صدی ہجری کے ایک نقشبندی صوفی اور عالم تھے۔

ابوالحسن بن نور الحسن حسینی نصیر آبادی کی ولادت ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۳ء کو نصیر آباد میں ہوئی جو رائے بریلی سے دس میل کی مسافت پر ہے۔ ابتدائی تعلیم اسی قصبہ میں حاصل کی پھر لکھنؤ چلے گئے اور وہاں جا کر مروجہ درسی کتب شیخ تراب علی لکھنوی (ف ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء کی) کی خدمت میں رہ کر پڑھیں۔ (نزہۃ الخواطر ۷ / ۱۲، ۱۰۵۔ ۱۶)

تحصیل علم کے بعد ابوالحسن نصیر آبادی طریقت کی طرف مائل ہوئے۔ اُن دنوں مولوی مراد اللہ فاروقی تھانوی اکتساب فیض کے لیے مولوی نعیم اللہ بہرائچی خلیفہ میرزا مظہر جانِ جانان شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) کے پاس لکھنؤ آئے تھے۔ مولوی مراد اللہ تھانوی کے والد مولوی قلندر بخش تھانوی بن ضیاء الدین حسین میرزا مظہر جانِ جانان شہید کے خلیفہ تھے۔ (بشارات مظہر یہ برگ ۱۹۶۔ الف، مقامات مظہری ۴۰۴، ۴۴۴۔ ۴۴۵ و بہ بعد)

مولوی مراد کرم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ میرزا مظہر کی خدمت میں آئے پھر ان کی شہادت کے بعد ان کے خلیفہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی (ف ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء) کی خدمت میں بہرائچ (Behraich) من مضافات اودھ لکھنؤ میں رہ کر سلوک کی تکمیل کی اور ان کے جانشین بنے مولوی مراد اللہ تھانوی نے ۱۲۳۸ھ / ۱۸۳۲ء میں انتقال کیا (معمولات مظہریہ، دیباچہ ص ۴) مولوی مراد اللہ کے خلفاء میں سے دو اصحاب قابل ذکر ہیں مولوی ابوالحسن نصیر آبادی اور مولوی غلام رسول کانپوری (نزہۃ الخواطر ۷ / ۴۶۹)

مولوی ابوالحسن نصیر آبادی سے اکتساب فیض کرنے والوں کی کثیر تعداد تھی انہوں نے دفع شرک و بدعات کے لیے بھرپور کوشش کی ان کی دعوت و تبلیغ سے سنت نبوی کو ہندوستان میں فروغ ہوا (تذکرہ علماء ہند

(۷۵، ۷۳) اُن کا ۲ شوال ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء کو نصیر آباد ہی میں انتقال ہوا۔ (تذکرہ علماء ہند ۷۵، نزہۃ الخواطر ۷ /

(۱۲)

ماخذ

- ۱۔ ابوالحسن مانکپوری: آئینہ اودھ، کانپور، مطبع نظامی ۱۳۰۳ھ
- ۲۔ ابوالحسن بن بشارت اللہ: حالات مولوی بشارت اللہ بہرائچی، خطی نسخہ کتابخانہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ
- ۳۔ رحمن علی: تذکرہ علماء ہند اردو ترجمہ و تعلیقات محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء
- ۴۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۷، حیدر آباد، دکن ۱۹۵۹ء
- ۵۔ غلام علی دہلوی: مقامات مظہری ترجمہ، تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۸۳ء
- ۶۔ نعیم اللہ بہرائچی بشارت مظہریہ، خطی نسخہ موزہ برطانیہ، لندن نمبر ۲۲۰۔
- ۷۔ ایضاً: معمولات مظہریہ۔ کانپور مطبع نظامی ۱۲۷۵ھ
- ۸۔ نجم الاسلام: مکتوبات بہرائج، مشمولہ (مجلہ) تحقیق، دانشگاہ سندھ، شمارہ ۶ (۱۹۹۲ء)

۱۶ نومبر ۱۹۹۶ء

برائی دانشنامہ شبیہ قارہ

ہندو مسلم اتحاد کے علم بردار Thomas Dahnhardt کی حال ہی میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں شیخ ابوالحسن نصیر آبادی کو ان اصحاب میں شامل کیا ہے جو ہندومت کے لیے نرم خیالات رکھتے ہیں، حالانکہ اس سلسلہ میں نقشبندی مشائخ کی واضح تعلیمات ہندوؤں کے خلاف ہیں، ملاحظہ ہو:

شیخ غلام رسول نقش بندی (مؤلف بدرقۃ السالکین)

شیخ غلام رسول نقش بندی کے حالات مروجہ تذکروں میں نہیں ملتے۔ انہوں نے اپنی تالیفات میں اپنے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہماری معلومات کا مدار ہے۔

شیخ غلام رسول بارہویں صدی ہجری کے باشندے تھے، نقش بندی سلسلے کی شاخ مجددیہ (موسس امام ربانی مجدد الف ثانی ف ۱۰۳۴ھ رک بآں) سے منسلک تھے، اس سلسلہ کی ایک اور شاخ احسنیہ (Ahsaniah) ہے جسے شیخ آدم بنوری (رک بآں) نے متعارف کروایا تھا، شیخ غلام رسول اسی موخر الذکر شاخ سے وابستہ تھے۔ (سرافقر، برگ ۷۳ ب)

شیخ غلام رسول رفیق السالکین اور سرافقر کے بھی مؤلف تھے۔ رفیق السالکین بھی نقش بندی سلسلہ سلوک کے معارف اور اعمال پر مشتمل ہے۔ جس میں اسم ذات، نفی و اثبات، مراقبہ، اور مراقبات کی دیگر اقسام کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ رسالہ فارسی نثر میں ہے اور اس کے خطی نسخے کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد، دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور، اور ذخیرہ شیرانی کتابخانہ مرکزی دانش گاہ پنجاب لاہور میں ہیں۔ (فہرست مشترک ۱۵۲۲/۳)

شیخ غلام رسول کی دوسری تالیف سرافقر بھی اہم ہے۔ جس میں طریقہ نقشبندیہ احسنیہ کے اذکار، معمولات اور منازل سلوک کی توضیحات عام فہم انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ مکتوبات شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے بکثرت اقتباسات دے کر تشریحات کی گئی ہیں۔ فارسی نثر کے اس رسالے کے دو خطی نسخے ذخیرہ آذر کتابخانہ مرکزی دانش گاہ پنجاب لاہور میں ہیں۔ (فہرست نسخہ ہائی خطی فارسی گنجینہ آذر)

شیخ غلام رسول کی کتاب بدرقۃ السالکین بھی فارسی نثر میں ہے زبان بہت سادہ اور عام فہم استعمال کی گئی ہے۔ مؤلف نے اسے حافظ محمد وارث نقش بندی کی فرمائش پر تالیف کیا ہے۔

اس کتاب میں سلسلہ نقشبندیہ کے معمولات، اوراد، اعمال، وظائف، اور اصطلاحات بیان کی گئی ہیں۔ نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر بھی بحث کی ہے۔ اور دونوں میں انطباق کی کوشش کی گئی ہے۔ اس رسالے میں مکتوبات و رسائل شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے حوالے بکثرت ملتے ہیں۔ کہیں کہیں دیگر کتب سلوک مثلاً خلاصۃ المعارف تالیف شیخ آدم بنوڑی، بعض اقوال شیخ عبدالنبی سیام چوراسی (Syam Churasi) نقش بندی بھی درج ہوئے ہیں۔

مؤلف نے آغاز کتاب میں ہی سلسلہ احسنیہ افضلیہ کے ساتھ اپنی وابستگی کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر بشیر حسین نے رسالہ شجرة الانساب (انساب بنی حمیر در تصور) کے مولف غلام رسول قصوری کو یہی شیخ غلام رسول نقش بندی قیاس کر لیا ہے۔ (فہرست مخطوطات شفیع ۶۷) حالانکہ شیخ، قصوری کی کتاب شائع ہو چکی ہے اس سے تو واضح ہوتا ہے کہ ان کا سلسلہ نقشبندیہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ گویا یہ دونوں مختلف شخصیتیں ہیں۔ اسی طرح آقای احمد منزوی نے غلام رسول خلوت مؤلف ہیت السیاق کو یہی غلام رسول نقش بندی قرار دیا ہے (فہرست مشترک ۱/۲۲۰) حالانکہ انہوں نے اپنی دیگر مذکورہ تالیفات میں کہیں بھی اپنا تخلص خلوت نہیں بتایا۔

شیخ غلام رسول نقش بندی کا سال وفات معلوم نہیں ہے لیکن ان کی تالیفات کے مندرجات اور اس میں مذکورہ شخصیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بارہویں صدی ہجری کے وسط تک بقید حیات تھے۔

ماخذ

- ۱۔ بشیر حسین: فہرست مخطوطات شفیع، لاہور
- ۲۔ خضر نوشاہی: فہرست نسخہ ہائی خطی فارسی، گنجینہ آذر، اسلام آباد
- ۳۔ غلام رسول قصوری: شجرۃ انساب (تذکار بنی حمیریان قصور)، لاہور، ۱۹۴۸ء
- ۴۔ غلام رسول نقش بندی: بدرقۃ السالکین، خطی، ذخیرۃ شیرانی، کتاب خانہ دانشگاہ پنجاب، لاہور، نمبر ۵۲۲۵/۱/۲۲۱۵
- ۵۔ ایضاً: رفیق السالکین، خطی همانجا نمبر ۵۲۲۵/۲/۲۲۱۵
- ۶۔ ایضاً: سرالفقر، خطی، ذخیرۃ آذر، کتابخانہ دانشگاہ پنجاب لاہور نمبر T-۷۹/۸۲۳۸
- ۷۔ منزوی، احمد: فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد، ج ۳، ۱۹۸۴

۲۲ مئی ۱۹۹۷ء

برائی دانشنامہ ادبیات فارسی شہر قارہ۔ تہران

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

ابتدائی حالات

آپ علوی سادات میں سے تھے، امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے سلسلہ نسب ملتا ہے، آپ کے والد ماجد شاہ عبداللطیفؒ کبرائے عصر میں تھے، حضرت شاہ ناصر الدین قادری دہلویؒ سے بیعت تھے قادری، چشتی اور شطاری سلاسل سے نسبت رکھتے تھے^۱۔

بنالہ (پنجاب) کے رہنے والے تھے، اور تنہا اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری کے لیے دہلی میں مقیم ہو گئے تھے^۲۔ حضرت شاہ فاضل الدین قادری بنالوی سے بھی رشتہ داری تھی۔ خاندان فاضلی کے ایک فرد سید حسن شاہ نے نقشبندی فیض حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے پایا تھا انہوں نے انہیں خالی محترم لکھا ہے^۳۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء کو بنالہ میں پیدا ہوئے^۴۔ آپ کے والدین اور عم بزرگ نے اپنے خوابوں کی بشارات کے مطابق آپ کے مختلف نام رکھے چنانچہ والد محترم نے آپ کا اسم شریف علی، والدہ محترمہ نے عبدالقادر اور عم بزرگوار نے عبداللہ رکھا۔

شاہ ناصر الدین قادری کے حالات متعارف تذکروں میں نہیں ملتے۔

رافت روف احمد مجددی: جواہر علویہ اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور ص ۱۳۹

ایضاً ص ۱۴۰

ظہور حسن: ارشاد المسترشدین، مطبوعہ ص ۱۸، ۱۴۴

رافت: جواہر علویہ ص ۱۳۹۔ سال ولادت میں اختلاف ہے، حضرت شاہ عبدالغنیؒ نے ضمیر مقامات مظہری میں سال ولادت

۱۱۵۸ھ درج کیا ہے (ص ۱۴۰) لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ یہ ضمیر جواہر علویہ کی تلخیص ہے، (ص ۱۳۹) نیز

حضرت رافت نے درالعارف میں بھی سال ولادت ۱۱۵۶ھ ہی بہ تحقیق لکھا ہے (ص ۱۵۳ مطبوعہ ترکی)

۱۱۷۴ھ کو آپ کی عمر تقریباً سترہ یا اٹھارہ سال تھی۔ اس کے بعد ۱۱۷۸ھ میں جب کہ آپ کی عمر بائیس سال تھی آپ حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ سے بیعت ہوئے، ۱۱۷۴ھ سے ۱۱۷۸ھ تک چار پانچ سال آپ نے مروجہ علوم کی تحصیل کی۔

حضرت شاہ ضیاء اللہ و شاہ عبدالعدل خلفائے حضرت خواجہ محمد زبیر، خواجہ میر درد، حضرت شاہ فخر الدین، شاہ نانوا اور شاہ غلام سادات چشتی سے بھی اسی دوران استفادہ کیا۔

خود فرماتے ہیں کہ تفسیر اور حدیث کا علم حاصل کر کے حضرت میرزا مظہرؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوا۔

حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے لی اور ان سے بخاری شریف پڑھی۔ شاہ غلام علی اور شاہ عبدالعزیز محدث کے مابین مراسلت بھی تھی۔

حضرت میرزا مظہرؒ سے بیعت

بائیس سال کی عمر میں ۱۱۷۸ھ / ۱۷۹۳ء کو آپ حضرت میرزا مظہر جان جاناںؒ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے تو میرزا صاحب نے فرمایا کہ جہاں ذوق و شوق ہو اور کیفیات میسر آئیں وہاں بیعت کرو، یہاں تو

رافت: در المعارف ۱۵۳

شاہ عبدالغنی: ضمیر مقامات مظہری ۱۴۰ (مقامات مظہری کے آخر میں منسلک ہے)

رافت: جواہر علویہ ۱۴۱

عبدالحی: نزہۃ الخواطر ۷ / ۳۵۶، عبدالرحیم: مقالات طریقت ۱۲۹۱ھ۔ مطبوعہ حیدر آباد ۱۲۹۲ھ (بحوالہ معارف ستمبر ۱۹۶۵ء) حضرت شاہ عبدالغنی نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ کے فرزندوں میں سے کسی سے شاہ غلام علیؒ نے حدیث کی سند حاصل کی تھی (ضمیر مقامات مظہری ۱۴۲) ایک مرتبہ حضرت شاہ غلام علیؒ درس دے رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کے تجربہ علم سے متاثر ہو کر کہا کہ آپ کی دقت نظر شاہ عبدالعزیزؒ سے زیادہ ہے۔ تو آپ نے جواباً فرمایا: ”توبہ! ایشان بحر علم و دریائے بیان اند از گل گلہ شہ میا سازند و من گل اں غنچہ میکنم“ (در المعارف ۷۵-۷۶) اس ملفوظ گرامی سے بھی آپ کے شاہ صاحب سے استفادہ کرنے کی روایت کو تقویت ملتی ہے، نیز آپ نے شاہ صاحب کو استاد من بھی لکھا ہے (رسالہ رد اعتراضات بر حضرت مجدد و مسائل سبع سارہ ص ۳۶)

فتاویٰ عزیز یہ ۲۳۳-۲۳۶

بغیر نمک کے پتھر کھانا ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ مجھے یہی منظور ہے۔ پھر مبارک ہے بیعت کریں!۔ اس کے بعد آپ نے شدید مجاہدات کیے اور ہر قسم کا تعلق منقطع کر کے شب و روز تنہائی اور ذکر و اذکار میں بسر کرنے لگے۔ آخر آپ کے احوال تبدیل ہوئے اور دنیا کے چپے چپے سے بڑے بڑے اکابر مشائخ مشیخت کے حلقہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے فیض یاب ہو کر سارے عالم اسلام کو اپنے قلوب کی حدت اور نور ایمان سے منور کیا۔

معمولات

حضرت میرزا مظہر جانِ جانانؒ کی شہادت ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء کے بعد آپ ہی جانشین ہوئے، آپ کے شب و روز یاد الہی میں کچھ اس طرح بسر ہوتے تھے کہ:

صبح کی نماز اول وقت میں لمبی قرأت و قنوت سے ادا کرتے اور پھر طالبوں کو توجہ دیتے اور ذکر کے حلقہ میں اشراق تک مشغول رہتے، پھر تفسیر و حدیث کا درس دیتے، پھر انوار الہی کے القایں زوال تک سرگرم عمل رہتے، زوال کے قریب تھوڑا سا کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے، پھر ضروری تحریرات کی طرف توجہ کرتے۔

ظہر کی نماز کے بعد تفسیر و حدیث کا درس دیتے، عصر کی نماز اول وقت میں ادا کر کے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پڑھاتے تھے، نماز مغرب تک حلقہ و مراقبہ ہوتا۔ شام کے بعد خاص مریدین کو توجہ دیتے، پھر تھوڑا سا کھانا تناول فرما کر نماز سے فراغت کے بعد ساری رات ذکر و مراقبہ میں گزار دیتے، اگر نیند غلبہ کرتی تو کچھ وقت سو لیتے، چارپائی پر شاید ہی لیٹے ہوں یا کبھی پاؤں پھیلائے ہوں، عموماً آپ بیٹھے رہتے تھے اور آپ کا انتقال بھی اسی حالت میں ہوا۔

اپنی ذات کے لیے کچھ خرچ نہ کرتے تھے لباس ہمیشہ موٹا اور سادہ پہنا کرتے تھے۔

حضرت شاہ غلام علیؒ اور ملکی سیاست

حضرت شاہ غلام علیؒ کے زمانے کے سیاسی حالات اور فضا ایسی مکرر فضا تھی کہ حضرت شاہ غلام علیؒ نے ریاستوں کے حاکموں اور امراء سے تعلقات بحال رکھے تاکہ ان کے ذریعہ حتی الامکان مسلمانان ہند کے احوال کی

رأفت: جواہر علویہ ۱۴۱

رأفت: جواہر علویہ ۱۴۳-۱۴۴

اصلاح کی جاسکے۔

چنانچہ سید اسماعیل مدنیؒ کے کہنے پر جامع مسجد دہلی میں تبرکات کے ساتھ تصاویر کی موجودگی کے سلسلہ میں حضرت شاہ غلام علیؒ نے بادشاہ ہند محمد اکبر (ثانی) کو تنبیہ کی اور اسے بت پرستی قرار دے کر تصاویر وہاں سے نکلوا دیں۔ ایک مکتوب کے ذریعہ بادشاہ کو تنبیہ کرتے نظر آتے ہیں، یہ مکتوب آپ کے مجموعہ مکاتیب میں شامل ہے۔ اس مکتوب کے بارے میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ نے لکھا ہے:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر شیوہ شریف بود بہ بادشاہ چہ قدر احتساب
فرمودہ اند و ہرگز درین امر خوف نداشتند مکتوبی کہ بادشاہ اکبر شاہ در
احتساب نوشتہ اند در مکتوبات شریف موجود است۔

نواب شمشیر بہادر رئیس بندھیل کھنڈ ایک مرتبہ (ہیلٹ) گلاہ نصاریٰ سرپر رکھے حاضر ہوئے آپ نے طیش میں آکر اُسے منع فرمایا، اس نے عرض کی کہ اگر یہی احتساب ہے تو میں پھر نہیں آؤں گا، وہ مغلوب الغضب ہو کر اٹھا اور ان کے صف کی میڑھیوں تک پہنچا تھا کہ اپنی کلاہ خدمت گار کو دے کر حاضر خدمت ہو کر ابیت کی۔

آپ کا ترک و تجرید اس درجہ کا تھا کہ بادشاہ وقت اور امراء ہمیشہ تمنا کرتے رہے کہ خانقاہ کے خرچ کے لیے کچھ منظور فرمائیں لیکن اکثر یہی قطعہ زبان مبارک پر رہتا تھا۔

خاک نشینی است سلیمانیم یک بود افسر سلطانیم
ہست چھل سال کہ مے پوشم کہنہ نہ شد خلعت عریا نیم
نواب امیر خان والی ٹونک و سرونج نے بھی یہی آرزو کی، حضرت شاہ رؤف احمدؒ سے فرمایا کہ یہ شعر لکھ دو:
ما آبروئے فقر و قناعت نی بریم بامیر خان بگوئی کہ روزی مقرر است

شاہ غلام علی دہلویؒ: مکاتیب شریف مرتبہ شاہ رؤف احمد رافت مجددی، مکتوب نمبر ۶۰ ص ۴۴

شاہ عبدالغنی: ضمیر مقامات مظہری ص ۱۴۴

جواہر علویہ

ایضاً ص ۱۴۴-۱۴۵

ایک مرتبہ نواب شاہ نظام الدین کی تعزیت کے لیے دہلی میں لوگوں کا اجتماع ہوا آپ بھی تشریف لے گئے وہاں دہلی کا انگریز ریذیڈنٹ میٹکاف^۱ بھی آیا تو سب حاضرین اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے لیکن آپ نہ اس کی تعظیم کے لیے اٹھے اور نہ اُس سے ملے بلکہ اپنا منہ دوسری طرف کر لیا تاکہ آپ کی نظر اس کے چہرہ بد پر نہ پڑے، اس نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں کے بتانے پر وہ آپ کے نزدیک آیا، تو اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی تھی، جس سے آپ بہت آزرده خاطر ہوئے، آپ نے زبرد تو بیج کرتے ہوئے اُسے کتے کی طرح دھتکار دیا، وہ پھر آپ کی طرف لپکا آپ نے تلخ کلامی سے منع کیا، جب وہ اپنے مکان پر پہنچا تو اس نے اپنے ملازمین میں سے کسی سے کہا کہ ”میں نے سارے ہندوستان میں یہی ایک مسلمان دیکھا ہے۔“

یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریز بہادر کے مزاج شاہی کے خلاف کوئی نہیں اٹھتا تھا۔

وصال

آپ کو ہمیشہ شہادت کی موت کی آرزو رہی، عمر شریف کے آخری حصہ میں آپ پر بوا سیر کا مرض غالب آگیا۔ ان ایام میں یہ معمول ہو گیا تھا کہ جب بھی مرض بڑھتا وصیت نامہ تحریر فرماتے تھے۔

آپ نے تکلیف کے دنوں میں حضرت شاہ ابو سعید^۲ کو کئی خط لکھے کہ آپ جلد از جلد دہلی پہنچیں، چنانچہ شاہ ابو سعید اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر دہلی حاضر ہو گئے۔

ہفتہ کے روز مولوی کرامت اللہ صاحب سے فرمایا کہ میاں صاحب کو جلدی بلاؤ یعنی حضرت شاہ ابو سعید کو طلب فرمایا، مولوی صاحب جا کر میاں صاحب کو بلا لائے، جب اندر گئے تو نظر مبارک اُن پر جمائی اُسی وقت اسی استغراق و مشاہدہ میں روح قفس مبارک سے پرواز کر گئی ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۳ء بعد اشراق یہ واقعہ ہوا، اس مصرعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے:

جان بحق، نقشبند ثانی داد^۳

^۱ Charles Theophilus Baron Metcalf (1785- 1846), Dictionry of Indian Biography p. 287

^۲ ملفوظات شریفہ

^۳ شاہ عبدالغنی: ضمیر مقامات مظہری ص ۱۵۶-۱۵۸

حضرت شاہ ابوسعیدؒ نے نماز جنازہ پڑھائی، جنہیں آپ نے اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔

حضرت شاہ غلام علیؒ کے اکابر خلفاء

آپ کے معتقدین کا حلقہ اس قدر وسیع تھا کہ وصال سے ۹ سال قبل ۱۲۳۱ھ میں جب کہ حضرت شاہ روف احمد مجددیؒ نے آپ کے ملفوظات جمع کیے تو اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم اسلام کے طالبان حق آپ کے حلقہ بگوش تھے، فرماتے ہیں:

”حلقہ مستفیدانِ طریقت کہ حلقہ اخلاص بہ گردن ارادت داشتند، می گشتند جوں نظر فرمودند کہ مجمع معتقدان با اخلاص و مخلصان بے شمار ست کہ مردمان از سمرقند و بخارا و غزنی و تاشکند و حصار و قندھار و کابل و پیشور (پشاور) و ملتان و کشمیر و لاہور و سرہند و امر وہہ و سنبھل و بریلی و رام پور و لکھنؤ و جائیس و بھڑائچ و گورکھپور و عظیم آباد و ڈھاکہ و بنگالہ و حیدر آباد و پونہ و غیرہا بہ طلب حق جل و علاء اوطان خود گذاشته آمدہ بودند“

آپ کے خلفاء کے معتقدین بھی لاتعداد تھے، آپ کے خلیفہ مولانا خالد کردی رومیؒ کے مریدین کی تعداد سنہ مذکور تک ایک لاکھ تھی اور عالم اسلام کے تبحر علماء جوان سے فیض یاب ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور وہ ان کا نہایت درجہ ادب کرتے تھے:

”مولانا دران دیار اظہار ساخت کہ قریب صد ہزار مردمان حلقۂ ارادت بگردن اخلاص نہادہ اند او دست بیعت دامن مولانا زدہ اند و یک ہزار عالم متبحر داخل طریقہ شدہ و دست بستہ پیش مولانا ایستادہ اند“

یہ تو شاہ صاحب کے معتقدین کے بیانات تھے فکر جدید کے علم بردار سرسید احمد خان کی اپنی شہادت بھی

ملاحظہ ہو:

رافت روف احمد مجددی: در الحارف ص ۶۵۔ ترکی ۱۹۷۳

ایضاً ص ۱۰۸۔ جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی نے سہو انکوالہ جواہر علویہ ص ۲۳۱۔ مریدین و خلفاء کی یہ تعداد حضرت شاہ غلام علیؒ سے منسوب کردی ہے۔ (تاریخی مقالات ص ۲۱۵) حالانکہ یہ تعداد تو مولانا خالد کردی کے معتقدین کی ہے۔

میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم و شام اور بغداد اور مصر اور چین اور حبش کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہو کر بیعت کی اور خدمت خانقاہ کو سعادت ابدی سمجھے اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان اور پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں کہ ٹڈی دل کی طرح اٹھتے تھے۔“

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ ملفوظات شریفہ میں فرماتے ہیں کہ ایک روز خود حضرت شاہ غلام علیؒ فرمانے لگے:

ہمارا فیض دور دور تک پہنچ گیا ہے، حضرت مکہ معظمہ، حضرت مدینہ منورہ، بغداد شریف اور روم و مغرب میں ہمارا حلقہ جاری ہے۔^۱

آپ کے چند اکابر خلفاء کا مجمل تعارف کروایا جا رہا ہے جن کی ہندوستان میں اسلامی اقدار محفوظ رہیں باوجود کہ اسلامی سلطنت کا خاتمہ اور دشمن اسلام فرنگی کا تسلط ہو چکا تھا۔

حضرت شاہ ابو سعید مجددیؒ

آپ کا اسم گرامی زکی القدر ہے اور کنیت ابو سعید^۲ اور اسی کنیت سے آپ مشہور ہیں، ولادت ۲ ذی القعدہ ۱۱۹۶ھ / ۹ اکتوبر ۱۷۸۲ء کو ریاست رام پور میں ہوئی اور وفات حجاز مقدس سے واپسی پر بروز شنبہ یکم شوال ۱۲۵۰ھ / ۳۱ جنوری ۱۸۳۵ء کو ریاست ٹونک میں ہوئی، آپ کی نقش مبارک دلی لائی گئی۔ عمر شریف بحساب قمری ۵۳ سال دس ماہ ۲۸ دن اور شمسی حساب سے ۵۲ سال تین ماہ ۲۲ دن تھی، آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا، قاری نسیم احمد سے فن تجوید سیکھا اور مفتی شرف الدین اور اپنے ماموں شاہ سراج احمد مجددی سے کتب متداولہ پڑھیں، اپنے مرشد حضرت شاہ غلام علیؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے حدیث کی سند لی، پہلے اپنے والد سے بیعت تھے پھر انہیں کی اجازت سے اس خاندان کے خلفاء سے تکمیل نسبت میں مصروف ہو گئے چنانچہ شاہ

۱ احمد خان، سرسید: آثار الصنادید۔ دہلی ۱۹۶۵ء، ص ۳۶۳-۳۶۵

۲ غلام محی الدین قصوری مولانا: ملفوظات شریفہ

۳ شاہ ابو سعید بن شیخ صنفی القدر بن شیخ عزیز القدر بن شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد

الف ثانی

در گاہی شاہ جمال اللہ خلیفہ حضرت قطب الدین محمد اشرف خلیفہ حضرت محمد زبیر مجددی سے بیعت ہوئے، شاہ در گاہی نے آپ کو خلافت دے کر اپنا جانشین بنایا۔ لیکن آپ کی طلب اس سے بہت زیادہ تھی آپ نے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو خط لکھا کہ میں آپ سے باطنی استفادہ کرنا چاہتا ہوں، قاضی صاحب نے آپ کو حضرت شاہ غلام علیؒ کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا چنانچہ ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء میں آپ نے مشیخت چھوڑ کر حضرت شاہ غلام علیؒ کی غلامی اختیار کی۔

حضرت شاہ صاحب نے آپ کے احوال پر خصوصی توجہ فرمائی سالوں اور مہینوں کے مراحل ہفتوں اور دنوں میں طے ہونے لگے اور کچھ مہینے گزرے تھے کہ شاہ صاحب نے آپ کو خلافت عنایت کی شاہ صاحب کے آخری دور کے دو نامور خلفاء مولانا خالد کردی اور سید اسماعیل مدنی نے آپ سے توجہات لیں اور فوائد حاصل کیے۔ ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۵ء میں حضرت شاہ صاحب نے انہیں اپنی ضمنیت کا شرف بخشا۔

آپ کا قیام لکھنؤ میں تھا کہ شاہ غلام علی صاحب کی علالت شروع ہوئی اس دوران میں شاہ صاحب نے آپ کو دو خط تحریر فرمائے، ایک میں لکھا ہے:

”تعجب است کہ قصد آمدن این جانہ کردہ اند. فقیر را بہ حسب ظاہر صحت محال و افسوس کہ شما این قدر تاخیر می نمایند..... می بینم کہ منصب آخر مقامات این خاندان عالی شان بہ شما متعلق و ابستہ شد و پیشتر از ان در بیماری سابق دیدہ بودم کہ شما بر چار پائی مانشتہ اید و قیومیت بہ شما عطا کردند“

اس خط کے ملنے پر آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے شاہ احمد سعید کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے، شاہ صاحب نے خانقاہ اور مکانات آپ کے سپرد کیے اور آپ کو اپنا جانشین بنایا، شاہ صاحب کی وفات دو صفر ۱۲۳۰ھ / ۱۸۲۳ء میں ہوئی آپ نو سال تین مہینے مسند ارشاد پر بیٹھے اور جمادی الآخر ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء میں اپنے صاحبزادے شاہ عبدالغنی کو لے کر حج کے لیے روانہ ہوئے واپسی پر ٹونک پہنچ کر وفات پا گئے۔

حضرت شاہ ابو سعیدؒ کا بڑا پاکیزہ خط تھا ۱۵ جمادی الآخر ۱۲۴۴ھ میں خوب جلی قلم سے قرآن پاک کی کتابت کی جس کے صفحات ۸۸۸ ہیں یہ متبرک نسخہ رباط مظہر مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

آپ کی ایک تصنیف ہدایت الطالبین ہے، جس میں سلوک نقشبندیہ کا بیان ہے، جو بہت مقبول اور متداول ہے دنیا کے اکثر کتب خانوں میں اس کے خطی نسخے ملتے ہیں اور کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔
آپ کے بھی بہت خلفاء تھے جن میں سے یہ اسمائے گرامی ریکارڈ میں ہیں:

میاں محمد اصغر، ملا حسن بخاری، مولوی حسام احمد ہراتی، مولوی محب اللہ افغان، میاں محمد جو، میاں عظیم اللہ، امیر باجوڑی، مولوی محمد شریف، ملا خدا بردی، ملا علاء الدین، ملا غلام محمد انکی، ملا عبد الکریم ترکستانی، شاہ سعد اللہ حیدر آبادی۔

حضرت شاہ ابو سعیدؒ کی اولاد دو بیویوں سے تھی پہلی سے شاہ احمد سعید اور ایک دختر مجیدہ اور دوسری زوجہ سے شاہ عبد الغنی و شاہ عبد المغنی متولد ہوئے، یہ تینوں فرزند نابغہ روزگار تھے۔

حضرت شاہ احمد سعیدؒ

آپ حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے فرزند اکبر ہیں، اسم گرامی احمد سعید، کنیت ابو الکلام ہے، یکم ربیع الآخر ۱۲۱۷ھ / ۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء کو ریاست رامپور میں ولادت ہوئی اور وفات ظہر و عصر کے مابین روز سہ شنبہ ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ / ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء مدینہ منورہ میں ہوئی اور حضرت عثمانؓ کے گنبد سے متصل جانب قبلہ سپرد خاک ہوئے، آپ کی عمر ۵۹ سال تھی، آپ قرآن پاک کے حافظ تھے۔

حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے یہ تمام تر حالات حضرت مولانا ابوالحسن زید کی کتاب مقامات خیر سے طعنا ماخوذ ہیں ص ۷۰-۷۳ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں۔

۱۔ شاہ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، دہلی، اکمل المطابع، ۱۲۸۲ھ

۲۔ شاہ عبد الغنی: فیہ مقامات مظہری۔ مطبع احمدی، دہلی، ۱۲۶۸ھ

۳۔ محمد معصوم شاہ: ذکر السعدین فی سیرۃ الوالدین، رام پور، ۱۳۰۸ھ

۴۔ انساب الظاہرین قلمی مملوک مولانا زید ابوالحسن، فاروقی، دہلی

جب آپ کے والد ماجد حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ سے بیعت ہونے کے لیے دلی آئے تو آپ بھی اُن کے ساتھ آئے اور حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہوئے، اس وقت آپ کی عمر دس سال پوری نہیں ہوئی تھی۔ شاہ صاحب آپ پر نہایت مہربان تھے، اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے لوگوں سے ایک بچہ طلب کیا کسی نے نہ دیا ابو سعید نے میری طلب پوری کر دی اور اپنا بیٹا مجھے دے دیا۔

آپ نے شاہ صاحب سے تصوف کی مروجہ کتب سبٹا پڑھی تھیں۔ اور مروجہ علوم کی تحصیل مفتی شرف الدین، شاہ سراج احمد مجددی، مولوی محمد اشرف اور مولوی نور سے کی۔

حضرات مجددیہ کا سلوک اول سے آخر تک حضرت شاہ صاحب سے حاصل کیا اور شاہ صاحب ہی نے آپ کو خلافت عطا کی لیکن چونکہ آپ نے جمیع مقامات میں اپنے پدر بزرگوار سے بھی توجہات لیں اس لیے شجرہ میں آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی بھی لیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ غلام علیؒ نے اپنے ایک رسالہ ”کمالات مظہری“ تالیف ۱۲۳۷ھ میں شاہ احمد سعیدؒ کے بارے میں لکھا ہے:

”حضرت احمد سعید فرزند حضرت ابو سعید بہ علم و عمل و حفظ قرآن مجید

و احوال نسبت شریفہ قریب است بہ والد ماجد خود“

۱۲۴۹ھ میں آپ کے والد ماجد جب حج کے لیے روانہ ہوئے تو خانقاہ شریف آپ کے حوالے کر دی جہاں آپ نے طالبان حق کو چوبیس سال سات ماہ تک فیض یاب کیا محرم ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء میں اہل فرنگ نے مسلمانوں سے انتقام لیا اور ان کے خون سے ہاتھ رنگے اس ہنگامہ میں بے شمار ذی علم مسلمان صوفیہ کرام اور دیگر حضرات نے ہندوستان سے بلاد اسلامیہ کی طرف ہجرت کی، ان میں حضرت شاہ احمد سعیدؒ کا اسم گرامی بھی شامل ہے، آپ ڈیرہ اسماعیل خان پہنچے یہاں آپ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کی خانقاہ تھی (جو آج کل خانقاہ موسیٰ زئی شریف کہلاتی ہے۔) یہاں آپ نے خواجہ قندھاری سے اپنی ہجرت مدینہ منورہ کا ذکر کرنے کے بعد آپ کو اپنا جانشین نامزد فرمایا اور اختیار دیا کہ آپ چاہیں تو خانقاہ شریف دہلی میں مسند ارشاد کو رونق بخشیں اور اگر چاہیں تو اپنے کسی خلیفہ کو وہاں متعین کر دیں، چنانچہ حضرت خواجہ قندھاری نے اپنے ایک خلیفہ

مولوی رحیم بخش پنجابی (ف ۱۲۸۳ھ) کو اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پیش کیا جنہیں حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے بھی پسند فرمایا۔ اور وہ اسی وقت دہلی روانہ ہو گئے۔

چنانچہ آپ کا جہاز آخر شوال میں جدہ پہنچا، ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء کالج آپ نے اڑکیا، ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کو مدینہ منورہ میں حاضری ہوئی۔

آپ کی تالیفات میں ان پانچ رسائل کے نام شاہ محمد مظہرؒ نے مناقب احمدیہ میں لکھے ہیں۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان اردو ۲۔ الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی) ۳۔ الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ فارسی ۴۔ انہار الاربعہ فارسی ۵۔ تحقیق الحق البین فی اجوبۃ المسائل الاربعین فارسی میں۔

آپ احیاناً فتویٰ بھی دیا کرتے تھے لیکن کسی نے آپ کے فتاویٰ کو جمع نہیں کیا۔ آپ کے جلیل القدر خلیفہ خواجہ دوست محمد قدھاریؒ نے آپ کے ایک سو سینتیس (۱۳۷) مکاتیب جمع کیے ہیں جن میں چھیانوے خطوط حاجی صاب کے نام اور اکتالیس دیگر اصحاب کے نام ہیں۔ اس مبارک مجموعہ کو جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے تحفہ زواریہ کے نام سے ۱۳۷۳ھ میں کراچی سے شائع کیا ہے۔

ان کے علاوہ آپ کے مکتوبات بنام مولانا سید عبدالسلام ہسوی کے مجموعے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا زید ابوالحسن فاروقی کے پاس ہیں۔

آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے عبدالرشید، عبدالحمید، محمد عمر، محمد مظہر اور ایک صاحبزادی روشن آرا تھیں۔

آپ کے خلفاء میں سے حضرت شاہ محمد مظہرؒ نے مناقب احمدیہ میں اسی ۸۰ حضرات کے نام لکھے ہیں۔ انساب الظاہرین میں حضرت شاہ محمد عمرؒ نے لکھا ہے سیکڑوں افراد آپ سے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

آپ کے علم ظاہری کے تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے صاحب سیر الکاملین نے لکھا ہے:

بسیارے از علماء زمان شاگرد حضرت ایشان بودند مثل مولوی عبدالقیوم

ابن مولوی عبدالجی و مولانا محمد نواب و مولوی احمد علی سہارنپوری محدث و

مولوی ارشاد حسین مجددی و مولوی فیض الحسن سہارنپوری و مولوی
عبدالعلی بن قاری ہاشم وغیرہم۔

حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے حالات پر آپ کے فرزند حضرت شاہ محمد مظہرؒ نے ایک نہایت جامع اور مفصل
کتاب مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۱۲۸۱ھ میں تالیف کی تھی جسے آپ کے خلیفہ خواجہ دوست محمد قندھاریؒ نے
۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء میں اکمل المطابع، دہلی سے شائع کیا نیز شاہ محمد مظہرؒ نے اس اہم کتاب کو عربی کالبادہ بھی پہنایا جو
قازان سے ۱۸۹۶ء میں طبع ہوئی۔

حضرت مولانا خالد کردیؒ رومی

آپ کے خلفاء میں سے جو شہرت و قبول عام مولانا خالد کردیؒ کو حاصل ہوا وہ دوسرے خلفاء کو کم نصیب
ہوا۔ آپ بجا طور پر فرماتے تھے:

یہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں حضرت امام ربانیؒ جیسا خلیفہ ملا اور یہ
حضرت امام ربانیؒ کی خوش نصیبی تھی کہ انہیں شیخ آدم بنوڑی جیسا خلیفہ میسر آیا اور یہ میری
خوش بختی ہے کہ مجھے مولانا خالد جیسا خلیفہ ملا۔

حضرت مولانا ضیاء الدین خالد شہر زوری اشعری شافعی نقشبندی مجددی قادری سہروردی کبروی چشتی نے
اپنے وطن شہر زور کرستان میں تمام مروجہ علوم کی تحصیل کی، اساتذہ کرام میں سے اس وقت کے اجل علماء کے
اسمائے گرامی ملتے ہیں۔

مولانا خالد نے حدیث کی پچاس کتب کی سند حاصل کی تھی۔^۴ علمائے ہند میں سے صرف حضرت شاہ
عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی تعریف کیا کرتے تھے۔^۵ اور ان سے صحاح ستہ کی اجازت بھی لی تھی۔^۱ طلب شیخ کامل کی

حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے یہ تمام تر حالات حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی کی کتاب مقامات خیر سے لخصاً ماخوذ ہیں۔
ملفوظات شریفہ

محمد بن عبد اللہ الثانی الخالدی: البہجة السنیة فی آداب الطریقة العلیة الخالدیہ، مصر، ۱۳۱۳ھ ص ۷۸

شاہ عبدالغنی مجددی: قصیدہ مقامات مظہری ص ۱۷۰

آرزو ہر وقت رہتی تھی، حج بیت اللہ کے ارادہ سے نکلے ادائے مناسک کے بعد شام پہنچے اس سفر میں آپ اکابر علماء و مشائخ سے ملے لیکن تشفی نہ ہوئی پھر سلیمانہ آئے، تو وہاں حضرت شاہ غلام علی کے معتقدین میں سے ایک سیاح بزرگ مرزار حیم اللہ بیگ^۲ ان سے ملنے کے لیے گئے تو مولانا خالد نے مرشد کامل کی عدم موجودگی کی شکایت کی، مرزار حیم بیگ نے حضرت شاہ صاحب کا غائبانہ تعارف کروایا، جس سے مولانا بہت متاثر ہوئے اور درس و تدریس ترک کر کے ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں دہلی جانے کے لیے طویل سفر کا آغاز کیا، تہران (ایران) پہنچ گئے اور ایران کے دیگر بلاد سے ہوتے ہوئے بسطام، خرقان، سمنان اور نیشاپور میں اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت کی طوس اور مشہد میں رہے یہاں سے ہرات (افغانستان)، قندھار، کابل اور دارالعلم پشاور پہنچے، وہاں سے لاہور آئے یہاں شیخ ثناء اللہ نقشبندی^۳ سے ملاقات کی، انہوں نے بھی اپنے شیخ، حضرت شاہ غلام علی دہلوی^۴ سے ملاقات کی ہدایت کی۔

چنانچہ اس سارے سفر میں مولانا خالد کا ایک سال صرف ہو گیا اور مولانا ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں دہلی پہنچے^۵، آپ کشی کی خدمت اپنے ذمہ لی اور نو ماہ تک آپ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے، آپ نے مولانا کے حال پر بہت مہربانی فرمائی اور آپ نے بہت جلد سلوک کی تمام منازل طے کر کے قطبیت کی بشارت لی، شاہ عبدالغنی^۶ نے لکھا ہے:

”بعد عنایات از خلافت بھرہ ور فرمودند تا مزار حضرت شیخ محمد عابد وداع ایشان کردہ بہ خدا سپردند گویند حضرت بہ وقت رخصت قطبیت آن دیار عنایت فرمودہ بودند“^۷۔

۱ محمد بن عبد اللہ: البہجۃ السنیۃ ص ۸۲

۲ شاہ عبدالغنی: ضمیر مقامات مظہری ص ۱۷۰

۳ شیخ ثناء اللہ نقشبندی مقیم لاہور کے بارے میں لکھا ہے ”العالم النخیری والولی الکبیر اخو شیخ فی الطریقۃ والاثابۃ الی مولانا الشیخ

المعمر المولی ثناء اللہ نقشبندی (بہجۃ السنیۃ ص ۸۰)

۴ محمد بن عبد اللہ خالدی: بہجۃ السنیۃ ص ۸۰

۵ عبدالغنی محمدی، شاد: ضمیر مقامات مظہری ص ۱۷۰

مولانا وہاں سے اپنے وطن سلیمانیہ کے لیے روانہ ہوئے بلاد ایران شیراز، یزد اور اصفہان غرض ہر مقام پر آپ نے فریضہ اعلاء کلمۃ الحق جاری رکھا ایران کے بلاد مذکور میں روافض کے ساتھ مباحث ہوئے وہ آپ کے دلائل سے لاجواب ہو گئے اور آپ کو قتل کرنے کے لیے حملہ کیا لیکن آپ خدا کے فضل و کرم سے بچ گئے اور ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء میں اپنے وطن سلیمانیہ پہنچے جہاں معززین نے آپ کا استقبال کیا۔

شاہ عبدالغنیؒ نے لکھا ہے کہ جو کوئی بھی آپ کے بارے میں بدظنی رکھتا تھا اس کی شکل آپ کو خنزیر کی مثل نظر آتی تھی۔^۱

مولانا خالد کی بدولت نقشبندی سلوک کا دیار عرب میں بہت رواج ہوا، یہاں تک کہ ایک ہزار صاحب تصانیف علماء آپ کے حلقہ بگوش ہو کر ہمہ وقت سامنے کھڑے رہتے تھے۔ آپ کے قیام بغداد ۱۲۲۸ھ / ۱۸۱۳ء کے دوران کی مقبولیت کا یہ عالم تھا:

صد کس عالم متبحر صاحب تصانیف از یاران این فقیر قابل اجازت گردیدہ
اند و پانصد کس از اکابر علماء داخل طریقہ شدہ اند و تعداد عوام و خواص
مردمان کہ بیعت نموده اند چہ بیان آید^۲

ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ ایک ہزار عالم قبح داخل طریقہ ہو کر میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اور ایک لاکھ مردمان مجھ سے بیعت ہو چکے ہیں:

مولانا دران دیار اظہار ساخت کہ قریب ہزار مردمان حلقۂ ارادت بگردن اخلاص
نہادہ اند و دست بیعت بہ دامن مولانا زدہ اند و یک ہزار عالم متبحر داخل
طریقہ شدہ و دست بستہ پیش مولانا ایستادہ اند^۳

محمد بن عبد اللہ: بہجۃ السنیہ ص ۸۳

عبدالغنی، مجددی شاہ: ضمیمہ مقامات مظہری ص ۱۷۰

عریضہ مولانا خالد مشمولہ در المعارف ص ۷۰۔ حضرت مولانا کے نام حضرت شاہ صاحب کے مفصلہ ذیل مکتوبات ملتے ہیں:

مکتوب نمبر ۳۸، ۲۳، ۱۱۰

در المعارف ص ۱۰۸

مولانا عربی، فارسی اور ترکی میں شعر بھی کہتے تھے، حضرت شاہ غلام علیؒ نے مولانا کے اشعار کو مولانا جامیؒ کے ابیات سے مناسبت دی تھی، شاہ عبدالغنی نے مولانا کے قصائد در مدح حضرات نقشبندیہ کو فردوسی و فرزدق پر سبقت دی ہے:

”اشعار فارسی و عربی شان در سلالۃ نظم گوی سبقت از فردوسی و فرزدق برده بود

حضرت ایشان (شاہ غلام علیؒ) اشعار ایشان بعارف جامی مناسبت می فرمودند“

مولانا کی تصانیف میں سے ایک فارسی دیوان، ترکی سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہو چکا ہے اور ترکی دیوان ۱۳۶۰ھ میں استنبول سے طبع ہوا تھا جو عکسی طور پر وہاں سے کئی بار چھپ گیا ہے۔

نیز مولانا کے چند فارسی رسائل کا بھی سراغ ملا ہے۔ جن کا مجمل تعارف ملاحظہ ہو۔

۱۔ رسالہ اعتقادیہ، قلمی مخزونہ کتابخانہ عارف حکمت، مدینہ منورہ^۱

۲۔ دیگر رسالہ فارسی قلمی مخزونہ کتابخانہ مذکور^۲

۳۔ شجرات منظوم طریقہ نقشبندیہ قلمی مخزونہ کتابخانہ مرکزی و مرکز اسناد، دانش گاہ تہران، شمارہ ۳۲۳

اس مجموعہ میں مولانا خالد کے منظومہ شجرات کے علاوہ بھی مولانا کے اشعار فارسی موجود ہیں یہ مجموعہ ہم نے خود اپنے قیام تہران (جولائی ۱۹۷۶ء) کے دوران دیکھا ہے۔

۴۔ سلسلہ طریقہ نقشبندیہ، مطبوعہ قاہرہ ۱۲۷۶ھ / ۱۸۶۰ء، صفحات ۴۱۵

دیگر تصانیف شرح مقامات حریری، فرائد الفوائد (شرح حدیث جبریل) جالیہ الاکدار، العقور الجوہری

فی الفرق بین کسی الماتریدی والا شعری، شرح اطباق الذہب (مصنفہ جار اللہ الزمخشری) مع ترجمہ لغت قاوسیہ،

تعلیقات حاشیہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی علی النبیالی، حاشیہ علی جمع الفوائد من الحدیث، حاشیہ علی النہایہ فی فقہ الشافعی،

رسالہ فی اثبات رابطہ، رسالہ فی آداب الذکر، رسالہ فی آداب المرید (مطبوعہ روس)، حاشیہ تتمہ سیالکوٹی لحاشیہ

۱۔ عبدالغنی محمدی: ضمیمہ مقامات مظہری ۱۷۰

۲۔ عزیز اللہ عطاروی توجانی: فہرست مخطوطات فارسی مدینہ منورہ، تہران ۱۳۴۶ ش، شمارہ فہرست ۳۹۸

۳۔ ایضاً شمارہ فہرست ۴۱۰

عبد الغفور علی الجامی، شرح عقائد العنبدیہ، مکتوبات خود^۱۔

مولانا خالد کے حالات پر متعدد کتب عربی میں لکھی گئی ہیں۔ مولانا کی زندگی میں ان کے خلیفہ شیخ حسین الدوسری نے الاساور العنبدیہ فی المآثر الخالدیہ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی^۲۔ علامہ شامی نے بھی مولانا کے مناقب میں ایک کتاب سل الحسام الہندی نصرۃ مولانا خالد النقشبندی کے نام سے لکھی تھی^۳ تذکار الرجال مؤلفہ عبدالکریم مدرسی، مطبوعہ بغداد، ۱۹۷۹ء میں مؤلف نے مولانا خالد کے احوال پر ۱۹ کتب کا ذکر کیا ہے اور مولانا خالد کی ۲۷ تصانیف کا تعارف بھی کروایا ہے۔ آپ کے مکاتیب بھی دیئے ہیں۔ ہیندخت معتمدی نے بھی مولانا خالد نقشبندی و پیروان او کے نام سے ایک کتاب تہران سے ۱۳۶۸ ش کو شائع کی۔

مولانا خالد نے حضرت شاہ صاحب کی وفات ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء کے دو سال بعد دبائے طاعون میں ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء میں شہادت پائی^۴۔

مولانا سید اسماعیل مدنی

انہوں نے مولانا خالد سے بیعت کی اور اجازت حاصل کر کے سرگرم القا ہوئے، خواب میں حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دہلی جا کر شاہ غلام علیؒ سے باطنی فیض حاصل کرو چنانچہ مولانا مدنی، حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نسبت مجددیہ حاصل کی، اجازت و خلافت سے مشرف ہو کر وطن واپس گئے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ روف احمد رافتؒ کے ہمراہ جامع مسجد دہلی میں تبرکات کی زیارت کے لیے گئے تو فرمایا کہ یہاں سے ظلمت ظاہر ہوتی ہے تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں واقعی بت پرستوں کی تصاویر تھیں^۵۔

۱ محمد زاہد بن حسن الدورجی: ارغام المرید، مطبوعہ اشیق کتابوی، ترکی ۱۹۷۷ء، ص ۸۳-۸۴

۲ محمد بن عبداللہ خالدی: بہجة السنیہ ۹۲

۳ یہ کتاب رسائل شامی مطبوعہ سمیل اکیڈمی، لاہور میں شامل ہے۔

۴ عبدالغنی مجددی: ضمیر مقامات مظہری ۱۷۸

۵ رافت، روف احمد: جواہر علویہ ۱۳۱-۱۳۲، شاہ عبدالغنی: ضمیر مقامات مظہری ۱۷۹

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی

حضرت شاہ رؤف احمد رافت بن شعور احمد

کی تصانیف کے ذریعہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے حالات و مقامات محفوظ ہو کر ہم تک پہنچے ہیں ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں آپ نے حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات در المعارف کے نام سے جمع کیے جو اس وقت تک شاہ صاحب کے سخنان سے آگاہی کا واحد ذریعہ ہے۔

نیز شاہ صاحب کے حالات پر ایک مفصل کتاب جو اہر علویہ کے نام سے حدود ۱۲۳۴ھ / ۱۸۱۹ء میں لکھنی شروع کی اور ۱۲۴۰ھ میں مکمل ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب کے حالات کے لیے یہ کتاب نے ناگزیر ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، آپ کے تمام سوانح نگاروں نے زیادہ تر اس کتاب پر انحصار کیا ہے، اس کتاب کے دس جوہر (باب) ہیں:

اول۔ پیران سلسلہ حضرات قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ، بداریہ اور قلندریہ کے اسمائے گرامی۔

دوم۔ مشائخ نقشبندیہ کے حالات حضرت پیغمبر خدا ﷺ سے لے کر حضرت شاہ غلام علیؒ تک

سوم۔ حضرت شاہ غلام علیؒ کی ولادت سے وفات تک کے حالات

چہارم۔ ملفوظات شاہ غلام علیؒ

پنجم۔ مکاشفات شاہ صاحب

ششم۔ الہامات شاہ صاحب

ہفتم۔ کرامات شاہ صاحب

ہشتم۔ شاہ صاحب کی تحریرات

نہم۔ واقعہ وفات

دہم۔ شاہ صاحب کے خلفاء کے احوال

یہ کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی ہے، فقط ایک غیر مربوط ساردو ترجمہ ۱۹۱۹ء میں ملک فضل الدین نے

لاہور سے شائع کیا تھا، مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے اس کے جوہر (در احوال حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ)

کنز الہدایات کے ساتھ شائع کیا تھا، اسی جوہر کا عربی ترجمہ بھی محمد مراد منزلی نے کیا تھا جو مکتوبات حضرت امام

ربانی کے عربی ترجمہ کے حواشی پر حال ہی میں ترکی سے دوسری بار چھپا ہے، اس کا ایک عمدہ قلمی نسخہ کتابخانہ خانقاہ مظہری، دہلی میں محفوظ ہے جو مؤلف نے خود حضرت شاہ ابو سعید مجددی کو بھیجا تھا۔

شاہ غلام علیؒ کے دیگر خلفاء

- ۱۔ حافظ عبدالرحمن مجددی (جالندھری) ۲۔ مولانا بشارت اللہ (بہرائچی)
- ۳۔ مولوی کرم اللہ ۴۔ میر مطالب علی مشہور بہ مولوی عبدالغفار
- ۵۔ محمد حسن ۶۔ سید احمد گروہی
- ۷۔ سید عبداللہ مغربی ۸۔ مرزار جم بیگ موسوم بہ محمد درویش عظیم
- ۹۔ ملا پیر محمد ۱۰۔ ملا گل محمد غزنوی
- ۱۱۔ مولوی ہراتی (مولوی محمد جان قندھاری) ۱۲۔ ملا محمد منیر
- ۱۳۔ مولوی ولی اللہ ۱۴۔ مولوی محمد عظیم
- ۱۵۔ مولوی شیر محمد ۱۶۔ مولوی نور محمد
- ۱۷۔ مولوی محمد جان (شیخ الحرم) ۱۸۔ میر نقش علی
- ۱۹۔ میاں احمد یار ۲۰۔ مرزا مراد بیگ
- ۲۱۔ مرزا عبدالغفور ۲۲۔ میاں فخر الدین قادری
- ۲۳۔ محمد سرور خان ۲۴۔ میاں شیخ خلیل الرحمن

شاہ عبدالغنی مجددیؒ نے خلفاء کے باب میں ان اصحاب کے اسمائے گرامی کا اضافہ کیا ہے۔^۲

- ۲۵۔ مولوی عبدالرحمن شاہ جہان پوری (م ۱۷۹) ۲۶۔ سید احمد کردی (پہلے مولانا خالد سے پھر شاہ صاحب سے)

زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر، ص ۲۳

یہ فہرست جو اہر علویہ ۲۳۸-۲۳۳ سے ماخوذ ہے۔

شاہ عبدالغنی شاہ: خمیرہ مقامات مظہری صفحات ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳

۲۷۔ محمد منور (امام مسجد اکبر آبادی) ص ۱۸۲ ۲۸۔ میاں محمد اصغر (ف ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء)

ص ۱۸۲

۲۹۔ میاں قمر الدین پشاور ص ۱۸۳ ۳۰۔ محمد شیر (از ولایت افغانان) ص ۱۸۳

ان کے علاوہ شاہ صاحب کے بہت سے خلفاء تھے جو نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب و عجم میں مصروف تلقین و ارشاد تھے، مولانا سید ابوالقاسم ہسوی (ف ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء) کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ شاہ صاحب کے جلیل القدر خلیفہ تھے اور ان کے فرزند شاہ عبدالسلام شاہ احمد سعید کے خلیفہ تھے۔

۳۱۔ حافظ محمد سعید مؤلف احوال و مقامات ۳۲۔ سید ابوالقاسم ہسوی

حضرت مظہر

۳۳۔ سید حسن بن محی الدین بٹالوی (ارشاد ۳۴۔ مولانا ہدایت احمد (والد مولانا رشید احمد

گنگوہی)

الترشدین ص ۱۳۷

۳۵۔ قاری امام الدین نخشی امر وہوی ۳۶۔ مولوی کرم اللہ بن شیخ مصدق الدین

(محرک تالیف تفسیر عزیزی)

۳۷۔ حافظ عبدالحی امر وہوی ۳۸۔ حافظ خلیل احمد مضطرب بھوی مجددی

۳۹۔ شیخ قاسم ہندی ۴۰۔ شیخ عبداللہ باجوڑی

۴۱۔ اخوند جان محمد (والد ماجد شاہ عبدالعلیم لوہڑی) ۴۲۔ شاہ سعد اللہ حیدر آبادی

۴۳۔ ملاولی محمد توخی قندھاری

تصانیف حضرت شاہ غلام علی دہلوی

حضرت شاہ غلام علی نے ایضاً الطریقت میں جو ۱۲۱۲ھ کی تصنیف ہے، اپنی عمر بائیس ۲۲ بتائی ہے،

فرماتے ہیں:

”فقیر عبداللہ عرف غلام علی عفی عنہ گذارش می نماید کہ بیست و دو سالہ
بودم..... درین ایام کہ سنہ ہجری ہزار و دو صد و دوزادہ است“

در اصل اب تک آپ کے احوال و آثار پر مفصل اور تحقیقی کام نہیں ہوا ہے اور کسی نے آپ کی تالیفات
کی تلاش و جستجو تا حال نہیں کی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے رسائل خلفاء و مریدین نقل کر کے لے گئے اور
اب کی نقلیں یا اصل مسودات بہت کم محفوظ رہے۔

راقم کو اب تک آپ کی جتنی تالیفات، رسائل اور ملفوظات و مکتوبات کا علم ہوا ہے ان کا اس وقت مجمل
ساتعارف کروایا جا رہا ہے:

۲۔ ایضاح الطریقت

۱۔ مقامات مظہری

۳۔ احوال بزرگان

۴۔ رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدد ثانی قدس سرہ

۵۔ رسالہ طریق بیعت و اذکار ۶۔ رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبند

۷۔ رسالہ سطری چند از احوال شاہ نقشبند ۸۔ رسالہ اذکار

۹۔ رسالہ مراقبات

۱۰۔ رسالہ در رد اعتراضات شیخ عبدالحق دہلوی بر حضرت مجدد

۱۱۔ رسالہ دیگر در رد مخالفین حضرت مجدد الف ثانی

۱۳۔ کمالات مظہری

۱۲۔ رسالہ مشغولیہ

۱۵۔ مکاتیب شریفہ

۱۴۔ سلوک راقیہ نقشبندیہ؟

۱۷۔ ملفوظات شریفہ

۱۶۔ در المعارف

مقامات مظہری

حضرت شاہ غلام علیؒ کی تالیفات میں یہ سب سے مشہور اور اہم کتاب ہے، اس میں حضرت میرزا مظہر

جان جانان شہیدؒ کے حالات، ملفوظات، مکتوبات، معمولات اور خلفاء کے احوال بھی شامل ہیں۔

یہ کتاب مندرجہ ذیل اٹھارہ فصول پر مشتمل ہے:

اول۔ در ذکر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ

دوم۔ ذکر سلسلہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ

سوم۔ ذکر مجمل احوال مشائخ اربعہ حضرت میرزا مظہر یعنی سید نور محمد بدایونی، حاجی محمد افضل سیالکوٹی،

حافظ سعد اللہ اور حضرت محمد عابد سنائی

چہارم۔ ذکر نسب و ولادت حضرت مظہر

پنجم۔ ذکر استفادہ حضرت مظہر از حضرت نور محمد بدایونی

ششم۔ ذکر استفادہ حضرت ایشان از حضرت حاجی محمد افضل

ہفتم۔ ذکر استفادہ حضرت ایشان از حضرت حافظ سعد اللہ

ہشتم۔ ذکر استفادہ از حضرت شیخ محمد عابد

نہم۔ ذکر مقدماتیکہ دلالت بر امتیاز حضرت مظہر بر اہل زمان

دہم۔ ذکر تاثیر صحبت شریف حضرت ایشان

یازدہم۔ ترک وزہد و اوصاف حضرت ایشان

دوازدہم۔ ملفوظات حضرت ایشان

سیزدہم۔ نصائح حضرت ایشان

چہار دہم۔ مقامات حضرت ایشان

پانزدہم۔ مکشوفات و تصرقات

شانزدہم۔ انتقال حضرت ایشان

ہفتدہم۔ خلفاء حضرت ایشان

ہژدہم۔ بعضی مکاتیب شریفہ حضرت ایشان

کتاب کے مختلف اندرونی شواہد کی بنا پر اس کا سال تالیف حدود ۱۲۱۱ھ / ۱۷۹۶ء قرار دیا جاسکتا ہے۔

حضرت مصنف نے اپنی اس کتاب کا کوئی نام تجویز نہیں کیا تھا، کتاب کے مقدمہ میں بھی ہے:

”این رسالہ ایست مختصر و منتخب از کتاب مستطاب کہ صاحب کمالات و معارف دستگاہ حضرت مولوی نعیم اللہ در احوال سیدنا و مرشدنا..... شمس الدین حبیب اللہ میرزا جانِ جانان و احوال خلفاء ایشان نوشتہ منت بر دل و چشم مخلصان نہادہ اند“

چنانچہ اس کے طبع اول^۱ کے سرورق پر بھی اس کا کوئی نام درج نہیں ہے بلکہ صرف اسے ”رسالہ شریفہ در بیان حالات و مقامات حضرت شمس الدین حبیب اللہ میرزا جانِ جانان مظہر شہید قدس سرہ“ تحریر ہے۔

شاید حضرت شاہ رؤف احمد رافت^۲ کے بیان کی بنیاد پر اس رسالہ کو مقامات مظہری کا نام دیا گیا ہے کیوں کہ انہوں نے جواہر علویہ میں اس کا نام یہی لکھا ہے^۳۔

پھر مطبع مجتہبائی دہلی سے ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء میں مقامات مظہری کے نام سے طبع ہوئی۔

اس کا اردو ترجمہ لطائف خمسہ یا مقامات مظہری کے نام سے طبع ہوا جسے فضل الدین نے لاہور سے شائع کیا۔

حضرت شاہ غلام علی^۴ نے کتاب کے دیباچہ میں وضاحت نہیں فرمائی ہے کہ یہ کتاب مولانا نعیم اللہ بہر^۵ اپجی کی کس تصنیف کی تلخیص ہے اور جو کچھ خود یاد تھا وہ اس میں اضافہ کر دیا ہے دراصل یہ بشارات مظہریہ کی تلخیص ہے۔

مقامات مظہری میں بے شک ایسے اضافات حضرت مصنف نے کیے ہیں کہ حضرت میرزا مظہر^۶ کے حالات پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے مفصل و جامع ماخذ کی حیثیت اختیار کر گئی ہے، اسے ہم بلا تردد بشارات مظہریہ کا نہایت مفید تکملہ کہہ سکتے ہیں، اس کی دونوں فارسی اشاعتوں اور اردو ترجمہ کے ساتھ ایک نہایت مفید ضمیمہ کا بھی اضافہ ہے، یہ ضمیمہ شاہ عبدالغنی مجددی^۷ کا نوشتہ ہے جس میں انہوں نے حضرت مصنف (شاہ غلام علی) کے حالات مختصر طور پر تحریر کیے ہیں۔

ایضاح الطریقت

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے اصول، اذکار اور اصطلاحات پر حضرت شاہ غلام علیؒ نے یہ رسالہ لکھا ہے اس کا سال تالیف ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء ہے۔

دورِ آخر میں سلسلہ نقشبندیہ میں اس رسالہ کو جو مقبولیت حاصل ہوئی دیگر کتب و رسائل کو حاصل نہیں ہو سکی آپ نے اس رسالہ میں عام فہم انداز میں طریقہ شریفہ کے اشغال اس طرح بیان فرمائے ہیں کہ مبتدی و منتہی سبھی مستفید ہو سکتے ہیں، فرماتے ہیں:

بعد حمد و صلوة فقیر عبداللہ عرف غلام علی عفی عنہ گزارش می نماید کہ بیست و دو سالہ بودم کہ ہدایت و عنایت بے غایت الہی سبعا نہ شامل حال این فقیر گردیدہ۔ بجانب فیض مآب..... حضرت میرزا جان جانان قدس سرہ العزیز رسانید..... این مسکین بذکر و شغل باطنی از حضرت ایشان تلقین یافتہ برین طریقہ مواظبت نمودم و پانزدہ سال اقتباس انوار صحبت حلقہ ذکر و توجہ و مراقبہ حضرت ایشان داشتیم و بہ یمن توجہات روح افزای حضرت ایشان مناسبتی بہ حالات و واردات این طریقہ علیہ بہر سید و ادراک وجدان کیفیات و مقامات و اصطلاحات آن واصل شد.... این ایام کہ سنہ ہجری مقدس ہزار و دو صد و دوازده است بہ تکلیف بعضی از عزیزان این چند فوائد از کلام میارم حضرت خواجگان نقشبندیہ و اکابر مجددیہ التفات نمودہ جمع کردہ آمد..... الخ

یہ رسالہ متعدد مرتبہ چھپ چکا ہے رسائل سب سے سارہ مطبوعہ مطبوعہ علوی ۱۲۸۳ھ میں بھی شامل ہے۔ حضرت شاہ روف احمدؒ نے جواہر علویہ میں در باب تحریرات حضرت شاہ صاحب میں اس رسالہ کو نقل کیا ہے نیز آپ کے مکاتیب شریفہ میں بھی اس رسالہ کا متن محفوظ ہے، حکیم عبدالجید سیفی مرحوم نے اس رسالہ کو علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا تھا۔

متعدد قلمی نسخے بھی مختلف کتب خانوں میں ملتے ہیں۔

محمد تقی دانش پٹروہ فہرست ساز مخطوطات دانش گاہ تہران (۱۳ / ۳۲۱۳) نے اس رسالہ کو متعارف کرواتے ہوئے حضرت شاہ صاحب کا اسم گرامی غلام علی باطنی لکھ دیا ہے، جس سے قاری یہ تصور کرے گا کہ آپ کا تعلق خدانہ خواستہ فرقہ باطنیہ سے تھا، دانش پٹروہ صاحب سے یہاں فاش غلطی ہوئی ہے، نیز انہوں نے اس رسالہ کا نام بھی آداب و اذکار فرض کر لیا ہے حالانکہ رسالہ کے آخر میں اس کا نام واضح طور سے ایضاح الطریقہ لکھا ہوا ہے یہ رسالہ جس مجموعہ (شمارہ ۴۲۴۳) میں ہے ہم نے اپنے قیام تہران ۱۹۷۶ء کے دوران بغور دیکھا ہے۔

احوال بزرگان

اس رسالہ میں حضرت مصنف نے حضرت غوث الثقلین، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت نجم الدین کبریٰ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت خواجہ قطب الدین، حضرت شیخ فرید الدین، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت مخدوم علاء الدین صابر، حضرت شاہ نقشبند، حضرت خواجہ عطار، حضرت خواجہ پارسا، حضرت خواجہ احرار، حضرت خواجہ محمد باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ مع اولاد حضرت مجددؒ کے حالات نہایت مختصر طور پر لکھے ہیں۔

ابتداء

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ در طریقہ مجددیہ اصلاحات بسیار است مشتمل است بر فیوض خاندان قادریہ و سہروردیہ و کبرویہ و چشتیہ و نقشبندیہ رحمہم اللہ علیہم دو سہ ورق در احوال کبریٰ از طرق نوشتہ شد کہ وسیلہ و افتخار این بے مقدار کرد..... الخ

اس رسالہ کے آخر میں آپ نے حضرت مولانا خالد کردی کا آپ سے استفادہ کرنے کا بھی ذکر ہے جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ مولانا خالد ۱۲۲۵ھ میں دہلی میں آپ کی خدمت بھی حاضر ہوئے تھے جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۲۲۵ھ کے بعد تالیف ہوا، فرماتے ہیں:

خلفاء حضرت میرزا جانِ جانان درین وقت بسیار شدہ حضرت مولانا خالد شہر زوری کہ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ازین لاشی کسب نمودہ در بلاد بغداد و روم و شام وغیرہ اتباع این طریقہ نمودہ جہانی را منور ساختند زیادہ از ہفت صد خلیفہ دارد. سید اسماعیل مدنی از حرمین الشریفین در این حاضری فقیر

آمدہ بیعت در مجددیہ، بردست این لاشی نمودہ بکسب مجددیہ اجازت و خلافت رسیدہ این طریقہ در انجامی نماید عریضہ نوشتہ کہ علماء اکثر ازین طریقہ منتفع شدند اللہ اکبر (ورق ۱۷۲ ب)

اس رسالہ کا ایک نسخہ جناب جی معین الدین، لاہور کے کتب خانہ میں ہے جس کا عکس ہمیں جناب ڈاکٹر ظہور الدین احمد کی وساطت سے ملا، جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

اس رسالہ کے ۱۷۴ اوراق ہیں تقطیع خرد ہے۔ آپ نے اس رسالہ کا کوئی نام نہیں لکھا، خاتمہ میں اس رسالہ کا موضوع احوالِ بندگان بتایا ہے،

رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدد الف ثانی

اس کتاب میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۴ھ) کے حالات و مناقب، احوالِ اولاد و خلفاء زبدۃ المقامات اور حضرات القدس میں سے ملخصاً و منتخباً لکھے گئے ہیں، فرماتے ہیں:

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله سيد المرسلين محمد وآله واصحابه اجمعين اما بعد اين رساله ايست مختصر در ذكر مقامات و معارف و واردات جناب فيض مآب امام رباني مجدد الف ثاني... و اين احوال صدق مآل آنحضرت منتخب است از برکات احمديه محمد باشم کشي و حضرات القدسين ملا بدر الدين سهرندي که..... از خلفائے عظام آنحضرت اند و در احوال آنحضرت آن هر دو کتاب تحرير ساخته اول بيان طريقه کبري دين کرده مي شود باز اندکی از احوال مشائخ آنحضرت بس شروع در مقصود نموده مي آيد و المؤلف فقير عبد الله معروف غلام علي عني عنه۔

لیکن حضرت مصنف نے اس میں ان دو مذکورہ مآخذ کے علاوہ بھی کتب کے حوالے دیئے ہیں اور بعض صدري روایات بھی درج فرمائی ہیں جن سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

اس کے پیش نظر خطی نسخہ مملوکہ محترمہ پادشاہیگم بنت مولانا احمد حسین خان امرہوی مرحوم کے ۲۳۷ صفحات ہیں آخر میں حضرت مصنف کا وہ رسالہ بھی شامل ہے جو آپ نے مخالفین حضرت مجدد قدس سرہ کے رد میں تحریر فرمایا تھا جو مسائل سببہ سیارہ میں شامل ہے۔

اس نسخہ کے خاتمہ پر ایک یادداشت حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے دست مبارک سے تحریر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا قصوریؒ نے ۵ ربیع الاول ۱۲۶۸ھ میں اس نسخہ کا تقابل اور تصحیح فرمائی ہے۔ اس کا دوسرا قلمی نسخہ خانقاہ شریف مولوی غلام نبیؒ کے سجادہ نشین جناب مطلوب الرسول صاحب کے پاس ہے جو مولوی امام الدین مصنف مقامات طیبین کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

تیسرا نسخہ خانقاہ موسیٰ زئی شریف میں موجود ہے۔

کتابخانہ آصفیہ حیدر آباد، دکن میں بھی غالباً یہی رسالہ ہے جس کا نام ”کرامات و ارشادات مجدد الف ثانی“ قدس سرہ ہے۔

فہرست کتابخانہ آصفیہ میں اس رسالہ کی تفصیل درج نہیں ہے کہ جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ زیر بحث رسالہ کے علاوہ کوئی اور رسالہ ہے یا وہی ہے۔

رسالہ طریق بیعت و اذکار

اس رسالہ شریفہ میں بیعت کی اقسام بیان کی گئی ہیں، ابتداء اس طرح سے کی ہے:

بعد حمد و صلوة دریا بند کہ بیعت بہ معنی عہد کردن است و استوار بودن بر آن و معمول است در طریقه عالیہ حضرات صوفیہ و آن سنت اصحاب کرام است عنہم بیعت برسہ قسم است بیعت توبہ کہ بردست بزرگی بر ترک گناہان بیعت نماید.... الخ

یہ رسالہ حضرت سید اسماعیل مدنیؒ کی حضرت شاہ غلام علیؒ سے بیعت کے بعد کی تالیف ہے، اس رسالہ میں ہے کہ جب حضرت سید اسماعیل مدنیؒ کو جامع مسجد دہلی میں تبرکات کی زیارت کے لیے آپ نے بھیجا تو انہیں وہاں تصاویر کی موجودگی کی وجہ سے ظلمت معلوم ہوئی، فرماتے ہیں:

سید اسماعیل عالم و محدث سلمۃ اللہ تعالیٰ و بآرک فیما اعطاه از مدینہ منورہ
برائے کسب طریقہ مجددیہ پیش بندہ آمدہ بود اور ابراہائے زیارت آثار شریف
در مسجد جامع فرستادم!..... الخ

چار صفحات کا یہ رسالہ، رسائل سب سے زیادہ میں شامل ہے۔

رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبند

یہ مختصر رسالہ ہے جس میں طریقہ نقشبندیہ کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، ابتداء میں طریقہ شریفہ کی
فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ قول نقل کیا ہے:

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ موصل المريد الى المراد فرمودہ

اند نزد ما طریقہ بہتر از طریقہ نقشبندیہ نیست.....

یہ دو ورق رسالہ، رسائل سب سے زیادہ ص ۲۳-۲۴ میں شامل ہے اور آپ کے مکاتیب شریفہ کا بھی جز

ہے۔

رسالہ سطری چند از احوال شاہ نقشبند

یہ رسالہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ سر حلقہ سلسلہ علیہ نقشبندیہ کے احوال و مناقب پر مشتمل ہے،

فرماتے ہیں:

سطری چند از احوال شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تبرکاً نوشتہ شد این احوال در

مقامات ایشان مفصلاً مذکور است..... الخ

دو ورق کا یہ رسالہ بھی رسائل سب سے زیادہ صفحہ ۲۴-۲۶ میں موجود ہے، نیز آپ کے مکاتیب میں بھی

شامل ہے۔

ایضاً ص ۲۳

رسائل سب سے زیادہ، مطبوعہ مطبع علوی، ۱۲۸۴ھ ص ۲۰-۲۳

مکاتیب شریفہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۱ھ، مکتوب نمبر ۸۶ ص ۷۸

ایضاً مکتوب ۸۷ ص ۷۹

رسالہ اذکار

اس رسالہ کی ابتداء میں بیان کیا ہے:

بدانکہ در صحبت پیغمبر خدا ﷺ معرفت و محتسب و مرتبہ احسان ان
تعبدر یک کانک تراه اصحابہ کرام را رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاصل بود و غلبہ
محبت و ترک حظ نفس تصفیہ دلہا می نمود. بعد زمان نبوت صوفیہ رحمۃ اللہ
علیہ انواع اذکار و مراقبات برائے حصول این درجات مقرر کردہ اند..... الخ
یہ مختصر رسالہ، رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے صفحہ ۲۶-۲۷

رسالہ مراقبات

اس رسالہ میں طریقت کے مقامات بیان کیے گئے ہیں، فرماتے ہیں:

بعد حمد و صلوة واضح باد کہ اکابر این طریقہ شریفہ مقامات قرب در عالم مثال
بہ کشف صحیح و معائنہ صریح دیدہ. تعبیر ازاں مقامات بدائرہ مناسب یافتہ
اند کہ آن مقامات بہ جہت و بے چون ست..... الخ
یہ رسالہ بھی رسائل سبعہ سیارہ کا جز ہے۔ (صفحہ ۲۷-۳۰)
نیز آپ کے مکاتیب شریفہ میں بھی شامل ہے^۱۔

اس رسالہ کا متن در المعارف (ملفوظات مصنف) میں بھی نقل کیا گیا ہے^۲۔ یہ ملفوظ شریف پنجشنبہ پنجم
شہر جمادی الاول ۱۲۳۱ھ کا ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ اس روز حکیم عبدالکریم جہنجهانی نے حضرت شاہ غلام علیؒ
سے آپ کے اس رسالہ کی نقل کرنے کی درخواست کی نیز حضرت رافت نے لکھا ہے کہ اس سے قبل مجھے بھی اس
کی نقل حضرت نے عنایت فرمائی تھی جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۲۳۱ھ سے پہلے تالیف ہو چکا تھا حدود
۱۲۳۰ھ میں۔

۱ شاہ غلام علی: مکاتیب شریفہ۔ مکتوب نمبر ۱۰۰ صفحہ ۱۳۹

۲ رافت: در المعارف، مطبوعہ ترکی، ۱۹۷۶ء، ص ۳۵-۳۸

یہ واضح رہے کہ رسائل سبع سیارہ میں اس کا متن نقل کرنے کے بعد فائدہ کے عنوان سے آخر میں نو سطور کا اضافہ ہے، جو در المعارف میں نہیں ہیں۔

رسالہ در رد اعتراضات شیخ عبدالحق دہلوی بر حضرت مجددؒ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اکثر مخالفین نے اپنے اعتراضات کے سلسلہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے رسالہ اعتراضات کی آڑ لے کر اپنے دلوں کے غبار نکالنے کی کوشش کی ہے یہ حقیقت ہے کہ شیخ محدثؒ کے یہ اشکال حضرت مجددؒ کے بعض کثوف سے تھے لیکن یہ اختلاف صرف کشفی اختلاف کی حد تک تھا مخالفت ہرگز مقصود نہیں تھی، چنانچہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ محدثؒ، حضرت مجددؒ کے بارے میں مطمئن ہو گئے اور اعتراضات واپس لے لیے۔

حضرت شیخ محدثؒ کے رجوع کی روایت کے اثبات میں دیگر دلائل کے علاوہ یہ ثبوت کافی ہے کہ دونوں حضرات کی اولادِ امجاد میں خاصا باہمی اتفاق تھا اور ایک دوسرے سے روحانی و علمی استفادہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجددؒ قدس سرہما نے حدیث کی سند حضرت شیخ محدثؒ سے لی تھی۔ شیخ محدثؒ کی اولاد مسلسل حضرات مجددیہ سے کسب فیض کرتی رہی چنانچہ مولانا نور الحق مشرقی بن شیخ محدثؒ، حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مرید تھے، حافظ محمد حسن نبیرہؒ شیخ محدثؒ، بھی خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ تھے نیز شیخ محمد احسان بن حافظ محمد حسنؒ، حضرت میرزا مظہر جانِ جانان کے خلفاء میں سے تھے۔

جو اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ شیخ محدثؒ کے رجوع کی روایات وضعی نہیں ہیں۔

تاہم بعض حضرات نے شیخ محدثؒ کے اعتراضات کے جواب میں مستقل رسائل لکھے، شیخ محمد بن خواجہ محمد اشرف بن خواجہ محمد معصومؒ، شیخ محمد فرخ ابن خواجہ محمد سعید بن حضرت مجددؒ نے کشف الغطاء عن اذہان الاغیاء مخدوم معین ٹھٹھوی نے بہجة الانظار فی براءات الابرار، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے رسالہ احقاق لکھا اور ان کے خطی نسخے دریافت ہو چکے ہیں۔

گول، شیخ بہلول برکی: فوائد الاسرار فی رفع الاستار عن عیون الاغیار، قلمی مخزن لیاقت میسوریل پبلک لائبریری، کراچی

احوال و آثار عبد اللہ خواجہ قسوری، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۱۳۵-۱۳۸

رسالہ دیگر در ردِ مخالفین حضرت مجدد الف ثانی

یہ رسالہ مندرجہ ذیل پانچ فصول پر مشتمل ہے:

اول۔ در بیان مجملی از احوال حضرت ایشان

دوم۔ در رفع اعتراضات از کلام ایشان بطریق اجمال

سوم۔ در اجوبہ بعضی اعتراضات حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ کہ رسالہ در انکار معارف ایشان نوشتہ اند۔

چہارم۔ در بیان حواشی کہ استاد فقیر حضرت شاہ عبدالعزیز در ایام خردی بر رسالہ حضرت شیخ مذکور تحریر

مودہ اند۔

پنجم۔ در دفع شبہاتی کہ برالئے عوام مذکور است۔

اس رسالہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

بعد حمد و صلوة فقیر عبد اللہ معروف بہ غلام علی عفی عنہ کہ کمترین منسوبان
خاندانِ عالی شان احمدیہ است میگوید کہ این رسالہ ایست مختصر در بیان
سخنانی کہ در بارۃ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سہرندی رحمۃ اللہ علیہ
شہرت یافتہ و مردم آن کلمات را سرمایۂ انکار ساختہ اند و آن کلمات محض
افتراست ہرگز با ثبات نمیرسد..... الخ

حضرت شاہ غلام علیؒ کے اس موضوع پر دیگر مختصر رسائل میں یہ سب سے مفصل ہے اور دیگر رسائل

کے بعض مقامات کی تشریح معلوم ہوتا ہے۔

یہ رسالہ، رسائل سب سے زیادہ میں شامل ہے۔

رسالہ مشغولیہ

ابتداء

بسم اللہ الرحمن الرحیم طریقہ مشغولیہ بذکر حق سبحانہ و تعالیٰ باتوجہ
للطائف سب سے تادراں حرکت ذکر پیدا شود..... اول لطیفۂ قلب..... دوم ذکر

نفی..... الخ

لظائف میں روح، مراقبہ و ردو غیرہ کا بیان ہے۔

اس رسالہ کے خطبہ یا خاتمہ میں آپ نے اپنا نام نہیں لکھا، لیکن چونکہ یہ رسالہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری خلیفہ حضرت شاہ احمد سعید و ہو خلیفہ حضرت شاہ غلام علی (مصنف) کی بیاض میں شامل ہے اور انہوں نے اس رسالہ کو حضرت شاہ غلام علی کی تصنیف اس کے خاتمہ پر لکھا ہے اس میں اسے شاہ صاحب سے منسوب کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے خواجہ دوست محمد اس کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

رسالہ مشغولیہ..... من تصنیف..... حضرت شاہ عبداللہ المشتہر فی الآفاق

غلام علی شاہ دہلوی رضی اللہ عنہ..... الخ

اس رسالہ کے پانچ صفحات ہیں جو حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کی بیاض میں شامل ہیں یہ رسالہ مولانا عبدالرشید سیالکوٹی صاحب مالک کتب خانہ رشیدیہ، راحت مارکیٹ، اردو بازار، لاہور کی نوازش سے ہمیں دستیاب ہوا اور ہم نے اس سے استفادہ کیا ہے اس بیاض میں تین چار اوراق پر یہ مہر ہے۔ ”بندہ عبدالصمد دوست محمد“۔

اس بیاض میں نقشبندی سلسلہ کے بعض دیگر رسائل بھی منقول ہیں جو طبع ہو چکے ہیں فقط رسالہ مشغولیہ

ابھی تک نہیں چھپا۔

کمالات مظہری

حضرت شاہ غلام علیؒ نے اپنی عمر کے اواخر حدود ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۱ء میں یہ رسالہ لکھا تھا، اس کے بارے

میں حضرت شاہ محمد مظہر بن شاہ احمد سعیدؒ فرماتے ہیں:

”حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ خود کہ بظن غالب در حدود سی و

ہفت تالیف فرمودہ اند و عمر مبارک حضرت والد (شاہ احمد سعیدؒ) فرزند

حضرت ابو سعید بعلم و عمل و حفظ قرآن مجید و احوال نسبت شریفہ قریب

است ہوالد ماجد خود“۔

محمد مظہر محمدی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۴۷

اس اہم رسالہ کا ایک قلمی نسخہ حضرت مخدومی مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی مدظلہ کے کتب خانہ خانقاہ شریفہ حضرت شاہ ابوالخیر دہلی (ہندوستان) میں ہے۔ حضرت شاہ غلام علیؒ نے اس رسالہ کا بھی کوئی نام تجویز نہیں فرمایا تھا حضرت زید مدظلہ نے مطالعہ کے بعد اس کا نام کمالات مظہری تجویز فرما کر اس کے سرورق پر اس نام لکھ دیا ہے، فرماتے ہیں:

یہ عاجز کہتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا یہ رسالہ اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس رسالہ کا کوئی نام نہیں تجویز فرمایا ہے اس عاجز نے اس کا مطالعہ کیا اور کمالات مظہری کا نام اس کے لیے مناسب معلوم ہوا چنانچہ اس کے سرورق پر یہ نام لکھ دیا جو عبارت شاہ محمد مظہر نے نقل کی ہے۔ وہ اس رسالہ کے صفحہ ایک سو تینتیس ۱۳۳ پر ہے، یہ رسالہ ۱۸۵۷ء کے فتنہ فرنگ سے پہلے کا لکھا ہوا ہے، اس وقت حضرات عالی قدر میں سے کسی نے حاشیہ پر لکھا ہے و نیز در جائے ارقام نمودہ اند فرزندان ایشان حضرت احمد سعید حافظ و عالم از پدر خود کم نیست اجازت تعلیم طریقہ از ایں فقیہ دارد انتہی منقول از عین مسودات حضرت شاہ صاحب قبلہ است^۱۔

مسلوک راقیہ نقشبندیہ

کتابخانہ شیخ الاسلام عارف حکمت، مدینہ منورہ میں اس نام کا ایک رسالہ بھی شاہ صاحب سے منسوب ہے^۲۔ لیکن اس کی تفصیل سر دست ہمیں معلوم نہیں ہو سکی۔

زید، ابوالحسن فاروقی، مولانا: مقامات خیر، دہلی ۱۳۹۲ھ ص ۸۳-۸۵

حضرت مولانا ابوالحسن زید مدظلہ بن حضرت شاہ ابوالخیر بن شاہ محمد عمر بن شاہ احمد سعید بن شاہ ابوسعید بن شاہ صفی القدر بن شاہ عزیز القدر بن شاہ محمد عیسیٰ بن خواجہ سیف الدین ابن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ اس وقت اپنے والد کی درگاہ شریف (چٹلی قبر) دہلی میں سجادہ نشین ہیں ولادت ۲۵ رمضان ۱۳۲۳ھ / ۱۳ نومبر ۱۹۰۶ء کو ہوئی، پندرہ کتابوں کے مؤلف ہیں اپنے والد بزرگ حضرت شاہ ابوالخیرؒ کی مفصل سوانح مقامات خیر کے نام سے ۱۳۹۲ھ میں تالیف کی ہے جو دہلی سے شائع ہو چکی ہے، راقم کی اسی سال (۱۳۹۶ھ) میں حضرت مولانا سے مراسلت شروع ہوئی ہے، بہت مشفقانہ مکاتیب تحریر فرمائے ہیں۔ (یہ مراسلت ار مغان امام ربانی جلد پنجم میں شامل ہے)

احمد منزوی: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی ۲ / ۱۲۰۰

مکاتیب شریفہ

یہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے ایک سو پچیس ۱۲۵ مکتوبات کا مجموعہ ہے، جو آپ کے خلیفہ جلیل حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ نے جمع کیا ہے، سال ترتیب ۱۲۳۱ھ ذیل کے قطعہ تاریخ سے برآمد ہوتا ہے۔

دادہ چو انتظامش رافت بگفت ہاتف

دریاب سالِ جمعش از ”مظہر عجائب“ (۱۲۳۱ھ)

یہ مکاتیب زیادہ تر شاہ صاحب نے اپنے خلفاء کے نام رقم فرمائے، چند مکتوبات حاکمان وقت کے نام بھی ہیں، مکتوب الہیم کے اسماء گرامی سے آپ کے حلقہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بنام حضرت شاہ ابو سعید مجددی ۱۹ مکتوبات، شاہ رؤف احمد ۲۳، شاہ احمد سعید ۵۳، خواجہ محمد حسن مودود چشتی ۲۱، مولانا خالد رومی ۳، قرالدین پشاوروی ۱، ملا فقیر محمد کولابی، شاہ گل محمد غزنوی، شہزادہ مرزا جہانگیر، صاحبزاد ہائے سیف الرحمن و عبدالرحمن، میاں محمد حسن (وکیل انگریز)، غلام محمد خان، منور خان حاکم سرونج صوبہ مالوہ، شاہ عبداللطیف، والدہ مولوی بشارت اللہ، مولوی ہادی احمد، قاضی شمشیر خان، میاں رسول بخش گنگوہی، شاہ پیر محمد کشمیری، محمد اکبر بادشاہ ہند، مولوی محمد اکرم خان حیدر آبادی، میر فرخ حسین، مولوی ولی اللہ سنبھلی، مولوی بشارت اللہ بہرائچی، منشی امین الدولہ احمد خان، سید احمد بغدادی، نواب شمشیر خان، سید امین الدین، مولوی عبدالرحمن شاہ جہانپوری، شیخ غلام مرتضیٰ، حاجی عبداللہ بخاری، مکتوب بنام علماء و رؤسا روم (در احوال مولانا خالد رومی کردی)

ان مکاتیب میں تصوف کے عمومی اور عام فہم مسائل سے لے کر اذق اسرار و رموز پر بھی بحث کی گئی ہے، نیز مخالفین حضرت مجدد الف ثانیؒ قدس سرہ کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں، اس مجموعہ میں آپ کے بعض رسائل بھی بطور مکتوب شامل کیے گئے ہیں۔

ان مکاتیب شریفہ کا خطی نسخہ بخط جامع شاہ رؤف احمد رباط مظہر مدینہ منورہ میں موجود ہے یہ مکاتیب^۱ مطبع عزیزی مدراس سے ۱۳۳۲ھ میں پہلی مرتبہ چھپے بعد میں متعدد خطی نسخوں سے مقابلہ کر کے حکیم عبد المجید سیفی مرحوم نے لاہور سے ۱۳۷۱ھ میں شائع کیے۔

حکیم سیفی مرحوم کے ایڈیشن کا عکس آقا حسین حلمی الشیق نے ترکی سے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔

مخدومی مولانا سید شرافت نوشاہی مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے مکتوبات کا ایک مجموعہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ نے بھی مرتب کیا تھا، اس مجموعہ میں بھی زیادہ تر وہی مکاتیب ہیں جو حضرت شاہ رؤف احمدؒ کے مرتبہ مجموعہ میں ہیں لیکن ترتیب مکاتیب میں ایک نظر دیکھنے سے فرق محسوس ہوا تھا، مجموعہ مرتبہ مولانا قصوریؒ کا خطی نسخہ کتب خانہ مولوی غلام حسین مرحوم^۲ سیٹھل، گجرات میں ہے، یہ مکاتیب شریفہ مرتبہ شاہ رؤف احمد رافت مجددی کا انتخاب ہے جو حضرت قصوری نے کیا تھا ”چراغ جاں“ (۱۲۰۴ + ۵۴ = ۱۲۵۸ھ) سے اس کا سال ترتیب برآمد ہوتا ہے، خطی نسخہ کتابخانہ درگاہ حضرت غلام نبی للہی، للہہ شریف، ضلع جہلم میں ہے، شاہ غلام علیؒ کا ایک مکتوب شریف بزبان اردو صاحبزادہ سید حسن فاضلی بٹالوی کے نام بھی ہے جو ارشاد المسترشدین میں موجود^۳ ہے۔

دُرِّ الْمَعَارِفِ

یہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جسے آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددیؒ نے صاحب ملفوظات کے جانشین و خلیفہ حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ کی فرمائش پر جمع کیا ہے، اس کا آغاز روز ۳ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۶ء سے ہوتا ہے اور روز یک شنبہ عید الفطر ۱۲۳۱ھ تک سخنان عالی مسلسل اور تاریخ وار تحریر کیے ہیں، آخر میں کچھ ملفوظات ایسے بھی ہیں جن کی تاریخ جامع نے اس وقت تحریر نہیں کی تھی اس

۱۔ کلمہ تشکر بر مکاتیب شریفہ، نوشتہ ناشر حکیم عبد المجید احمد سیفی۔ لاہور ۱۳۷۱ھ

۲۔ مولوی غلام حسین مرحوم بن مولوی محمد ابراہیم مرحوم خلیفہ مولوی غلام نبی للہی۔ واقع سیٹھل تحصیل پھالیہ ضلع

گجرات۔ (مقامات شرافت سخنان ۱۲ مئی ۱۹۷۳ء جامع محمد اقبال مجددی۔ قلمی)

۳۔ ظہور النہج: ارشاد المسترشدین، مطبوعہ ص ۱۳۷-۱۳۱

لیے ایسے فرمودات بے تاریخ آخر میں یک جا کر دیئے گئے ہیں، اس حصے میں جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء تک کے مندرجات ملتے ہیں۔

یہاں بعض سخنان عالی کی تلخیص اس لیے درج کی جا رہی ہے تاکہ قارئین پر آپ کے طریقہ ارشاد کی وضاحت ہو سکے:

۱۔ آپ فرماتے تھے کہ لفظ فقیر میں ف سے مراد فاقہ، ق سے مراد قناعت، ی سے یاد الہی اور ر سے ریاضت ہے، جو شخص یہ سب کچھ بجالائے اُسے ف سے فضل خدا، ق سے قربِ مولا، ی سے یاری اور ر سے رحمت حق مل جاتی ہے، نہیں توف سے فضیحت (رسوائی) ق سے قبر، ی سے یاس (ناامیدی) اور ر سے رسوائی حاصل ہوتی ہے۔^۱

۲۔ بیعت کی تین اقسام ہیں۔ ایک پیرانِ عظام سے وسیلہ ڈھونڈنے کے لیے، دوسرے گناہوں سے توبہ کے لیے بیعت کرنا، تیسرے باطنی ترقی کے لیے بیعت کرنا۔

۳۔ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص ہم سے منسلک ہو اس کے لیے مناسب ہے کہ ہمارے جیسا لباس پہنے اور ہمارا رویہ اختیار کرے۔

۴۔ آپ فرماتے تھے کہ میں اپنے آپ کو بانسری کی طرح خیال کرتا ہوں جو کچھ مجھ سے ظاہر ہوتا ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ان ملفوظات گرامی کا ایک ایک لفظ نہایت مؤثر اور دلوں کی گہرائیوں تک اتر جانے والا ہے، بے شک و شبہ مبتدی و منتہی کو اس مجموعہ ملفوظات کے مطالعہ سے جو روحانی سرور حاصل ہوتا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ اگر ہم پتھر پر توجہ کریں تو اس میں سے بھی انوارِ الہی کا ظہور ہو سکتا ہے، واقعی اگر پتھر سے پتھر دل قاری بھی آپ کے ان ملفوظات کا مطالعہ کرے تو ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ کے ملفوظات کا یہ مجموعہ خاصاً مقبول رہا ہے اور آج تک اہل دل حضرات کے لیے، حرز جان ہے۔ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ نے ملفوظات شریفہ میں آپ کے ملفوظات کے جن دفاتر کا ذکر کیا ہے اس سے بھی مجموعہ ملفوظات در المعارف مراد ہے۔

معاصرین و متاخرین نے آپ کے حالات و سخنان کا انحصار زیادہ تر اسی مجموعہ پر کیا ہے۔ خود جامع ہڈانے جب آپ کے حالات مبارکہ پر مستقل کتاب جواہر علویہ لکھی تو آپ کے ملفوظات تمام تر اسی سے تلخیص کر کے شامل کتاب کیے۔ مفتی غلام سرور مرحوم نے اپنی تالیفات میں اس کا نام دارالمعارف لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔

اس کی حسب ذیل اشاعتیں ہمارے علم میں ہیں:

۱۔ بریلی، ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء

۲۔ دہلی، ۱۹۲۷ء

۳۔ ملتان، ۱۹۶۵ء

۴۔ ترکی ۱۹۷۴ء جو محبوب المطابع دہلی کا عکس ہے آقای حسین علمی اشیق۔ استنبول

اس کے بعد شاہ رؤف احمد رافت نے شاہ غلام علیؒ کے سات روز کے ملفوظات کا ایک اور مجموعہ بھی مرتب کیا تھا، جس میں ۲۵ ربیع الآخر ۱۲۳۶ھ سے دو شنبہ ۲ جمادی الاول ۱۲۳۶ھ تک کے معارف درج کیے تھے۔ دیباچہ میں اسے ”تقریرات ہفت روزہ“ لکھا گیا ہے یہ فارسی نثر کا مختصر رسالہ ہے جس کا خطی نسخہ اس وقت ڈاکٹر سید عارف نوشاہی صاحب اسلام آباد کے پاس ہے جو ایک مجموعہ رسائل (شمارہ ۸) میں شامل ہے موصوف نے اس کا عکس اپنے مجموعہ مقالات ”نقدِ عمر“ کے آخر میں لگا دیا ہے۔ ملفوظات کے اس مجموعہ کی دریافت انہی کا کارنامہ ہے۔

رافت: جواہر علویہ ص ۱۳۸-۱۵۶

غلام سرور، مفتی، لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، جلد اول ص ۷۰۳ ایضاً: حدیقتہ الاولیاء ۱۳۴

ملفوظات شریفہ

یہ بھی شاہ غلام علی دہلوی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کے جامع خواجہ غلام محی الدین قصوری ہیں، ان کے احوال و آثار کی تفصیل کے بعد اس مجموعہ کا تعارف کروایا جائے گا۔

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ

حضرت مولانا خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ بن شیخ مصطفیٰ بن شیخ مرتضیٰ حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی اولاد میں سے تھے، حدود ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۷ء میں ولادت ہوئی، مولوی امام الدین نے لکھا ہے:

”از اشراف خاندان صدیقیہ ایشان بودند ولادت باسعادت ایشان در ۱۲۰۲ھ بود

تخمیناً و نسب ایشان بحضرت امیر المؤمنین ابی بکر صدیقؓ می رسد۔“

آپ کے اجداد میں سے حاجی حافظ قاری عبد الملک، قصور کے علماء کی درخواست پر سندھ سے آکر قصور میں سکونت پذیر ہوئے تھے اور علم قرأت میں سرآمد روزگار تھے، حاجی عبد الملک نے سندھ سے آکر قصور میں شادی کی تھی، حاجی صاحب کے خسر اصلاً قصوری تھے، جن کا مدفن گنبد اخوند سعید، قصور میں ہے (اولیائے قصور ص ۹۷)

آپ کے والد حضرت غلام مرتضیٰ قصوریؒ بھی ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے زمانہ تھے، انہوں نے پنجاب میں سکھ گردی سے تنگ آکر بطرف پشاور ہجرت فرمائی، احمد شاہ ڈرانی کے ہم عصر تھے احمد شاہ ڈرانی جب پنجاب میں آیا تو اس نے یہاں کے جن علماء سے مذہبی مسائل میں مشاورت کی ان میں حضرت ”حافظ غلام مرتضیٰ کا نام بھی آتا ہے“ ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۸ء میں انتقال کیا، حافظ غلام مرتضیٰ قاری عبد الملک کے پوتے تھے اور حاجی فتح علی متقی سیالکوٹی کے خلیفہ کے مرید اور چاروں سلاسل میں اجازت یافتہ تھے۔

امام الدین کھوٹکی: مقامات طیبین، قلمی مخزنہ خانقاہ حضرت مولوی غلام نبی للہی، اللہ شریف، ضلع جہلم ص ۹

غلام سرور، مفتی، لاہوری: حدیقتہ الاولیاء مرتبہ و محشی محمد اقبال مجددی لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۳۹

رسالہ مسائل فقہ، قلمی مملوکہ جی معین الدین صاحب لاہور۔

آپ کے والد حضرت غلام مصطفیٰ بھی علوم ظاہری و باطنی و حسن صورت و سیرت و بذل و ایثار میں طاق فرد تھے۔ آپ کی عمر ایک سال تھی کہ آپ کے والد غلام مصطفیٰ نے انتقال کیا^۱۔ (یعنی ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۸ء) آپ کے چچا مولانا محمد قصوری نے آپ کی پرورش و تعلیم و تربیت کی، مروجہ کتب معقول و منقول پڑھائیں^۲ اور اپنے چچا ہی سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات بھی سبقا پڑھے تھے^۳۔ اور سلسلہ قادریہ کے اشغال سیکھے اور اسی سلسلہ میں ان سے بیعت ہوئے انہوں نے آپ کو خلافت و اجازت دے کر اپنا قائم مقام نامزد کیا اور ان کی زندگی ہی میں آپ کو اتنی مقبولیت ہوئی کہ بہت سے اضلاع کے طالبان حق آپ سے بیعت ہوئے، مولوی امام الدین لکھتے ہیں:

”ایشان را بخلافت خاصہ خود سر فراز ساختہ قائم مقام خویش نصب ساختند و بروی حضرت عم جی صاحب ایشان قبولیت تمام رونمود، بسیار کس در آن اضلاع بردست ایشان بیعت نمودہ“^۴۔

لیکن اس فضل و کمال کے باوجود آپ کا طبعی رجحان حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت میں حاضر ہونے اور نسبت مجددیہ حاصل کرنے کی طرف تھا۔

حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں

حضرت مولانا قصوری کے اعزہ بانس بریلی میں رہتے تھے، آپ ان سے ملنے کے لیے گئے تو واپسی پر حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے بڑی مہربانی و شفقت فرمائی اور کنایہ آپ کو نسبت مجددیہ حاصل کرنے کی ترغیب دلائی۔ چونکہ اس وقت آپ کے مرشد اور چچا بقید حیات تھے

^۱ غلام سرور، مفتی: حدیقتہ الاولیاء ص ۱۳۰

^۲ محمد حسن کیرتپوری، حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مراد آباد، ۱۳۲۲ھ ص ۳۸۱

^۳ ایضاً

^۴ یادداشت مولانا قصوری، قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی۔

^۵ امام الدین: مقامات طیبین، قلمی ص ۹

اس لیے آپ اس وقت ادب کی وجہ سے تصور چلے گئے لیکن پھر چچا کی وفات کے بعد حدود ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں آپ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے۔

اور اس دوران آپ مسلسل گیارہ ماہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے، مولوی امام الدین کا بیان ہے:

”چوں بار اول در خدمت شاہ صاحب قبلہ یازدہ ماہ در خدمت بابرکت ماندند“

مرشد و مرید

حضرت شاہ صاحب نے مولانا قصوری پر خاص توجہ مبذول فرمائی تھی دونوں بزرگوں کے مخلصانہ روابط کا اندازہ کرنے کے لیے خود ان کی تحریرات کے اقتباسات دیئے جا رہے ہیں۔

جب مولانا قصوری بیعت کے لیے حاضر خدمت ہوئے تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ آج امر عظیم کا ظہور ہونے والا ہے کہ ایک فاضل ہم سے اخذ طریقہ کرے گا:

”روزی احقر بارادہ بیعت بحضرت ایشان در طریقہ قادریہ عالی شان حاضر محفل منیف گردید رو بحضار آورده فرمودند کہ امروز امری عظیم ظہور میکند کہ فاضلی از ما اخذ طریقہ می نماید“

محمد حسن: حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ۔ ص ۲۸۱

جیسا کہ ملفوظات شریفہ کے تجزیہ میں بیان کیا جائے گا آپ دہلی میں مختلف سنین میں مقیم تھے، اول براہِ واحدی بانس بریلی، دوم بعد وفات عم بزرگوار خود بغرض حصول فیض و بیعت اور ملفوظات شریفہ کے اندرونی شواہد سے آپ کے قیام دہلی اور اخذ نسبت کا سنہ ۱۲۳۳ھ متعین ہوتا ہے۔ آپ نے ۱۲۳۷ھ میں دہلی میں پھر ورود فرمایا ہے (ملاحظہ ہو تجزیہ ملفوظات شریفہ)

امام الدین: مقامات طیبین ص ۱۰

یہ عنوان مکاتبات عبدالرحمن اسفرائینی با شیخ علاء الدولہ سمنانی کے مجموعہ مرشد و مرید مطبوعہ، تہران ۱۹۷۲ء سے مستعار لیا ہے۔

ملفوظات شریفہ

پھر شاہ صاحب نے آپ کے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر ہوا میں معلق کیے اور فرمایا کہ جو فیض حضرت غوث الاعظم آباد طریقہ ملا ہے وہ تمہیں بھی نصیب ہو گا۔

مولانا قصوری کے اسی قیام دہلی (۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء) کے دوران محفل مبارک میں ان کے مخلص دوست خواجہ نجیب الدین خان قصوری ابھی آئے تو فی الفور حضرت شاہ صاحب ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور کامل بشارت سے فرمایا کہ غلام محی الدین کو کہاں کا پیر بنائیں؟ خواجہ نجیب الدین نے عرض کیا: ”پیر قصور“ یہ سن کر حضرت شاہ صاحب کو جلال آگیا فرمایا کہ تم بہت کم ہمت ہو ہم تو انہیں سارے پنجاب کا پیر بنانا چاہتے ہیں۔^۱

۲۷ شعبان روز چہار شنبہ وقت چاشت حضرت شاہ صاحب نے انہیں اجازت القاء و حلقہ سے نوازا اور حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی اور مولوی محمد عظیم کو بطور گواہ طلب فرمایا کہ دیکھ لو کہ یہ لائق اجازت ہیں؟ شاہ رؤف احمد نے فرمایا کہ بے شک قابل اجازت ہیں، مولوی محمد عظیم نے کہا کہ آپ کا فرمادینا کافی ہے، گواہی کی کیا حاجت؟ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے مولانا قصوری کو قریب بلایا اور چھ طریقوں قادر یہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، مجددیہ، کبرویہ کے القاء کی اجازت دی اور کلاہ شریف جو کہ آپ کے پیران کرام کی طرف سے تھا خود اپنے دست مبارک سے مولانا کے سر پر رکھا پھر دیر تک اپنا ہاتھ آپ کے سر پر بطور شفقت رکھ کر فرمایا کہ ہر چھ طریقوں کا فیض ہم جدا جدا تمہارے سینے میں القاء کریں گے، اس پر مولانا قصوری نے اپنا سر حضرت شاہ صاحب کے قدموں پر رکھ دیا اور دیر تک اسی حالت میں رہے۔

پھر ۲۷ رمضان کو خرقہ خلافت بخشا اور یہ مبارک خرقہ خود اپنے ہاتھوں سے پہنایا شاہ رؤف احمد اور مولوی محمد عظیم صاحبان نے خرقہ پہنانے میں مدد کی۔^۲

۱ خواجہ نجیب الدین خان قصوری کے علاوہ ملفوظات شریف کی مجالس میں پیر ابراہیم چشتی قصوری بھی حاضر بتائے گئے ہیں جس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت مولانا غلام محی الدین نے دہلی کا یہ سفر ان دونوں قصوری دوستوں کی ہمراہی میں کیا تھا۔

نماز عید الاضحیٰ کے لیے حضرت شاہ صاحب مسجد میں گئے تو وہاں مولانا قصوریؒ بھی حاضر تھے، نماز سے فراغت کے بعد انہوہ کثیر آپ کی قدم بوسی کے لیے اُمڈ پڑا، عین اتر دھام میں فرمایا کہ مولوی قصوری کہاں ہیں، مولانا حاضر خدمت ہو کر دولت قدم بوسی سے مشرف ہوئے اور اپنے سینہ مبارک سے چمٹا کر توجہ قوی سے القا فرمایا۔

”بدلِ مبارک چسپا نیدند و بہ توجہ، قویہ القای حرارت در دل غلام نمودند“

اس وقت دہلی کا مفتی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تو شاہ صاحب نے پھر مولانا کو طلب فرمایا تو مفتی صاحب سے کہا کہ تین چار ماہ ہوئے ہیں کہ یہ مولوی قصور سے آیا ہے اور فقط تین ماہ مجھ سے کسب نسبت کی ہے اور اتنی قلیل مدت میں اس درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ تم چھ ۶ سال میں بھی وہ مقام حاصل نہیں کر سکے، ایک مرتبہ حضرت قصوری سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولانا صاحب مولویت چھوڑیں اور آہ پیدا کریں: روزی خطاب با حقہ نمودہ فرمودند کہ مولوی صاحب مولویت را بگذارید و آہ بیا موزید از برکت فرمودہ حضرت ایشان روزِ دوم نور ماہ آہ در دل سیاہ تافت۔

پھر حضرت میرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے فرمایا:

”بعد ازان سپرد حضرت میرزا صاحب و قبلہ نمودند و فرمودند کہ این شخص در خانہ شما آمدہ است ہرچہ تمامتر عنایت در حق او فرمایند بعد ازان بدست مبارک خود برخاستند و اندرون تشریف بردند“۔

حضرت شاہ صاحب اور مولانا قصوریؒ کے روابط روحانی کا اندازہ مولانا قصوری کے ان دو مکاتیب سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں ارسال کیے تھے یہ دونوں خطوط اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔

مکتوب اول

بجناب تربیت مآب قبلۃ المریدین و کعبۃ المسترشدین غوث المساکین و قطب السماوات والارضین حضرت شیخی و امامی و مرشد الانامی دامۃ الحیات

ایضاً

ایضاً ۱۳۰ (فارسی)

ایضاً ۱۳۲ (فارسی)

والا فاضات مرید طالب مزید مُدبر روسیاء و مقصر سراسر گناہ دامن گرفته
بالیقین بندہ غلام محی الدین عفی عنہ عنوان سرنامہ عریضہ رابحلیہ لباس
استدعاء عفو تقصیرات مطرز ساخته میر ساند چون اخذ فیض از باطن شیخ کامل
منوط بارادت تائمہ است الحمد للہ کہ باوصف امتداد مفارقت صوری فتوری در
منقاریت معنوی راہ نیافتہ مع ہذا بطرف اینتقرب باطن قانع نشدہ دائماً طامع
حضور ظاہر ہستم کہ مبأدا باین اعتداز اویس دار ازواج صحابیت بحضیض
تابعیت فرو افتد امید واری از فضل حضرت باری آن ست کہ قبل از ملول منیہ
بحصول این امنیہ مشرف خواہد ساخت

با کریمان کارہا دشوار نیست

و چون بحقیقت کار نگریدہ شود معلوم میگردد کہ کارہا ہم موقوف بر اعتقاد ست
ماکہ باشم اے تو مارا جانِ جانان ناکہ ما باشم با تو در میان
ہر طور غور این اہل جور بعد الکور لازم ہمت سامی گرامی است
سہر دم بہ تو مایۂ خویش را تو دان حساب کم و بیش را
الہی ظل سعید بر مفارق ہر قریب و بعید مدید باد۔

مکتوب دوم

بموقف عرض فیض معرض ارشاد پناہی قبلہ گاہی مربی کامل معلّم مکمل پیشوا
راغبان عقبی و راہ نما طالبان مولا امام محراب اصابۃ و اصطفا ہمام قباب انابۃ و
احبا کعبۂ محرمان ارادۃ قبلۂ محرمان سعادت ذوالکرامات السنیۃ و المقامات
العلویۃ قطب المدار غوث الابرار مرشدنا و مولینا و ہادینا و اولینا سلمہ اللہ
تعالی و ابقاہ مادامت الثریاء و الثوی غلام مستہام مفروق مکسور صحیح المثال
معقل الاحوال لفیف الغیوم مہموز الہوم ناقص الفرح مضاعف الترح مقرون
الانین مسکین غلام محی الدین بعد از تقدیم مراسم سجود و رکوع بصد
خشوع و خضوع میرساند بہ شرف اصفا مُلقی باد مجاری امور بتوجہ آن مرشد
جمہور بخیر و شر در و اشتعال ”تنور اشتیاق حضور اُنّا فانّا در فور و فور فرمان

معطر العنوان محتوی بر اجازت ہر چہار طریقہ غریقہ در بحر انوار و تاکید تعمیر اوقات با ذکر و مراقبات و تدریس علوم ظاہریہ در اغلب انات و این کہ نادانچہ کہ در بودن شہادران ملک باعثہ ہدایت خلق اللہ باشد در آمدن از انجا تعجیل نہائند و مفصلاً بعرض رسانیدن ہمی سوانحہ واردہ از حال مفارقت تا زمان مکاتبت عز ظهور و شرف صدور آوردہ این غرقاب گرداب کربت و غربت را بساحل یسوت و نفرت رسانید:

دراں دیدن چنان بے خویش دیدم کہ بردل خواستم بردیدہ سودم
زہی سعادت غلامی کہ خواجہ اش بنامہ و پیامی بیاد آرد و زہی بخت مسترشدی کہ
مروشدش بتذکار کامش بر آرد:

من آن خاکم کہ ابرنوبہاری کند از فضل بر من قطرہ باری
ولی چون شہ مرا برداشت از خاک سزد گر بگذرانم سر ز افلاک
قبلہ من طبق ارشاد فیض بنیاد بسا طالبان راد اخل طریقہ عالیہ قادریہ نمودہ
شد و در اوقات معینہ حلقہ ساختہ فرمودہ توجہ بطریق کہ ارشاد فرمودہ اند
بایشان نمودہ می شود و اردات عجیبہ و حالات غریبہ ظهور میکنند و درین ضمن
نسبت فدوی تیز رو بہ ازدیاد است رجا صادق کہ اگر یک چند درین جا اقامت
پذیر شدم بہ عنایت آن وہب الولاية جم غفیر و جمع کثیر از تیمیۃ الظلمانی بدعت
و ضلالت بمنزل نورانی سفت و ہدایت فائز خواهد شد و در تدریس علم تفسیر و
حدیث و فقہ و تصوف ہم جید بلیغ مبذول می گرد. تشریح سوانح واردہ آنکہ از
وقتی کہ بندہ در گاہ داخل این مکان شدہ اکثر مردم چہ آشنا و چہ غیر و چہ علماء
و چہ غیر فراوان اخلاص این طالب مناص بہم رسانیدہ اند و بحسب ظن و
خویش مستفید میگردند سیماً استقامت نشان سعادت عنوان طالب رضاء رحمن
محمد سکندر خان کہ در عین علائق از مجردان طریقت و در عین مجاز از طالبان
حقیقت است و در نظر ہست او عدم و وجود مساوی الحال و در ایثار نفس و مال
ہم مثال درس مثنوی حضرت مولوی معنوی از بندہ میکنند و از حقائق دقائق آن

استفسار مینماید مستشفی میگردد روزی مشاء الیہ بتاریخ ہشت سوم ماہ
جمادی الاول ذکر احقر بمجمع رئیس المکان رسانیدہ مشتاق ملاقات گردانیدہ
رئیس الوقت چون اغماض رعونت حطام دنیا و یہ در سردارد و در صدد آن است
کہ فدوی خود (در) دربار او رفتہ تحصیل ملازمت نماید دو سہ کرت نقیب خود
معہ مرکوب برائے طلب بندہ فرستادہ غلام از انجا کہ تربیت یافتہ الطاف آن
عارف الہی و عکس پذیر مرآت اخلاق آن عارف الہی و عکس پذیر مرآت
اخلاق آن صیقل پناہی است از اجابت دعوات ادانی مطلق و از حضور در مجلس
اہل غنا و غرور مستنکف تمام و نسی خواهد کہ در شہادت و غیبت مرتکب امری
شود کہ منجر بہ مخالفت آن مقدار گردد بحکم الانسان حریص مباحث رغبت
رئیس بملاقات این تارک الجلیس ساعت بہ ساعت مترقی و متزائد، امید کہ او
خود بجهت ملاقی بمکان نیاز مند خو بند آمد ہرچہ ثمرہ بر آن مرتب خواهد شد
عرض حضور پُر نور داشتہ آید فتوحات و نذور شاء مان ارسال حضور بہم رسیدہ
ان شاء اللہ متعاقب صحائب کدام راجل یا را کب سفتحہ نمودہ مرسل نمودہ
مرسل شدہ فیض عدہ ساختہ آید پیشتر توجہ آن مقناطیس القلوب مطلوب الہی
ظل الفیاض قریب و بعید بسیط و مدید باد بالنبی و آلہ الامجاد در خدمت تمام
برادران نسبی و دینی تحیات معروض و از جمیع اخوان الطریق حدیث و عتیق بند
گیات غلامانہ مستجاب باد زیادہ آداب

حضرت شاہ غلام علیؒ نے مولانا قصوریؒ کے بارے میں فرمایا تھا کہ حضرت غوث الاعظمؒ نے حضرت امیر

معاویہؒ کو خلیفہ پنجم لکھا ہے ہم مولانا قصوریؒ کو اپنا خلیفہ پنجم قرار دیتے ہیں:

”حضرت ایشان (شاہ غلام علی) میفرمودند کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ را خلیفہ پنجم نوشتہ اند ما غلام محی الدین را خلیفہ پنجم خود گردانیدیم۔“

ارشاد نامہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

برائے حضرات مولانا غلام محی الدین قصوریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوة قیر عبد اللہ معروف غلام علی عفی اللہ عنہ گذارش می نماید کہ جامع کمالات و فضائل ظاہر و باطن حضرت مولوی غلام محی الدین صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ طریقہ ازین فقیر گرفته بذکر و مراقبات و اشغال این طریقہ شریفہ موافقت نمودند الحمد للہ کہ بہ عنایت الہی بیمن متوسل پیران کرام رحمہم اللہ تعالیٰ در لطیفہ قلب و دیگر لطائف عالم امر ایشان توجہ و حضور و جمعیت و جذبات و واردات و انوار حاصل شد و استغراق و بے خودی کہ مقدمہ (۶۷ ب) فنا است و فنا را بقاء لازم دست داد باز توجہات لطیفہ نفس ایشان کردہ شد دران جا نیز استہلاک و اضمحلال در نیست پیدا کردند امید کہ فنا ان و زوال عین و اثر مرحمت کرد باز بہ عنایت الہی سبحانہ بواسطہ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم از نسبتہائے خاصہ حضرت مجدد شدند سبحان اللہ یعطی لمن یشاء و هو الوہاب ایشان دست من است و مقبول ایشان مقبول من جعلہ اللہ سبحانہ للمتقین اماماً و اخلصہ لنفسہ سبحانہ و لحبیبہ محمد ﷺ تعلیم و تلقین طریقہ فرمایند و بہ توجہ و ہمت القای انوار نسبت در قلوب طالبان نمایند پس وصیت می کنم ایشان را بدوام ذکر و خلوت و انزوا و یاس از خلقت و امید از خدا و صبر و قناعت و تسلیم و رضا و در مشکلات بواسطہ پیران کبار التجا بہ جناب کبریاء و پر داخت نسبت باطن و عدم چون و چرا در فضا و دیدن واقعات (۶۸-۱) ناشی از فضل الہی سبحانہ یا از تقدیر خدا عم نوالہ قل ان صلوتی و نسکی و محیای و مہیات للہ رب العلمین و بذالک امرت و انا اول المسلمین و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ اسئل اللہ سبحانہ الاستقامۃ علی ہذہ الطریقۃ الشریفہ لی ولہ حق سبحانہ و تعالیٰ بر این نوشتہ استقامت و استقامت ایشان را و این فقیر را کرامت فرماید، آمین

مقصود ازین التزام اذکار و اشغال طریقہ برائے خدا بودن است اللہم اجعل
حیاتی و حیاتہ کلہما لک و لا تکلمنا الی انفسنا طرفۃ عین و اجعل حبک احب الینا
من الماء الباء و الی العطشان، آمین بروحمتک یا رحیم یا رحمن یا ارحم الراحمین
عم نوالک۔

تمام شد، من المرقوم غلام حسن سکوسہ

یہ اجازت نامہ بیاض مولانا غلام حسن مرید مولانا غلام نبی للہی ذخیرہ شیرانی دانش گاہ پنجاب لاہور، نمبر
۷۵۲ / ۳۷۸۵ سے منقول ہے۔

اس اجازت نامہ پر ثبت مہر حضرت شاہ غلام علیؒ میں ۱۱۵۱ھ ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ
حضرت غلام محی الدین قصوریؒ ۱۱۵۱ھ میں حصول نسبت کے لیے دہلی حاضر ہوئے تھے بلکہ یہ تو مہر کے بننے کا سنہ
ہے، اس مہر میں نقل شدہ سنہ ۱۱۵۱ھ بالکل غلط ہے کیوں کہ حضرت شاہ غلام علیؒ کی ولادت ۱۱۵۶ھ کی ہے۔
حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے تلمذ

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ متعدد مرتبہ دہلی گئے تھے، ہمارا قیاس ہے کہ حضرت شاہ غلام علیؒ
کے دامن ارادت سے وابستہ ہونے کے دوران ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء ہی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ابن
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر صحاح ستہ کی سند لی، ان اسناد میں سے

۱۔ سند مشکوٰۃ شریف، نقل

۲۔ سند مسلم شریف، نقل

۳۔ سند بخاری شریف، یہ سند شریف خود حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے،
جس پر حضرت شاہ عبدالعزیز کی مہر بھی ثبت ہے جس کا جمع اس طرح ہے:

حوالہ عزیز ولی الرحیم ۱۱۸۹ھ

یہ مہر پرانی ہے، اس زمانہ میں ہر سال مہریں نہیں بنتی تھیں، یہاں اس مبارک سند کا عکس (بطور دستاویز)
دیا جا رہا ہے۔

۴۔ چوتھی سند حصن حصین کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

يقول الفقير المسكين غلام محي الدين الحنفى القریشی الصديق ساكن القصور
 رزق الله تعالى دوام الحضور اجازنى مشافهتاً بقراءة الحصن الحصين من كلام سيد
 المرسلين شيخنا و مولانا حضرت شاه عبدالعزیز المحدث الا و حيدى الدهلوى
 الاحمدى قال اجاز نابہ شيخنا و والدنا الشيخ ولى الله قال اجاز نابہ و بسائر
 تصانيف الشيخ ابو طاهر عن ربيه عن القشاشى عن الشمس الرملى عن الزين
 زكريا عن الحافظ تقى الدين محمد بن فهد الهاشعى المكى عن مولفه ابى الخير
 محمد بن محمد بن الجزرى الشافعى رحمة الله تعالى عليهم اجمعين و علينا
 معهم يا رب العالمين. آمين آمين آمين

یہ چاروں اسناد مشکوٰۃ شریف کے ایک خاص خطی نسخہ کے شروع میں مجلد ہیں، یہ نسخہ حضرت قصوری
 کے مطالعہ میں رہتا تھا۔ نیز بخاری شریف کی سند مولانا غلام دستگیر قصوری نے بھی نقل کی ہے۔ اس سند کے الفاظ
 بالکل اسی عکسی سند بخاری کے ہیں اور مہر کا جمع بھی بالکل یہی ہے۔ (ملاحظہ ہو البحوث فرید کوٹ مولفہ مولانا غلام
 دستگیر قصوری، مطبوعہ ص ۳۸) ان اسناد کے ساتھ حضرت شاہ عبدالعزیز نے آپ کو ایک کلاہ اجازت بھی عنایت
 کی تھی جس کے بارے میں مولانا غلام دستگیر نے لکھا ہے اس وقت میرے پاس ہے۔ (ایضاً ص ۳۸)

قیام دہلی

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے تین مرتبہ دہلی حاضر ہونے کے اسناد و سنین معلوم ہیں۔
 اول۔ قبل از وفات عم بزرگ و مرشد اول حضرت شیخ محمد قصوری، اس وقت آپ اپنے اعزہ سے ملنے
 بانس بریلی گئے تو حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے لیکن بیعت نہیں کی، یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ /
 ۱۸۱۸ء سے پہلے کا ہے۔

یہ متبرک خطی نسخہ اس وقت حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب، قصور کے پاس تھا، جنہیں ان کی وفات (۱۰ اپریل
 ۱۹۸۹ء) کے بعد افغانان تاجر مخطوطات کو فروخت کر دیا، اب معلوم نہیں کہ کہاں ہے۔

دوسری مرتبہ جب کہ آپ کے عم بزرگ نے وصال فرمایا تو اس کے بعد حاضر خدمت ہو کر حضرت شاہ غلام علی اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے ظاہری و باطنی استفادہ کیا، جیسا کہ ملفوظات شریفہ کے تجزیہ میں بحث کی جائے گی کہ مولانا کا درود دہلی و بیعت حضرت شاہ غلام علیؒ ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء کا واقعہ ہے۔

مولوی امام الدین نے اسی حاضری دوم کو سہواً حاضری اول لکھ دیا ہے اور اس کی مدت قیام گیارہ ماہ بتائی ہے۔ حالانکہ ملفوظات شریفہ سے آپ کے خانقاہ شاہ غلام علیؒ میں تین چار ماہ قیام کی مدت مذکور ہے۔

پھر تیسری مرتبہ آپ ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۱ء میں آپ نے دہلی میں قیام کا ذکر اپنی ایک یادداشت میں کیا ہے، جو کہ تحفۃ اثنائے عشریہ کے آخر میں تحریر ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

الحمد لله والمنة کہ بتاریخ دہم ماہ جمادی الاول در سنہ دو از دہ صد و سی و ہفتم از ہجرت مقدسہ محمدیہ علیہ و آلہ و اصحابہ الصلوٰۃ السرمدیہ در دار الارشاد شاہ جہاں آباد مقابلہ و تصحیح این کتاب فصیح (تحفہ اثناء عشریہ) باختتام رسید و در بعض مواضع عبارات عربیہ شکی باقی مانده ان شاء اللہ تعالیٰ بشرط بہم رسیدن کدام نسخہ صحیحہ از الہ آن نمودہ آید و منم بندہ مسکین طالب دوام حضور فقیر غلام محی الدین متوطن بلدہ قصور رزقنی اللہ تعالیٰ کمال مرتبہ الاحسان بحر مہ سیند البشر والجان علیہ الاف التحیۃ والسلام من الملک العلام۔

مخطوطہ کے آخر میں یہ قطعہ تاریخ اتمام خود حضرت مولانا قصوری کی تصنیف ہے:

تاریخ اتمام تصنیف این کتاب شریف

تحفہ رایکفہ مدان کہ درو	سوی ہر معرفت صراغ آمد
سوی لفظ و معانیش ہنگر	ہست دریا کہ ایاغ آمد
بس کہ نور ہدایت است درو	سال تاریخ او ز چراغ آمد

اس قطعہ سے ۱۲۰۴ھ (چراغ) برآمد ہوتا ہے جو تحفہ اثناء عشریہ کا سال تکمیل ہے، تحفہ اثناء عشریہ کا سال تالیف ۱۲۰۰ھ کتاب کے خاتمہ میں مندرج ہے، یقیناً حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اس کی تکمیل میں مصروف رہے ہوں گے اور ۱۲۰۳ھ میں اسے مکمل کیا، چونکہ یہ ”قطعہ اتمام تصنیف“ مصنف کے ایک تلمیذ کی تصنیف ہے اس لیے اسے لائق اعتنا سمجھنا چاہیے۔

تحفہ اثناء عشریہ کا یہ خطی نسخہ سید نجیب علی نے کتابت کیا اور اس کے ۶۳۶ صفحات ہیں سطور فی صفحہ ۲۵ ہیں، یہ نسخہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد (ذخیرہ مولانا قسوری) میں محفوظ ہے۔

سلسلہ ارشاد

مولانا قسوریؒ حضرت شاہ غلام علیؒ کی وفات (۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) کے بعد تیس سال تک مسند ارشاد پر متمکن رہے، طالبان حق کو توجہ دینا، درس و تدریس اور اولاد کی تعلیم و تربیت میں عمر عزیز صرف کی چنانچہ آپ کے خلفاء میں سے جن حضرات کی خانقاہیں اب تک معروف ہیں ان میں سے

۱۔ مولانا غلام نبی بند شریف، ضلع جہلم، پنجاب

۲۔ ڈیرہ اسماعیل خان

۳۔ بھیرہ

۴۔ نمک میانی

اور مولوی امام الدین کی روایت کے مطابق نہ صرف ہندوستان بلکہ بلجئیک آپ کے خلفاء صاحب ارشاد تھے۔

اپنے مخلصوں کی پاس خاطر کے لیے سال میں ایک دو مرتبہ سفر ضرور فرماتے تھے چنانچہ پاک پٹن، لاہور، بھیرہ، نمک میانی، شاہ پور، چوہڑکانہ، ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان وغیرہ عموماً جایا کرتے تھے، رمضان

شریف کا پورا مہینہ موضع مٹھ ٹوانہ میں گزارتے تھے، لاہور میں آپ کا قیام مزنگ میں ہوتا تھا۔

ایسی گفتگو جسے شطیحات صوفیہ کہا جاتا ہے، سے مکمل اجتناب کرتے تھے۔ شرع شریف سے سیر مویجاز نہیں کرتے تھے۔

وفات

روز پنجشنبہ ۲۱ ذی قعدہ بوقت عین زوال بحالت مراقبہ ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء میں مولانا قصوریؒ نے وصال فرمایا، عمر تقریباً نہتر (۶۹) برس تھی، بہت سے اصحاب کبار نے قطعات تاریخ وفات لکھے جو سلسلہ الاولیاء اور مجمع التواریخ اور مقامات طیبین میں درج ہیں۔

اولادِ امجاد

آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادہ حافظ عبدالرسولؒ اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

حضرت صاحبزادہ عبدالرسولؒ ۱۲۳۵ھ میں تولد ہوئے۔ حضرت قصوریؒ نے ان کی ولادت سے ایک سال پہلے ہی اپنی تصنیف تحفہ رسولیہ میں اپنے ہاں تولدِ فرزند کی بشارت اور فرزندِ دلبند کو نصائح تحریر کیے ہیں نیز اس میں صاحبزادہ کی جن صفات کا ذکر کیا ہے صاحبزادہ صاحب واقعی ان تمام صفات کے حامل تھے، صاحبزادہ صاحب نے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والدِ بزرگوار سے ہی کی اور اس کے علاوہ علمائے زمانہ سے بھی اکتساب کیا اور والد کی زندگی ہی میں درس و تدریس اور ارشاد و تلقین کا سلسلہ شروع کر دیا۔

حضرت عبدالرسولؒ فسادِ زمانہ کے سبب تصنیف و تالیف نہیں کر سکے، حافظ سید محمد صاحب نے لکھا ہے:

”از تصانیف کتب بہ سبب فسادِ زمانہ اکثر مجتنب می بودند.... چند خطبہ

جات جمعه و عید از تصانیف آنجناب مشہور و مقرر علماء زمانہ اند“^۵

ایضاً ص ۱۵

غلام محی الدین گنجابی: مجمع التواریخ قلمی ورق ۱۳ اب

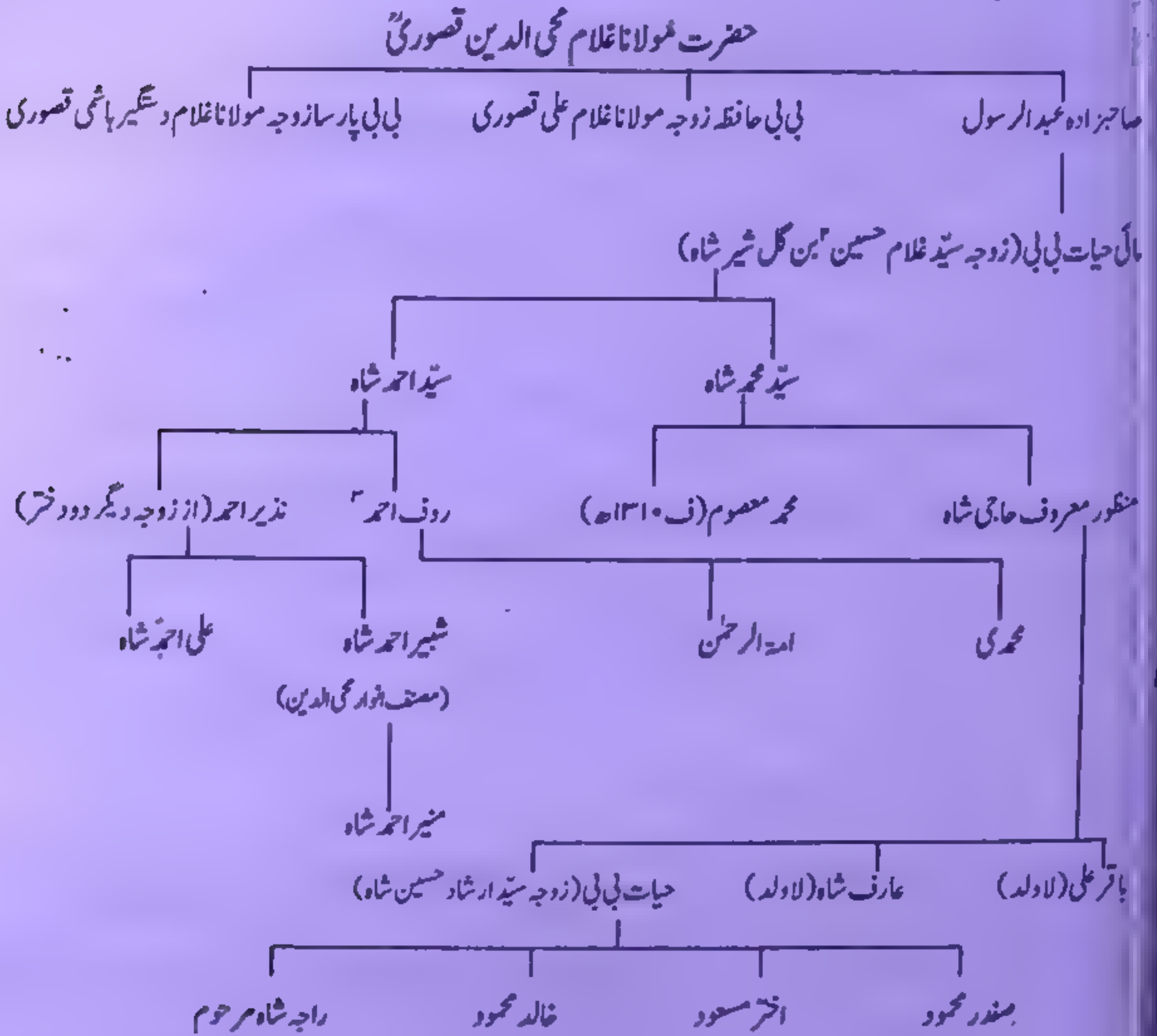
غلام محی الدین قصوری، مولانا: تحفہ رسولیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۰۸ھ ص ۵۷-۶۲

سید محمد حافظ: بستانِ معرفت، لاہور، ۱۳۰۳ھ ص ۳

ایضاً ص ۴

راقم حافظ عبدالرسول قصوریؒ کے مکاتیب کا ایک مجموعہ مرتب کر رہا ہے۔

صاحبزادہ حضرت حافظ عبدالرسول قصوریؒ نے بعمر انسٹھ (۵۹) سال ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۷ء بروز سہ شنبہ ۲۱ محرم وفات پائی اور قصوریؒ میں اپنے والد بزرگ کے احاطہ میں دفن ہوئے صاحبزادہ صاحب کی زینہ اولاد نہیں تھی، صرف دو لڑکیاں تھیں۔ شجرہ نسب یہ ہے:



سید محمد، حافظ: بستان معرفت، ۱۵، ۱۶، امام الدین: مقامات طیبین، قلمی ص ۲۶

سید غلام حسین کے اور دو بیٹے کرم حیدر شاہ اور حسن شاہ آپ کی دوسری بیوی کرم بی بی کے بطن سے بھی تھے۔

صاحبزادہ روف احمد شاہ کا عقد ۱۳۳۳ھ کو صاحبزادی محترمہ صدیقی (ف ۱۳۵۰ / ۱۹۳۲ء) بنت حضرت شاہ ابوالخیر

مجددی سے ہوا، تعلقات خراب رہے صاحبزادی صاحبہ میکے ہی رہیں ان سے دو صاحبزادیاں محمدی اور امہ الرحمن تولد

ہوئیں (زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر۔ دہلی ۱۳۹۲ھ ص ۷۱۲-۷۱۳)

اس وقت حضرت صاحبزادہ حافظ عبدالرسولؒ کی دختری اولاد، حضرت مولانا غلام محی الدینؒ کے مزار مبارک واقع قصور پر سجادہ نشین ہے۔ جناب حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب اور جناب علی احمد شاہ صاحب اپنے اپنے طور پر بزرگوں کے عرس کرتے ہیں۔

خلفاء

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے بڑے جلیل القدر تلامذہ و خلفاء تھے جنہوں نے پنجاب کے انتہائی نامساعد حالات میں بھی اسلام کی شمع فروزاں رکھی۔

آپ کے صاحبزادے حافظ عبدالرسولؒ آپ کے جانشین و خلیفہ تھے، ان کے علاوہ آپ کے مشہور خلفاء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مولانا غلام نبی للہی، خانقاہ شریف للہ، ضلع جہلم

۲۔ مولانا غلام مرتضیٰ بیر بل شریف، ضلع سرگودھا

۳۔ مولانا حافظ نور الدین چکوڑی، ضلع کجرات

۴۔ مولانا علم الدین و حافظ محمد الدین برادران حافظ نور الدین چکوڑی مذکور

۵۔ مولانا مفتی غلام محی الدین، نمک میانی

۶۔ صاحبزادہ غلام احمد، نمک میانی

۷۔ مولانا غلام محمد، مرالی نزد ڈیرہ اسماعیل خان

۸۔ مولانا بدر الدین، اوچ لدھے کی، نزد للیانی (مضافات لاہور)

۹۔ مولانا غلام دستگیر قصوری ہاشمی، داماد، شاگرد و خلیفہ

۱۰۔ مولانا محمد اشرف بھیروی حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے بھی صحبت یافتہ تھے، (سلسلہ الاولیاء ص

(۱۱۸)

۱۱۔ مولانا کرم الہی بھیروی

مولانا محمد اشرف بھیروی نے ۱۲۷۹ھ میں انتقال کیا (غلام محی الدین سنجابی: مجمع التواریخ، قلمی ورق ۱۱۱ ب)

۱۲۔ مولانا عطاء اللہ قدھاری

۱۳۔ مولانا محمد صالح گنجابی

۱۴۔ مولانا سلطان احمد کانگرہ والے

۱۵۔ میاں غلام محمد ساکن قصبہ چودھواں، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

۱۶۔ میاں شیر محمد کلاچی والہ

۱۷۔ مولوی غلام حسن ساکن ڈیرہ اسماعیل خان

۱۸۔ پیر فضل شاہ (پنجابی شاعر) مدفن نواں کوٹ، لاہور

حضرت مولانا قصوریؒ کے خلفاء ان کے علاوہ بھی تھے، ان تمام حضرات کے حالات قلم بند کرنا ممکن نہیں ان شاء اللہ زیر ترتیب کتاب حیات مولانا قصوریؒ میں تفصیل سے لکھے جائیں گے۔

ان خلفاء میں سے مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا غلام نبی للہی، مولانا حافظ غلام مرتضیٰ بیر بلوی اور حافظ نور الدین چکوڑی کے کارہادینی و روحانی بہت معروف ہیں۔

کتب خانہ

حضرت مولانا قصوریؒ کا نہایت بیش قیمت کتب خانہ تھا جو بالآخر تباہ و برباد ہو گیا۔ اقم احقر کو اللہ کے فضل و کرم سے اس کے باقی ماندہ آثار میں سے سات الماریاں کتابوں سے بھری ہوئی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

حضرت صاحبزادہ عبدالرسولؒ اس کتب خانہ کو نہایت عزیز رکھتے تھے چنانچہ روز وفات نہایت حسرت سے کتب خانہ کی چابیاں اپنے نواسے حضرت سید حافظ محمد مرحوم کو عنایت کیں، لکھتے ہیں:

”کلید ہای کتب خانہ حوالہ این فقیر کو دند“

اس کے تباہ شدہ حصے میں مخطوطات کے متفرق اوراق سے بھری ہوئی ایک بوری بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا جس سے یہ واضح ہوا کہ فقہ، حدیث اور تصوف کی نادر کتب جن سے آج دنیا کے اہم کتب خانے محروم ہیں اس کتب خانہ کی زینت تھیں، پھر سید محمد صاحب مرحوم کی مجذوب اولاد کے ہاتھوں یہ کتب خانہ لٹنا اور تباہ ہونا شروع ہوا،

راقم کے معاصر بزرگ مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی ساکن قصور کی روایت ہے کہ ان میں سے ایک مجذوب الحال صاحبزادہ جس چونغ والے بزرگ کو دیکھتے تھے اُسے بے دریغ کتابیں دے دیتے تھے، اس دوران مولانا ہمدانی صاحب کو بھی کچھ مخطوطات انہوں نے بطور تحفہ دیئے جواب تک ان کے پاس محفوظ ہیں۔

راقم کو ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کا ایک رقعہ دستیاب ہوا ہے جس میں حافظ سید محمد صاحب مرحوم سے مخطوطات بطور استفادہ مستعار لینے کا ذکر ہے۔

آخر اس کا تباہ شدہ باقی حصہ حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب مذکور کے قبضے میں ۱۹۵۰ء کو آیا جسے انہوں نے حفاظت سے رکھا اور راقم کی مسلسل جدوجہد سے حکیم صاحب قبلہ نے یہ سارا کتب خانہ ۱۸ فروری ۱۹۷۴ء کو کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں محفوظ کروادیا ہے۔

تصانیف

حضرت مولانا قصوریؒ کثیر التصانیف عالم تھے، لیکن نشیب و فرازِ زمانہ سے بہت سی کتابیں تلف ہو چکی ہیں، اب تک احقر کو آپ کی تصانیف میں سے صرف اٹھارہ رسائل اور مجموعہ ہای مکاتیب کا علم ہوا ہے، جن کی مختصر فہرست یہ ہے:

۱۔ شرح گلستانِ سعدی ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء

مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، قلمی بخط مصنف مولانا قصوریؒ

۲۔ رسالہ علم میراث بسال رمضان ۱۲۲۷ھ / ۱۸۱۲ء

قلمی بخط مصنف مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد

۳۔ تحفۂ رسولیہ (خصائص، مناقب و معجزات حضرت نبی کریم ﷺ) بسال ۱۲۳۲ھ (فارسی نظم)

متعدد مرتبہ طبع ہوا، مطبع محمدی لاہور ۱۳۰۷ھ کا مطبوعہ نسخہ راقم کے پیش نظر ہے۔

۴۔ زادالحاج (مسائل حج و زیارت) پنجابی نظم

اب تک اس کے دو خطی نسخے راقم کی نظر سے گزرے ہیں:

(i) ذخیرہ حافظ محمود خان شیرانی، کتب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور نمبر ۷۶۶

(ii) نسخہ کتب خانہ شخصی مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی، قصور بخط مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم

۵۔ رسالہ نظامیہ (در بحث وحدت الوجود) فارسی نظم، بفرمائش شیخ معاصر سید نظام الدین کھیم کرنی

ف ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

اس کے دو خطی نسخے میرے علم میں ہیں:

۱۔ مولوی غلام رسول گوہر نقشبندی نے تحفۂ رسولیہ کے ۷۲ شعروں پر مشتمل حلیہ مبارک نبی کریم ﷺ کا اردو ترجمہ

مراۃ الجمال کے نام سے ۱۹۷۵ء کو قصور سے شائع کیا۔

۲۔ محمد بشیر حسین: فہرست مخطوطات شیعہ، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۲۹۵

۱۔ کتب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، لاہور

۲۔ کتب خانہ مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی، قصور

۶۔ سلالۃ المیرورۃ فی تجويز اسماء المشہورۃ (در رد مولوی محمد خرم دہلوی) فارسی نثر

اس رسالہ میں غلام محی الدین، عبدالرسول اور عبدالنبی وغیرہ نام رکھنے کے جواز میں دلائل دیئے گئے ہیں۔ اس کا خطی نسخہ بخط مولانا غلام نبی للہی، کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد میں محفوظ ہے۔

۷۔ حلیہ مبارک حضرت نبی کریم ﷺ، قلمی ذخیرہ شیرانی، دانش گاہ پنجاب، لاہور نمبر ۱ / ۶۲۸۰

۸۔ الفاظ چند، قلمی، ذخیرہ شیرانی ۳ / ۳۳۶۵

۹۔ دیوان حضوری قصوری

آپ کے نعتیہ اشعار اور مناقب بنور گان کا مجموعہ ہے، اس کے دو خطی نسخے معلوم ہیں۔

۱۔ مملوکہ حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب، قصور

۲۔ مملوکہ سید شبیر احمد شاہ مرحوم

اس دیوان کے بعض اجزاء (قصیدہ محمدی، قصیدہ شفاعی، نعت شریف، مدح حضرت غوث الاعظمؒ، در

بعض مدحیات، پنجابی) مع اردو ترجمہ مولوی غلام رسول گوہر نقشبندی نے قصور سے ۱۹۷۶ء میں بنام احسن الکلام گوہر نظام، شائع کیے۔

۱۰۔ اسرار الحقیقۃ (مدح)

قلمی مخزنہ کتب خانہ خانقاہ موسیٰ زئی شریف، ڈیرہ اسماعیل خان

۱۱۔ خطبات حضوری (مجموعہ خطبات عیدین و جمعہ) مطبوعہ لاہور

۱۲۔ مکاتیب طیبہ (مجموعہ مکتوبات مولانا قصوری) مرتبہ صاحب مکتوبات خود مولانا قصوری

مبارک علی شاہ: ذکر خیر (در حالات مولانا شاہ عبدالحق محدث قصوری) ص ۵-۶

تسبیح، محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان، اسلام آباد ۱۹۷۷ء ص ۱۷۷

اس میں اپنے پیر بزرگوار حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ اور دیگر احباب کے نام مکتوبات ہیں اس کے دو خطی نسخے موجود ہیں:

۱۔ ذخیرہ شیرانی، کتب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور، ۷۵۱ / ۳۷۸۴

۲۔ کتب خانہ شخصی محمد اقبال مجددی

۱۳۔ مکاتیب شریفہ بنام مولانا غلام نبی للہی جامع حضرت للہی، اس کے دو خطی نسخے موجود ہیں:

۱۔ ذخیرہ شیرانی

۲۔ ذخیرہ محمد اقبال مجددی

۱۴۔ مکتوبات بنام مولوی محمد صالح کنجاہی

مشمول ضمیمہ سلسلہ الاولیاء مولفہ محمد صالح کنجاہی، قلمی مملوکہ پروفیسر احمد حسین احمد صاحب، گجرات

۱۵۔ مکتوبات بنام مولوی غلام محمد، اس کے دو خطی نسخے موجود ہیں۔

اول۔ بخط مصنف (صاحب مکتوبات) مملوکہ حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب، قصور

دوم۔ نقلش مملوکہ محمد اقبال مجددی۔ کاغذ کہنہ

۱۶۔ مجموعہ مکتوبات حضرت قصوری بنام یاران خود

متفرق مکتوبات کا مجموعہ جامع راقم محمد اقبال مجددی

۱۷۔ بیاض نظم و نثر ۱۲۳۲-۱۲۶۹ھ اس میں اپنے معاصرین کے سنین و وفات وغیرہ نظم کیے ہیں، خطی نسخہ کتب

خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع میں ہے۔

شرح درود مستغیثات، پنجابی نظم، مشمول رسالہ در اظہار انکار المنکرین تالیف مولانا نبی بخش

حلوانی لاہوریؒ، لاہور ۱۹۷۳ء ص ۴۹-۶۳

ان کے علاوہ مولوی امام الدین نے ان رسائل کا ذکر کیا ہے جن کے وجود کا تاحال ہمیں علم نہیں ہے لیکن ان میں سے بعد میں چند ایک معلوم ہو گئے ہیں۔

۱۔ خلاصۃ التقرير فی مذمت الغنا والزمیر^۱ (فہرست مشترک ۳/ ۱۷۰۶)

۲۔ قصیدہ شفاعتہ۔ این رسالہ خرد در مدح پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم (است)

۳۔ مدح پیر زال در زبان نظم فارسی و پنجابی و مدح حضرت غوث الثقلین^۲ (ممکن ہے کہ یہ آپ کے دیوان کا جزو ہوں) مطبوعہ، تصور

۴۔ شجرہ ہای خود طریقہ مجددیہ، قادریہ و چشتیہ در نظم فارسی، عمدہ ترکیب^۳

رسالہ رد فرقہ وہابیہ۔ در اثبات استماع موتی است^۴۔

مولوی امام الدین نے آپ کی آخری زندگی کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے:

”اخیر عمر خود ایشان در مذمت فرقہ ضالہ نجدیہ وہابیہ از حد زیادہ می کردند دوستان و آشنایان خود را از کید و مکر آن مردودان خبردار می فرمودند چنانچہ در رد انہایکی از غزل ”معبرہ اند“

۵۔ حواشی مشکوٰۃ المصابیح

یہ وہ نسخہ شریفہ (مکتوبہ ۹۹۱ھ) ہے جسے آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث کی خدمت میں دہلی میں پڑھا تھا اور جس میں شاہ صاحب کی عطا کردہ سند حدیث اصل مع مہر مجلد ہے، یہ حواشی نہایت باریک خط میں آپ نے خود تحریر کیے ہیں، حکیم ارشاد حسین کی وفات کے بعد

۱ امام الدین: مقامات طیبین ص ۱۳

۲ ایضاً ص ۱۳

۳ ایضاً ص ۱۳

۴ یہ غزل آپ کے کتب خانہ کے ایک خطی مجموعہ (حمف وہابیہ رسالہ در وہابیہ از مولوی عبداللہ پٹنی گجراتی) کے مابین مجلد ہے، یہ مجموعہ اس وقت کتب خانہ مسجد مولوی محمد شریف نوری، لاہور میں موجود ہے۔

۵ امام الدین: مقامات طیبین ص ۱۳

ان کے فرزندوں نے یہ پیش بہا خطی نسخہ افغانان کو فروخت کر دیا ہے۔

۵۔ تصحیح و تحشیہ تفسیر حسینی (جلد اول)، حضرت قصوری نے یہ جز خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔

کئی مقامات کے حواشی پر اپنا نام بصراحت تحریر کیا ہے یہ کام قبل ۱۲۶۷ھ کا ہے۔

۶۔ اُردو اشعار، ایک اور بیاض حضرت قصوری کی ہے جس میں آپ نے اپنے اُردو اشعار اور شجرات بھی نظم کیے ہیں، یہ پورا مجموعہ ہمارے نزدیک بیاض ثانی کے طور پر ہے۔

۷۔ شجرہ نامہ قادریہ و نقشبندیہ، قلمی نسخہ ذخیرہ حضرت خواجہ قصوری در کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد، شمارہ

۵۶۷۵

۸۔ جواز استمداد من اہل القبور تالیف حضرت قصوری کا رد محمد بن غلام اکبر خوشابی نے سماع موتی و استمداد کے نام سے لکھا تھا، خطی نسخہ مخزونہ نیشنل میوزیم، کراچی نمبر ۱۳۸-۱۹۶۸-N.M. (فہرست نسخہ ہای خطی فارسی) ملفوظات شریفہ^۱

مشائخ کے ملفوظات ہماری مذہبی، معاشرتی اور فکری تاریخ کے سب سے اہم ماخذ ہیں، انہیں نظر انداز کر کے کوئی مورخ بھی کسی عہد کی معاشرتی زندگی اور انسانی فکر و عمل کے نشیب و فراز کی صحیح عکاسی نہیں کر سکتا۔ اس اعتبار سے جب ہم حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ملفوظات کے پیش نظر مجموعہ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اس وقت اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہمیں اس دور کے ملفوظاتی لٹریچر میں انتہائی فقدان نظر آتا ہے۔ خصوصاً تیرہویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) جبکہ سارا ہندوستان سیاسی انتشار کا شکار تھا اس اہم موضوع کی طرف بہت کم توجہ کی گئی، اس سے اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی جیسی ہمہ گیر شخصیت کے ملفوظات کا اب تک صرف ایک ہی مجموعہ سامنے آیا ہے وہ بھی پوری زندگی کے سخنان نہیں ہیں بلکہ چند ماہ کے ہیں یعنی در المعارف۔

^۱ جامع نے اس کا کوئی نام تجویز نہیں کیا تھا، ہم نے صاحب ملفوظات کے مکتوبات شریفہ کی مناسبت سے مجموعہ ہذا کو اس نام سے موسوم کیا ہے۔ مجددی

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ اس دور کا قلیل ملفوظ لٹریچر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے شعلوں کی نذر ہو چکا

ہے۔

ملفوظات شریفہ میں اس کے جامع فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ شاہ صاحب کے ملفوظات سے

آپ کے خلفاء نے دفاتر جمع کر رکھے ہیں:

”بعضی خلفائے اجلہ را یا فتم کہ بقصد نفع عباد اللہ در صدد جمع اکثر

ملفوظات آن کریم الذات شدہ بتدوین دفاتر پر داختم اند“

ظاہر ہے کہ ان دفاتر میں سے بہت ہی کم مواد اس وقت دنیا کے غیر معروف کتب خانوں میں دبا پڑا ہو گا،

یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ یہ سخنان میدان تصوف کے کسی نووارد کے نہیں ہیں بلکہ اس بزرگ شخصیت کے کلمات ہیں

جس کی زندگی کے چھیاٹھ سال صرف دہلی جیسے مرکزی شہر میں گزرے جہاں کے اثرات سارے ہندوستان پر براہ

راست پڑتے تھے۔ اگرچہ پیش نظر ملفوظات کا یہ مجموعہ بھی ساری زندگی کا نہیں ہے بلکہ چند روزہ حاضری کی روداد

ہے لیکن یہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ یہ دور آخر کے تمام تر تجربات کا حاصل ہے۔

سال تدوین

قارئین کو تعجب ہو گا کہ اس مجموعہ ملفوظات میں سال تحریر کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا اگرچہ بعض مقامات پر

تاریخیں مندرج ہیں مثلاً ۲۹ شعبان ۱۲۲۰-۲۳ رمضان المبارک اور عید الفطر وغیرہ لیکن سال حاضری کی طرف

اشارہ نہیں کیا گیا۔

اس سے سال تحریر کا اندازہ لگانا کچھ دشوار نہیں کیوں کہ مختلف مقامات پر اس میں ایسے کئی اشارات ملتے

ہیں جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مجموعہ کس سنہ میں مرتب ہوا اس میں ایک مقام پر شاہ صاحب کا یہ ارشاد

درج ہے کہ جب ہم دہلی پہنچے تو اس وقت ہماری عمر سترہ برس تھی اور آج ساٹھ (۶۰) برس ہمیں یہاں قیام کے

گزر چکے ہیں، اس سے یہ قرائن سامنے آتے ہیں:

۱۔ آپ کی ولادت جیسا کہ ہم نے شروع میں ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء لکھی ہے۔

۲۔ لہذا آپ (۱۱۵۶ + ۱۷ = ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء) میں دہلی پہنچے

۳۔ اب اگر ۱۱۷۳ھ میں ساٹھ سال مدت قیام جمع کریں تو ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء برآمد ہوتا ہے جو اس ملفوظات کے مجموعہ کا قیاسی سال ترتیب اور حضرت جامع کی حاضری کا سال ہے۔
یہ ملفوظات مولانا غلام محی الدین نے اپنی دوسری حاضری کے موقع پر جمع کیے۔

چند اہم نکات

اس مجموعہ کے چند قابل توجہ مختصات کا بیان بے محل نہ ہو گا۔

۱۔ اس میں جابجا حضرت مرزا صاحب و قبلہ کے اقوال نقل کیے گئے ہیں اس سے قارئین اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوں کہ یہاں حضرت میرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ کے علاوہ کوئی اور شخصیت بھی مراد ہیں۔ جنہیں قبلہ کہا گیا ہے بلکہ یہ حضرت شاہ غلام علی کا تکیہ کلام تھا جیسا کہ آپ کے دوسرے معروف مجموعہ ملفوظات در المعارف میں متعدد مقامات پر ایسا ہی درج ہوا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب و قبلہ ایک ہی شخصیت کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ اس میں انگریزوں کی صنعت انجماد آب (برف سازی) کا بھی ذکر آگیا ہے وہ اس طرح کہ آپ کو ایک مرتبہ ٹھنڈے پانی کی طلب ہوئی، پانی حاضر کیا گیا تو اس کی خنکی طبع شریف کے موافق نہیں تھی آپ کے ایک مرید نے جو حکومت انگریزی کا ملازم تھا عرض کی کہ:

”انگریز صنعتی مہیا ساختہ اند کہ آب فی الفور در ظرف منجمد می گردد لاکن بر

آن مبلغها بسیار خرج می شوند“

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس بھی انجماد آب کا ایک طریقہ ہے جس میں کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ نے حاضرین میں سے خواجہ حسن مودودیؒ سے فرمایا کہ دو سو مرتبہ اس پانی پر اللہ کی ضرب مع باد کش لگاؤ چنانچہ ایسا کیا گیا تو پانی فی الفور سرد ہو گیا۔

۳۔ ملفوظات ہذا کے مطالعہ سے یہ بھی انکشاف ہوتا ہے کہ حضرت شیخ صدیق جالندھریؒ نے اپنے مرشد کے مکتوبات کی شرح لکھی تھی۔

۴۔ اس کے خاتمہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت جامع ملفوظات ہذا اپنے قیام درگاہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے دوران یہ سخنان بلند نشان مختلف کاغذات پر تحریر فرماتے رہے پھر واپس قصور پہنچ کر اس کی تسوید سے تبیض کا موقع نہ مل سکا، آپ کے خلیفہ ارجمند حضرت مولوی غلام نبی للہیؒ نے متعدد مرتبہ اس کی تبیض کی طرف آپ کی توجہ بھی مبذول کروائی لیکن یہ کام تعویق میں رہا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی، پھر صاحبزادہ حضرت حافظ عبدالرسول بن جامع ملفوظات کے ایما پر ان متفرق اور کہنے پر چوں کو جمع کر کے ”بہ ترتیب لائق و ترکیب فائق“ مجموعہ کی صورت میں جمع کیا۔

مآخذ

مخطوطات:

- ۱۔ امام الدین کھوٹکی: مقامات طیبین ۱۳۰۸ھ، کتابخانہ خانقاہ للہ شریف، جہلم
- ۲۔ غلام حسن: بیاض مولانا غلام حسن مرید مولانا غلام نبی للہی، مخزنہ کتابخانہ دانشگاہ پنجاب، لاہور
- ۳۔ شاہ غلام علی دہلوی: احوال بزرگان۔ مملوکہ جی معین الدین صاحب، لاہور
- ۴۔ ایضاً: رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدد الف ثانی، بہ تقابل نسخہ دیگر از مولانا غلام محی الدین قصوری، مملوکہ محترمہ پاشاہ بیگم بنت مولانا احمد حسین خان امر دہوی، اسلام آباد
- ۵۔ گول، شیخ بہلول برکی جالندھری: فوائد الاسرار فی رفع الاستار عن عیون الاغیار، مخزنہ لیاقت میموریل پبلک لائبریری، کراچی
- ۶۔ اقبال مجددی: مقامات شرافت (سخنان، مکاتیب و تحریرات متفرقہ) حالاً مشمولہ تذکرہ شرافت نوشاہی، مطبوعہ اسلام آباد
- ۷۔ امام الدین کھوٹکی: مقامات طیبین (۱۳۰۸ھ) مخزنہ کتب خانہ خانقاہ مولوی غلام نبی للہ شریف، ضلع جہلم
- ۱۶۔ مجبول الاسم: رسالہ مسائل فقہ، مملوکہ جی معین الدین صاحب، لاہور

۸۔ غلام محی الدین قصوری مولانا: مکاتیب طیبہ جامع مولانا غلام محی الدین قصوری، مملوکہ محمد اقبال مجددی۔

۹۔ غلام محی الدین قصوری مولانا: رسالہ علم میراث، بخط مصنف، مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان، اسلام آباد

۱۰۔ غلام محی الدین کنجاہی بن مولوی محمد صالح: مجمع التواریخ، مملوکہ محمد اقبال مجددی

۱۱۔ محمد صالح کنجاہی: سلسلہ الاولیاء، بخط مصنف، مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب، گجرات

۱۲۔ مجهول الاسم: رسالہ در حالات حضرت شیخ محمد عابد سنائی قلمی

۱۳۔ محمد عابد سنائی، شیخ: چہل مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی (انتخاب) بادیباچہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی، قلمی

ذخیرہ پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی۔ دانش گاہ پنجاب، لاہور نمبر ۸۶۸ / ۳۹۰۱

۱۴۔ محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین، قلمی، مخزنہ کتب خانہ مدرسہ رفیع الاسلام، بھانہ ماڑی، پشاور

۱۵۔ محمد صادق: کلمات الصادقین، تصنیف ۱۰۲۳ھ، قلمی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب،

گجرات

۱۶۔ موسیٰ خان دہ بیدی: نوادر المعارف، قلمی مملوکہ حاجی ملا عبد الغنی، قندھار

۱۷۔ شاہ عنایت قادری قصوری ثم لاہوری: لباس برہنہ (تلخیص فتاویٰ برہنہ) تصنیف مولوی نصیر الدین

لاہوری، قلمی، مملوکہ مولانا محمد طیب ہمدانی، قصور

مطبوعات عربی

۱۸۔ عبد الحمی حسنی: نزہۃ الخواطر ۸ جلدیں، دائرۃ المعارف عثمانیہ، حیدر آباد، دکن ۱۹۶۲-۱۹۷۰ء

۱۹۔ محمد بن عبد اللہ الخانی الخالیدی: البہجۃ السنۃ فی آداب الطریقۃ الخالیدیہ، مصر ۱۳۱۹ھ

۲۰۔ علامہ شامی: سل الحسام الہندی نصرة مولانا خالد النقشبندی، مشمولہ رسائل شامیہ، سہیل اکیڈمی، لاہور

۲۱۔ محمد زاہد بن حسن الدوزجوی: ارغام المرید (فی شرح النظم العتید)، ترکی ۱۹۷۷ء

مطبوعات فارسی

- ۲۲۔ شاہ ولی اللہ: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۶۶ء
- ۲۳۔ ظہور حسن: ارشاد المسترشدین (مناقب و معمولات سید حسن فاضلی) مطبوعہ، مطبع اکبری، آگرہ، ۱۳۱۳ھ
- ۲۴۔ شاہ غلام علی دہلوی: ایضاح الطریقت، مطبع علوی ۱۲۸۳ھ (رسائل سبع سیارہ)
- ۲۵۔ رافت رؤف احمد مجددی: در المعارف، ترکی، ۱۹۷۴ء
- ۲۶۔ شاہ عبدالغنی مجددی: ضمیمہ مقامات مظہری، شامل بطور تکرار مقامات مظہری، مطبع احمدی، دہلی ۱۲۶۹ھ
- ۲۷۔ غلام سرور، مفتی، لاہوری: خزینۃ الاصفیاء، ٹمرہند، لکھنؤ، ۱۸۷۳ء
- ۲۸۔ شاہ غلام علی دہلوی: رسائل سبعہ سیارہ، مطبوعہ، مطبع علوی ۱۲۸۳ھ
- ۲۹۔ ایضاً: مکاتیب شریفہ، ترکی ۱۹۷۵ء
- ۳۰۔ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، اکمل المطابع، دہلی ۱۲۸۲ھ
- ۳۱۔ عزیز اللہ عطاری قوچانی: فہرست مخطوطات فارسی مدینہ منورہ، تہران ۱۳۴۷ش
- ۳۲۔ شاہ غلام علی: مقامات مظہری، مطبع احمدی دہلی، ۱۲۶۹ھ
- ۳۳۔ نعیم اللہ بہرائچی: معمولات مظہریہ، مطبع نظامی، کانپور ۱۲۷۵ھ
- ۳۴۔ دانش پڑوہ محمد تقی: فہرست نسخہ ہای خطی دانش گاہ تہران، جلد ۱۳، تہران
- ۳۵۔ تصدق حسین موسوی: فہرست مخطوطات فارسی کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد، دکن جلد اول
- ۳۶۔ احمد منزوی: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، شش جلد، تہران ۱۳۴۸ھ، ۱۳۵۳ش
- ۳۷۔ غلام محی الدین قصوری مولانا: تحفہ رسولیہ، لاہور ۱۳۰۸ھ
- ۳۸۔ سید محمد، حافظ، صاحبزادہ: بستان معرفت (حالات حافظ عبدالرسول قصوری) لاہور، ۱۳۰۳ھ
- ۳۹۔ محمد بشیر حسین، ڈاکٹر: فہرست مخطوطات شفیع (ڈاکٹر خان بہادر محمد شفیع)، لاہور، ۱۹۷۲ء
- ۴۰۔ تسبیحی محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان، اسلام آباد ۱۹۷۷ء

- ۳۱۔ مظہر، جان جانان، میرزا: مکاتیب میرزا مظہر مرتبہ عبدالرزاق قریشی، بمبئی ۱۹۶۶ء
- ۳۲۔ رفعت جنگ معظم الدولہ: شجرہ آصفیہ مرتبہ حکیم شمس اللہ قادری، دکن ۱۹۳۸ء
- ۳۳۔ عماد الملک غازی الدین، نظام: مناقب فخریہ، دہلی، مطبع مجتہائی، ۱۳۱۵ھ
- ۳۴۔ مظفر صدر: شرح احوال و آثار و افکار علماء الدولہ سمنانی، تہران۔
- ۳۵۔ عبدالرحمن اسفرائینی و علماء الدولہ سمنانی: مرشد و مرید (مجموعہ مکاتبات مابین اسفرائینی و سمنانی) تہران، ۱۹۷۲ء
- ۳۶۔ بدر الدین سرہندی، مولانا: حضرات القدس مرتبہ مولانا محبوب الہی، لاہور، محکمہ اوقاف، ۱۹۷۱ء
- ۳۷۔ خیام پور، عبدالرسول: فرہنگ سخنوران، تہریز، ۱۳۴۰ش
- ۳۸۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، لکھنؤ ۱۳۰۷ھ
- ۳۹۔ باقی باللہ، خواجہ: کلیات، لاہور، ۱۹۶۷ء
- ۵۰۔ ایضاً: مشائخ طرق اربعہ، ناشر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان۔ کراچی ۱۹۶۹ء
- ۵۱۔ محمد رضا شیخ: ریاض الارواح غزنہ، کابل ۱۳۴۶ش

مطبوعات اردو

- ۵۲۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ، اردو ترجمہ مطبوعہ، لاہور (س۔ن)
- ۵۳۔ رحمن علی مولوی: تذکرہ علمائے ہند ترجمہ و حواشی محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء
- ۵۴۔ خلیق احمد نظامی: ۱۸۵۷ء سے پہلے کے مشائخ دہلی، مقالہ مشمولہ تاریخی مقالات، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۶۶ء
- ۵۵۔ احمد خان، سرسید: آثار الصنادید، دہلی ۱۹۶۵ء
- ۵۶۔ زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر (احوال و معارف حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی)، دہلی ۱۳۹۲ھ
- ۵۷۔ محمد معصوم، شاہ: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین، رام پور، ۱۳۰۸ھ
- ۵۸۔ وحید، واحد علی: پشت نامہ، سوہ، بہرائچ، ۱۹۲۹ء

- ۵۹۔ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: لواحق خانقاہ مظہریہ، حیدر آباد، ۱۹۷۵ء
- ۶۰۔ محمد اقبال مجددی: احوال و آثار عبد اللہ خواجہ نقشبندی قصوری، لاہور ۱۹۷۲ء
- ۶۱۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: حقیقۃ الاولیاء تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، المعارف، لاہور ۱۹۷۵ء
- ۶۲۔ محمد حسن کرپوری: حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مراد آباد ۱۳۲۲ھ
- ۶۳۔ محمد شفیع: اولیائے قصور (یادداشتہائے ڈاکٹر مولوی محمد شفیع دربارہ قصور)، لاہور، ۱۹۷۲ء
- ۶۴۔ غلام دستگیر قصوری: ابحاث فرید کوٹ مطبوعہ
- ۶۵۔ شبیر احمد شاہ: انوار محی الدین (سوانح مولانا غلام محی الدین قصوری)، لاکل پور ۱۹۶۶ء
- ۶۶۔ مبارک علی شاہ: ذکر خیر (حالات مولانا شاہ عبدالحق محدث قصوری)، لاہور ۱۳۶۲ھ
- ۶۷۔ ابدالحسنات سید عبد اللہ: گلزار اولیاء، حیدر آباد، دکن ۱۹۶۰ء
- ۶۸۔ محمد حسن کرپوری: ملفوظات حضرت مولوی غلام نبی للہی، لاہور (س۔ن)
- ۶۹۔ خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت، مطبوعہ بصورت عکس، اسلام آباد، ۱۹۷۵ء
- ۷۰۔ بحر العلوم علاء عبد العلی: رسالہ وحدت الوجود مرتبہ زید ابوالحسن فاروقی، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۷۱ء
- ۷۱۔ خلیق انجم: مرزا محمد رفیع سودا، علی گڑھ ۱۹۶۶ء
- ۷۲۔ خلیق انجم: میزار مظہر جان جانان کے خطوط، دہلی، ندوۃ المصنفین ۱۹۶۰ء
- ۷۳۔ عبد القادر رام پوری مولوی: علم و عمل (روزنامہ) مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۰ء
- ۷۴۔ محمد عالم شاہ فریدی: مزارات دہلی (طبع دوم۔ سن۔ن)
- ۷۵۔ نساخ، عبد الغفور: سخن شعراء، لکھنؤ ۱۲۹۱ھ
- ۷۶۔ شوق، احمد علی: تذکرہ کالماب رام پور، دہلی ۱۹۲۹ء
- ۷۷۔ فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ، لکھنؤ ۱۹۰۶ء
- ۷۸۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، لاہور ۱۳۳۵ھ (اردو ترجمہ) چاررکن (ج۱)
- ۷۹۔ محی الدین: دربار قادریہ فاضلیہ کا قرطاس التعارف، لاہور، ۱۹۷۱ء

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددیؒ

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (۹۷۱-۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۳-۱۶۲۳ء) کی اولاد میں سے تھے، موصوف مفسر، محدث صوفی اور فارسی و اردو کے شاعر بھی تھے۔

حضرت رافت نے خود لکھا ہے کہ میری ولادت ۱۳ محرم ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء کو مصطفیٰ آباد عرف رام پور میں ہوئی، میرے جد بزرگوار نے میرا تاریخی نام رحمن بخش رکھا، سن شعور میں داخل ہوتے ہی میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس عہد کے ایک مشہور ولی حضرت فیض بخش ملقب بہ شاہ درگاہی قدس سرہ کے آستانہ پر پہنچ گیا۔ شاہ درگاہی^۱ (۱۱۶۰-۱۲۲۶ھ / ۱۷۴۷-۱۸۱۱ء) کے حضور رہ کر شدید ریاضتیں کیں اور سلسلہ قادریہ کی خلافت حاصل کی، آپ پندرہ سال تک ان کی خدمت میں رہے دیگر سلاسل میں بھی اجازات ملیں اور ایک عرصہ تک شیخ طریقت کی حیثیت سے عوام کی رہنمائی کرتے رہے^۲۔

شاہ رؤف احمد رافت بن شاہ شعور احمد بن محمد شرف بن شیخ رضی الدین ابن شیخ زین العابدین عرف شاہ فقیر اللہ بن شاہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی (ہدیہ احمدیہ، ص ۸۶-۱۰۷)

حضرت شاہ درگاہی رام پوری کا نام فیض بخش تھا، حافظ جمال اللہ رام پوری کے خلیفہ تھے جو سید قطب الدین محمد اشرف کے خلیفہ اور وہ خواجہ محمد زبیر سرہندی کے اور وہ حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی ملقب بہ حجۃ اللہ کے اور وہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے اور آپ اپنے والد بزرگوار حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے خلیفہ نامدار تھے، حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) جواہر علویہ ۲۷۱-۲۷۲

(۲) مجمع الکرمات مؤلفہ امام الدین ترجمہ حامد حسن قادری، دہلی ۲۰۰۲ء

(۳) تذکرہ کالمات رام پور، مؤلفہ: احمد علی شوق، پٹنہ۔

رافت، رؤف احمد: جواہر علویہ ۲۷۱-۳۰۰

حضرت شاہ رؤف احمد کے خالہ زاد بھائی حضرت شاہ ابو سعید مجددی (ف ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۳ء) پہلے ہی حضرت شاہ درگاہی کی خدمت میں سلوک کی منازل طے کر رہے تھے، انہوں نے شاہ درگاہی کے وصال (۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء) کے بعد حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) کو خط لکھا کہ میں آپ سے استفادہ باطنی کرنا چاہتا ہوں، جس پر آپ نے جواب دیا کہ آپ شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت میں جائیں جس پر آپ مشیخت چھوڑ کر شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہی معاملہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت کا تھا کہ آپ بھی شیخ طریقت تھے اور مشیخت ترک کر کے حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت بابرکات میں دہلی حاضر ہوئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے، آپ نے خود لکھا ہے کہ میں القائے ربانی سے آپ کے حضور حاضر ہوا۔

حضرت رافت نے آپ کے مکتوبات اور ملفوظات کے مجموعے بھی جمع کیے اور آپ کے مبارک احوال پر ایک کتاب جواہر علویہ کے نام سے لکھی یہ سب کچھ نہ صرف حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے حالات کے لیے ناگزیر مآخذ ہیں بلکہ اس عہد کا نہایت قابل قدر لٹریچر بھی ہے جس میں عصری تاریخ کے معاشرتی نکات بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔

حضرت شاہ رؤف احمد نے ظاہری علوم کی تحصیل اپنے ماموں حضرت شاہ سراج احمد مجددی رام پوری کی خدمت میں کی پھر مفتی شرف الدین رام پوری^۲ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (ف ۱۲۳۹ھ) کی خدمت میں بھی پڑھا۔

۱ رافت: جواہر علویہ ۲۹۸

۲ شاہ سراج احمد مجددی (۱۱۷۶-۱۲۲۰ھ / ۱۷۶۲-۱۸۰۵ء) بن شیخ محمد مرشد بن شیخ محمد ارشد بن علامہ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی اپنے عہد کے نامور عالم اور کئی اہم کتابوں کے مؤلف تھے (جواہر علویہ ۲۸۳)

۳ مفتی شرف الدین رام پوری (ف ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱ء) نامور سنی عالم تھے، غیر مقلدین کے سخت مخالف تھے (تذکرہ علمائے ہند ۲۳۲-۲۳۳) نزہۃ الخواطر ۷ / ۱۸۸

۴ حدائق الحنفیہ ۳۹۰

ہمارا قیاس ہے کہ حضرت شاہ رؤف احمد بھی اپنے خالہ زاد بھائی حضرت شاہ ابو سعید مجددی کی طرح شاہ درگاہی کے وصال کے بعد ہی دہلی آکر حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں رہ کر باطنی استفادہ میں مصروف ہو گئے ہوں گے، خود لکھتے ہیں۔

۱۴ محرم الحرام ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء کو حضرت شاہ غلام علیؒ نے مجھے مراقبہ کمالات نبوت تلقین فرمایا اور اس سے چند روز قبل مجھ فقیر پر عصر خاک کی توجہات فرمائیں، جس کا اثر فقیر نے اپنے اندر محسوس کیا۔
اس کے بعد پھر تحریر فرماتے ہیں: ۱۰ صفر ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء کو مجھے مراقبہ کمالات اولی العزم تلقین فرمایا۔

مزید نوازشات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے، بروز دو شنبہ ۲۱ ذیقعد ۱۲۳۱ھ / ۱۵۱۶ء کو عناصر غلامی کی توجہ دے کر مراقبہ الباطن تلقین کیا۔

پھر ایک سال کے بعد صفر ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۶ء کو مجھے نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ سلاسل کی اجازت دوبارہ عنایت فرما کر رام پور جانے کا امر فرمایا، اس دوران راقم کے باطنی احوال کی خطوط کے ذریعہ مسلسل پرسش کرتے رہے اور صرف نو ماہ کے بعد ہی گرامی نامہ لکھ کر مجھے دہلی طلب کیا، میں شوال میں حاضر خدمت ہوا تو مجھے لطیفہ قلب کی توجہات فرمائیں اور چند ماہ کے بعد ہی مجھے حقیقت کعبہ کی توجہات میں بھی شامل کر لیا اور پھر مجھے حقیقت کعبہ تا سلوک مجددیہ یعنی لائیسین سے ہمکنار کیا اس طرح ہر مقام کے مراقبات بھی تلقین کیے..... اسی قیام کے دوران ہی مجھے کلاہ رضا بھی عطا فرمایا۔

۱ رافت، رؤف احمد: در المعارف، استنبول، ۱۹۷۳ء، ص ۱۵۵

۲ ایضاً ص ۱۵۶

۳ ایضاً ص ۱۵۰

۴ ایضاً ص ۱۵۷

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے شاہ رؤف احمد کو پھر جمادی الثانی ۱۲۳۳ / ۱۸۱۸ء میں دہلی طلب فرمایا اور اجازت (مطلقہ) دے کر بلدہ کوٹہ اور سرونج کے عوام کی دعوت و ارشاد کے لیے روانہ فرمایا^۱۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی اور مقامات پر بھی اپنے قیام کا ذکر کیا ہے^۲۔ آپ کا آخری قیام بھوپال میں تھا جہاں آپ کو قبول عام حاصل ہوا۔ بہت سے اصحاب نے آپ سے باطنی فیض پایا۔

آپ نے اپنی اسناد مصافحہ، سند حدیث اور دیگر اجازت نامے بھی نقل کیے ہیں^۳۔ شاہ غلام علیؒ کا اجازت نامہ بھی آپ نے اپنے خود نوشت حالات میں دے دیا ہے^۴۔

آپ فارسی اور اردو میں شعر بھی کہتے تھے رافت آپ کا تخلص تھا آپ کے شاگرد مولوی عبدالغفور نساخ نے آپ کے ایک فارسی اور چھ اردو دواوین کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ فن عروض و توانی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے^۵۔ آپ مشہور شاعر قلندر بخش جرأت (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) کے شاگرد تھے، نساخ کے علاوہ بھی کئی حضرات نے آپ سے اصلاح سخن لی تھی^۶۔

^۱ کوٹہ (Kotah) راجپوتانہ میں ایک سٹیٹ ہے، (ایمپریل گزٹیز آف انڈیا ۱۵ / ۴۱۰-۴۲۳) اسی طرح ہندوستان کے برطانوی عہد حکومت میں سرونج اور کوٹہ ایک مقام (Srungavarappukota) کے طور پر استعمال ہوتا تھا، جو موضع ویزا کاہنم ضلع مدراس میں تھا۔ (ایضاً ۲۳ / ۱۱۳) سرونج کا والی نواب امیر خان حضرت شاہ غلام علی کا عقیدت مند تھا۔ (ملفوظات شریفہ ۱۹، مقدمہ)

^۲ رافت، در المعارف ۱۵۸

^۳ رافت: جواہر علویہ ۲۸۷-۲۸۸

^۴ ایضاً ۲۸۳-۲۸۷

^۵ ایضاً ۳۰۷-۳۰۸

^۶ نساخ، عبدالغفور: سخن شعر ۱۷۸

^۷ تقریباً ہر تذکرہ نویس نے شاہ رافت کے کلام کی خوبیاں بیان کی ہیں، تذکروں کے اقتباسات کے لیے ملاحظہ ہو اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ مؤلفہ سلیم حامد رضوی، ۱۱۶۔ وہ بعد مقیت الحسن: رافت سرہندی: مقالہ مشمولہ نوائے ادب، بمبئی، جولائی ۱۹۵۹ء

آپ نے خود لکھا ہے کہ آخر ماہ صفر بروز جمعہ ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۶ء کو حضرت غلام علی نے بھوپال جانے کا حکم دیا آپ نواب گوہر بیگم قدسیہ کے زمانہ میں بھوپال آئے خود اپنے کلیات اردو میں اس کا ذکر کیا ہے، نواب گوہر بیگم اور کئی امراء بھوپال نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اسی طرح وہاں کے عوام و خواص آپ کا بہت احترام کرنے لگے۔^۱

آخری عمر میں ۱۲۳۹ھ / ۱۸۳۳ء کوچ کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں یمن کے قریب آپ کا وصال ہو گیا اور عیلم کے مقام پر آپ کی قبر مبارک بنائی گئی۔

آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، اول شاہ خطیب احمد (ف ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء)، دوم حبیب احمد (ف ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵ء)، امتیاز بیگم کا نکاح حافظ اکرام احمد ضیغم بن حافظ قطب الدین اور آفتاب بیگم مولوی عبدالمغنی بن شاہ ابو سعید مجددی کے عقد میں تھیں^۲۔ شاہ خطیب احمد کے دو صاحبزادے محمد ابو البرکات (ف ۱۲۸۶ھ) اور پیر ابو احمد عبد اللہ (ف ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء) تھے موخر الذکر کے فرزند گرامی مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی (۱۳۰۳-۱۳۹۰ھ / ۱۸۸۵-۱۹۷۰ء) جو بہت پابند شرع صوفی اور عالم تھے، مولانا ابو الحسن علی ندوی جیسے عالم نے آپ کے ملفوظات بڑے دل آویز پیرانہ بیان میں جمع کیے تھے^۳۔

حضرت شاہ رؤف احمد نے بھوپال میں جس خانقاہ کی بنیاد ڈالی تھی وہ اب تک دعوت و ارشاد میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہے آپ کی اولاد میں سے صاحب علم و عرفان اب تک مصروف کار ہیں۔

شاہ رؤف احمد کثیر التصانیف صوفی اور عالم تھے آپ کی کتابوں کا مختصر سا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ:

۱۔ احوال و کرامات شاہ درگا ہی رام پوری

آپ نے اس کتاب کے لکھنے کا وعدہ کیا ہے^۴ لیکن ہمیں تا حال اس کے کسی نسخے کا علم نہیں ہے۔

^۱ سلیم حامد رضوی: اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ ۱۱۶

^۲ در المعارف ۱۵۷

^۳ احمد ابو الخیر مکی: مدیہ احمدیہ ۱۰۴-۱۰۷

^۴ یہ کتاب صحبتے با اہل دل کے نام سے لکھنا اور پھر کراچی سے طبع ہو چکی ہے۔

^۵ رافت: جواہر علویہ ۲۷۱

۲۔ مثنوی اسرار

شاہ درگاہی کے ہمراہ پندرہ سال قیام کے دوران آپ نے یہ مثنوی لکھی جس کا زمانہ ۱۲۱۱ تا ۱۲۲۶ھ ہے، اس مثنوی کا موضوع وحدت الوجود اور ولایت صغریٰ کا بیان ہے، اس کے کسی بھی نسخہ کا تاحال علم نہیں ہے۔

۳۔ دیوان غزلیات

مذکورہ قیام کے دوران آپ نے اپنا یہ دیوان مدون کیا، معلوم نہیں کہ آپ کے جود دادین سنٹرل لائبریری، بھوپال میں ہیں کیا یہ دیوان ان میں شامل ہے یا نہیں۔

۴۔ مراتب الوصول

مؤلف نے یہ رسالہ مولوی ولی اللہ سنبھلی کی درخواست پر لکھا، اس میں حضرت شاہ غلام علی کی مجالس کے مطابق علم سلوک کا بیان ہے، مؤلف نے اپنے قیام سرونج (۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء) کے دوران اسے مکمل کر کے اپنے شیخ کی خدمت میں ارسال کیا، جس پر آپ نے بڑی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور اس پر ایک تقریظ بھی لکھی جو مؤلف نے خاتمہ کے طور پر آخر میں نقل کر دی ہے اس کے خطی نسخے کتابخانہ خانقاہ مظہری، دہلی، کتابخانہ دانش گاہ پنجاب لاہور میں ہے۔^۱

۵۔ در المعارف (ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی)

آپ نے حضرت شاہ ابوسعید مجددی کی فرمائش پر اپنے شیخ کے ملفوظات کا یہ مجموعہ مرتب کیا اس کا آغاز روز سہ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء سے ہوتا ہے اور روز یک شنبہ عید الفطر ۱۲۳۱ھ پر ختم ہو جاتے ہیں اور یہ مسلسل ہیں آخر میں کچھ ملفوظات ایسے بھی ہیں جن پر جامع نے اس وقت تاریخ تحریر درج نہیں کی تھی، ایسے

۱ ایضاً ۲۸۲

۲ ایضاً

۳ نوشاہی، سید عارف: فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ مرکزی دانش گاہ پنجاب، ۱/ ۲۱۹۔ یہی رسالہ صادقہ مصدقہ کے نام سے کتاب خانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے (فہرست مشترک ۳/ ۱۹۶۸ء) اور دانش گاہ پنجاب لاہور میں بھی ہے (نوشاہی: فہرست فارسی ۱/ ۳۳) تیسرا نسخہ کتاب خانہ رام پور میں ہے (فہرست فارسی ۱/ ۲۸۳)

فرمودات کو آپ نے آخر میں یکجا کر دیا ہے، جس میں جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء تک کے مندرجات ہیں یہ مجموعہ صوفیہ میں بہت مقبول رہا ہے اس کا فارسی متن کئی بار چھپ چکا ہے اس کے اردو تراجم میں سے جناب عید اللہ، مطبوعہ گجرات، جناب عبد الحکیم خان اختر شاہ جہانپوری، لاہور اور جناب نذیر رانجھا، راولپنڈی سے طبع ہو چکے ہیں۔

۶۔ ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی

حضرت شاہ رؤف احمد رافت نے در المعارف کے بعد آپ کی سات مجالس کے سخنان ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۳۶ھ تا جمادی الاول ۱۲۳۶ھ کو دارالمعارف کے جزیاتمہ کے طور پر لکھے تھے، عزیزی ڈاکٹر سید عارف نوشاہی نے اس پر ایک مفصل مقدمہ لکھ کر اپنے مجموعہ مقالات نقد عمر ۴۲۱-۴۱۰ میں خطی نسخہ کا عکس شامل کر دیا ہے جو فارسی نثر میں ہے، پھر جناب ڈاکٹر معین نظامی نے (مجلہ) سفینہ (شعبہ فارسی) اور نیشنل کالج، لاہور ص ۳۶، ۴۰ مرتب شکل میں شائع کیا ہے۔

۷۔ مکاتیب شریفہ

یہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ۱۲۵ مکتوبات کا مجموعہ ہے کہ جسے شاہ رؤف احمد نے ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء کو مرتب کیا، اس کا خطی نسخہ بخط شاہ رؤف احمد، مکتبہ ملک عبدالعزیز (ذخیرہ شیخ الاسلام عارف حکمت) مدینہ منورہ میں ہے۔ اس کا ایک انتخاب خواجہ غلام محی الدین قصوری (ف ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء) نے کیا تھا جو ان کے ذخیرہ، مخزنہ کتابخانہ منج بخش اسلام آباد میں ہے (ملفوظات شریفہ، مقدمہ ۴۴) مکاتیب شریفہ، صوفیہ میں بہت ہی معروف و مقبول رہا ہے اور اس کا فارسی متن بھی کئی بار طبع ہوا ہے اردو ترجمہ جناب محمد نذیر رانجھا نے کیا جو کنڈیاں ضلع میانوالی سے چھپ چکا ہے۔

۸۔ جواہر علویہ

یہ نقش بندی مشائخ کا تذکرہ ہے آغاز میں حضرت شاہ رؤف احمد رافت نے اپنے شجرہ طریقت نقشبندیہ کے مشائخ کے مختصر حالات لکھے ہیں کتاب کا آخری نصف حصہ اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے احوال و مناقب، ملفوظات اور احوال خلفاء شیخ کا تذکرہ بڑے دل نشین اسلوب میں لکھا ہے، کتاب کے آخر میں اپنے خود نوشت حالات بھی تحریر کیے ہیں۔

اس کتاب کا فارسی متن تاحال شائع نہیں ہوا ہے اس کا وہ نسخہ جو خود مؤلف نے اپنے خالہ زاد بھائی حضرت شاہ ابو سعید مجددی کو خانقاہ مظہری^۱، دہلی میں بھیجا تھا وہ اب تک وہاں محفوظ ہے۔ دوسرا نسخہ مولانا آزاد لاہوری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ^۲ میں ہے اس کا ایک غیر مربوط اور محرف سا اردو ترجمہ، مترجم نامعلوم، لاہور سے اللہ والے کی قومی دکان سے حدود ۱۹۳۵ء کو طبع ہوا تھا۔

۹۔ مکتوبات حضرت شاہ رؤف احمد

مرتب نامعلوم، یہ فارسی نثر میں ہیں، جو مطبع مجتبیٰ، لکھنؤ سے ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۶ء سے طبع ہوئے تھے کل صفحات ۱۲۳ ہیں^۳۔

۱۰۔ مجموعہ ادعیہ ماثورہ

اس میں مخصوص نمازوں مثلاً صلوٰۃ، تہجد، ادائین، قیام اللیل، تحیۃ المسجد، صلوٰۃ التبیح وغیرہ کا بیان ہے ان کے علاوہ مختلف مسنون دعائیں بھی تحریر کی ہیں، اس کا خطی نسخہ حکیم سید ظل الرحمن، اجمل خان طبیہ کالج، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ہے^۴۔

دیوان رافت: شاہ رافت کے شاگرد نساخ نے آپ کے سات دواوین کا ذکر کیا ہے، ان میں ایک فارسی اور باقی اردو میں ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل مخطوطات سنٹرل لاہوری، بھوپال میں ہیں، جو ذخیرہ فوجدار محمد خان سے یہاں لائے گئے ہیں۔

۱۔ دیوان رافت: اس میں پانچ ہزار سے زیادہ اشعار ہیں صفحات ۳۲۰ ہیں۔

۲۔ کلیات رافت: اس میں تقریباً ۴ ہزار اشعار ہیں اور ۳۰۰ صفحات ہیں۔

^۱ زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر ۲۳

^۲ نوشاہی، سید عارف: نقد عمر ۳۵۸

^۳ نوشاہی: کتابشناسی آثار فارسی چاپ شدہ در شعبہ قارہ ۱/ ۶۷۳

^۴ تصوف بر صغیر میں (تصوف کے تار و مخطوطات) پٹنہ ۱۹۹۲ء، ص ۵۵

☆ مثنوی زینحائے ہندی، (بسال ۱۴۲۸ھ / ۱۸۳۲ء) بفرمائش نواب معزز محمد خان، یہ دو ہزار اشعار کی طویل مثنوی ہے۔

☆ مثنوی قصہ یہودی (بسال ۱۴۲۸ھ / ۱۸۳۳ء) اس کے ایک ہزار اشعار ہیں۔

☆ رسالہ مولود۔ یہ میلاد شریف کے موضوع پر ہے، تقریباً پندرہ سو اشعار ہیں^۱۔

☆ فقہ ہندی: اس میں چھ سو اشعار ہیں^۲۔

☆ شاہ رؤف احمد نے اردو نثر میں تین کتابیں لکھی تھیں یعنی:

☆ مرغوب القلوب فی معراج المحبوب (معروف بہ معراج نامہ) اس ایک قلمی نسخہ ترقی اردو بورڈ، کراچی میں ہے^۳۔

☆ ارکان اسلام: یہ کتاب آپ کے پوتے شاہ ابو محمد نے ۱۲۹۷ھ کو مطبع نظامی، کانپور سے شائع کروادی تھی^۴۔

یقیناً ان کے علاوہ بھی شاہ رؤف احمد کی تالیفات ہوں گی، آپ کے شاگرد عبدالغفور نساخ نے لکھا ہے کہ ہر فن میں ان سے کئی ایک رسالے یادگار ہیں^۵ رضالا بیرری رام پور میں سلوک العارفین اور شراب ر حیق نام کی دو کتابیں ہیں جن کے متعلق ڈاکٹر محمد ایوب قادری^۶ اور احمد علی شوق نے لکھا ہے کہ وہ شاہ رؤف احمد کی تصانیف ہیں لیکن رضالا بیرری کے مخطوطات فارسی کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں انہیں شاہ رؤف احمد کے استاد حضرت شاہ سراج احمد مجددی کی تصانیف لکھا گیا ہے^۷۔

۱ سلیم حامد رضوی: اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ۔ ص ۱۱۶-۱۲۳

ایضاً

۲ قادری، محمد ایوب: اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ص ۳۴۶، ۳۵۴

ایضاً

۳ نساخ: سخن شعراء، ۱۷۸

۴ قادری: ایضاً ۳۴۵

۵ شوق، احمد علی: تذکرہ کاملان رام پور، ۱۳۶

۶ فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی ۱/ ۲۷۸

تفسیر رؤفی (تفسیر مجددی): حضرت شاہ رؤف احمد رافت نے قرآن مجید کی یہ تفسیر اردو نثر میں

دو ضخیم جلدوں میں لکھی ہے۔ آپ نے اس کی تالیف کا آغاز ۱۲۳۹ھ / ۱۸۳۲ء کو کیا اور ۱۱ ذیقعد ۱۲۳۸ھ /

۱۸۳۳ء میں مکمل کر لی، شاہ رافت نے مندرجہ ذیل مصرع سے اس کی تاریخ تکمیل اخذ کی ہے:

”تفسیر قرآن ہندی زبان ہے“ ۱۲۳۸ھ

حضرت مولف نے ابتداء میں اس کے اغراض و مقاصد کی اس طرح وضاحت کی ہے:

”سمجھ لیجیے کہ اس تفسیر میں جو معانی مسطور ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ کتب تفسیر سے یا بعضے جا مناسب

مقام کے احادیث صحیحہ سے یا کہیں کہیں مسائل موافق آیہ شریف کے کتب فقہ معتبرہ سے مذکورہ ہوں گے، کہیں

دخل اپنے ذہن فہم کا نہ ہو گا مگر اتنا کہ عبارت عربی اور فارسی کو زبان ریختہ میں بیان کرنا اور جس مقام پر کلام نظم لاتا

وہ البتہ اپنی ہی طبع ناقص سے موزون بنانا ہو گا، کوئی شعر ہندی کے شاعر کا کہیں نہ لایا جائے گا اور مقام تصوف میں

کتب معتبرہ صوفیہ سے نقل کیا جائے گا۔“

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ شاہ رؤف احمد نے تفاسیر معتبرہ سے اخذ و ۲۔ احادیث صحیحہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔

اقتباس کیا ہے۔

۳۔ کتب فقہ بھی پیش نظر رہی ہیں۔ ۴۔ کتب تصوف سے بھی استنباط کیا ہے۔

۵۔ اس میں جہاں بھی اردو (ہندی) اشعار نقل ہوئے ہیں وہ صرف حضرت مولف رافت کے طبع

زاد ہیں۔

اس میں مولف نے اردو کو ریختہ اور ہندی لکھا ہے۔

(مولف کا طرز بیان) سادہ بھی ہے اور عام فہم بھی البتہ لفظوں کی تقدیم و تاخیر کسی قدر عبارت کو الجھا

دیتی ہے، لیکن یہ عیب اس دور کے اچھے لکھنے والوں کے یہاں بھی پایا جاتا ہے۔

تفسیر رونی کا ایک ایڈیشن (نامی پریس بمبئی) سے ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء کو طبع ہوا تھا، پھر اس کے مزید دو ایڈیشن اسی مطبع سے شائع ہوئے اب تک اس تفسیر کی کوئی تجزیاتی تحقیق بھی سامنے نہیں آئی، اس لیے فی الحال یہی قدیم ایڈیشن عکسی صورت میں طبع کروایا جا رہا ہے، اس طباعت کے لیے ہمارے عزیز دوست جناب محمد کاشف رضا نے بہت جدوجہد کی ہے اللہ پاک انہیں اس کے لیے جزائے خیر دے، آمین۔

مولوی امام دین بن میاں محمد

مولوی امام دین چودھویں صدی ہجری کے ایک صوفی اور موفک تھے۔

مولوی امام دین بن میاں محمد کھوٹکی کی ولادت ۵ محرم ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۵ء کو موضع کھوٹکہ میں ہوئی (مقامات طیبین ۲۲۳) موضع کھوٹکہ (Khotakkah) ضلع خوشاب (Khushab) کی وادی سون سکسر (Soon Sakesar) میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔

مولوی امام دین نے ابتدائی تعلیم اپنے والد اور میاں حافظ حاکم سے حاصل کی۔ پھر ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۸ء کو موضع میال (Mial) کے میاں غلام محمد (خلیفہ شیخ عبداللہ کوہاٹی نامی) کی خدمت میں حاضر ہوئے جو ان کے مستقر کھوٹکہ میں اکثر آیا کرتے تھے ان سے بیعت بھی کی اور لطائف تک سلوک کی تعلیم انہی کی خدمت میں حاصل کی۔ اس کے بعد عبداللہ لاہوری اور حافظ برخوردار کی انواع اپنے والد سے پڑھی۔ علم فقہ کی مولوی نور محمد نلی، قاضی امیر عبداللہ خان، مولوی محمد عاقل اور مولوی عبدالعزیز بگوی سے تحصیل کی۔ (مقامات طیبین ۲۲۳)

۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۳ء کو سلوک کی باقاعدہ تعلیم کے لیے میاں غلام محمد مذکور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً ایک سال ان کے پاس گزارا (ہما نجا ۲۲۵)

۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء میں مزید تعلیم اور منازل سلوک کے سلسلے میں مولانا غلام نبی للہی (ف ۱۳۰۶ھ) (Lillahi) خلیفہ خواجہ غلام محی الدین قصوری (ف ۱۲۷۰ء / ۱۸۵۳ء ملفوظات شریفہ ۶۱) کی خدمت میں بلہ ٹاؤن (Lillah Town) تحصیل پنڈ وادن خان، حدود جہلم، حاضر ہوئے اور لطائف سے آغاز کیا، مولوی امام دین عرصہ تک سفر و حضر میں مولانا غلام نبی للہی کے ہمراہ رہے اور ان کے ملفوظات بھی قلم بند کرتے رہے۔ (مقامات طیبین ۲۲۷) اور منازل سلوک کا مسلسل ارتقاء بھی جاری رہا۔ یہاں تک کہ شیخ نے ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء کو انہیں خلافت و اجازت مطلقہ بھی دے دی (ہما نجا ۲۲۸)۔

مولوی امام دین کے مرشد شیخ غلام نبی للہی اور ان کے شیخ خواجہ غلام محی الدین قصوری خلیفہ شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) فارسی، عربی اور اردو میں کئی بلند پایہ کتابوں کے مصنف تھے (سلسلہ الاولیاء، مجمع التوارخ اور ملفوظات مولوی غلام نبی للہی میں ان کے کارناموں کا تذکرہ ہے)۔

مولوی امام دین کئی کتابوں کے مؤلف تھے جن میں سے حسب ذیل فارسی تالیفات کا مختصر تعارف کروایا جا رہا ہے۔

۱۔ مقامات طیبین:

اس کتاب میں دو صوفیہ کے حالات درج کیے ہیں اول خواجہ غلام الدین قصوری مذکور اور مؤلف کے شیخ مولوی غلام نبی للہی۔

مؤلف نے اس کتاب کا آغاز تالیف اپنے شیخ سے منسلک ہوتے ہی یعنی ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء میں کر دیا تھا اور ان کے ملفوظات بھی جمع کرنا شروع کر دیئے تھے جو اس کتاب کا جز ہیں (مقامات طیبین ۲۲۴) اپنے شیخ کے وصال ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء اور اس کے بعد تک اس کی تکمیل میں مصروف رہے، حدود ۱۳۱۷ھ / ۱۹۰۰ء میں مکمل ہوئی۔

کتاب فارسی نثر میں ہے زبان و بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہے بہت سے الفاظ مقامی زبان پنجابی کے بھی استعمال ہوئے ہیں۔ جا بجا فارسی اشعار بھی نقل کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کے دو خطی نسخے ایک بخط مؤلف اور دوسرا مکتوبہ ۱۹۳۵ء کتابخانہ خانقاہ نقشبندیہ مولوی غلام نبی للہی، پلہ ٹاؤن میں محفوظ ہیں۔ جو میری نظر سے گزرے ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ تذکرہ اعلیٰ حضرت للہی کے نام سے سید احمد سعید ہمدانی نے کیا جو لاہور سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا۔

۲۔ افکار مجددیہ

مولوی امام دین نے اس کتاب میں جو فارسی نثر میں ہے نقش بندی مجددی سلسلہ کی تعلیمات اور معمولات زندگی اس سلسلہ کے صوفیہ کے لیے مشقی اسباق جمع کیے ہیں جن میں سلسلہ کے اوراد، وظائف، مراقبات

اور پند و نصائح بھی آگئے ہیں۔ اس کتاب کے عمومی مآخذ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، زبدۃ المقامات (برکات احمدیہ)، مکاتیب شاہ غلام علی دہلوی، مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ اور حق المبین ہیں۔

اس کتاب کا ایک خطی نسخہ صاحبزادہ مطلوب الرسول خانقاہ مولانا غلام نبی بلّہ ٹاؤن میں محفوظ ہے۔
(فہرست مشترک ۳/۱۲۸۳)

۳۔ روّزینت الاسلام

محمد بارک اللہ نے پنجابی نظم میں عقائد مجددیہ وہابیہ کی تائید میں ایک کتاب زینت الاسلام کے نام سے لکھی تھی، مولوی امام دین نے اس کتاب کا ردّ فارسی نثر میں لکھا۔ جس میں عقائد احناف اور صوفیہ کی تائید کی، فرقہ وہابیہ پنجاب کا ردّ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتابخانہ مذکور میں موجود ہے۔ (ہمانجا ۲/۱۱۰۶)

۴۔ نادر الکلام

مولوی امام دین نے کتاب زینت الاسلام (مذکور) کے رد میں فارسی نثر میں یہ دو سرار سالہ تالیف کیا اس کا سال تکمیل ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء ہے۔ اس میں رد اول الذکر رد سے زیادہ مؤثر اور الفاظ سخت استعمال کیے ہیں زبان و بیان بھی خاصا مناظرانہ اور پوری شدت کے ساتھ تلخ ہے۔

اس رسالے کا بھی ایک خطی نسخہ کتابخانہ مذکور بلّہ ٹاؤن میں ہے (ہمانجا ۲/۱۱۹۵)

۵۔ مکتوبات اعلیٰ حضرت

مولوی امام دین نے اپنے شیخ اعلیٰ حضرت غلام نبی للہی کے مکتوبات جمع کیے ہیں۔ یہ مجموعہ دو جلدوں پر مشتمل ہے مکتوبات فارسی نثر میں ہیں۔ پہلا مکتوب اپنے والد بزرگوار کے نام مورخہ ۱۳ رمضان ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء کو لکھا گیا ہے۔ اور آخری مکتوب شیر محمد کلاچی والد کے نام ہے جس میں کتاب روضۃ القیومیہ کا خطی نسخہ طلب کیا گیا ہے۔

مکتوبات کا یہ مجموعہ بھی ہنوز طبع نہیں ہوا ایک خطی نسخہ بلّہ ٹاؤن کے مذکورہ کتابخانے کی زینت ہے۔

(ہمانجا ۳/۱۹۷۹)

مولوی امام دین کا انتقال حدود ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۳ء میں ہوا (علاقائی روایت)

ماخذ

- ۱۔ امام دین کھوتکی: مقاماتِ طیبین (احوال خواجہ غلام محی الدین قصوری و مولوی غلام نبی للہی) خطی نسخہ مخزونہ خانقاہ نقشبندیہ للہ ناؤن، ضلع جہلم
- ☆ ایضاً: تذکرہ اعلیٰ حضرت للہی اردو ترجمہ مقاماتِ طیبین از سید احمد سعید ہمدانی۔ لاہور ۱۹۸۶ء
- ۲۔ غلام محی الدین قصوری: ملفوظاتِ شریفہ شاہ غلام علی دہلوی اردو ترجمہ اقبال احمد فاروقی، مقدمہ و حواشی محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۷۸ء
- ۳۔ غلام محی الدین سنجابی: مجمع التواریخ، خطی نسخہ مملوکہ محمد اقبال مجددی، لاہور
- ۴۔ محمد حسن کرچوری: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، لاہور (س ن)
- ۵۔ ایضاً: ملفوظاتِ حضرت غلام نبی، لاہور (س ن)
- ۶۔ محمد صالح سنجابی: سلسلہ الاولیاء، خطی نسخہ بخط محمد صالح سنجابی، مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد، گجرات، پاکستان۔
- ۷۔ منزوی، احمد: فہرست مشترک ج ۲، ۳۔ اسلام آباد ۱۹۸۴ء

۴ فروری ۱۹۹۷ء

(برائی دانشنامہ ادبیات فارسی شبیہ قارہ، تہران)

حضرت حافظ سیّد جمال اللہ رام پوری

آپ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ آپ کے والد حضرت سیّد سلطان شاہ معروف بہ محمد روشن بھی اولیا اللہ میں سے گذرے ہیں^۱۔ جن کا مزار گجرات پاکستان میں ہے^۲۔

گجرات ہی میں یہ حضرت سیّد جمال اللہ علیہ الرحمت کی ولادت ہوئی^۳۔

حافظ سیّد جمال اللہ علیہ الرحمت نے مولوی غلام حسین خان بن مولوی غلام جیلانی خان سے اپنے حالات اس طرح بیان کیے تھے:

بچپن ہی میں میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو خواب میں دیکھا تھا اسی وقت سے طبیعت میں ولولہ اور بے خودی پیدا ہو گئی، ایام طفلی میں گھر سے نکل کر وزیر آباد (پنجاب) میں آیا، وہاں ایک عالم باعمل اور صالح تھے اور ان سے کرامتیں بھی سرزد ہوتی تھیں، کی خدمت میں حاضر ہوا، چنانچہ قرآن شریف ان سے حفظ کیا، ایک روز وہ بزرگ فرمانے لگے جمال اللہ تمہارا حصہ ہندوستان میں امانت ہے وہاں جاؤ اور حصہ لو تم سے ایک عالم کو فائدہ ہو گا، وزیر آباد سے دہلی آیا، شاہ جہان آباد سے باہر دیرانہ میں ایک مسجد تین در کی تھی (جس کے) دو در بند تھے (اور) ایک کھلا ہوا تھا، اسی دیران مسجد میں ٹھہر گیا اور علم فقہ پڑھنا شروع کیا، روزانہ دو ختم قرآن شریف کے کرتا تھا اور باقی اوقات میں پڑھتا تھا اور استاد کی خانگی خدمت کرتا تھا، رات میں چکی پیتا تھا تیسرے روز استاد

الذیر، امام الدین خان: مجمع الکرامات، خطی، مخزنہ رضالا بحری، رام پور

سردار شاہ قادری: حالات مشائخ ۱۳۹

مجمع الکرامات ۱

کے اصرار پر تھوڑے جو کھالیتا تھا، میرے استاد ہمیشہ مجھے مرید ہونے کے لیے نصیحت کرتے تھے مگر میں تو خود بنی کو خدا دانی سمجھے ہوئے تھا اور کہتا تھا کہ میں جو بھی ریاضت کرتا ہوں اس سے زیادہ فزونی میں کیا ریاضت ہوگی اور دوسروں سے التجا کرنا کیا فائدہ، ایک رات کو یہ اتفاق ہوا کہ میں اپنی ویران مسجد میں تلاوت قرآن شریف کر رہا تھا دروازہ مسجد کا بند تھا ایک شخص نے مجھ سے کہا جمال اللہ تلاوت قرآن بڑی عبادت ہے مگر بغیر بیعت ہوئے ولایت حاصل ہونا محال ہے، اور پھر وہ شخص غائب ہو گیا، دروازہ بدستور بند تھا، ادھر ادھر دیکھا کوئی بھی نہیں تھا، اسی وقت دوڑا ہوا اپنے استاد کی خدمت میں گیا اور یہ حال بیان کیا اور عرض کیا کہ آپ ابھی چلے اور مجھے بیعت کر دیجیے۔۔۔ وہ مجھے اپنے پیر مولانا شاہ قطب الدین محمد اشرف حیدر حسین کی خدمت میں لے گئے، ان کی صورت دیکھ کر میں بے تاب ہو گیا، مولانا نے میرے استاد سے میرے معاد و معاش کے حالات دریافت کیے، استاد نے سب حال عرض کیا اور یہ بھی کہا کہ فقہ پڑھتے ہیں ارشاد ہوا کہ جب شادی ہی نہیں ہوگی تو مسائل حیض سے کیا فائدہ، اس وقت مجھے خیال آیا کہ نکاح میرے لیے جائز (مناسب) نہیں ہے، پھر مجھ سے فرمایا کہ آج شب کو استخارہ کرنا تاکہ جو امر ظاہر ہو اس کے موافق عمل کیا جائے۔

میں نے استخارہ کیا، خواب دیکھا مگر یاد نہ رہا میں صبح کو حاضر ہوا حضرت کے خواجہ باقی اللہ (قدس سرہ) کے مزار کے پائیں میں تشریف رکھتے تھے اور بیس برس سے اسی مزار کی جاروب کشی کرتے تھے مجھ سے خواب کی بابت کچھ استفسار نہیں کیا اور بیعت فرمالیا۔ اس وقت سے میں نے یہ معمول رکھا کہ صبح سے شام تک میں خدمت میں کھڑا رہتا تھا البتہ مراقبہ کے وقت حکماً بیٹھ جاتا تھا۔^۱

حضرت حافظ سید جمال اللہ دہلی میں ہی بارہ سال تک ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے ایک روز مولانا شاہ قطب الدین نے فرمایا کہ کثرت مجاہدہ سے اب تم کو کمال حاصل ہو گیا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ دستِ غیب سے یا

^۱ حضرت حافظ جمال اللہ کے یہ حالات صاحب مجمع الکرامات مولانا امام الدین انور نے نقل کیے ہیں جو حافظ صاحب کے خلیفہ شاعر دہلوی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے (حالات کے دیکھے مجمع الکرامات ۱۶۷-۱۷۱، تذکرہ کلامان رام پور ۵۵-۵۸) حافظ سید جمال اللہ قدس سرہ کے یہی حالات مؤلف تذکرہ کلامان رام پور نے بھی نقل کیے ہیں (۹۶-۹۷)

کیسیا بھی تم کو سکھادیں، حافظ صاحب نے عرض کیا کہ ”میری خواہش تو مرشد سے سوائے مرشد کے اور کچھ نہیں ہے“ سن کر مولانا نے انہیں گلے لگایا اور منافقت عطا کی، جو لباس پہنے ہوئے تھے وہ عنایت کیا اور پھر اپنے خلفائے قدیم سے فرمایا کہ حافظ صاحب سے تم بھی اجازت لو۔

مولانا قطب الدین علیہ الرحمت کی والدہ افغان تھیں انہیں افغانہ سے بڑی محبت تھی اس لیے انہوں نے حافظ صاحب کو ان کی تربیت کے لیے مصطفیٰ آباد عرف رام پور بھیجا۔

حافظ جمال اللہ رام پور میں

حافظ کمال درجہ کے منکسر مزاج بزرگ تھے مدتوں رام پور کے نوابوں کی ملازمت میں رہ کر اپنی ولایت کو چھپاتے رہے، عرصہ تک بہادر جنگ خان رسالہ دار نواب سید فیض اللہ خان (۱۱۶۸-۱۲۰۸ھ / ۱۷۵۴-۱۷۸۴ء) کے ملازم رہے۔

اس طرح نواب محمد علی خان کی معزولی (۱۳ / محرم ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء) کے دوران اس کی بیگمات کے ضامن بنائے گئے حافظ سید جمال اللہ کے ساتھ سید حسن شاہ ترمذی بھی ضامن تھے، لیکن اس دوران نواب محمد علی خان کو کسی نے قتل کر دیا جس کا نہ نواب کے پس ماندگان کو علم ہو سکا اور نہ ہی اس کے جانشین نواب غلام محمد خان کو علم ہوا کہ قاتل کون تھا، حافظ سید جمال اللہ کو اس قتل پر بڑا صدمہ لاحق ہوا۔

اس کے بعد نواب غلام محمد خان (۱۳ / محرم ۱۲۰۹ھ - یکم ربیع الاثنیٰ ۱۲۰۹ء / ۱۷۹۴ء) چند ماہ کے لیے مسند نشین ہوئے یہ بھی حافظ سید جمال اللہ قدس سرہ کے مرید مخلص تھے۔

نواب فیض اللہ خان مذکور کے ساتھ حافظ سید جمال اللہ قدس سرہ کے بڑے اچھے مراسم تھے، نواب نے اپنے دور حکومت میں رام پور میں امن و امان قائم کیا، نواب صاحب بڑے متقی اور دین دار انسان تھے، ان کے زمانے میں دریائے گوی جوش زن ہو گیا تھا، اس کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لیے نواب شاہ جمال اللہ اور مولانا عبد العلی

۱ تذکرہ کاملان رام پور ۹۷

۲ امیر، امیر مینائی، انتخاب یادگار، (طبع عکسی) اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۱۹۸۲ء، ص ۴۷ علم و عمل (دقائق عبد القادر

خانی) ۵۶/۱-۵۷ (حاشیہ)

۳ انتخاب یادگار ۴۷

بحر العلوم اور دیگر ارباب کمال کو ہمراہ لے کر دریا پر گیا اور کہا کہ دریا کی تندی کو دور کرنے کے لیے ایسے اصحاب جائیں جنہوں نے کبھی فعل حرام کے مرتکب ہونے کا ارادہ بھی نہ کیا ہو یہ سن کر کوئی آگے نہ بڑھا نواب صاحب خود روتے ہوئے گئے اور ہاتھ اٹھا کر بحلف مذہب کہا کہ میرے دل میں کبھی قطرہ بھی کسی برے فعل یا حرام کا نہیں آیا، نواب علوم معقول و منقول میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے^۱۔ حافظ الملک حافظ رحمت خان (ف ۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۴ء) والی روہیل کھنڈ اور اس کی بیٹی خدیجہ بیگم بھی حافظ سید جمال اللہ سے بیعت تھی^۲۔

حافظ سید جمال اللہ کا وصال

حضرت سید حافظ جمال اللہ کا ۳ صفر ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء کو وصال ہوا^۳۔ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی (۱۲۳۹ھ) نے آپ کے وصال پر دو قطعات تاریخ لکھے:

غوثِ زمان امامِ جہاں خواجہ جمال
والی ملکِ خلدِ برین شد بصد جمال
رافت چو فکر کرد بتاریخ ارتحال
ہاتفِ زغیب داد ندا ”مظہر جمال“

قطعہ دیگر

آں امامِ زمان جمال اللہ
از جہاں رفت کرد خلد آباد
ساخت رافت چو فکر سالِ وصال
شد ندا آہ ”مخزنِ اسرار“^۴

اس طرح مولوی امام الدین انور خلیفہ شاہ درگاہی نے آپ کے نام مبارک سے سال وصال برآمد کیا، ان

کا قطعہ یہ ہے:

^۱ مجمل الغنی رام پوری: اخبار الصنادید ۱/ ۹۷-۵۹۶

^۲ ایضاً

^۳ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ ۲۷۵، تذکرہ کالمات رام پور ۹۸

^۴ رافت، رؤف احمد: جواہر علویہ ۲۷۶

وقتِ رحلت کی ہی پرسید
 سالِ تاریخ و نام پاک شاہ
 ناگہاں مُلھی ز غیبِ بگفت
 سید و حافظ و جمال اللہ^۱

صاحب نام کے ایک بزرگ حافظ شاہ جمال اللہ کے مزار شریف کی خدمت کرتے تھے ان کے انتقال کے بعد آپ کے خلیفہ شاہ درگاہی نے عمر خان کو اس خدمت پر مامور کیا، شاہ درگاہی نے آپ کے مزار پر گنبد بنوایا اور درویشوں کے قیام کے لیے مکانات تعمیر کروائے تذکرہ کاطلان رام پور کی تالیف ۱۹۲۹ء تک وقف جاگیر کی آمدنی ساڑھے تین سو روپے سالانہ تھی جس سے عرس کے اخراجات ہوتے تھے، عرس خود ریاست رام پور کے اہتمام سے کیا جاتا تھا، ریاست اس میں امداد بھی دیتی تھی، متولی بھی ریاست کی طرف سے مقرر ہوتے تھے۔

حافظ سید جمال اللہ کے مریدین

ملا خدا ایک قبحر عالم اور حافظ صاحب کے خلیفہ تھے وہ لکھنؤ میں تلقین و ارشاد کا فریضہ انجام دیتے رہے، میاں سیف اللہ شاہ قصبہ سری تحصیل سنبھل ضلع مراد آباد میں مصروف کار تھے۔^۲ ملا کمال، ایک عرصہ تک دکن میں بھی رہے حافظ جمال اللہ کے مرید تھے ان کے فرزند مولوی جلال الدین (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۵ء) رام پور کے کالمین میں سے تھے۔^۳ ان کے علاوہ شاہ نور مستان، میاں محمد شاہ، میاں فیض احمد (عم شاہ روف احمد رافت مجددی) بھی حافظ صاحب کے مریدین میں سے تھے۔^۴

۱۔ مجمع الکرمات ۲

۲۔ تذکرہ کاطلان رام پور ۹۹ (محلہ باجوڑی ٹولہ رام پور میں آپ کا مزار بنا بعد میں یہ علاقہ آپ کے نام سے معروف ہوا)
 (حالات مشائخ ۱۳۶)

۳۔ تذکرہ کاطلان رام پور ۹۸-۹۹

۴۔ علم و عمل ۱/۷۷

۵۔ جواہر طلویہ ۲۷۵

آپ کے خلفاء میں سے شاہ درگاہی علیہ الرحمۃ کو سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی، ان کا وصال رام پور میں ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء کو ہوا، شاہ رؤف احمد رافت مجددی نے بھی ان سے استفادہ کیا تھا۔

کئی اکابر حافظ سید جمال اللہ سے ملے تھے ان میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۳ء) قابل ذکر ہیں آپ گرمی کے موسم میں حاضر ہوئے حافظ صاحب نے تربوز پیش کیا۔

حافظ سید جمال اللہ کے مشائخ

حافظ صاحب کے مشائخ میں سے مولانا سید قطب الدین محمد اشرف بن سید عنایت اللہ بخاری کا ذکر ملتا ہے، مولانا سید قطب الدین عالی نسب سادات میں سے تھے۔ پہلے اپنے والد سے بیعت ہوئے پھر حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، صاحب مسالک السالکین نے حاجی رفیع الدین مراد آبادی کی کتاب تذکرۃ المشائخ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کبھی بھی ایک لحظہ کے لیے ذکر سے غافل نہیں ہوئے، ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء کے حملہ احمد شاہ درانی کے بعد آپ دہلی سے لکھنؤ آ رہے اور حافظ سید جمال اللہ کو اپنا خلیفہ نامزد فرما کر خود مدینہ منورہ چلے گئے، آپ فانی الرسول (ﷺ) تھے مولف مسالک السالکین نے مولوی غلام احمد تمیز رام پوری کے ایک رسالہ کے حوالہ سے آپ کے عشق رسول کے واقعات لکھے ہیں، حاجی رفیع الدین مراد آبادی نے لکھا ہے کہ میری ۱۱۶۸ھ کو سرہند شریف میں حضرت سید قطب الدین اشرف سے ملاقات ہوئی پھر دہلی وغیرہ میں ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا، سید قطب الدین کا مزار مبارک جنت البقیع میں حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری کے مزار شریف کے برابر ہے۔ سید قطب الدین کا ۱۱۸۰ھ کو وصال ہوا آپ کا زیادہ وقت سرہند شریف اور دہلی میں مزار حضرت خواجہ باقی باللہؒ پر گزرا پہلے لکھا جا چکا ہے کہ آپ چوبیس سال سے مزار حضرت خواجہ باقی باللہؒ پر جاروب کشی کر رہے تھے۔

۱ ایضاً ۱۷۷۲ء شاہ درگاہی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: مجمع انکرمات خطی، خزینۃ الخواطر ۷/ ۱۶۵، رشحات عنبریہ (حواشی)

۲ مسالک السالکین ۱/ ۳۳۵

۳ رافت، رؤف احمد: در المعارف ۱۳۶

۴ مسالک السالکین ۱/ ۳۲۸-۳۲۹

حضرت سید قطب الدین محمد اشرف علیہ الرحمت، حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی (ف ۱۱۵۲ھ / ۱۷۴۰ء) بن حضرت ابوالاعلیٰ (ف ۱۱۰۷ھ / ۱۱۱۷ء) بن حضرت حجۃ اللہ محمد نقش بند ثانی (ف ۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ء) بن حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم (۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء) بن امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اسرارہم۔

حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ کے احوال کے لیے روضۃ القیومیہ کی چوتھی جلد مخصوص ہے، اسی طرح اس کتاب کی تیسری جلد میں حضرت خواجہ محمد نقش بند ثانی علیہ الرحمت کے حالات مفصل درج ہوئے ہیں احقر نے حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار و تعلیمات پر چار جلدوں میں ایک ضخیم کتاب مقامات معصومی مرتب کی ہے جس کی چوتھی جلد کے تعلیقات و حواشی میں ان حضرات کے مبارک احوال مختلف معاصر کتب کی روشنی میں تحریر کیے ہیں۔

مآخذ

- ۱۔ اخبار الصنادید، نجم الغنی رام پوری، لکھنؤ، مطبع نوکسٹور
- ۲۔ انتخاب یادگار، امیر مینائی، (طبع عکسی) اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۱۹۸۲ء
- ۳۔ اکابر مجددیہ، محمد عاشق حسین مجددی، سانگلہ ہل، شیخوپورہ، ۱۹۹۱ء
- ۴۔ تذکرہ کلامان رام پور، احمد علی شوق، (طبع عکسی) پٹنہ، خدابخش لائبریری، ۱۹۸۶ء
- ۵۔ جواہر علویہ، شاہ رؤف احمد رافت مجددی، لاہور، (سن)
- ۶۔ حالات مشائخ (قادیہ مجددیہ جمالیہ) سردار احمد خان قادری، رام پور، ۱۹۸۳ء
- ۷۔ حیات حافظ رحمت خان، الطاف علی بریلوی، کراچی، ۱۹۶۳ء
- ۸۔ ذر العارف (ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی) جامع شاہ رؤف احمد رافت، استنبول، ترکی، ۱۹۹۷ء
- ۹۔ رشحات عنبریہ (احوال شاہ احمد سعید مجددی دہلوی ثم مدنی) شاہ محمد مجددی، مرتبہ محمد اقبال مجددی، استنبول، ترکی، ۱۹۹۱ء (عربی)
- ۱۰۔ روضۃ القیومیہ، کمال الدین محمد احسان (اردو ترجمہ) لاہور، ۱۳۳۵ھ

- ۱۱۔ علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) عبدالقادر خان رام پوری ترجمہ معین الدین افضل گڈھی، تعلیقات و حواشی، محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۶۰ء
- ۱۲۔ فہرست مشترک نسخہ ہائی خطی فارسی پاکستان، احمد منزوی، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء
- ۱۳۔ مجمع الکرامات (حالات شاہ درگاہی نقش بندی)، امام الدین انور، خطی مخزنہ رضا لاہوری رام پور
- ۱۴۔ مسالک السالکین، عبدالستار، آگرہ، مطبع مفید عام، ۱۳۲۶ھ
- ۱۵۔ مقاصد السالکین، حافظ ضیاء اللہ، میرٹھ، ۱۹۰۰ء
- ۱۶۔ صفراحمہ معصومی: مقامات معصومی، تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء
- ۱۷۔ غلام علی دہلوی: مقامات مظہری، تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۱ء

(۲۲ شعبان ۱۴۲۵ھ / ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۴ء)

حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی

حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی، حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اور بارہویں صدی ہجری کے صوفیہ میں سے تھے کتاب مقاصد السالکین انہی کی تالیف ہے۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ کا تعلق خطہ کشمیر سے تھا، آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی بخاری قدس سرہ (ف ۷۹۱ھ / ۱۳۷۹ء) کی اولاد میں سے تھے۔ امیر کبیر قسم کے تاجر تھے، ایک ایک لاکھ کا آپ کا خیمہ تھا۔ حضرت خواجہ ضیاء اللہ کے بارے میں ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی بخاری کے کس صاحبزادے کی اولاد میں سے تھے، حضرت خواجہ بخاری کی اولاد میں سے کئی اصحاب بابر، اکبر و جہانگیر کے عہد میں ہندوستان آئے تھے جن میں سے بعض کا ذکر ہم نے عصری مآخذ کی بنیاد پر مقامات معصومی کی جلد اول میں کیا ہے لیکن شجرہ نسب معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس امر کا انکشاف نہ ہو سکا کہ خواجہ ضیاء اللہ کا نسب کس طرح حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی علیہ الرحمۃ (۱۰۹۳-۱۱۵۲ھ / ۱۲۸۲-۱۷۴۰ء) بن شیخ، ابوالاعلیٰ (۱۰۶۳-۱۱۰۷ھ / ۱۶۵۳-۱۳۹۵ء) بن حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی (ف ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۲ء) بن حضرت خواجہ محمد معصوم (ف ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء) بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم کے خلیفہ تھے۔^۱

^۱ لورالمن خان: شہرہ آفاق مس ۵ (مشمولہ مجموعہ چہل رسائل)

^۲ لورالمن خان: اسرارِ محبت ۵۴ (مشمولہ مجموعہ چہل رسائل)

^۳ ان حضرات کے مفصل حالات کے لیے مقامات معصومی کی جلد ثالث مع تعلیقات ملاحظہ کریں

حضرت خواجہ ضیاء اللہ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء کو حضرت خواجہ محمد زبیر سے منسلک ہوئے۔ اس بیعت کا سبب یہ ہوا کہ ایک شب خواب میں ایک مسجد میں آپ کو حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ وہاں حضرت خواجہ محمد زبیر بھی حاضر تھے، خواجہ ضیاء اللہ نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صورت مبارک اور خواجہ محمد زبیر کی شکل ایک ہو گئی ہے، اسی اثنا میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواجہ ضیاء اللہ سے فرمایا کہ خاتم الرسل ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں جاؤ اور ان سے بیعت ہو جاؤ چنانچہ اگلے ہی روز خواجہ ضیاء اللہ خواجہ محمد زبیر کے پاس گئے اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے، حضرت خواجہ محمد زبیر ان پر غایت درجہ مہربان تھے، چونکہ خواجہ ضیاء اللہ نہایت حلیم الطبع اور متواضع تھے اس لیے آپ نے انہیں ”ہَیْنَ لَیْنٍ“ کا خطاب دیا تھا۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ کا تعلق خطہ کشمیر سے تھا، آپ کشمیر ہی سے بغرض تجارت ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جاتے آتے تھے، خواجہ محمد زبیر نے انہیں ”فخر کشمیر“ کا بھی خطاب دیا تھا۔ کشمیر میں ان کی شہرت ”احسن لین“ کے نام سے تھی۔ روضۃ القیومیہ کے معاصر مولف نے خواجہ محمد زبیر کے چند معروف خلفاء کے ضمن میں خواجہ ضیاء اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

خواجہ ضیاء اللہ کشمیری، حضرت خواجہ محمد زبیر کے اجل خلیفہ ہیں آپ ورع و تقویٰ اور طریقہ احمدیہ معصومیہ کے سخت پابند ہیں آنحضرت (خواجہ محمد زبیر) آپ پر بدرجہ غایت مہربان تھے اور ولایت صغریٰ و کبریٰ، کمالات نبوت بلکہ حقائق ثلاثہ تک کی بشارات خواجہ ضیاء اللہ

روضۃ القیومیہ ۱۰۶/۴، لکھا ہے کہ خواجہ ضیاء اللہ، خواجہ محمد زبیر کے منصب قیومیت کے سترہ سال ہو گئے تو آخر بیعت سے مشرف ہوئے۔ خواجہ محمد زبیر کا پہلا سال قیومیت ۱۱۱۳ھ ہے (روضۃ القیومیہ ۲۶/۴) اس اعتبار سے ۱۷۱۳ + ۱۷ = ۱۷۳۰ھ ہوتے ہیں۔

روضۃ ۱۰۶/۴

ایضاً

ایضاً ۲۹۲/۴

کو عنایت فرما کر اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا، بارہا خواجہ صاحب کی بابت فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ صاحب محبت و اعتقاد میں بے نظیر ہیں۔^۱

اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ روضۃ القیومیہ کی تالیف (حدود ۱۱۶۳ھ / ۱۷۵۰ء) کے دوران خواجہ ضیاء اللہ نقش بندی کشمیری بقید حیات تھے، ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء کو معروف شیخ طریقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی نو عمری میں بٹالہ سے دہلی پہنچے تو اس وقت دہلی میں جو معروف ترین مشائخ معروف کار تھے ان میں خواجہ ضیاء اللہ نقش بندی کا نام سرفہرست ہے۔ شاہ غلام علی علیہ الرحمۃ ۱۱۷۴ھ سے ۱۱۷۸ھ چار سال تک دہلی کے مختلف مشائخ کی صحبت میں رہے اور خواجہ ضیاء الدین سے بڑے متاثر ہوئے۔^۲ گویا خواجہ ضیاء اللہ کشمیری نقش بندی ۱۱۷۴ھ تک زندہ اور دہلی میں دعوت و ارشاد میں مصروف تھے، قیاس ہے حدود ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۴ء کے بعد شاہ غلام علی حضرت میرزا مظہر جان جاناں سے منسلک ہوئے ہوں گے۔

حضرت شاہ غلام علی، خواجہ ضیاء اللہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ خواجہ ضیاء اللہ حضرت قبلہ عالم (خواجہ محمد زبیر) کے اکابر خلفاء میں سے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی کو مجددی نسبت مجسم صورت میں دیکھنا ہو تو خواجہ ضیاء اللہ کو دیکھ لے، لکھا ہے:

”تعریف حضرت خواجہ ضیاء اللہ کہ اعظم خلفاء حضرت قبلہ عالم بودند فرمودند کہ ہر کہ را دیدن نسبت مجددی مجسم خواہد خواجہ ضیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ را بیند و نیز فرمودند کہ حضرت خواجہ ضیاء اللہ در آخر شب گریہ و زاری می کردند و مردمان راز جز او تبیہا بیداری ساختند و می گفتند کہ ای والی بر شما کہ دعوی محبت الہی می زنی و یار و محبوب شمار بیدارست و متوجہ شماست و شما خفته آید و غافل از دور دعوی محبت شمار و غوغ گوئید۔۔۔“^۳

بد قسمتی سے مسلمانوں کے دارالارشاد سرہند شریف پر سکھوں نے پے درپے کئی حملے کیے ان کا پہلا حملہ ۱۱۲۲ھ / ۱۷۱۰ء کو بندہ سنگھ کی نگرانی میں ہوا اور مسلمانوں کو سکھوں نے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اس حملہ سے

^۱ ایضاً ۲۹۲/۳-۲۹۳، عبد الغنی مجددی، شاہ: ضمیر مقامات مظہری، (مشمولہ مقامات مظہری) ۵۷۱

^۲ اس سلسلہ میں بعض تاملات کے لیے ملاحظہ ہو مقامات مظہری پر ہمارا مفصل مقدمہ ص ۱۵۵ نیز تفصیل کے لیے ملفوظات شریفہ پر احقر کا مقدمہ بھی توجہ کا محتاج ہے۔

^۳ رافت، روف احمد مجددی: در العارف ۹-۱۰ مطبوعہ استنبول، ترکی، ۱۹۷۴ء

صرف ایک سال پہلے الہامی طور پر حملہ سے آگاہ ہو کر حضرت شیخ عبدالاحد وحدت (ف ۱۱۲۶ھ) اور حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہما نے سرہند شریف سے ہجرت کی اور دہلی آ کر مقیم ہو گئے، چونکہ سکھوں کے سرہند پر ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۳ء تک وقفے وقفے سے حملے جاری رہے اس لیے یہ حضرات واپس سرہند نہ جاسکے اور ان کے وصال کے بعد ان کو سرہند لے جا کر دفن کیا گیا۔

اس لیے ۱۱۳۱ھ کو حضرت خواجہ ضیاء اللہ جب کشمیر سے مذکورہ خواب کے بعد حضرت خواجہ محمد زبیر سے بیعت ہونے کے لیے نکلے تو سرہند جانے کی بجائے دہلی حاضر ہوئے، چونکہ آپ کے پیر و مرشد خواجہ محمد زبیر دہلی میں مقیم ہو گئے تھے اور انہیں اپنے مرشد سے بڑی عقیدت تھی پھر دونوں میں موانست کے واقعات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ خواجہ ضیاء اللہ بھی دہلی میں ہی مقیم ہو گئے ہوں گے اور وہاں سے واپس کشمیر نہیں گئے، یہی وجہ ہے کہ رجال کشمیر کے موضوع پر مرتب ہونے والی کتب میں خواجہ ضیاء اللہ کشمیری کا ذکر نہیں ملتا۔

۱۱۷۴ھ کو جب حضرت شاہ غلام علی دہلوی دہلی میں تھے تو دہلی کے مشہور ترین بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا، قیاس یہی ہے کہ خواجہ ضیاء اللہ کشمیری نقش بندی کا وصال دہلی میں ہوا اور پھر آپ کی نعش مبارک دہلی سے سرہند لے جا کر روضہ خواجہ محمد زبیر کے جوار میں دفن کی گئی ہوگی۔ تاہم اس امر کی قطعی شہادت موجود ہے کہ خواجہ ضیاء اللہ کا دفن سرہند شریف ہے۔

ہمیں تا حال حضرت ضیاء اللہ کا سال وصال معلوم نہیں ہے آپ کے خلیفہ نامہ ار حضرت شاہ محمد آفاق (۱۱۶۰-۱۲۵۱ھ) کی روایت کے مطابق تاریخ وفات ۱۳ ربیع الاول ہے^۵ لیکن افسوس کہ وہاں سال وفات درج

کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/ ۴۸-۵۹

سرہند شریف کی سکھوں کے ہاتھوں تباہی کی تفصیلات ہم نے مقامات مظہری اور مقامات معصومی کے مقدمات میں دی ہیں۔

حسن کھوئی ہامی: اسرار الاخیار (تذکرہ اولیائے کشمیر)، سری نگر، ۱۹۶۰ء

شمس الدین محمد: خواجہ بہاء الدین نقشبند اور نقشبندیہ (در کشمیر)، سری نگر، ۲۰۰۲ء

نور الحسن خان: لمحہ نور ۱۳۵

ایضاً

نہیں ہو سکا، آپ کے خلیفہ شاہ محمد آفاق کا سال ولادت ۱۱۶۰ھ کتبِ انساب مجددیہ میں درج ہے۔ اگر حضرت خواجہ ضیاء اللہ کی عمر بیعت کے وقت بیس سال بھی فرض کی جائے تو خواجہ ضیاء اللہ دہلی میں ۱۱۸۰ھ تک بقید حیات تصور کیے جائیں گے۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ کے مریدین و خلفاء کے حالات تو درکنار اساتذک معلوم نہیں ہیں، مختلف تذکروں کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دہلی میں متعین اور صاحبِ دعوت و ارشاد تھے، حضرت شاہ غلام علی دہلوی بھی ۱۱۷۸ھ کو حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید (ف ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) سے منسلک ہونے سے قبل دہلی میں خواجہ ضیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے تھے، اسی طرح حضرت مظہر کے ایک اور خلیفہ مولوی قطب الدین سے بھی حضرت مظہر سے بیعت ہونے سے پہلے خواجہ ضیاء اللہ کی خدمت میں نسبت قوی حاصل کر چکے تھے۔

مقاصد السالکین

حضرت خواجہ ضیاء اللہ قدس سرہ کی یہی ایک تالیف ہمیں معلوم ہے، جیسا کہ ہم عصری ماخذ کی بنیاد پر یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ آپ ۱۱۳۱ھ کو حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی علیہ الرحمۃ سے منسلک ہوئے تھے اور اس کے صرف ۹ سال بعد یعنی ۱۱۴۰ھ کو آپ نے سلوک کے موضوع پر یہ رسالہ فارسی نثر میں تالیف کیا آپ کے شیخ اس وقت تک بقید حیات تھے۔

مقاصد السالکین پانچ مقاصد (ابواب) پر مشتمل ہے، کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ مؤلف کے پیش نظر تصوف کی اہم ترین کتب موجود تھیں، خصوصاً نقشِ بندی اکابر کی تحریرات سے کما حقہ واقف تھے، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما کی تحریرات کے جا بجا حوالے دے کر اپنے بیان کو قیہ بنایا ہے۔

اکبر بادشاہ (۹۶۳-۱۰۱۳ھ / ۱۵۵۶-۱۶۵۰ء) کی آزاد خیالی نے پاکستان و ہند کی سر زمین کو دہریت، لادینیت اور غیر اسلامی عقائد کی حامل تحریکوں سے بھر دیا، گیارہویں صدی ہجری میں پھر سے اکبر کے پڑپوتے دارا شکوہ کے سہارے صلح کل اور بے دینی کے رجحانات نے عملی شکل اختیار کرنے کی کوشش کی تو ہمارے مجددی حضرات خصوصاً حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما نے دارا شکوہ ہی افکار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بالکل حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی طرح میدانِ عمل میں آکر ایسے باطل افکار کی پر زور تردید کی اور اسی طرح احیائے دین کی تحریک کا آغاز کیا جس طرح حضرت مجدد الف ثانی اکبری نظریات کی بیخ کنی کے لیے کر چکے تھے لیکن برصغیر کے فکری ماحول میں دارا شکوہ ہی گروہ کے افراد اسلامی تصوف کو ان نظریات کی آمیزش کے ساتھ ایسی کتابیں لکھنے میں مصروف تھے کہ ہمارے حضرات نقشبندیہ کو باقاعدہ ایک جامع پروگرام کے تحت ایسے کتابیں تالیف کرنی پڑیں جو ایسے خیالات و نظریات سے پاک ہوں اس مقصد کے لیے مسلمانوں کے دورِ زوال میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور آپ کے تلامذہ نے اہم کردار ادا کیا اور کتاب و سنت کی روشنی میں ایسا لٹریچر مہیا کیا جو عوام کو راہِ راست پر لانے میں معاون ثابت ہوا، اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ کے خانوادے کے علاوہ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شاہ غلام علی دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بہت اہم کردار ادا کیا اور تصوف میں سے آزاد خیالی کو دور کیا اور اس نظریہ کی بھرپور تردید کی کہ ”الصوفی لامذہب لہ“ ایک بے معنی نظریہ ہے صوفی صرف وہ ہے جو اپنے مذہبِ اسلام میں راسخ العقیدہ ہو اس کے مریدین کے صحیح عقائد ہوں، اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہمارے مؤلف خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی کی کتاب مقاصد السالکین بھی ہے جو اس متضاد گروہ کے ترجمان تھے۔

مقاصد السالکین کا فارسی متن صرف ایک مرتبہ میرٹھ سے ۱۳۱۷ھ / ۱۹۰۰ء کو طبع ہوا تھا۔ ضرورت ہے کہ اس کا متن مختلف نسخوں سے تقابل کے بعد مرتب کر کے حواشی کے ساتھ چھاپا جائے، پاکستان و ہند کی خانقاہوں میں اس کتاب کے کئی خطی نسخے پائے جاتے ہیں جو اس کے مقبول اور متداول کتاب ہونے کا ثبوت ہے۔

مقاصد السالکین کا اردو ترجمہ تقسیم ہند سے قبل طبع ہوا تھا اور چند سال پیشتر بھی شائع کیا گیا ہے، اب اس اہم کتاب کے ایک ایسے اردو ترجمہ کی ضرورت تھی جو آج کل کے تقاضے کے مطابق با محاورہ ترجمہ ہوتا، یہ اہم خدمت حضرت صاحبزادہ محمد بدرالاسلام صدیقی مدظلہ العالی نے انجام دی ہے یہ ترجمہ اتارواں، عام فہم اور ایسی خوبیوں کا حامل ہے جو ایک قاری کو الجھائے بغیر مفہوم سے ہم کنار کر سکتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ بدرالاسلام صاحب اس سے قبل حافظ امام شمس الدین ذہبی کی فضائل شام کا اردو ترجمہ حواشی کے ساتھ مزین کر کے شائع کر چکے ہیں، مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ محفل میلاد (بعض اشکال کا جواب) کا اردو ترجمہ بھی اہل علم کی نذر فرما چکے ہیں۔ آپ کی دوسری تالیفات میں ہادی دو عالم مُتَّيِّعٌ لِّمَنْ حَاجَ مَبَارَكٌ، نماز کا جائزہ (مکتوبات و معمولات حضرت مجدد الف ثانی کی روشنی میں) مہمان نوازی بھی قابل ذکر ہیں، آپ کے علمی و دینی کاموں میں سے ایک اہم کتاب وہ ہے جس میں آپ نے اوراد اور درود پاک کے وہ مبارک الفاظ جو مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں وارد ہوئے ہیں یکجا کر کے ایک رسالہ مرتب فرمایا ہے ان کے علاوہ آپ کی غیر مطبوعہ تالیفات میں سیرت ہادی خلق (مُتَّيِّعٌ لِّمَنْ حَاجَ مَبَارَكٌ)، شرح قصیدہ بابت سعاد، بشار الحسنان فی الصلوٰۃ والسلام علی سید الکائنات، اربعین فی باب النکاح اور تخریج (حضرت مجدد الف ثانی کے اوراد) بھی ہیں جو اسی طرح مفید خلائق رسائل ہیں۔ خدا کرے کہ جلد طبع ہو کر منظر عام پر آجائیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب اسی طرح کتاب و سنت کی روشنی میں عوام و خواص کی راہنمائی کے لیے علمی کام کرتے رہیں اور دیگر احباب کو ترغیب دیتے رہیں، آمین۔

ماخذ

- ۱۔ احمد ابوالخیر مکی: ہدیہ احمدیہ (انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی)، کانپور، مطبع انتظامی، ۱۳۱۳ھ
- ۲۔ احمد منزوی: فہرست مشترک نسخہ ہائی خطی قاری پاکستان، اسلام آباد
- ۳۔ حسن کھوئی ہامی: اسرار الاخیار (تذکرہ اولیائے کشمیر)، سری نگر، ۱۹۶۰ء
- ۴۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علوایہ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ) اردو ترجمہ، لاہور (سن)
- ۵۔ رافت: رؤف احمد (جامع) در المعارف (ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی)، ترکی، استنبول، ۱۹۷۳ء

- ۶۔ شمس الدین محمد: خواجہ بہاء الدین نقشبند اور نقش بندیہ در کشمیر، سری نگر، ۲۰۰۲ء
- ۷۔ صفراحمہ معصومی: مقامات معصومی (احوال حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی) تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء
- ۸۔ ضیاء اللہ نقش بندی: مقاصد السالکین، میرٹھ، ۱۹۰۰ء
- ۹۔ عبدالغنی مجددی، شاہ: ضمیمہ مقامات مظہری (مشمولہ مقامات مظہری) تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی و ترجمہ، لاہور، اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۱ء
- ۱۰۔ غلام علی دہلوی شاہ: مقامات مظہری، مذکورہ نمبر ۹
- ۱۱۔ غلام محی الدین قصوری، شیخ (جامع) ملفوظات شریفہ شاہ غلام علی دہلوی، مقدمہ و تعلیقات، محمد اقبال مجددی ترجمہ اقبال احمد فاروقی لاہور، ۱۹۷۸ء
- ۱۲۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، لاہور، ۱۳۳۵ھ
- ۱۳۔ نور الحسن خان، نواب: مجموعہ چہل رسا کل (تصوف) لکھنؤ، نامی پریس، ۱۳۱۵ھ
- ۱۴۔ ابوالحسن علی ندوی: تذکرہ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی، لکھنؤ، ۱۳۷۷ھ
- ۱۵۔ نذیر احمد: تذکرہ العابدین، دہلی، ۱۳۳۳ھ

(یکم دسمبر ۲۰۰۳ء)

(مقاصد السالکین اُردو ترجمہ از صاحبزادہ محمد بدرالاسلام صدیقی، مطبوعہ جہلم)

حضرت شاہ ابو سعید دہلوی مجددی

حضرت شاہ ابو سعید دہلوی، شاہ غلام علی دہلوی کے جانشین اول اور معروف شیخ طریقت تھے۔

حضرت شاہ ابو سعید کا نام زکی القدر بن شیخ صفی القدر اور کنیت ابو سعید تھی۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (۹۷۱-۱۰۳۳ھ / ۱۵۶۳-۱۶۲۳ء) سے ملتا ہے (مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۵۹) شاہ ابو سعید کی ولادت ۲ ذی القعدہ ۱۱۹۶ھ / ۱۹ اکتوبر ۱۷۸۲ء کو رام پور (Rampur) میں ہوئی (ایضاً ۵۹، ہدیہ احمدیہ ص ۷۳) غالب گمان ہے کہ جب ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۳ء میں سکھوں اور مرہٹوں نے سرہند پر مشترکہ حملہ کیا تو اس وقت اس خانوادے کے افراد نے کثیر تعداد میں سرہند سے ہجرت کی (مقامات مظہری، حاشیہ ۱۹۱) اس قافلہ مہاجرین میں شیخ ابو سعید کے دادا شیخ عزیز القدر بھی تھے (ہدیہ احمدیہ، حاشیہ ص ۷۳) نجیب الدولہ اور حافظ رحمت خان جو اس خانوادے کے عقیدت مند تھے ان حضرات کے مکلف ہوئے ہوں گے، شیخ عزیز القدر کا ۱۱۸۷ھ میں انتقال ہوا (جواہر علویہ ص ۲۷۰) اور انہی کے علاقے نجیب آباد (Najeebabad) ضلع بجنور میں دفن ہوئے (ہدیہ احمدیہ ص ۷۳) شاہ ابو سعید کے والد صفی القدر رام پور اور لکھنؤ میں مقیم رہے (مقامات خیر ۷۰) شاہ ابو سعید کی ابتدائی تعلیم و تربیت والد کے زیر سایہ ہوئی گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور ۱۹ سال کی عمر میں مردجہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے (مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ص ۵۹) مفتی شرف الدین رام پوری (ف ۱۲۶۸ھ)، شاہ رفیع الدین دہلوی (ف ۱۲۳۳ھ) اور شاہ سراج احمد مجددی رام پوری (ف ۱۲۳۰ھ) سے شرف تلمذ رہا (انساب الطاہرین برگ ۹۲۔ الف، نزہۃ الخواطر ۶ / ۱۳-۱۴، مقامات خیر ۷۱) حدیث کی سند شاہ غلام علی دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے حاصل کی (انساب الطاہرین ۹۲، مقامات خیر ۷۱) ابتداء میں اپنے والد گرامی سے بیعت ہوئے پھر شاہ درگاہی (ف ۱۲۲۶ھ) کے خلیفہ شاہ جمال اللہ رام پوری، کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ باطنی کیا اور بارہ سال تک ان کی خدمت میں رہے۔ انہوں نے اپنا جانشین بنایا، لیکن انہیں

سلوک کے مزید مدارج طے کرنے کی تمنا برابر رہی، اپنے استاد قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ) کی تحریک پر شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ) خلیفہ میرزا مظہر جان جاناں شہید (ف ۱۱۹۵ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء کا واقعہ ہے۔ اور پندرہ سال تک مسلسل شاہ غلام علی کی خدمت میں رہ کر سلوک کی تکمیل کی انہوں نے اپنی ضمنیت سے نوازا۔ (مناقب احمدیہ ۶۱، مقامات خیر ۷۱-۷۲)

شاہ غلام علی دہلوی مجددی نے اپنے آخری ایام حیات ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء میں نقشبندی مجددی سلسلہ کی خلافت دے کر اپنا جانشین بنایا بے شمار عقیدت مندوں نے اخذ فیض کیا شاہ غلام علی کے دو نامور خلفاء مولانا خالد گردی رومی (ف ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء) اور سید اسماعیل مدنی نے انہی سے توجہات لیں۔ (مناقب احمدیہ ۶۱-۶۲)

۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء میں اپنے نامور فرزند شاہ احمد سعید کو اپنی مسند پر بٹھا کر حرمین الشریفین کے لیے رخصت ہوئے آپ کے بیٹے شاہ عبدالغنی محدث بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اس وقت کے علماء حرمین شیخ عبداللہ سراج، شیخ عمر شافعی، میر مفتی، سید عبداللہ غنی حنفی اور سید یسین نے بہت تعظیم و تکریم کی۔ اس سفر سے واپس آ رہے تھے کہ ٹونک (Tonk) پہنچ کر مرض نے شدت اختیار کر لی اور بروز عید الفطر ۱۲۵۰ھ / ۳۱ جنوری ۱۸۳۵ء وہیں انتقال ہوا۔ نعش دہلی لا کر مرشد کے پہلو میں دفن کی گئی (مناقب احمدیہ ۶۳) یہ مقام دہلی میں اب چتلی قبر کے نام سے مشہور ہے۔ شاہ ابوالخیر اس خانوادے کے آخری سجادہ نشین تھے اور انہی کے نام سے یہ جگہ اب شاہ ابرار الخیر مارگ کہلاتی ہے ان کے فرزند مولانا ابوالحسن زید فاروقی (ف ۱۹۹۳ء) آخری ذی علم بزرگ تھے۔ شاہ ابوسعید مجددی کے تین فرزند تھے شاہ احمد سعید مجددی (رک باں) شاہ عبدالغنی محدث دہلوی اور شاہ عبدالغنی (ہدیہ احمدیہ ۷۳-۷۸، مقامات خیر ۷۴، انساب الطاہرین ۹۳)

ان میں سے اول الذکر دو فرزند ان گرامی بہت نامور علماء و مشائخ ہوئے۔ شاہ احمد سعید مجددی آپ کے جانشین کی حیثیت سے بہت شہرت کے مالک بنے اور شاہ عبدالغنی مجددی پاکستان و ہند اور حرمین الشریفین میں مسند وقت کہلائے (فہرست الفہارس ۸۵، ۹۰، و باء ادا اشاریہ)

شاہ ابوسعید کی فارسی نثر میں صرف ایک ہی تالیف ہدایت الطالبین ہے۔ یہ کتاب مؤلف نے اپنے مرشد شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ) کے حین حیات تالیف کی تھی انہوں نے اس پر ایک تقریظ بھی لکھی ہے جو کتاب کے آخر میں شامل ہے۔ دراصل یہ کتاب عرفان عمومی اور سلوک نقشبندیہ مجددیہ کے طالبوں کے لیے بنیادی کتاب

کا درجہ رکھتی ہے۔ اس سلسلے کے مریدین میں اسے بطور سبق پڑھا جاتا ہے۔ مولانا نور احمد امرتسری نے ۱۹۲۶ء میں اس کتاب کا فارسی متن مع اردو ترجمہ کے شائع کر دیا تھا۔ اسے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے ۱۳۷۵ھ میں حیدر آباد سندھ سے دوبارہ طبع کروایا ہے۔ اس کا عربی اور ترکی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ (قافلہ اہل دل ص ۲۲۸)

شاہ ابو سعید کا بہت پاکیزہ خط تھا ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن پاک کا ایک ضخیم قطعی نسخہ رباط مظہر (مدینہ منورہ) میں ہے (مقامات خیر ۷۳)

شاہ ابو سعید دہلوی کے بہت سے خلفاء تھے جن میں سے چند نام ہمیں معلوم ہیں یعنی:

- ۱۔ میاں محمد اصغر
- ۲۔ ملا حسن بخاری
- ۳۔ مولوی حسام احمد ہراتی
- ۴۔ مولوی محب اللہ افغان
- ۵۔ میاں محمد جو
- ۶۔ میاں عظیم اللہ
- ۷۔ امیر باجوڑی
- ۸۔ مولوی محمد شریف
- ۹۔ ملا زاہری
- ۱۰۔ ملا علی الدین
- ۱۱۔ ملا غلام محمد (ضلع اٹک)
- ۱۲۔ ملا عبدالکریم ترکستانی
- ۱۳۔ شاہ سعد اللہ حیدر آبادی
- ۱۴۔ عنبر شاہ

(مناقب احمدیہ ۶۷-۶۸، مقامات خیر ۷۳-۷۴، مقامات مظہری، ضمیمہ ۶۰۹-۶۱۰)

ٹوٹک کے نواب وزیر الدولہ (ف ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۳ء) مؤلف وصایا الوزراء علی الطریقہ النذیر والبشیر جو خود ایک ذی علم بزرگ تھے، شاہ ابو سعید سے گہری ارادت رکھتے تھے (مقامات مظہری، ضمیمہ ص ۶۰۹) شاہ غلام علی دہلوی کے مندرجہ ذیل مکتوبات شاہ ابو سعید کے نام ہیں:

۱۲۵، ۶۳، ۵۹، ۵۷، ۵۲، ۵۰، ۴۹، ۴۱، ۴۰، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۲۴، ۲۰، ۱۱، ۳

ماخذ

- ۱۔ ابو سعید مجددی دہلوی: ہدایت الطالبین مرتبہ ثور احمد امرتسری، امرتسری ۱۹۲۶ء
- ۲۔ احمد ابوالخیر مکی: ہدیہ احمدیہ، کانپور ۱۳۱۳ھ

- ۳۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ، لاہور ۱۹۱۹ء
- ۴۔ رافت، در المعارف (ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی)، استنبول ۱۹۷۳ء
- ۵۔ رحمن علی: تذکرہ علماء ہند ترجمہ و حواشی محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء
- ۶۔ زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر، دہلی ۱۳۹۲ھ
- ۷۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ النوا طرج ۷ حیدر آباد، دکن ۱۹۵۹ء
- ۸۔ عبدالغنی مجددی: ضمیمہ مقامات مظہری ترجمہ و تحشیہ، لاہور ۱۹۸۳ء
- ۹۔ غلام علی دہلوی: مکتوبات جامع رؤف احمد رافت مجددی، لاہور ۱۳۷۱ھ
- ۱۰۔ ایضاً: مقامات مظہری ترجمہ و تحشیہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۸۳ء
- ۱۱۔ غلام محی الدین قصوری: ملفوظات شریفہ (شاہ غلام علی مجددی دہلوی) تحقیق و تحشیہ، محمد اقبال مجددی لاہور ۱۹۷۸ء
- ۱۲۔ کتانی، عبدالحی قاسی: فہرست الفہارس مرتبہ احسان عباس، بیروت ۱۹۸۶ء
- ۱۳۔ محسن تربہٹی: الیانع الجنی (حاشیہ کشف الاستار) دیوبند ۱۳۴۹ھ
- ۱۴۔ محمد عمر مجددی: انساب الطاہرین۔ خطی نسخہ بخط مؤلف مملوکہ مولانا زید ابوالحسن فاروقی، دہلی
- ۱۵۔ محمد مظہر مجددی مدنی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، دہلی ۱۲۸۳ھ
- ۱۶۔ ایضاً: المناقب الاحمدیہ و المقامات السعیدیہ، قزان ۱۸۹۶ء
- ۱۷۔ ایضاً: رشحات عجمیہ، تحقیق و تحشیہ محمد اقبال مجددی، استنبول ۱۹۸۲ء
- ۱۸۔ نسیم احمد فریدی: قافلہ اہل دل (شاہ غلام علی دہلوی اپنے ملفوظات و مکتوبات کے آئینہ میں)، لکھنؤ ۱۹۸۹ء

۱۲ ربیع الاول / ۲۹ جولائی ۱۹۹۶ء

برائے دانشنامہ شبیہ قارہ

حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی

آپ حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر ہیں، اسم گرامی احمد سعید اور کنیت ابو المکارم ہے۔ آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (ف ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء) کی اولاد مبارک سے تھے۔ یکم ربیع الاخریٰ ۱۲۱۷ھ / ۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء کو ریاست رام پور میں پیدا ہوئے اور وفات ظہر و عصر کے مابین بروز سہ شنبہ ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ / ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گنبد سے متصل جانب قبلہ سپرد خاک ہوئے۔ آپ کی عمر ۵۹ سال تھی۔ قرآن پاک کے حافظ تھے۔

جب آپ کے والد ماجد حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ سے بیعت ہونے کے لیے دہلی گئے تو آپ بھی ان کے ساتھ تھے اور حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر دس سال پوری نہیں ہوئی تھی شاہ صاحب آپ پر نہایت مہربان تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”میں نے لوگوں سے ایک بچہ طلب کیا کسی نے نہیں دیا ابو سعید نے میری طلب پوری کر دی اور اپنا بیٹا مجھے دے دیا“۔

حضرت شاہ احمد سعید نے حضرت شاہ غلام علی سے کتب تصوف سبقا پڑھی تھیں اور مروجہ علوم کی تحصیل مفتی شریف الدین، شاہ سراج احمد مجددی، مولوی محمد اشرف اور مولوی نور سے کی۔

حضرات مجددیہ کا سلوک اول سے آخر تک حضرت شاہ صاحب سے حاصل کیا اور شاہ صاحب ہی نے آپ کو خلعت عطا کی لیکن چونکہ آپ نے جمیع مقامات میں اپنے والد بزرگوار سے بھی توجہات لیں اس لیے شجرہ میں آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی بھی لیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ غلام علی نے اپنے ایک رسالہ کمالات مظہریہ تالیف ۱۲۳۷ھ میں شاہ احمد سعید کے بارے

میں لکھا ہے۔

”حضرت احمد سعید فرزند حضرت ابو سعید بہ علم و عمل و حفظ قرآن مجید و احوال نسبت شریفہ قریب

است بہ والد ماجد خود“۔

۱۲۴۹ھ میں آپ کے والد بزرگ جب حج کے لیے روانہ ہوئے تو خانقاہ شریف آپ کے حوالے کی جہاں

آپ نے طالبان حق کو چوبیس سال تک فیضیاب کیا۔

۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بے شمار علماء و مشائخ نے بلاد اسلامیہ کی طرف ہجرت کی ان میں

حضرت شاہ احمد سعید کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ ان انتہائی خرابی حالات میں بھی آپ چار ماہ تک کامل استقامت

کے ساتھ دہلی میں مقیم رہے۔ جب کوئی آپ سے ہجرت کے لیے کہتا تو آپ فرماتے کہ ہم اپنے مشائخ کرام کی

اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہیں جاسکتے۔ ان حالات میں آپ خود مع فرزند ان و مریدین، سراج الدین محمد ابو ظفر

بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے اور کتاب و سنت کے موافق بادشاہ کی فہمائش کی ہندوستان کے مقتدر علماء نے اس

وقت جہاد کا فتویٰ جاری کیا۔ اس فتویٰ کے اولیں محرک اور دستخط کنندہ آپ ہی تھے کہ ”ان حالات میں جبکہ انگریز

دہلی پر چڑھ آئے ہیں اور مسلمانوں کی جان و مال خطرہ میں ہے۔ اس صورت میں مسلمانوں پر جہاد فرض ہے یا

نہیں؟“

جہاد کا دہلی میں سب سے پہلے حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے ہی چرچا کیا اور فتویٰ جہاد پر اپنے دستخط ثبت

کئے۔^۱

آخر استخارہ مسنونہ کے بعد آپ مع اہل و عیال حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کے لیے روانہ ہوئے۔^۲

۱ حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے یہ حالات موقوف رسالہ ہذا کی دوسری تالیف مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ اور مولانا زید

ابو الحسن فاروقی کی کتاب مقامات خیر: ص ۸۲-۹۳ سے لفظاً اخذ ہیں۔

۲ محمد معصوم شاد: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین ص ۲۳

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو عبد اللطیف: روزنامہ ۱۸۵۷ء مرتبہ خلیق احمد نظامی ص ۸۸ اللطیف، کمال الدین حیدر: قصر

التواریخ ۲/ ۳۵۰ غالب: خطوط ۲/ ۵۴، محمد ایوب قادری: جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کراچی ۱۹۷۶ ص ۳۰۷-۳۰۸ عتیق

صدیقی: اٹھارہ سو ستاون اخبار اور دستاویزیں۔ دہلی ۱۹۶۶ء ص ۱۹۹

راستے کے بے شمار مصائب کے باوجود آپ اپنے خلیفہ نامدار حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کی خانقاہ موئی زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے گئے۔ حضرت حاجی صاحب نے نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا۔

حضرت شاہ احمد سعید نے اپنے مریدین اور خانقاہ دہلی حضرت حاجی دوست محمد کے سپرد کی اور اپنے دستِ خاص سے یہ تحریر حاجی صاحب کو عنایت کی۔

----- مریدان خود کہ در ہندوستان و خراسان سکونت میدارند کہ بجائے من مقبول بارگاہ احد حاجی دوست محمد صاحب را کہ خلیفہ من اند بدارند و توجہات از ایشان گرفتہ باشند۔۔۔۔۔ و بہ ضمنیت خویش ہم ایشان را مخصوص گردانند و خانقاہ و مکانات محل سرائے خود و تسبیح خانہ حوالہ ایشان نمودند۔“

حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء) حضرت شاہ احمد مجددی کے مرید اور آپ کے مشہور ترین خلفاء میں سے تھے۔ پاکستان و ہند خراسان عربستان اور ترکی کے بہت سے طالبان حق ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے خاصانِ خدا میں شامل ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب کی کئی مقامات پر خانقاہیں تھیں لیکن آپ کا زیادہ قیام موئی زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان پاکستان میں ہوتا تھا۔ وصال کے بعد آپ اسی خاکِ پاک میں دفن ہوئے حضرت حاجی صاحب کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد عثمان قدس سرہ (متوفی ۱۳۱۳ھ) ان کے بعد حضرت خواجہ مولانا سراج الدین قدس سرہ (ف ۱۳۳۳ھ) اور ان کے بعد حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب قدس سرہ (ف ۱۹۵۷ء) اور آپ کے وصال کے بعد اب حضرت مولانا خواجہ محمد اسماعیل مدظلہ خانقاہ شریفہ کے سجادہ نشین ہیں۔ موصوف ذی علم، نہایت متقی اور پابندِ شرع شیخ طریقت ہیں۔ حضرت کے چار صاحبزادے بھی نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ راقم الحروف کے ان صاحبزادگان میں سے جناب محمد سعد سراجی ملقب بہ مرشد بابا مدظلہ سے بہت اچھے مراسم ہیں موصوف خانقاہ احمد سعید یہ کے کتب خانہ کی نہایت اچھے طریقے سے حفاظت کر رہے ہیں۔ رسالہ رشحات الغبر یہ صاحبزادہ موصوف ہی کی مہربانی سے ہمیں دستیاب ہوا ہے۔ موصوف نے اپنے سلسلہ کی کتابیں شائع کرنے کے لیے ایک ادارہ نشر و اشاعت بھی مکتبہ سراجیہ کے نام سے موئی زئی شریف ہی میں قائم کیا ہے کئی قابلِ قدر کتب شائع کی ہیں خانقاہ احمد یہ موئی زئی شریف کے بزرگانِ کرام کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد قندھاری اور مقامات عثمانیہ تلخیص و ترجمہ فوائد عثمانیہ صاحبزادہ مرشد بابا جو مطبوعہ اور مشہور ہیں۔

محمد مظہر: مناقب احمد یہ و مقامات سعید یہ ص ۲۳۰-۲۳۱

حضرت حاجی صاحب نے اپنے خلیفہ مولوی رحیم بخش اجیری ہر صوری (ف ۱۲۸۳ھ) کو اسی وقت حضرت شاہ احمد سعید کی موجودگی میں انہیں خانقاہ شریف (دہلی) جانے کا حکم دیا۔ وہ اسی وقت روانہ ہو گئے۔

چنانچہ حضرت شاہ احمد سعید کا جہاز آخر شوال میں جدہ پہنچا آپ نے ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۸ء کا حج ادا کیا اور ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کو مدینہ منورہ میں حاضری دی۔

آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے عبدالرشید، عبدالحمید، محمد عمر، محمد مظہر (مولف رسالہ ہذا) اور ایک صاحبزادی روشن آرا تھیں۔

آپ کے خلفاء میں سے حضرت شاہ محمد مظہر نے مناقب احمدیہ میں اسی ۸۰ حضرات کے نام لکھے ہیں۔ انساب الطاہرین میں حضرت شاہ محمد عمر نے لکھا ہے کہ سیکڑوں افراد آپ سے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے علم ظاہری کے تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے صاحب سیر الکالمین نے لکھا ہے:

بسیارے از علماء زمان شاگرد حضرت ایشان بودند مثل مولوی

عبدالقیوم بن مولوی عبدالحی و مولانا محمد نواب و مولوی احمد علی

سہارنپوری محدث و مولوی ارشاد حسین مجددی و مولوی فیض الحسن

سہارنپوری و مولوی عبدالعلی بن قاری ہاشم و غیرہم

حضرت شاہ احمد سعید کی تصانیف میں پانچ رسائل ہیں یعنی

۱۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان (اردو) مطبوعہ

۲۔ الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی)

۳۔ اثبات المولد والقیام (عربی) مرتبہ محمد اقبال مجددی۔ مطبوعہ استنبول ترکی / لاہور

۴۔ الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ (فارسی)

۵۔ انہار اربعہ (فارسی) مطبوعہ

۶۔ تحقیق الحق البین فی اجوبۃ المسائل الاربعین (فارسی) مطبوعہ

۷۔ مکتوبات۔ آپ کے تمام مکاتیب تا حال جمع نہیں کیے گئے۔ صرف ایک سو سینتیس ۱۳۷۷ مکاتیب آپ کے خلیفہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری نے جمع کیے جنہیں جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے تحفہ زواریہ کے نام سے ۱۳۷۳ھ میں کراچی سے شائع کیا۔

۸۔ فتاویٰ: آپ احیاء فتویٰ بھی دیتے تھے لیکن کسی نے انہیں جمع نہیں کیا۔

(۲۷ دسمبر ۱۹۷۸ء)

رشحات عنبریہ، مقدمہ

حضرت شاہ محمد مظہر مجددی مدنی

پاکستان و ہند کے سوانحی ادب میں سلسلہ نقشبندیہ کی اہم خدمات ہیں، تصنیفی اعتبار سے اس سلسلہ طریقت کو دیگر سلاسل پر ترجیح حاصل ہے۔ خصوصاً تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں اس سلسلہ مبارک کے سوانحی ادب میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔ اس دور کے تقریباً ستر تو صرف تذکرے ہی ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ اس وقت حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء) اور آپ کے متعلقین کے احوال کے مآخذ کی مجمل فہرست کے بعد ہی ہم رسالہ رشتاتِ عنبریہ کا تعارف کروا سکتے ہیں۔

- ۱۔ ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۱ء شاہ غلام علی دہلوی، حضرت: کمالاتِ مظہری
- ۲۔ ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۶ء رافت رؤف احمد مجددی: جواہرِ علویہ
- ۳۔ ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء محمد بن عبد اللہ خالدی: البہجۃ السنیہ
- ۴۔ ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء عبدالغنی محدث شاہ: تکملہ مقاماتِ مظہری
- ۵۔ ۱۲۷۷ھ / ۱۸۵۲ء دوست محمد، حاجی، خواجہ (تحفہ زواریہ مکتوبات حضرت شاہ احمد سعید)
- ۶۔ ۱۲۷۷ھ رشتاتِ عنبریہ، محمد مظہر مجددی، مدنی
- ۷۔ ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء محمد مظہر مجددی: مناقبِ احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ
- ۸۔ ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء محمد عمر مجددی: انساب الطاہرین
- ۹۔ ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء محمد عادل کاکڑی: مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد قندھاری
- ۱۰۔ ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء معزالدین بن عبدالکریم: مجموعہ فضائل الباری فی مناقب دوست محمد قندھاری، نیز جوہرِ ملفوظات خلاصہ فضائل الباری
- ۱۱۔ امان اللہ: مناقب حضرت شاہ احمد سعید (فارسی نظم)

- ۱۲۔ ۱۲۸۶ھ / ۱۳۰۶ھ محمد محبوب علی: خلوت در انجمن
- ۱۳۔ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۹۲ء محمد حسن کرپوری: ملفوظات حضرت مولوی غلام نبی للہیؒ
- ۱۴۔ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، محمد حسن کرپوری
- ۱۵۔ ۱۳۰۱ھ / ۱۲۹۸ھ نامعلوم: سیر الکاملین
- ۱۶۔ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء عبد المجید خالیدی: الحدائق الوردیہ فی اجلاء النقشبندیہ
- ۱۷۔ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء محمد مراد قزانی: نفائس السانحات فی تذیل الباقیات الصالحات (تکملہ رشحات عین الحیات کاشفی)
- ۱۸۔ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء ابوالحسن نقشبندی: مقامات گل محمدیہ فی احوال مشائخ نقشبندیہ
- ۱۹۔ ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء محمد معصوم شاہ: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین
- ۲۰۔ ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء احمد ابوالخیر مکی: ہدیہ احمدیہ
- ۲۱۔ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء عبد المجید خانی خالیدی: السعادة الابدیہ
- ۲۲۔ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء اکبر علی نقشبندی: فوائد عثمانیہ (ملفوظات و مکتوبات حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی)
- ف ۱۳۱۴ھ
- ۲۳۔ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء عبد اللہ شاہ ابوالحسنات: گلزار اولیاء
- ۲۴۔ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء محمد حسن مجددی: انساب الانجاء
- ۲۵۔ ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۳ء زید ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر
- یہ چند بنیادی مآخذ ہیں، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے حوالہ سے اکثر کتب میں آپ کا ذکر خیر آتا ہے۔
- مذکورہ مآخذ میں شمارہ ۱، ۶، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۵ نمبر مطبوعہ ہیں باقی سب چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ انہیں مآخذ میں سے نمبر چھ کا مختصر تعارف ملاحظہ ہو۔

رشحات عنبریہ

یہ حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد مظہر

مجددی دہلوی ثم کی (۱۳۰۱ھ) کی تصنیف ہے۔ اس کی زبان عربی نثر و نظم ہے۔ رسالہ ہذا کے مطالعہ کے فوراً بعد جو سوال ذہن میں ابھرتا ہے وہ یہ کہ جب انہیں مصنف کی اسی موضوع پر مفصل کتاب مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں موجود ہے تو اس مختصر رسالہ کی تالیف کی کیا ضرورت تھی؟

مناقب احمدیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پیشتر انہیں مصنف نے حضرت کے حالات پر ایک عربی رسالہ مناقب صغریٰ تالیف کیا تھا جس سے مراد یہی رسالہ رشحات عنبریہ ہی سے کیونکہ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ اور رسالہ حاضر کے تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کچھ اقتباسات مناقب احمدیہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے عربی ترجمہ میں اسی رشحات عنبریہ کو ”المناقب الصغریٰ“ کہا گیا ہے۔ گویا یہ رسالہ مناقب احمدیہ کی تالیف ۱۲۸۱ھ سے قبل وجود میں آچکا تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ کی وفات ۱۲۷۷ھ کے موقع پر ہی اہل عرب کو اس عظیم شخصیت سے متعارف کروانے کے لیے عربی میں ایک رسالہ لکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی تو آپ نے عربی زبان میں نہایت فصیح و بلیغ و مسجع انداز میں رسالہ حاضر تحریر فرمایا۔ گویا رشحات عنبریہ کا سال تالیف ۱۲۷۷ھ ہے۔

اگرچہ مؤلف نے اس رسالہ کا نام وضاحت سے نہیں لکھا لیکن فقرہ ”اما بعد فہو رشحات عنبریہ يتعطر بها حواس السامعين ورائحات مسكية اذفريه (ورق ۲ ب) سے قیاس کر کے ہم نے اس کا نام رشحات عنبریہ تجویز کر لیا ہے۔ مؤلف نے رسالہ کے متن میں اپنا نام نہیں لکھا لیکن دیباچہ میں صاف بتایا ہے کہ یہ رسالہ میرے والد حضرت شاہ احمد سعید کے حالات پر مشتمل ہے لیکن رسالہ کے خاتمہ میں اپنا واضح طور پر بتایا ہے کہ اس رسالہ کے کاتب کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ مدینہ منورہ ہی میں تالیف ہوا اور وہیں سے حضرت مؤلف نے خود اپنے دست مبارک سے کتابت کر کے حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے خلیفہ اول حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قدحاری رحمۃ اللہ علیہما کے مطالعہ کے لیے موسیٰ زئی شریف ارسال فرمایا (ورق ۱۳ ب) خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف کے اس متبرک خطی نسخے کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔ اس نسخے کی دریافت کا سہرا خانقاہ شریفہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سراجی مجددی مدظلہ کے صاحبزادہ جناب محمد

سعد سراجی ملقب بہ مرشد بابا مدظلہ کے سر ہے جنہوں نے اس گوہر نایاب کی نشاندہی فرمائی اور عکس برداری کے لیے نسخہ عنایت کیا۔

حضرت شاہ محمد مظہر مجددی مدنی

رسالہ رشحات عنبریہ کے مؤلف حضرت شاہ محمد مظہر مجددی دہلوی ثم مدنی ہیں۔ آپ صاحب سوانح حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ کے صاحبزادے اور ذی علم مصنف تھے۔ آپ کا فیضان نہ صرف پاکستان و ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں خاصا پھیلا ہے۔ حضرت مؤلف نے اپنے حالات اپنی سب سے مشہور تالیف مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ میں خود تحریر کیے ہیں۔ بعد کے تذکرہ نویسوں نے انہیں کے اعادہ پر اکتفا کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”میری ولادت ۳ جمادی الاولیٰ کو ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء میں خانقاہ شریف دہلی میں ہوئی میرے والد حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمہارے دادا جو کہ صحیح کشف رکھتے تھے۔ تمہارے حق میں عظیم بشارات دیں اور تمہارا نام مظہر محمد اور تاریخ ولادت مظاہر محمدی فرمائی۔ میں نے نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر کے اپنے والد بزرگوار سے اکثر دینی درسی کتب پڑھیں۔ کم سنی میں حضرت والائے ایک خاص وقت میں مجھے بلایا اور بیعت سے سرفراز فرمایا اور مراقبہ احدیت کی تلقین کی۔ سن بلوغت کے قریب تھا کہ باطن کی دائمی نگرانی جو کہ دوام حضور کے مبادیات میں سے ہے پر فائز کیا اور شرح ملا جامی (در علم نحو) کی تعلیم دی۔ اس طرح بائیس سالہ عمر میں مجھے ظاہری اور باطنی علم سے فارغ کر کے اجازت مطلقہ دی اور مریدین کو توجہ دلانا شروع کی اور چند احباب میرے حوالہ کیے اور کتب تصوف خصوصاً مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ کمال تحقیق و تدقیق کے ساتھ دوبار پڑھائے۔

سرہند شریف کی حاضری کے بعد والدین کی اجازت سے حرمین الشریفین کی زیارت کے لیے روانہ ہوا اور عرصہ کے بعد واپس آیا۔ اس دوران حضرت والد نے بہت سے گرامی نامے مجھے لکھے اور میں نے بھی مکشوفات حرمین پر بہت سے عریضے حضرت کی خدمت میں ارسال کیے۔“

جن میں مؤلف نے دس خطوط اپنی کتاب مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ میں نقل کیے ہیں۔

اپنے والد بزرگوار کے علاوہ ابتدائی کتب آپ نے مولوی حبیب اللہ سے اور صحاح ستہ اپنے عم اکبر حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے بالاستیعاب پڑھیں۔^۱

اپنے والد کے ہمراہ ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء میں حرمین الشریفین کو آپ نے بھی ہجرت کی اور مدینہ منورہ میں وہیں مقیم ہو گئے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں سہ منزلہ نہایت عمدہ رباط ۱۲۹۰ھ میں بنائی حضرت شاہ محمد عمر بن حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے اس کی تاریخ لکھی

چوں آخ محمد مظہر عالی ہم ساخت خوش بنیاد زیبا خانقاہ احمدی
سال تاریخش دعائیہ عمر گفت اے الہ تا ابد آباد بادا خانقاہ احمدی
یہ خانقاہ رباط مظہر کے نام سے مشہور ہے اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے قریب واقع تھی۔ حضرت شاہ محمد مظہرؒ نے دو شنبہ ۱۱ محرم ۱۳۰۱ھ میں انتقال فرمایا۔ جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں قبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب مدفون ہیں۔ آپ کے دس صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔

تالیفات

حضرت شاہ محمد مظہر کی کئی تالیف یاد گار ہیں۔ ابھی تک آپ کی تمام تالیفات منظر عام پر نہیں آئی ہیں۔ صرف مفصلہ ذیل کا ہمیں علم ہے۔

- ۱۔ رشتات العنبریہ (رسالہ در احوال حضرت شاہ احمد سعید) مرتبہ محمد اقبال مجددی، استنبول، ۱۹۷۹ء
- ۲۔ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ تکمیل بسال ۱۲۸۱ھ مطبوعہ اکمل المطابع دہلی ۱۲۸۲ھ
- ۳۔ المناقب الاحمدیہ و المقامات السعیدیہ عربی ترجمہ کتاب مذکور مطبوعہ قزاق ۱۸۹۶ء

حضرت شاہ عبدالغنی مجددی (۱۲۳۴ھ - ۱۲۹۶ھ / ۱۸۱۹ء - ۱۸۷۸ء) بن حضرت شاہ ابو سعید مجددی، حضرت شاہ محمد اسحاق کے شاگرد اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ تھے۔ حرمین الشریفین میں انہیں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے ساتھ آپ نے بھی ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء میں حرمین الشریفین کو ہجرت کی۔ حاشیہ سنن ابن ماجہ (انجام الحاجہ) مکملہ مقامات مظہری، تحفہ تیموریہ، شفاء السائل، اردو ترجمہ نصاب الاحتساب اور تبرز الکنونات فی تخریج احادیث المکتوبات آپ کی تصانیف ہے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مقامات خیر ص ۷۳-۸۱

محمد معصوم شاہ: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین ص ۳۰

۴۔ الدر المنظم فی القیام تجاة القبر المکرم باسم تاریخی الدر المنظم ۱۲۹۶ء

یہ رسالہ مع شرح مسی بہ السک المنظم از سید محمود مدراسی۔ مطبع احسن المطابع مدراس سے ۱۲۹۴ھ میں چھپ چکا ہے۔

آپ کی اولاد نے اب شارع قربان پر رباط کے عوض جو رقم حکومت سے ملی تھی اس سے ایک ہوٹل بنا دیا ہے، ایک کمرہ میں نہایت دیمک خوردہ مخطوطات رکھ دیئے ہیں۔ مؤلف کو ۲۰۱۲ء کے حج کے دوران زیارت نصیب ہوئی۔

خواجہ محمد حسن جان مجددی

مولفِ انساب الانجاب

حالات

انساب الانجاب کے مؤلف حضرت مولانا خواجہ محمد حسن جان مجددی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد امجاد، معروف عالم دین، اہم کتابوں کے مصنف اور چودہویں صدی ہجری کے ہر دل عزیز شیخ طریقت تھے۔

آپ کی ولادت ۶ شوال ۱۲۷۸ھ / ۱۸۵۲ء کو قندھار (افغانستان) میں ہوئی آپ کے والد بزرگ حضرت خواجہ عبدالرحمن^۱ (۱۲۳۳-۱۲۷۱ھ / ۱۸۲۸-۱۸۵۵ء) افغانستان کے ایک بااثر شیخ طریقت تھے، وہاں کے سیاسی حالات اور حکومت کی اسلام دشمنی^۲ کے باعث وہاں سے ہجرت کر کے پاکستان کے مشہور مرکزی اور مذہبی خطہ سندھ میں تشریف لے آئے، اور باقی زندگی اصلاح و تبلیغ اور تربیت ”طالبان حق“ میں صرف کردی۔ آپ کی اولاد^۳ میں سب سے معزز حضرت خواجہ محمد حسن جان ہی تھے۔ حضرت نے اپنے اس فرزند کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ فرمائی تھی اور اس وقت کے نامور اساتذہ کی خدمت میں زانوئے تلمذ طے کیا تھا^۴۔

- ۱ حضرت نے اپنا سلسلہ نسب انساب الانجاب ص ۶۸-۵۹ میں بیان فرمادیا ہے۔
- ۲ حضرت خواجہ عبدالرحمن کے مفصل حالات و خدمات کی تفصیل کے لیے دیکھیے انیس البریدین تالیف حضرت خواجہ محمد حسن جان مجددی۔ مطبوعہ مطبع مجددی امرتسر ۱۳۲۸ھ ملاحظہ کریں۔
- ۳ ملاحظہ ہو: مونس الخالصین۔ ص ۹-۱۰ ادب بعد
- ۴ تفصیل کے لیے دیکھیے شاہ آغا، عبداللہ جان: مونس الخالصین۔ ص ۱۸-۱۹
- ۵ ایضاً ص ۵۹

حفظ قرآن پاک اور دیگر علوم کی تحصیل کے بعد والد کے جانشین بنے اور وصال تک یہی خدمت انجام دی۔ آپ کا وصال ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۵ء میں ہوا اور سندھ کے قصبہ نگہڑ میں مدفون ہیں۔ آپ کا مزار مبارک دیگر اعزہ کے ساتھ اسی مقام پرنوار میں واقع ہے۔

تالیفات حضرت خواجہ محمد حسن جان

حضرت نے کئی اسلامی علوم پر اہم کتابیں تالیف کیں ان میں سے انیس المریدین، انساب الانجاب، تذکرۃ الصلحاء، الاشارة الی البشارة خصوصیت سے سلسلہ عالیہ مجددیہ کی تاریخ، احوال اعیان اور سلسلہ کے معارف و افکار سے متعلق ہیں۔

انیس المریدین اپنے والد بزرگ حضرت خواجہ عبدالرحمن کی سوانح عمری ہے۔ تذکرۃ الصلحاء میں آپ نے اپنے معاصرین کے حالات لکھے ہیں ان میں اکثر ایسے بزرگ ہیں جن سے آپ ملے تھے۔ اور ان میں سے بعض اس خانوادے سے تعلق رکھنے والے افراد کے حالات بھی ہیں۔ ”الاشارة“ میر علی نواز شکارپوری کے اس رسالہ کے جواب میں لکھی گئی ہے جو انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ”مکتوب (۱ / ۳۱۲) نفی رفع سبایہ“ کے رد میں لکھا تھا۔

ان کتابوں کے علاوہ شفاء الامراض (در وظائف و دعوات)، الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ، طریق النجات (رد فرقہ پنچریہ)، العقائد الصحیحہ فی بیان مذہب اہل السنۃ و الجماعۃ، رسالہ تہلیلہ (در شرح کلمہ طیبہ)، شرح حکم شیخ عطاء اللہ سکندری، پنج گنج، سفر نامہ عربستان، رسالہ فی باب صیۃ الجمعۃ فی القری، لغات القرآن، رسالہ در قواعد تجوید۔ آپ کی تالیفات ہیں۔

۱ شاہ آغا: مونس المخلصین۔ ص ۲۲۲-۲۳۲۔ قہرہ نگہڑ اور اس میں مدفون حضرات کے حالات کے لیے دیکھیے، تذکرہ

شعراء از اسد اللہ اسد۔ حیدر آباد۔ سندھ

کتب انسابِ مجددیہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد امجاد کو اللہ تعالیٰ نے خاص فضیلت عطا کی تھی ہر دور میں درجہ اول کے علماء محققین اس خانوادے سے وابستہ رہے اور روحانی فیض یابی کے لیے جہہ سائی کرتے رہے، عظیم علماء نے اس خاندان کے باکمال افراد کے مناقب میں کتابیں اور رسائل تالیف کیے ہیں۔ ان میں ہر کتاب میں حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد کے حالات و کمالات کے ساتھ ساتھ ان کی اولاد کے حالات و انساب بھی تحریر کیے ہیں۔ زبدۃ المقامات، حضرات القدس، سنوات الاتقیاء، مقامات معصومیہ، روضۃ القیومیہ، عمدۃ المقامات اور جواہر ملویہ کے مولفین نے ان حضرات کے مناقب کے ساتھ ساتھ ان حضرات کی اولاد کی تعداد ان کے اسماء گرامی اور جائے سکونت وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن صرف اولاد کے انساب کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کی تعداد بہت کم ہے۔ ان میں بعض کا مختصر سا ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱۔ رسالہ در انساب اولاد حضرت مجدد:

یہ اہم رسالہ معروف عالم دین، شیخ طریقت اور حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ اجل حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) کی تالیف ہے۔ اس رسالہ کے کئی خطی نسخے ہماری نظر گذرے ہیں۔ ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔

ان حضرات کے حالات پر ہر دور میں اس کثرت سے کتابیں لکھی گئی ہیں کہ دیگر سلاسل تصوف میں یہ مثال نہیں ملتی۔ یہاں اختصار سے چند کتابوں کے نام دیئے گئے ہیں۔

تفصیل کے لیے دیکھیے مقامات مظہری تالیف شاہ غلام علی۔ مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ۔ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۳۹۰-۳۹۳،

۲۔ انساب الطاہرین:

یہ حضرت شاہ محمد عمر^۱ (۱۲۴۴-۱۲۹۸ھ / ۱۸۲۹-۱۸۸۰ء) بن حضرت شاہ احمد سعید بن شاہ ابو سعید دہلوی کی تالیف ہے۔ اس کی تاریخ تکمیل ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء ہے مؤلف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ خانقاہ حضرت شاہ ابو الخیر۔ دہلی کے کتب خانہ میں موجود ہے^۲۔ جو اردو زبان میں ہے^۳۔

۳۔ سیر الکاملین:

اس کتاب کے مؤلف کا نام معلوم نہیں ہے فارسی زبان میں ہے۔ اس کتاب میں حضرت امام ربانی کی اولاد امجاد کے نسب کے علاوہ اس سلسلہ سے وابستہ افراد کے حالات و کمالات بھی لکھے گئے ہیں۔ حضرت شاہ ابو الخیر مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے چشم دید حالات لکھے ہیں۔ داخلی شہادتوں سے اس کتاب کو ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء سے پہلے کی تالیف قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کا خطی مولانا زید ابوالحسن فاروقی سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ ابو الخیر، دہلی کے کتب خانہ میں ہے^۴۔

۵۔ ہدیہ احمدیہ:

یہ مولانا احمد ابو الخیر کی تالیف ہے جو انہوں نے فارسی میں ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء میں تالیف کی تھی اور اس سے اگلے سال مطبع انتظامی، کانپور سے طبع ہوئی تھی، حضرت مجدد کی اولاد کے انساب پر تالیف ہونے والی کتابوں میں یہ سب سے پہلی جامع کتاب ہے۔ کتاب انساب الانجاب کی بنیاد اسی کتاب پر ہے۔ ہدیہ احمدیہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ عرب اور مغرب تک جہاں کہیں بھی حضرت امام ربانی کی اولاد امجاد کا تذکرہ تحریر میں آیا ہے

^۱ حضرت شاہ محمد عمر مجددی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: مقامات خیر۔ ص ۱۱۱-۱۳۴

^۲ یہ سلسلہ نسب تا حضرت مجدد انساب الانجاب۔ ص ۳۷ میں دیکھیے

^۳ زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر۔ ص ۲۴

^۴ ایضاً ص ۱۳۴

^۵ ایضاً ص ۲۴

اس کتاب سے ضرور استفادہ کیا گیا ہے، مشہور عالم حضرت عبدالحی کتانی فاسی نے فہرست الفہارس میں نہ صرف اس کتاب کی تعریف کی ہے بلکہ اس کے کثرت سے حوالے بھی دیئے ہیں۔

مولانا احمد ابوالخیر کی علم انساب و اسناد کے ماہر تھے۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے ان کے تبحر علم کی ان الفاظ

میں تعریف کی ہے:

”الشیخ العالم المحدث ابو الخیر احمد بن عثمان الحنفی المکی ثم الہندی المالوی، کان من العلماء المبرزین فی الرجال و السیر، لم یکن مثله فی زمانہ احد بعد شیخنا حسین بن محسن السبعی الانصاری الیمانی۔ ولد بمکہ المبارکہ فی ثانی ذی القعدة سنہ سبع و سبعین و مائتین بعد الالف، و قرأ المختصرات فی البلدة المبارکہ ثم دخل الہند، وذلک فی سنہ ست و تسعین مائتین و الف، فلا شیخنا العلامة حسین بن محسن المذکور، و اخذ عنہ الحدیث و الرجال و اصول الحدیث و التفسیر و غیرہا و صحبہ مدت طویلہ، حتی برع و فاق اقارنہ، ثم سافر البلاد و جاب الاغوار و الانجاد،۔۔۔۔۔ و لازم شیخنا الامام المحدث فضل الرحمن بن اہل اللہ البکری المراد آبادی و قرأ علیہ الصحاح و السنن و من مصنفاتہ:

اتحاف الاخوان فی مسانید مولانا فضل الرحمن، اتحاف البشر اعیان القرن الثالث عشر، النفع المسک لمعجم شیوخ احمد المکی، ہدیۃ احمدیہ“

مؤلف ہدیۃ احمدیہ کا بمبئی میں ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں وصال ہوا

کتاب فہرست الفہارس، مولانا عبدالحی کتانی فاسی کی تالیف ہے، اس میں مؤلف نے وہ تمام اسانید یکجا کر دی ہیں، جو آپ نے اپنے عہد تیر ہوئیں اور چودھویں صدی ہجری میں نامور اساتذہ سے حاصل کی تھیں، کتاب ہدیۃ احمدیہ انہوں نے حضرت مجدد کے ان صاحبزادگان سے حاصل کی ہوئی اسناد کے اندراج میں بطور حوالہ کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔ فہرست الفہارس دو جلدوں میں فاس (مغرب) سے ۱۳۴۷ھ میں طبع ہوئی۔ بعد میں ڈاکٹر احسان عباس کی تحقیق سے تین جلدوں میں بیروت سے شائع ہوئی تھی۔

عبدالحی حسنی نزہۃ الخواطر ۸ / ۲۹-۳۰

الیناس ۳۰

ہدیہ احمدیہ ان خصوصیات کے باوجود ولادت اور وفات کے سنین کی غلطیوں سے مبرا نہیں ہے۔ ان اغلاط کی صحت کی طرف ابھی تک کسی نے توجہ نہیں کی۔ ضرورت ہے کہ جس طرح انساب الانجاب میں ہدیہ احمدیہ میں شامل رجال کے انساب کے تسامحات کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس طرح تاریخی طور پر اس کے سنین کی تصحیح و تقابل پر بھی توجہ کی جائے۔

صاحب ہدیہ احمدیہ نے کتاب کے آغاز میں اپنے حسب ذیل مآخذ کا ذکر کیا ہے:

حضرات القدس، زبدۃ المقامات، مقامات معصومیہ، عمدۃ المقامات، روضۃ القیومیہ، سیر المرشدین، انساب الطاہرین، مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ اور رسالہ (انساب) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔

انساب الانجاب

یہ مولانا محمد حسن جان رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء میں مکمل ہوئی۔ آپ نے وضاحت کی ہے کہ یہ کتاب حضرت شیخ محمد فضل اللہ مجددی قندھاری کے مرتبہ تذکرہ عمدۃ المقامات^۱ (تالیف ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء) کا تکملہ ہے، اور اس وقت تک اس موضوع پر تالیف ہونے والی کتابوں سے آپ مطمئن نہیں تھے اور اس

احمد ابو الخیر: ہدیہ احمدیہ ص ۳۔ ۴

عمدۃ المقامات، حضرت محمد فضل اللہ قندھاری (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) بن شیخ غلام نبی بن حضرت غلام حسین پشاوروی بن شاہ غلام محمد پشاوروی بن شاہ غلام محمد معصوم سرہندی بن حضرت شیخ محمد اسماعیل بن شیخ محمد صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی (ر۔ ک۔ انیس المریدین ص ۹-۱۱، انساب الانجاب ص ۵۸-۶۸)، کی تالیف ہے جو خانوادۃ حضرت مجدد الف ثانی کے احوال و مناقب پر آخری مستند کتاب ہے اسے زبدۃ المقامات، حضرات القدس اور مقامات معصومیہ کی طرح معتبر مآخذ تسلیم کیا گیا ہے، اس میں شامل مشائخ کے حالات سلسلہ طریقت نقشبندیہ کے مطابق آغاز سے لے کر اپنے والد بزرگ خواجہ غلام نبی اور حضرت خواجہ محمد صغی اللہ معصومی تک معتبر ذرائع و مآخذ جن کی تفصیل مؤلف نے کتاب کے آغاز میں دی ہے، کی بنیاد پر لکھے ہیں۔ اس میں اس سلسلہ کی مشہور کتاب روضۃ القیومیہ (تالیف حیدر ۱۱۵۴ھ / ۱۷۴۱ء) کا کہیں حوالہ نہیں آیا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف اس کتاب کے مبالغہ آمیز انداز بیان کی وجہ سے اسے استناد کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ عمدۃ المقامات ۱۳۵۵ھ میں لاہور سے طبع ہو کر، صاحب انساب الانجاب کے مسکن ٹنڈو ساہیو داد سندھ سے شائع ہوئی تھی۔ اب ۱۴۰۲ھ میں بصورت عکسی قندھار سے بھی چھپ گئی ہے اور استنبول ترکی سے بھی طبع ہو گئی ہے۔

خاندان کے ضبط انساب کے سلسلہ میں جن اصول و ضوابط کے تحت صاحب عمدۃ المقامات نے کام کا آغاز کیا تھا کسی نے ان بنیادوں پر کام نہیں کیا تھا، لکھتے ہیں:

تا وقت کتاب این اوراق کے نسب خاندان عالی شان راتبوع کہ حضرت اوشان (محمد فضل اللہ قدھاری) بنیاد نہادہ تتمہ نکرده است۔۔۔۔۔ این فقیر۔۔۔۔۔ بآن رسیده بطریق تتمہ کتاب عمدۃ المقامات در تحریر آوردم۔۔۔۔۔

آپ نے بتایا ہے کہ اس موضوع پر تو اہم کتابوں یعنی ہدیہ احمدیہ اور سیر المرشدین کے مؤلفین حضرت مجدد الف ثانی کی اس اولاد سے بے خبر تھے جو افغانستان اور دور دراز خطوں میں آباد ہے۔ ان کی یہ بے خبری بعد مسافت کے باعث تھی۔ جب آپ انساب الانجاب کو عمدۃ المقامات کے تتمہ کے طور پر مکمل کر چکے تو ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء میں شیخ محمد عیسیٰ مظہری مدنی سے آپ کی ملاقات ہوئی انہوں نے عمدۃ المقامات کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا ہدیہ احمدیہ تکمیل اور اصلاح کے قابل کتاب ہے۔ چنانچہ اس تجویز پر آپ نے اس پر نظر ثانی کی^۱۔

ساری کتاب میں جا بجا ہدیہ احمدیہ کی اصلاح اس کے اغداط کی نشاندہی کی مثالیں ملتی ہیں۔ انساب الانجاب اپنے موضوع پر آخری اور سب سے مستند کتاب ہے۔ ضبط اسماء و انساب کے ساتھ ساتھ مؤلف نے اہتمام سے بعض صاحب کمال حضرات کے مناقب بھی مختصراً تحریر کیے ہیں اور سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ مؤلف نے صاحب تصنیف حضرات کی کتابوں کی نشاندہی بھی کی ہے، چونکہ مؤلف ایک عظیم کتاب خانہ کے مالک تھے^۲۔ اس لیے جہاں کہیں آپ کو حضرت مجدد ثانی کی اولاد کی موجودگی کی اطلاع ملتی تھی آپ خود وہاں تشریف لے جاتے تھے اور پھر آپ کی شخصیت اتنی معزز تھی اس خاندان کے افراد خود بخود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے، اس لیے اس لیے اس عظیم خانوادے کے حالات سے براہ راست آگاہ ہونے کے آپ کو بہت سے مواقع ملے۔ گویا براہ راست آگاہی کی ساری خوبیاں اس کتاب کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

^۱ انساب الانجاب۔ ص ۲

^۲ انساب الانجاب۔ ص ۲-۳

^۳ کتب خانہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے مونس المخلصین۔ ص ۹۳-۹۷

انساب الانجاب کے بعض تسامحات

ہندوستان میں مسلم حکومت کے زوال کے باعث مسلمانوں کا عظیم مذہبی مرکز سرہند جسے ”دارالارشاد“ کا درجہ حاصل تھا سکھوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گیا۔ سکھوں نے ۱۷۱۰ء-۱۷۶۳ء تک اس پر چار مرتبہ اتنے شدید حملے کیے کہ اسے نہ صرف مکمل طور پر تباہ کر دیا بلکہ وہاں سے آبادی کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ ان ہنگاموں میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد امجاد نے جہاں پناہ ملی چلے گئے۔ بہت سے افراد نے ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں پناہ لی، ان حضرات کے وہاں سے منتشر ہونے اور پریشان کن زندگی کی اندوہناک جھلکیاں حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء) کے مکتوبات میں بہت واضح طور سے ملتی ہیں^۱۔ اس دوران کسی کو خبر بھی نہیں تھی کہ یہ حضرات کہاں کہاں مقیم ہو گئے ہیں۔ احمد شاہ درانی ہندوستان سے واپس جاتے ہوئے حضرت مجدد کی اولاد سے بعض اصحاب کو اپنے ہمراہ افغانستان لے گیا تھا^۲۔ آج تک حضرت مجدد کی جتنی اولاد افغانستان میں آباد ہے وہ انہیں حضرات کی اولاد سے ہے^۳۔

افغانستان کے علاوہ ماوراء النہر، عربستان، مذکورہ، عہد کے ترکستان اور ہندوستان کی دور دراز ریاستوں میں یہ حضرات آباد ہو گئے۔

ماخذ

- ۱۔ انساب الانجاب، محمد حسن جان مجددی۔ ٹنڈو ساہین داد، سندھ ۱۳۴۰ھ
- ۲۔ انیس الزیدین محمد حسن جان مجددی، مطبع مجددی، امرتسر
- ۳۔ تذکرۃ الصلحاء محمد حسن جان مجددی
- ۴۔ تذکرہ کاملان رام پور احمد علی شوق، دہلی ۱۹۲۹ء

^۱ تفصیل کے لیے دیکھیے مقامات مظہری، مقدمہ ص ۱۹۱، ۳۶، ۵۲

^۲ ایضاً ص ۵۰-۵۱

^۳ وکیلی، عزیز الدین فوغلزئی: تیمور شاہ درانی ۲ / ۶۷۸

^۴ ایضاً۔ مقامات مظہری۔ ص ۴۹

- ۵۔ وکیلی، عزیز الدین فوکلزئی: تیمور شاہ درانی، طبع دوم کابل ۱۳۳۶۔ خ
- ۶۔ جواہر معصومیہ: احمد حسین خان امر وہوی۔ لاہور (س۔ن)
- ۷۔ حضرت القدس: بدر الدین سرہندی، مرتبہ محبوب الہی، دفتر دوم، لاہور ۱۹۷۱ء
- ۸۔ رسالہ در انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی: قاضی ثناء اللہ پانی پتی، قلمی مخزنہ کتب خانہ موسیٰ زئی شریف، ڈیرہ اسماعیل خان
- ۹۔ روضۃ القیومیہ: کمال الدین محمد احسان، لاہور ۱۳۳۵ھ
- ۱۰۔ زبدۃ المقامات: محمد ہاشم کشمی مطبع نوکسور، ۱۳۰۷ھ
- ۱۱۔ علم و عمل پیمبر القادر رام پوری، ترجمہ معین الدین افضل گڑھی، مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء
- ۱۲۔ عمدۃ المقامات، محمد فضل اللہ مجددی قندھاری، ٹنڈو ساہیو داد، سندھ ۱۳۵۵ھ
- ۱۳۔ فہرست مخطوطات عربیہ کتب خانہ رضارم پور، امتیاز علی عرشی، رام پور جلد اول ۱۹۶۳ء
- ۱۴۔ مقامات خیر، زید ابوالحسن فاروقی، دہلی ۱۳۹۲ھ
- ۱۵۔ مقامات مظہری، شاہ غلام علی دہلوی، تحقیق و تعلیق و ترجمہ اردو محمد اقبال مجددی، لاہوری ۱۹۸۳ء
- ۱۶۔ مقامات معصومیہ، صفرا احمد معصومی، مرتبہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء
- ۱۷۔ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، محمد مظہر مجددی مدنی، دہلی ۱۲۸۳ھ
- ۱۸۔ مونس المخلصین (سوانح مؤلف انساب الانجاب) عبد اللہ شاہ آغا، کراچی ۱۳۶۸ھ
- ۱۹۔ نزہۃ الخواطر، عبدالحی حسنی، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، دکن ۱۹۶۲۔ ۱۹۷۰ء
- ۲۰۔ ہدیہ احمدیہ، احمد ابوالخیر مکی، مطبع انتظامی، کانپور ۱۳۱۳ھ

یکم مارچ ۱۹۸۳ء

نور اسلام، شر قہور (حضرت مجدد الف ثانی نمبر ۱۹۸۸ء)

مولوی محمد صالح کنجاہی نقشبندی

مجمع التوارخ کے مصنف کا تعلق پنجاب کے مردم خیز قصبہ کنجاہ سے ہے، جو گجرات سے سات میل بجانب مغرب پھالیہ روڈ پر واقع ہے۔

یہاں کے علماء و شعراء میں سے ملا محمد اکرم غنیمت، علامہ محمد ماہ صداقت، اور مولوی محمد صالح نے اپنی بھرپور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر تخلیقی ادب میں قابل قدر اضافہ کیا جس کی وجہ سے یہ قصبہ اہل قلم کی توجہ کا مرکز بن گیا، ان کے علاوہ یہاں کے نامور علماء میں سے شیخ ابو البقا کنجاہی مرید حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش (ف ۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۳ء) جو ملا غنیمت کے چچا تھے، قاضی عبدالنبی ف ۱۰۸۸ / ۱۶۷۸ء میں کنجاہ کے قاضی تھے۔

قاضی خوش محمد بن قاضی عبدالنبی، حضرت نوشہ کے مرید اور کنجاہ کے قاضی تھے۔

قاضی عبدالنبی مرید حضرت نوشہ بھی کنجاہ کے قاضی اور شرح قصیدہ بردہ، رسالہ در حالات حضرت نوشہ (مشمولہ رسالہ ۵۰ الاغجاز) اور تذکرہ قاضی رضی الدین کے مصنف تھے۔ ان کے اشعار صداقت نے نقل کیے ہیں۔

۱ صداقت، محمد ماہ: ثواب المناقب، قلمی مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی

۲ محمد عالم عبدالباسط: تاریخ سادات خوارزمیہ ص ۷۰

۳ احمد علی سندیلوی: مخزن الغرائب، قلمی ورق ۱۰۱-۱، علی حسن: صبح گلشن ۱۵۶، شرافت نوشاہی: شریف التوارخ ۳ /

۱۳۱، محمد اسلم پرووری: فرحت الناظرین مترجم محمد ایوب قادری ۸۹

۴ احمد بیگ لاہوری: الاغجاز قلمی مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی ورق ۳۶۲

۵ ایضاً ورق ۱۱۲-۱۲۲

۶ ایضاً ورق ۱۱۹

خاندانی تحریرات کے مطابق قاضی رضی الدین کا انتقال ۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۱ء میں ہوا، مفتی غلام سرور نے سال وقات '۱۱۵۲ھ درست نہیں لکھا ہے'۔

شیخ نظر محمد مرید^۲ حضرت نوشہ^۳ کے دو بیٹے تھے اول ملا محمد اکرم غنیمت اور دوسرے کا نام معلوم نہیں ہے، اس معلوم صاحبزادے کے دو فرزند تھے علامہ محمد ماہ صداقت اور شیخ محمد^۴۔

ملا محمد اکرم غنیمت کا شمار پنجاب کے معروف ترین فارسی شعراء میں ہوتا ہے، انہوں نے پنجاب کو نیرنگ عشق جیسی مثنوی دے کر ادبی دنیا میں بلند مقام عطا کیا ہے^۵۔

علامہ محمد ماہ صداقت، شیخ عبدالرحمن دہلوی کے مرید تھے، ان کے والد، نواب ارادت مند خان شرف الدولہ بہادر کی طرف سے تحویل خزانہ پر مقرر تھے، مہمات ملکی میں ان کے ہمراہ رہتے تھے^۶، صداقت کابل میں پیدا ہوئے^۷۔ مروجہ علوم اپنے چچا ملا غنیمت سے پڑھے تھے ان کو نظم و نثر پر کامل عبور تھا، ثواقب المناقب^۸ (در حالات و مقامات حضرت حاجی محمد نوشہ^۹ بخش قدس سرہ) آپ کا لاثانی شاہکار ہے، اس کے علاوہ فتح نامہ نواب عبدالصمد خان، ساقی نامہ، مثنوی مہتاب، مثنوی چراغان، گل صنوبر، قصہ کلیلہ و دمنہ، دیوان اشعار، رباعیات آبدار، محسنات رنگین، رقصات، لطائف ہزلیات اور مطلع الاسرار بھی آپ کی تصانیف ہیں، آپ کا انتقال ۱۱۴۸ھ / ۱۷۲۵ء میں ہوا^{۱۰}۔

^۱ غلام سرور، مفتی، لاہوری: خزینۃ الاصفیاء / ۱ / ۲۰۲۔ مطبع ٹرہند، لکھنؤ ۱۸۷۳ء

^۲ شرافت نوشاہی: شریف التواریخ / ۳ / ۱۶۳-۱۸۰

^۳ صداقت: ثواقب المناقب، قلمی ورق ۱۲۵

^۴ شرافت: شریف التواریخ / ۳ / ۵۱۵

^۵ ایضاً / ۳ / ۲۶۰-۳۱۰، رقصات غنیمت، صحیفہ لاہور، جنوری ۱۹۷۳ء، صادق علی دلاوری: مقالہ غنیمت مشمولہ اور نیکل کالج

میگزین، لاہور، مئی ۱۹۴۲ء و نومبر ۱۹۴۳ء

^۶ صداقت، ثواقب، قلمی ورق ۹

^۷ ایضاً ورق ۹

^۸ ثواقب المناقب، قلمی

^۹ شرافت نوشاہی: شریف التواریخ، جلد سوم حصہ سوم ۶۸-۱۰۳

صداقت کے علاوہ سنجاہ میں میاں جعفر شاہ بن شاہ درگاہی بھی تھے، حضرت شاہ محمد غوث لاہوری نے ان سے ملاقات کا حال لکھا ہے^۱۔

صاحب مرآۃ العالم بخٹاور خان کے مقرب لطف اللہ موصی کا تعلق بھی سنجاہ سے تھا، ان کے صرف دو شعر ملتے ہیں^۲۔

شیخ یحییٰ سنجاہی نے رائے حاکم سنگھ دیوان کی فرمائش پر مثنوی نیرنگ عشق کی فارسی میں شرح لکھی تھی جس کا خطی نسخہ کتابخانہ مہنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں محفوظ ہے^۳۔

آبا و اجدادِ مصنف

مصنف کے والد کا نام مولوی محمد صالح بن مولوی محمد یار تھا، محمد یار نے وظائف و معمولات کا ایک مجموعہ اپنے بیٹے محمد صالح کے لیے لکھا تھا، وضاحت کرتے ہیں:

”تمام شد درودِ مستغاث برائے بر خوردارِ سعادت اطوار نیک کردار نور چشم راحت جان لختِ جگر محمد صالح تحریر یافت در ۱۲۴۰ ہجری مقدس یک ہزار و دو صد و چھل بود“^۴۔

مولوی محمد صالح کے پردادا کا نام محمد ادہم تھا^۵ اور جد مادری کا نام محمد ابراہیم بن محمد ادہم تھا، فرماتے ہیں:

”حضرت میاں شیخ محمد ابراہیم طیب اللہ ثراہ و جعل الجنة مثواہ عالم و عامل در زہد و تحمل رفیع الشان بود علم ظاہری از بسیار اساتذہ حاصل نمودہ بود چنانچہ از خدمت حضرت میاں محمد فیض و حضرت مرزا مقصود بیگ و حضرت حافظ محمد یونس و حضرت میاں محمد صالح گجراتی رحمۃ اللہ علیہم و

^۱ شاہ محمد غوث: رسالہ در کسب سلوک و بیان طریقت و حقیقت، مطبوعہ پشاور، ۱۲۸۳ھ ص ۴۲

^۲ محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین ۱۹۴

^۳ قصبہ سنجاہ کی تاریخ و شخصیات سے متعلق ملاحظہ ہو راقم کا مقالہ ”سنجاہ“ شامل اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب،

لاہور

^۴ مجموعہ وظائف خاندان مولوی محمد صالح سنجاہی، قلمی مملوک جناب حکیم سید ارشاد حسین، قصور

^۵ احمد حسین احمد، قریشی: مولوی محمد صالح سنجاہی، مقالہ مشمول رسالہ شاہین، زمیندار کالج لکھنات، دسمبر ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۵

در علم باطن مرید حضرت شاہ سید میر است و والد بزرگوارش حضرت میاں محمد ادبم مرحوم مرید حضرت شاہ محمد غوث (لاہوری) بود، حسن صورت و سیرت و بلقائے جہاں آرای خواجہ ہر دوسرای صلی اللہ علیہ وسلم در عالم رویا مشرف شدہ..... جد مادری اوستاد پاک نہاد این خاکسار نژاد است و فاتش روز دوشنبہ وقت ظہر بیست و نهم ماہ ربیع الآخر در سال یک ہزار و دو صد و چہل و سہ (۱۲۲۳ھ) از ہجرت بود، قبرش در کنجاہ پایاں موقد حضرت پیر سبز غازی است^۱

مصنف کے جد مادری حافظ نور احمد بن حافظ احمد بن حافظ یار محمد تھے، حافظ احمد یار بقول مصنف ۱۲۲۳ھ

میں فوت ہوئے:

چوں جناب حافظ احمد یار با حکم خدا شد ز دنیا جانب عقبی رواں نیک خو
سال تاریخ وفات آنجناب زندہ دل گفتہ در شد روز محشر باد احمد یار او^۲

۱۲ ۲۳

حافظ یار محمد مذکور نے ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء میں انتقال کیا:

قطعہ تاریخ وفات حضرت حافظ یار محمد صاحب گنیا نوالہ علیہ السلام کہ جد مادری
این خاکسار بود چنانچہ جد مادری این خاکسار حافظ نور احمد بن حافظ احمد
یار بن حافظ یار محمد بود:

حامد اللہ تارک الدنیا قدوہ کاملان اہل تمیز
سال تاریخ او حضوری رب آفتاب بہشت بالانیز^۳

۱ محمد صالح تنجائی: سلسلہ الاولیاء، بخط مصنف تلمی مملوکہ جناب پروفیسر قریشی احمد قلعہ داری، گجرات

۲ غلام محی الدین تنجائی: مجمع التواریخ، ورق ۱۰-۱۱

۳ ایضاً ۱۰-۱۱

میاں محمد ابراہیم گنجابی مذکور کے ایک صاحبزادے بابا میاں اسماعیل نے ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء میں وفات

پائی:

وقت پیشین روز شنبہ شانزدہم از ربیع الآخر:

ربیع الآخرین را شانزدہ بود بروز شنبہ وقتِ ظہر گردید

سنین ارتعالش جستم از عقل خرد گفتا بخاک پاک خوابید

میاں اسماعیل کے برادر کلاں میاں احمد یار نے ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء میں انتقال کیا:

وقت دمیدن صبح روز آدینہ بیستم ذی قعد:

بیستم ذی قعد روز آدینہ بود نیز بدن وقت دمیدن صبحدم

سالِ تاریخش بجستم از خرد گفت با آہ و فغاں ہی درود غم

مصنف کے دادا مولوی محمد یار کا انتقال ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء میں ہوا:

روز پنجشنبہ وقت پیشین یازدہم صفر "باد منظور جناب وہاب"

۱۲ ۷ ۷۴

مصنف نے اپنے خاندان کی بعض خواتین کے سنیں ہائے وفات بھی لکھے ہیں، ان سے پتا چلتا ہے کہ ان

کے والد کی جدِ مادری کا نام عظمت خاتون (ف ۱۹ رمضان ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء) اور جدِ پدری سلطان بی بی (ف بروز

بدھ ۱۴ صفر ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء) اور مصنف کی دادی کا نام حسن بی بی (ف سوموار ۲۹ رمضان ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء)

اور مصنف کی والدہ کا نام حیات بی بی (ف شب شنبہ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء) تھا۔

ایضاً ورق ۱۲-۱

ایضاً ورق ۱۲-۱

ایضاً ورق ۱۲-۱ ب

غلام محی الدین گنجابی: قطعات تاریک ہائے وفات خواتین بر اوراق اولین خطی نسخہ سلسلہ الاولیاء مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد، گجرات

احمد حسین، احمد قریشی: مولوی محمد صالح گنجابی، مقالہ مشمولہ رسالہ شاہین، ص ۱۳۵-۱۳۶

محمد صالح سنجابی

(والد مصنف، کاتب و مرتب مجمع التوارخ)

مولوی محمد صالح سنجابی، کتاب ہذا کے مصنف کے والد، استاد، مرتب اور اس کے کاتب کی حیثیت سے قابل ذکر ہیں، وہ سکھ عہد کے کہنے مشق خطاط، پر مغز، شاعر، باعمل صوفی اور جید عالم تھے، حدود ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے۔

ان کی تعلیم و تربیت ان کے نانا شیخ محمد ابراہیم سنجابی کے ہاں ہوئی، جو اپنے وقت کے جید عالم دین تھے، مروجہ علوم کی تحصیل کے بعد مولوی محمد صالح کا زیادہ وقت اہل طریقت کی صحبت میں گزرا، جن مشائخ سے زیادہ عقیدت تھی ان میں حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری، نانا شیخ محمد ابراہیم سنجابی، شیخ محمد قاسم ابو الوفاء ساکن گولکی، سید محمد بقاء اور سید شاہ میر پشاوری نبیرہ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری قابل ذکر ہیں لیکن زیادہ جھکاؤ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کی طرف تھا۔

مولوی محمد صالح سنجابی کے خیالات و نظریات سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس وقت کی فضا اور مشائخ کے حالات کا مجمل سا خاکہ پیش کیا جائے جن سے محمد صالح متاثر تھے۔

مولانا غلام محی الدین قصوریؒ

پنجاب کے معروف عالم، شیخ طریقت اور قطب پنجاب تھے، آپ نے حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے حاصل کی اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی مجددی (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) سے سلسلہ مجددیہ و قادریہ میں خلافت و اجازت حاصل کی۔

مولانا قصوریؒ ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۷ء کو قصور میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء میں انتقال کیا۔ آپ کے جانشین آپ کے صاحبزادے حافظ عبدالرسولؒ تھے، مولوی محمد صالح اور حافظ غلام محی الدین سنجابی کو ان

سے عقیدت تھی، جس کا اظہار صاحبزادہ قصوریؒ کے مکتوبات بنام مولوی محمد صالح اور حافظ غلام محی الدین سے بخوبی ہوتا ہے۔

مولانا قصوریؒ کثیر التصانیف عالم تھے، آپ کی اب تک یہ کتابیں دستیاب ہوئی ہیں:

۱۔ ملفوظات چہل روزہ شاہ غلام علی دہلویؒ، تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۷۶ء

۲۔ تحفہ رسولیہ (معجزات نبوی ﷺ) مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور۔

۳۔ رسالہ نظامیہ (بحث وحدت الوجود) قلمی مملوکہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، لاہور

۴۔ زاد الحاج (پنجابی نظم، مسائل حج) قلمی مخزنہ کتب خانہ دانشگاہ پنجاب، لاہور، نمبر ۷۶۶

۵۔ سلالۃ المبرورہ فی تجویز اسماء المشہورہ بخط مولوی غلام نبی للہی، قلمی مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد۔

۶۔ خطبات حضوری، مطبوعہ، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد۔

۷۔ مکتوبات کی پانچ جلدیں، جمع و تدوین محمد اقبال مجددی۔

۸۔ شرح گلستان سعدی ۱۲۲۵ھ بخط مصنف مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد۔

۹۔ حلیہ مبارک حضرت نبی کریم ﷺ قلمی، ذخیرہ شیرانی، کتابخانہ دانشگاہ پنجاب (۱/ ۶۲۸۰)

۱۰۔ الفاظ چند، قلمی، ذخیرہ شیرانی۔

۱۱۔ رسالہ علم میراث بخط مصنف، قلمی مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد۔

۱۲۔ بیاض نظم و نثر، قلمی مملوکہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، لاہور۔

۱۳۔ دیوان قصوری، فارسی و اردو نظم، قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی۔

برائے تفصیل رجوع کنید بہ:

i۔ محمد صالح سنجابی: سلسلۃ الاولیاء قلمی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد

ii۔ غلام محی الدین سنجابی: مجمع التواریخ۔

iii۔ غلام دستگیر قصوری: ذکر حضرت قصوری۔ مشمولہ ہدیہ اشیتین، مطبوعہ ۱۲۹۵ھ

iv۔ محمد قصوری سید: بستان معرفت (سوانح صاحبزادہ عبدالرسول قصوری)، لاہور ۱۳۰۳ھ

v۔ غلام علی دہلوی: مقامات مظہری۔ دہلی ۱۲۶۹ھ تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۸۳ء

vi۔ ایضاً ملفوظات شریف، لاہور ۱۳۷۱ھ

ہم نے تذکرہ حاضر میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ضمن میں مولانا قصوری کے مفصل احوال لکھے

ہیں۔

-
- vii۔ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، دہلی ۱۲۸۲ھ
- viii۔ غلام سرور، مفتی، لاہوری: حدیقۃ الاولیاء، مقدمہ و تصحیح و حواشی محمد اقبال مجددی، لاہور
- ix۔ عبدالرسول، حکیم: انوار مر قسوی۔ مطبوعہ
- x۔ محمد حسن کیر تپوری: حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مراد آباد ۱۳۲۲
- xi۔ ایضاً: ملفوظات غلام نبی للہی، مطبوعہ لاہور۔
- xii۔ شبیر احمد شاہ: انوار محی الدین (سوانح مولانا قصوری)، لاہل پور ۱۹۶۶ء
- xiii۔ محمد اقبال مجددی: حیات مولانا غلام محی الدین قصوری، زیر ترتیب
- xiv۔ ایضاً: غلام محی الدین مقالہ مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب۔

میاں محمد قاسم ابوالوفاؒ

نہایت قبیح شرع بزرگ تھے، اپنے والد میاں محمد اسلم کے شاگرد و مرید تھے، ۷۷۰ جمادی الآخر ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء میں انتقال کیا، قصبہ گولیکی (کنجاہ سے جانب جنوب) میں دفن ہوئے، مولوی محمد صالح نے خود لکھا ہے:

”عابد و زاہد و فقیہ و شب خیز و طبیب کامل در زمان خود بود شاگرد و مرید والد بزرگوار خود حضرت میاں محمد اسلم است و وی مرید والد خود حضرت حافظ بڑھا است و وی مرید والد خود حضرت حافظ امان اللہ و وی مرید حضرت میاں محمد مصطفیٰ لاہوری است و وی مرید حضرت میاں جان محمد لاہوری است و وی مرید حضرت میاں وڈا صاحب است رحمۃ اللہ علیہم و بہ شاہ صاحب حافظ سید عبدالرحیم (ساکن مگھو وال) نیز اعتقاد کمال داشت. دانا و شیرین زبان متکلم بود بخیر الکلام مائل و دل نیکو خو و روشن رو پیوستہ بہ تبسم و از اقوال و افعال مالا یعنی محترز کمال بود حضرت سید محمد بقاء را باوی اعتقاد تمام بود بجائے پیر میدانستی پیر روشن ضمیر این فقیر (محمد صالح) است. و فائش روز شنبہ وقت بامداد بیست و ہفتم از ماہ جمادی الآخر در سال یک ہزار و دو صد و پنجاہ و دو (۱۲۵۲) از ہجرت بود. قبر آن صاحب در موضع گولیکی است کہ سہ کروہ بطرف جنوب از کنجاہ“

سید محمد بقاءؒ

سید عبدالرحیمؒ کے فرزند ارجمند تھے، ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۳ء میں انتقال کیا، قصبہ گھووال میں اپنے والد کے پایاں میں مدفون ہیں، مولوی محمد صالح ان سے بڑے متاثر تھے، اپنی عقیدت مندی کا اظہار فرماتے ہیں:

محمد صالح کنجاہی: سلسلہ الاولیاء، قلمی ورق ۶۸ ب۔ ۶۹۔ ۱

حضرت سید عبدالرحیمؒ ”در علم ظاہری و باطنی کامل بود در توحید و تفرید بلند شان داشت حضرت نور شاہ را باوی اعتقاد تمام بود کہ بجائی پیر میدانستی مریدان دی بسیار بودند اول ارادت قادریہ بحضرت مراد شاہ داشت بعدہ در طریق نقشبندیہ و قادریہ بحضرت شاہ محمد بقاء سہروردیؒ و آواز خواجہ قطب الدین و آواز خواجہ محمد زبیر و آواز خواجہ نجم الدین و آواز خواجہ محمد معصوم

”از علم ظاہری و باطنی حظی وافر داشت..... فرزندِ حافظ سید عبدالرحیم است طریق نقشبندیہ از حضرت غلام شاہ داشت ووی از والدِ خود حضرت غلام علی ووی از حضرت شاہ محمد بقاء سہروردی، و طریقہ سہروردیہ از حضرت میان محمد قاسم ابو الوفاء داشت..... و حضرت میان صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ (مولانا غلام معی الدین) وی را باین القاب یاد میفرمود سید محمد بقاء تارک الدنیا ولی کامل مکمل فناء فی اللہ بقایا اللہ باین گدا خیلی میل خاطر میداشت کہ در تحریر نعی آید الحمد للہ علی ذلک۔ وقاتش روزِ شنبہ وقتِ صبح چہارم جمادی الاول در سال یک ہزار و دو صد و پنجاہ و نہ از ہجرت، قبرش پایانِ خوارزمی سادات والدِ زرگوارِ خود است“

خوارزمی سادات میں سے تھے۔

سید شاہ میر پشاورؒ

حضرت سید شاہ محمد غوثؒ لاہوریؒ بن سید حسن پشاورؒ کے خواہر زادے تھے، مولوی محمد صالحؒ نے انہیں اپنا پیر روشن ضمیر لکھا ہے، ان کی قبر پشاور میں ہے:

سہرندی و از حضرت حافظ غلام مرتضیٰ قصوری چشتیہ نیز داشت، وقاتش شبِ شنبہ یازدہم از ربیع الآخر در سال یک ہزار و دو صد و چہل و پنج از ہجرت بود، قبرش در گہو وال است (سلسلۃ الاولیاء، قلمی ورق ۱۱۳ اب۔ ۱۱۴۔ ۱)

محمد صالح: سلسلۃ الاولیاء، قلمی

حضرت شاہ محمد غوثؒ، لاہور کے مشہور عالم اور شیخ طریقت، متعدد عربی و فارسی کتابوں کے مصنف اور بخاری شریف کی نہایت ہی بسیط شرح کے مؤلف تھے، آپ کا شجرہ نسب و طریقت، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے، پشاور میں ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۳ء کو پیدا ہوئے، اپنے والد حضرت سید حسنؒ کی وفات ۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ء کے بعد ظاہری و باطنی علم کے حصول کے لیے دور دراز کے سفر کیے اور اس وقت کے اجل علماء و مشائخ سے استفادہ کیا، ایک عالم کو ظاہری و باطنی فیض پہنچا کر ۱۷۱۵ھ / ۱۷۳۹ء میں انتقال کیا مزار مبارک لاہور میں بیرون دہلی دروازہ ہے۔ آپ کی تصانیف میں سے شرح غوثیہ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء (شرح صحیح بخاری فارسی) قلمی بخط مصنف مملوکہ امیر شاہ قادری، پشاور، رسالہ در کسب سلوک و بیان معرفت و طریقت (فارسی) مطبوعہ پشاور ۱۸۶۶ء، رسالہ ذکر جہر قلمی مملوکہ مولانا سید محمد امیر شاہ قادری، شرح قصیدہ غوثیہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۱۰ء، اسرار التوحید (عربی)، دو دیگر رسائل در وحدت الوجود بخط مصنف، روٹوگراف مملوکہ مولانا سید محمد امیر شاہ، رسالہ مناجات، عربی بخط مصنف، مملوکہ ایضاً، رسالہ اصول حدیث، مطبوعہ

”پیر روشن ضمیر حضرت سید شاہ میر رحمۃ اللہ علیہ در عہد خود عالی شان بود خواہر زادہ و مرید حضرت سید محمد غوث است، بصورت ظاہری و باطنی کمال آراستہ بود در شوق و درد مرتبہ عالی داشت، قبرش در پشاور و فرزندش حضرت میر سید قبول متورع و متقی و متزہد کمال بود رحمۃ اللہ علیہ“

وفات

مولوی محمد صالح کی وفات ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء کو کنجاہ میں ہوئی، حضرت پیر سید سبز غازی، کنجاہ کے دروازے کے سامنے دفن ہوئے، ان کا مزار نہایت کسمپرسی کی حالت میں علم و حکمت کی بے بسی پر نوحہ خواں ہے^۱۔ مولوی تاج الدین ساکن (باگڑیا نوالہ) نے قطعات تاریخ وفات کہے تھے، جو سلسلہ الاولیاء میں بخط مولوی تاج الدین کے آخر میں درج ہیں^۲۔ ملاحظہ ہو:

صالح محمد یکہ عزیز زملن خود بود	ہمہ دوستانش نور ہدی بگفتا
سل وفات اوچوں زباتف سوال کردم	ناگہ سروش گفتاوی باخدا برفتا
خوش منش خوش روش و خوش کلام	رفت چوزین دار فنا پر محن
سل وصالش چو بجستم خرد	گفت کہ "واہ بود چہ شیریں سخن"
دریغاکہ جامع کمالات دوست	ز دنیا بملک فنا رفت وے
سینش ملک گفت یا آہ۔ آہ	کہ بیہات بیہات یہات ہے

مولوی صالح کے ایک ہی فرزند حافظ غلام محی الدین کنجاہی تھے، جو کتاب مجمع التواریخ کے مصنف ہیں۔

پشاور مع اردو ترجمہ (ر۔ ک محمد امیر شاہ: تذکرہ مشائخ قادریہ حنیفہ، مطبوعہ پشاور۔ محمد اقبال مجددی: شاہ محمد غوث لاہوری، مقالہ مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانشکادہ پنجاب) ام سلمیٰ: محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث لاہوری (مقالہ برائے حصول درجہ دکتری) (عربی) دانشکادہ پنجاب، لاہور، مطبوعہ پشاور، ۱۹۹۰ء

محمد صالح: سلسلہ الاولیاء، خطی

احمد حسین احمد قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی، مقالہ مشمولہ رسالہ شاہین، گجرات ۱۹۳

تصانیف

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد صالح کی تصانیف ضائع ہو گئی تھیں، جس کی وجہ ان کی اولاد کی ان کے حین حیات وفات اور ناخلف تلامذہ ہیں، فقط وہی کتابیں بچ سکی ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی میں ہی کتابت کر کے اپنے مشائخ کرام مولانا غلام محی الدین قصوری اور صاحبزادہ حافظ عبدالرسول کی خدمت میں قصور بھیجی تھیں، ذیل میں بعض تالیفات کا مجمل تعارف کروایا جا رہا ہے:

سلسلہ الاولیاء

یہ مولوی محمد صالح کی سب سے اہم تصنیف ہے، ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء میں لکھی گئی، حواشی میں اس سنہ کے بعد کی بھی تاریخیں درج ہیں، اس کتاب میں حضرت نبی کریم ﷺ سے لے کر معاصر مشائخ تک مجمل طریقہ سے مشائخ کے مناقب درج ہیں، متقدمین کے حالات سرسری ہیں اور ان میں کوئی امتیازی نکات نہیں لکھے گئے، وہی مروجہ روایات نقل کرنے پر اکتفا کی ہے، البتہ قریب العبد اور معاصرین کے حالات کے سلسلہ میں یہ کتاب ایک منفرد ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے اور مجمع التواریخ دراصل اسی سلسلہ الاولیاء کا تکرار ہے۔

سلسلہ الاولیاء میں حسب ذیل معاصرین کے حالات قابل توجہ ہیں:

سید شاہ میر پشوری، شیخ محمد ابراہیم گجراتی، محمد قاسم ابو الوفاء، مخدوم عبدالکریم، شاہ غلام علی دہلوی، مولانا غلام محی الدین قصوری، حافظ یار محمد، سید جملہ شاہ، سید نور شاہ، حافظ عبدالرحیم، سید بقاء اللہ، سید عباد اللہ، غلام محی الدین سیالکوٹی ثم کشمیری نبیرہ ملا عبدالکحیم سیالکوٹی، محمد صالح گجراتی، حافظ محمد اعظم، مولوی شکر اللہ، میاں صدر الدین، میاں احمد جی، حافظ نصر اللہ، شاہ عبدالعزیز دہلوی، خلیفہ غلام رسول لاہوری، حافظ غلام محمود، پیر اعظم شاہ، خواجہ سلیمان تونسوی، میاں مفتی محمد کاظم معروف کا کے شاہ، پیر کرم شاہ محلانوالہ، میاں محمد اشرف بھیروی۔

سلسلہ الاولیاء کے فقط تین خطی نسخوں کا احقر کو علم ہے:

۱۔ نسخہ بخط مصنف نوشتہ برائے متبنی و خواہر زادہ خود غلام حسین، سال ۱۲۹۵ھ مملوکہ جناب پروفیسر

قریشی احمد حسین احمد، گجرات، پاکستان۔

۲۔ مملوکہ جناب محمد حلیم خان پتن، ملتان^۱

۳۔ نسخہ بخط مولانا سید شرافت نوشاہی مرحوم، ساہن پال، گجرات

مجمع التواریخ

یہ کتاب، مولوی محمد صالح نے اپنے بیٹے کی وفات (۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء) پر مؤلف کے مسودات کی مدد سے مرتب کی اور اس میں ایک مفید ضمیمہ کا اضافہ کیا، جس میں مصنف کے حالات بھی لکھے، جو نہایت قابل قدر ہیں، یہ نسخہ مولوی محمد صالح نے ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں نہایت خوش خط کتابت کر کے اپنے مرشد حافظ عبدالرسول کی خدمت میں قصور بھیجا تھا، جو ہمیں ۱۹۷۴ء میں حضرت حافظ قسوریؒ کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا۔

نغمہ توحیدی

یہ کتاب دراصل معمولات مظہریہ (حالات و ملفوظات حضرت میرزا مظہر جان جاناںؒ) مولفہ مولوی نعیم اللہ بہرہ انجی کی تلخیص ہے، اس کا خطی نسخہ جناب ضیاء محمد ضیاء مدرس گورنمنٹ ہائی سکول پسرور کے پاس ہے۔^۲

مجموعہ وظائف

یہ مجموعہ مولوی محمد صالح نے ۱۲۷۷ اور ۱۲۸۹ھ / ۱۸۶۰-۱۸۷۲ء میں جمع کیا تھا، یہ بھی مرتب و کتابت کر کے نہایت دیدہ زیب خط، جلد اور کاغذ دروشتائی سے مزین کیا اور حضرت حافظ عبدالرسول قسوری کی خدمت میں ارسال کیا تھا، جو آج حکیم سید ارشاد حسین صاحب ساکنہ قصور کے پاس محفوظ ہے، ایک اور مجموعہ وظائف مکتوبہ ۱۲۹۴ھ برائے متنی خود غلام حسین کا ذکر پروفیسر قریشی احمد حسین صاحب نے اپنے مقالہ میں کیا ہے۔^۳

^۱ نسیمی، محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان، مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔

^۲ احمد حسین احمد: مولوی محمد صالح تنجانی، ۱۵۹

^۳ ایضاً

مکتوبات

اس مجموعہ میں مولوی محمد صالح نے اپنے معاصر عرفا کے مکتوبات جو ان کے نام آتے رہے تھے یکجا کر دیئے ہیں، اس میں آٹھ مکتوبات مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے، بارہ خواجہ عبدالرسول قصوریؒ، ونوپیر کرم شاہ مغلانوالہؒ اور ایک مکتوب شیخ محمد عمر بن شاہ احمد سعید مجددیؒ کا ہے۔

یہ مجموعہ سلسلہ الاولیاء کے خطی نسخہ بخط مصنف مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب میں بطور ضمیمہ شامل ہے۔

دو بیاضیں

بیاض اول میں متقدمین، قریب العہد اور معاصرین کی شان میں قصائد کو یکجا کیا گیا ہے، اس کا آغاز ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء کو ہوا اور ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء میں مکمل ہوئی اس کا خطی نسخہ پروفیسر قریشی احمد حسین صاحب کے پاس ہے، دوسری بیاض میں مولوی محمد صالح نے اپنا طبع زاد کلام، نعت و مناقب مشائخ کرام اور شجرات طریقت وغیرہ نظم کیے ہیں۔

ذوق شعر و سخن

مولوی محمد صالح کو فارسی زبان پر پوری قدرت تھی، اپنا مافی الضمیر بخوبی بیان کر سکتے تھے، پہلے قلندر پھر فقیر اور آخر میں صالح تخلص اختیار کیا، تاریخ گوئی پر کامل عبور تھا، سلسلہ الاولیاء میں یہ اہتمام کیا ہے کہ مشائخ کے سنن نظم کر دیئے ہیں جن میں خاصی روانی پائی جاتی ہے۔

خطاطی

مولوی محمد صالح نے علمی کتب کی کتابت میں بڑا اہتمام کر رکھا تھا، عمدہ کاغذ، اعلیٰ روشنائی (سرخ و سیاہ) دل پسند تقطیع ہر وقت مد نظر رہتا تھا، ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کئی کتابیں احقر کی نظر سے گذر چکی ہیں، ان میں سلسلہ الاولیاء مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد، مجمع التواریخ شور جنون، مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ذخیرہ مولانا غلام محی الدین قصوریؒ، مجموعہ وظائف مملوکہ حکیم سید ارشاد حسین شاہ

صاحب قصور۔ اپنی دیدہ زیبی کے لحاظ سے پرکشش ہیں، نیز منطق الطیر اور مثنوی بو علی قلندر کے خطی نسخوں کا ذکر قریشی صاحب نے اپنے مقالہ میں کیا ہے۔

حافظ غلام محی الدین کنجاہیؒ

مجمع التواریخ کے مصنف حافظ غلام محی الدین کنجاہی رجب ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء کو کنجاہ میں پیدا ہوئے، مصنف کے والد مولوی محمد صالح کنجاہی لکھتے ہیں:

”ولادتش در ماہ رجب در سال یک ہزار و دو صد و پنجاہ و یک از ہجرت مقدس بود“

مصنف کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں ہمیں زیادہ معلوم نہیں ہے، ہمارا خیال ہے کہ اپنے والد بزرگوار مولوی محمد صالح سے ابتدائی مروجہ کتابیں پڑھنے کے بعد حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ اور صاحبزادہ عبدالرسول قصوریؒ سے منسلک ہو گئے ہوں گے، ابتدائی درسی کتب کی تحصیل کے بارے میں خود محمد صالح نے تصریح کی ہے:

”کتابہائے نظم چنانچہ بوستان و زلیخا و ندرنگ عشق کہ بس دقیق است بخوب وجہ بیان نمودی کہ تسکین خاطر میگردیدی و ہمچنین کتابہای فقہ تعلیم می نمود و این بکمال عجب است کہ بجز قرآن مجید ہر گز چیز دیگر نخواندہ بود“

جب ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء میں مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کا انتقال ہوا تو مصنف نے ان کی وفات کا قطعہ تاریخ لکھا، یہ مصنف کی منظوم پہلی تاریخ تھی، اس وقت مصنف کی عمر بیس ۲۰ سال تھی، محمد صالح لکھتے ہیں:

”اولین گفتہ او تاریخ وفات حضرت مولینا میاں صاحب قصوری است و در آن وقت بیست سالہ بود“

مولانا غلام محی الدینؒ نے اپنے کئی مکتوبات میں حافظ غلام محی الدینؒ کی نجاتی کا ذکر کیا ہے، ایک مکتوب میں نصیحت فرماتے ہیں۔

”بر خوردارِ سعادت اطوار میاں غلام محی الدین راتا کید پختہ کردن سبق یاد“

”بر خوردار حافظ غلام محی الدین و دیگر دوستانِ دینی و مخلصانِ یقینی و اسلمہ

مسنونہ مع اشواق مشحونہ پذیر اباد بالنون و الصاد“

حضرت صاحبزادہ عبدالرسول بن مولانا غلام محی الدین قصوری نے اپنے متعدد مکتوبات میں مصنف کا ذکر

اچھے الفاظ میں کیا ہے، ملاحظہ ہو:

برادر دینی مخلص یقینی اتحاد آگس مشفق حافظ غلام محی الدینؒ احب

و اعزی میاں غلام محی الدینؒ۔ دیگر نورِ بصر حافظ غلام محی الدینؒ

مصنف کافن تاریخ گوئی!

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ مصنف کو بچپن ہی سے تاریخ گوئی کے فن سے لگاؤ تھا ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء میں

جب مصنف نے حضرت صاحبزادہ عبدالرسول قصوریؒ کی مدح میں طویل فارسی قصیدہ لکھ کر مدوح کی خدمت میں

قصور بھیجا تو صاحبزادہ صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایضاً

غلام محی الدین قصوری: مکتوبات بنام مولوی محمد صالح (مشمول بطور ضمیرہ در سلسلہ الاولیاء) خطی مملوکہ پروفیسر قریشی

احمد حسین احمد، گجرات، مکتوب دوم ورق ۱-ب

ایضاً، مکتوب ششم، ورق ۳-ب مکتوب ہفتم ورق ۴-ب مکتوب ہشتم ۲-ب

عبدالرسول قصوری: مکتوبات بنام مولوی محمد صالح مشمول ہمیں ضمیرہ مکتوب نمبر ۱ ورق ۵-۱

ایضاً، مکتوب چہارم و ششم ورق ۷-ب

ایضاً، مکتوب ہشتم ورق ۸-۱

”عجب فصاحت و بلاغت و شیریں و نمکیں بود بہ شعر متقدمین شبابت تمام

دارد“

مصنف کے والد مولوی محمد صالح نے مصنف کی وفات کے بعد ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں مجمع التواریخ

مرتب کر کے صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں ارسال کی، توجو اباً فرمایا:

”کلام الہام ترجمان حبیب الرحمن روحی و زوجی حضرت حافظ غلام محی الدین

اسکنہ اللہ تعالیٰ فی اعلیٰ علین نور چشم و سرور صدر حاصل گردید“

مصنف کی وفات (۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء) کی خبر سن کر پنجاب کے مشہور تاریخ گو عالم و شاعر مولوی

عبداللہ ساکن چک عمر نے اسی نسبت سے گنج تاریخ سے مصنف کی تاریخ وفات نکالی، فرماتے ہیں:

گنج تاریخ بد دل پاکش ”گنج تاریخ“ گشت تاریخش

۱۲۸۳ھ

وفات مصنف

مصنف نے ۱۳ رمضان المبارک ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء بوقت سحر روز پنجشنبہ کنجاہ میں وفات پائی اور وہ

رجب ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء کو پیدا ہوئے، اس حساب سے عمر صرف ۳۲ سال تھی۔

مصنف، مولوی محمد صالح کے اکلوتے لڑکے تھے، وفات پر باپ کو سخت صدمہ ہوا، اور ان کا گھر بالکل اجڑ

گیا، اس کے علاوہ ایک صاحبزادی بیگم بی بی تھیں، جو غلام محمد قلعہ داری کے عقد میں تھیں ان کے بطن سے غلام یسین

تولد ہوا اور ایک بچی عابدہ بی بی بھی پیدا ہوئی عابدہ بی بی بھی جلد فوت ہو گئی، اس کے بعد بیگم بی بی دختر محمد صالح نے

بھی باپ کے صحن حیات ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ میں انتقال کیا تو ایسے حالات میں مولوی محمد صالح کو انتہائی صدمہ ہوا

ایسے میں اپنے نواسے غلام یسین کو متبنی بنا کر مولوی محمد صالح زندگی کے باقی دن گزارنے لگے۔ مشہور تاریخ گو

۱ ایضاً مکتوب اول ورق ۵۔۱

۲ ایضاً مکتوب ۱۲۔ ورق، اب

۳ مجمع التواریخ، ضمیمہ ہذا ورق ۱۸ اب

۴ احمد حسین احمد قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی۔ مقالہ مشمولہ رسالہ شاہین، ہجرات ج ۵، ش ۲، دسمبر ۱۹۶۸ء، ۱۲۹-۱۵۰

مولوی عبد اللہ ساکن عمر چک نے حافظ غلام محی الدین کنجاہی کی وفات کے سانحہ کی خبر سن کر قطعہ تاریخ وفات کہا جس کے ہر مصرعہ سے سال وفات برآمد ہوتا ہے۔

حافظ سالم کمال از دین آہ کہ آمادہ شد بخلدِ برین
شیخ سالِ وصال گو پس ازین آہ جان غلام محی الدین
گنج تاریخ بُد دل پاکش "گنج تاریخ" گشت تاریخش

مولوی عبد اللہ کے علاوہ دیگر معاصر علماء و مشائخ کو بھی حافظ غلام محی الدین کی ناگہانی موت نے خاصا متاثر کیا، حضرت حافظ عبد الرسول قصوریؒ نے اپنے مکتوبات میں اس سانحہ پر گہرے رنج و الم کا اظہار کیا ہے، فرماتے ہیں:

از سnoch سانحه ہوش رُبا و جانگزاء انتقال فرزندِ دلبند آن مشفقِ بسیار از
غم و الم دامن گیر حالِ حسرت اشتغال شد انا للہ و انا الیہ راجعون اگرچہ این
غم نہ آن غم است کہ بدستیاری مُعبّرہ مجرہ و بیلِ قلم ازین دریائی زخار عبور
توان کرد و این الم نہ آن الم است کہ بآہ و وایلا سوزِ دل و حرکتِ جگر توان بر
آورد مگر چونکہ سوائے اعتصامِ بحبلِ المتین صبر و شکیبائی چارہ دیگر نیست
چار و ناچار بصیر گورایند اللہ تعالیٰ آن مہربان را استقامت و صبر ازانی فرمودہ
بہ نعم البدل محفوظ العافیت فرماید، آمین یا رب العالمین

مکتوب خیم میں پھر فرماتے ہیں:

"سابق، فقیر از انتقال و ارتحالِ پیرانِ کبار حضرت میاں حافظ غلام محی
الدین مرحوم مغفور خیل از طرف آن مخلص صادق الوفا مضطرب الاوقات بود
حالا از ملازمت طبیعت فیض طویت سامی زبانی حکیم پیر بخش صاحبِ ذنگہ والا
بسمع رسیدہ نہایت قلق بخاطر رسیدہ بالعش والابکار از جناب پروردگار
حضرت پیرانِ کبار و مزار پرانوار (مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ) خواستہ

مجمع التواریخ، ضمیمہ ورق ۱۸ اب

عبد الرسول قصوری: مکتوب ہشتم، نوشتہ ربیع الاول ۱۲۸۶ھ ورق ۸ ب ۹۔

میرو د کہ بحق سبحانہ تعالیٰ آن متوفی را غریق بحر مغفرت فرمودہ آن مخلص
را صحت و عافیت دارین نصیب کناد“

۱۲۹۳ھ میں جب مولوی محمد صالح نے مجمع التوارخ کا یہ نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر حضرت صاحبزادہ
عبدالرسولؒ کی خدمت میں تصور بھیجا تو اس کے حسن خط کی تعریف کے بعد مصنف کی ناگہانی موت کا ذکر ان الفاظ
میں کیا ہے:

از مهاجرتِ صوری آن برادر مہربان حزن و ملال کمال در دل نیاز منزل میباند و
یادِ شما گاہی از دل نہرود و ہر وقت دعا ہا بصد التجا ہا برائے صلاح دارین و
حصولِ مرادات کونین شما میکنم اللہ تعالیٰ بفضلِ خود آن مہربان را از غوم و
ہجومِ دنیا محفوظ داشته در محبتِ خود و محبانِ خود محو و مستغرق گرداناد

مجمع التوارخ

مجمع التوارخ میں حضرت نبی کریم ﷺ سے لے کر اپنے معاصر علماء و مشائخ و اقرباء کے سنین ولادت
اور وفات نظم کیے گئے ہیں، بعض متقدمین کے سنین وفات غلط بھی ہیں اور بعض کے سنین وفات میں جو اختلاف چلے
آ رہے ہیں ان کا لحاظ نہیں رکھا گیا البتہ قریب العہد اور معاصرین کے سنین وفات کے لیے یہ کتاب مفرد ماخذ کی
حیثیت رکھتی ہے۔

یہ کتاب نض قطعاً تاریخ کا مجموعہ ہی نہیں ہے بلکہ ان قطعات میں اعیان کے مناقب بھی ملیں گے
گویا یہ ایک منظوم تذکرہ ہے، خصوصاً اس میں پنجاب کے علماء و مشائخ کے سنین وفات نہایت قابل توجہ ہیں، جن کی
تاریخ ہائے وفات کا علم نہیں تھا، اب پہلی مرتبہ اس کتاب کے ذریعہ پنجاب کے ان مشائخ کے سنین وفات کا علم ہوا
ہے۔

خطی نسخہ

مجمع التواریخ کا خطی نسخہ جو مصنف کے والد مولوی محمد صالح نے ۱۲۹۳ھ میں خود کتابت کر کے اپنے اور اپنے بیٹے (مصنف) کے مرشد حضرت صاحبزادہ عبدالرسولؒ کی خدمت میں ارسال کیا تھا کے پہلے ورق پر لکھا ہے ”جناب خواجہ عبدالرسول روشن دل“ حضرت صاحبزادہ اپنے ۱۲۹۳ھ کے ایک مکتوب بنام مولوی محمد صالح میں اس کتاب کے حسن خط کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جمادی الآخر ۱۲۹۳ ہجری اخلاص و اختصاص پناہ اتحاد و ارشاد دستگاہ احبی و اعزی حضرت محمد صالح اصلح اللہ تعالیٰ احوالہ و حصل امالہ و جعل الی خیر مآلہ بحرمۃ النبی و آلہ از مہجور مکسور محزون ملول عبدالرسول رزقہ اللہ و الرسول بعد تسلیماً ذاکیات و اشتیاقات مضمرات و دعوات حصول مرادات مشہود آنکہ رقیمہ کریمہ و نسخہ مجمع التواریخ از دست میاں غلام احمد و اسمعیل بخیریت رسید از دیدن حسن خط مبارک و کلام الہام ترجمان حبیب الرحمن روحی و زوحی حضرت غلام محی الدین اسکنہ اللہ تعالیٰ فی اعلیٰ علین نور چشم و سرور صدر حاصل گردید لیکن از مہاجرت صوری آن برادر مہربان حزن و ملال کمال در دل نیاز منزل میباند و یاد تماگاہی از دل نمیرود و ہر وقت عاہا بصد التجاہا برائے صلاح دارین و حصول مرادات کونین شامیکنم اللہ تعالیٰ بفضل خود آن مہربان را از غموم و ہومور دنیا محفوظ داشته در محبت خود و محبان خود مستغرق گرداناد چیزی برائے برآمدن حاجات نوشتہ بعمل آرند“

اگرچہ اس نسخہ کے آخر میں ترقیمہ نہیں ہے، تاہم اس کے بخط مولوی محمد صالح ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کیوں کہ مولوی محمد صالح کے جن دستخطی ترقیموں کے یہاں عکس دیئے گئے ہیں، مجمع التواریخ کا خط ان سے ملتا ہے۔

اس میں سے بعض قطعات مولوی محمد صالح نے اپنی تصنیف سلسلۃ الاولیاء کے حواشی پر نقل کر دیئے تھے، انہیں حواشی کو پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب نے یکجا کر کے اس کی ایک نقل ڈاکٹر وحید قریشی صاحب،

عبدالرسول قسوری: مکتوب دوم از دہم جمادی الآخری ۱۲۹۳ھ مشہور ضمیر سلسلۃ الاولیاء، خطی

لاہور کو دی تھی اور اس کی دوسری نقل اپنی کتاب تاریخ گجرات میں شامل کر دی ہے، اصل خطی نسخہ کے بارے میں پروفیسر قریشی صاحب لکھتے ہیں:

اس کا اصل مخطوطہ گم ہو چکا ہے..... راقم نے سلسلہ الاولیاء کے حواشی سے نقل کر کے مرتب کی ہے^۲۔

یہی گم شدہ خطی نسخہ ہمیں حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا ہے، اس میں بہت سے قطعات ایسے ہیں جو قریشی صاحب کے نقل کردہ نسخہ میں نہیں ہیں۔

استدراک

کتاب جواہر علویہ تصنیف حضرت شاہ رؤف احمد رافتؒ کی اردو ترجمہ شائع کردہ ملک فضل الدین کشمیری بازار، لاہور میں حضرت ابو علی فارمدیؒ اور حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ کے حالات کے سلسلے میں ان بزرگوں کے قطعات تاریخ وفات غلام محی الدین سنجابی سے منسوب ہیں^۳ اور یہ قطعات غلام محی الدین سنجابی کی مجمع التواریخ میں بھی موجود ہیں^۴۔ اور مولوی محمد صالح نے سلسلہ الاولیاء میں بھی ان بزرگوں کے قطعات تاریخ وفات، حافظ غلام محی الدین سے منسوب کیے ہیں^۵ اور یہ واقعی حافظ غلام محی الدین ہی کی تصنیف ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان قطعات کا تعلق جواہر علویہ کے اصل متن سے مطلق نہیں ہے جس کے وجوہ یہ ہیں:

۱۔ شاہ رؤف احمد رافت ۱۲۴۹ھ میں انتقال کر گئے تھے۔

۲۔ ان قطعات کے مصنف (غلام محی الدین) ۱۲۵۱ھ میں متولد ہوئے، گویا شاہ رؤف احمدؒ کی وفات کے وقت حافظ غلام محی الدین دو یا تین سال کے تھے۔

۱۔ احمد حسین احمد قریشی: گجرات کی تمدنی تاریخ، خطی مملوکہ مصنف مدظلہ، جلد دوم ص ۱۴۱ حاشیہ

۲۔ ذخیرہ ذاکر و حید قریشی، (اس نسخے کا ذکر فہرست مشترک ۱۰/۷۷ میں بھی کیا گیا ہے)

۳۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ، اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور ص ۳۶-۳۷

۴۔ غلام محی الدین سنجابی: مجمع التواریخ۔ ورق ۷۷-۷۸

۵۔ محمد صالح سنجابی: سلسلہ الاولیاء ۴ قلمی ورق ۷۹ ب ۸۰-۱

۳۔ حافظ غلام محی الدین کے والد مولوی محمد صالح کے قول کے مطابق غلام محی الدین نے پہلا قطعہ تاریخ، مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کی وفات ۱۲۷۰ھ پر لکھا، جبکہ شاہ رؤف احمدؒ کو انتقال کے سترہ برس ہو گئے تھے۔

اس لیے ہمارا خیال ہے کہ ملک فضل الدین نے جواہر علویہ کے جس خطی نسخہ سے یہ ترجمہ کر دیا ہے وہ نسخہ مولوی محمد صالح کے کتب خانہ میں رہ چکا ہو گا، جس کے حواشی پر یہ قطعات منقول ہوں گے اور مترجم نے کم علمی کی وجہ سے اسے متن کا جز سمجھ لیا۔

حاصل یہ ہے کہ ان قطعات کا شاہ رؤف احمدؒ کے متن سے کوئی تعلق نہیں ہے ہم نے اپنے ایک سفر دہلی کے دوران حضرت ابوالحسن زید فاروقی مرحوم کے آبائی کتب خانہ میں اسی غرض سے جواہر علویہ کا وہ خطی نسخہ دیکھا جو اس کے بزرگ معصف نے نقل کروا کر حضرت شاہ ابوسعید مجددی دہلوی (ف ۱۲۵۰ھ) کو دہلی بھیجا تھا (مقامات خیر ۲۳) اس کے متن میں واقعی یہ قطعات تاریخ درج نہیں ہیں۔ (ورق ۲۷-۲۸)

(جمادی الاول ۱۴۱۸ھ / ستمبر ۱۹۹۷ء)

ماخذ

- ۱۔ احمد بیگ لاہوری: رسالہ (در حالات مشائخ نوشاہیہ)، مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی، ساہن پال، گجرات
- ۲۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ (احوال مشائخ مجددیہ) مخزنہ کتابخانہ خانقاہ مظہری، دہلی
- ۳۔ احمد حسین احمد قریشی: گجرات کی تمدنی تاریخ (بزبان اردو) مملوکہ ڈاکٹر قریشی احمد حسین احمد (مؤلف مخطوطہ) گجرات، پاکستان
- ۴۔ خادم، احمد علی سندیلوی: مخزن الغرائب، کتابخانہ مرکزی دانشگاه پنجاب، لاہور
- ۵۔ صداقت، محمد ماہ کنجی: ثواقب المناقب، مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی، ساہن پال، گجرات
- ۶۔ غلام محی الدین قصوری: مکتوبات ۵ جلد جمع و تدوین محمد اقبال مجددی

- ۷۔ غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التوارخ، بخط مولوی محمد صالح کنجاہی (والد مؤلف) مملوکہ حکیم ارشاد حسین شاہ، قصور
- ۸۔ محمد صالح کنجاہی: سلسلہ الاولیاء (بخط مصنف محمد صالح کنجاہی) مملوکہ ڈاکٹر قریشی احمد حسین احمد، گجرات
- ۹۔ ایضاً: مجموعہ وظائف جامع محمد یار و محمد صالح کنجاہی، مملوکہ حکیم ارشاد حسین شاہ، قصور

مطبوعات فارسی

- ۱۰۔ بخٹاور خان: مرآة العالم مرتبہ ساجدہ علوی، لاہور، ادارہ تحقیقات پاکستان، ۱۹۷۹ء
- ۱۱۔ تبسبی، محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۷ء
- ۱۲۔ خادم، احمد علی سندیلوی: مخزن الغرائب مرتبہ محمد باقر، لاہور، جلد اول دوم ۱۹۶۸-۱۹۷۰ء
- ۱۳۔ علی حسن: صبح گلشن، بھوپال، ۱۲۹۵ھ
- ۱۴۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، مطبع ثمرہند، لکھنؤ، ۱۸۷۳ء
- ۱۵۔ غلام محی الدین قصوری (جامع) ملفوظات شریفہ شاہ غلام دہلوی، لاہور، مکتبہ نبویہ، ۱۹۷۸ء
- ۱۶۔ غنیمت، محمد اکرم کنجاہی: رتعات غنیمت مرتبہ سید نور محمد، مشمولہ، صحیفہ، لاہور، جنوری ۱۹۷۳ء
- ۱۷۔ محمد غوث لاہوری، شاہ: رسالہ در کسب سلوک و بیان معرفت، پشاور، ۱۲۸۳ھ
- ۱۸۔ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، دہلی، اکمل الطابع، ۱۲۷۷ھ
- ۱۹۔ منزوی، احمد: فہرست مشترک (۱۴ جلدیں) اسلام آباد
- ۲۰۔ محمد قصوری: بستان معرفت (احوال خواجہ عبدالرسول قصوری)، لاہور، ۱۳۰۳ھ

مطبوعات اردو

- ۲۰۔ ام سلمیٰ گیلانی: محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث لاہوری، پشاور، ۱۹۹۰ء
- ۲۱۔ احمد حسین احمد، قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی، مقالہ مشمولہ (رسالہ) شاہین (زمیندار کالج، گجرات)، دسمبر ۱۹۶۸ء
- ۲۲۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ (اردو ترجمہ)، لاہور، ۱۹۱۹ء

- ۲۳۔ شبیر احمد شاہ: انوار محی الدین، لاہل پور، ۱۹۶۶ء
- ۲۴۔ شرافت، شریف احمد نوشاہی: شریف التوارخ، لاہور ۱۹۷۹ء۔ ۱۹۸۴ء
- ۲۵۔ صادق علی دلاوری: غنیمت کنجابی، مقالہ مشمولہ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، مئی ۱۹۴۲ء و نومبر ۱۹۴۳ء
- ۲۶۔ غلام دستگیر قصوری: ”ذکر حضرت قصوری“ مشمولہ ہدیۃ الشیعتین، لاہور، ۱۲۹۵ھ
- ۲۷۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: حدیقۃ الاولیاء تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۰۰ء
- ۲۸۔ غلام علی دہلوی، شاہ: مقامات مظہری تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۰۱ء
- ۲۹۔ محمد اقبال مجددی: کنجاہ، تاریخ و شخصیات، مقالہ مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی،

لاہور

- ۳۰۔ ایضاً: غلام محی الدین قصوری، مقالہ مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور
- ۳۱۔ محمد عالم عبدالباسط: تاریخ سادات خوارزمیہ
- ۳۲۔ محمد اسلم پسوری: فرحۃ الناظرین ترجمہ و حواشی محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۷۲ء

شیخ محمد رفیع الدین قندھاری

شیخ رفیع الدین قندھاری تیرھویں صدی ہجری / انیسویں صدی عیسوی کے ایک عالم، صوفی و موقوف

تھے۔

انہوں نے اپنا نام محمد رفیع الدین بن محمد شمس الدین بن محمد تاج الدین قندھاری لکھا ہے (ثمرات الکیہ، خطی بحوالہ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی موزہ ملی پاکستان ۸۷۱) لیکن عربوں نے ان کے دادا کا نام قاضی عبدالملک عمری قندھاری لکھا ہے (فہرست الفہارس ۱/ ۴۳۷) یعنی ان کے دادا بھی اپنے وقت کے ذی علم اور قاضی تھے۔ ان کی ولادت ۱۱۶۴ھ کو حیدر آباد دکن کے ایک مضافاتی ضلع نانڈیڑ (Nander) میں ہوئی (محبوب ذی المنن ۱/ ۳۳۴-۳۳۵، اپریل گزٹیر آف انڈیا ج ۱۴ ص ۳۷۷، نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۸۱)

ایک روحانی اشارے پر ان کے والد نے ان کا نام ”غلام رفاہی“ رکھا اور عرف محمد رفیع الدین تھا، ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے مستقر قندھار میں شرح ملا جامی تک تحصیل کی اور تکمیل کے لیے اورنگ آباد چلے گئے جہاں انہوں نے مولوی قمر الدین (ف ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء) اور ان کے فرزند مولوی نور الہدی (ف ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۷ء) اور مولوی سید غلام نور (ف ۱۱۸۹ھ / ۱۷۶۵ء) کی خدمت میں حاشیہ بیضاوی تک اور دیگر کتب مروجہ پڑھیں، والد گرامی کی طلب پر واپس قندھار آئے، اور تحصیل معرفت کی غرض سے حاجی رحمت اللہ نقشبندی (۱۱۱۳-۱۱۹۵ھ / ۱۷۰۱-۱۷۸۱ء) کی خدمت میں رحمت آباد گئے، حاجی صاحب سید اشرف کی (ف ۱۱۴۹ھ / ۱۷۳۶ء) کے خلیفہ تھے وہ شاہ محمد کے اور وہ شیخ شرف الدین مقبلی کے جو شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء) کے خلیفہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے تعلق رکھتے تھے، (محبوب ذی المنن ۱/ ۳۶۷، عقیدۃ الطالبین در حالات شیخ رحمت اللہ نقشبندی)، شیخ رفیع الدین قندھاری نے حاجی رحمت اللہ سے نقشبندی و

قادری سلسلہ کی خلافت حاصل کی (ایضاً ۱/۳۳۵) ان کی صحبت میں ایک سال تک رہے پھر پانچ سال تک حیدر آباد دکن میں قیام فرمایا، (ایضاً ۱/۳۳۵)

حج کے ارادے سے حرمین الشریفین کا سفر اختیار کیا، وہاں کے محدثین کرام کی خدمت میں حدیث کی تحصیل کی اور اسناد حاصل کیں، موصوف شیخ محمد بن محمد بن عبد اللہ السجلماسی المغربی مدنی مالکی صغیر (۱۱۱۹-۱۲۰۱ھ / ۱۷۰۸-۱۷۸۶ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے (فہرس الفہارس ۲/۸۵۱) پھر شیخ ابو الفتح عثمان معروف بہ شامی حنفی (ف ۱۲۱۳ھ / ۱۷۹۸ء) کو صحاح ستہ کے ادائل کی سماعت کی (ایضاً ۱/۱۰۲، معجم المعاجم والشیخات ۲/۱۸۶) ان کے علاوہ شیخ قندھاری نے شیخ خیر الدین بن محمد زاہد سواتی (ف ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ء) زین العابدین بن محمد برزنجی مدنی (۱۳۱۳ھ / ۱۷۹۹ء) محمد حیات بن طالب علی خان دہلوی وغیرہ کی خدمت میں تحصیل و تکمیل کی (فہرس الفہارس ۱/۴۳۷، معجم المعاجم ۲/۲۱۹) شیخ قندھاری کے ایک اور استاد ابو عبد اللہ محمد صالح رضوی بھی تھے (ایضاً ۲/۲۵۲) شیخ قندھاری سے علوم ظاہری میں استفادہ کرنے والوں کی بھی کثیر تعداد ہے، جن میں سے شیخ خضر بن عثمان رضوی، شیخ شہاب الدین عمری قندھاری، شیخ رفیع الدین قندھاری کے صاحبزادہ شاہ علیم الدین (۱۲۳۲-۱۳۱۶ھ / ۱۸۱۶-۱۹۹۸ء) بھی ذی علم اور اپنے والد سے یہی اسناد حاصل کر کے مسند وقت ہوئے تھے علامہ عبدالحی کتانی کے استاد شیخ احمد بن عثمان العطار کو انہی سے سند حاصل ہوئی تھی۔ (فہرس الفہارس ۱/۴۳۷)

شیخ رفیع الدین قندھاری نے اپنے اور اپنے شیوخ سے متعلق فارسی میں ایک کتاب انوار القندھار کے نام سے لکھی تھی (ایضاً ۱/۴۳۷) ان کا سلسلہ سند اپنے قیام مدرسہ شیخ عبدالکریم قطبی درشبا کی مقابل بیت الحرام مکہ کا خود ذکر کیا ہے۔ (ثمرات المکیہ بحوالہ فہرست مشترک) حدیث کی سند اب تک جاری ہے۔ معجم المعاجم ۲/۲۱۹)

شیخ قندھاری ۱۱۸۹ھ / ۱۷۷۵ء کو واپس اپنے مستقر قندھار آئے وہاں ایک خانقاہ تعمیر کی اور ایک مدت تک درس و تدریس اور دعوت و ارشاد میں مصروف رہے (محبوب ذی المنن ۱/۳۳۵) پھر آپ حیدر آباد دکن تشریف لائے تو ارادت مندوں کا اتنا ہجوم رہنے لگا کہ لمحہ بھر کی فرصت میسر نہ آتی، عوام نے استدعا کی کہ آپ حیدر آباد میں مستقل قیام فرمائیں لیکن وہاں کے حاکم سکندر جاہ بہادر آصف جاہ ثالث ملقب بہ مغفرت منزل کے عہد کے منتظم اعظم الامر آراء سطا جاہ نے کہا کہ اگر اسی طرح خلایق کا ہجوم رہا تو سلطنت کے انتظام میں خلل پڑے گا، چنانچہ حاکم کے کہنے پر آپ واپس قندھار چلے گئے، اعظم الامر کے انتقال کے بعد شمس الامر آہا اور امیر کبیر جو شیخ قندھاری

کے مرید تھے کی استدعا پر آپ پھر حیدر آباد تشریف لائے لیکن اب آپ کی بینائی ختم ہو چکی تھی اور خلایق کا وہ ہجوم بھی نہیں رہا تھا (گلزارِ آصفیہ ۳۰۹-۳۱۰)

آپ کچھ عرصہ حیدر آباد میں مقیم رہے پھر واپس اپنے مستقر قندھار چلے گئے جہاں ۱۲۴۱ھ / ۱۸۲۶ء کو آپ کا وصال ہوا (محبوب ذی المنن ۳۳۷/۱، فہرست الفہارس ۴۳۷/۲، نزہۃ الخواطر ۱۸۱/۷، معجم المعاجم ۲۱۸/۲) قندھار ہی میں دفن ہوئے شمس الامراء نے ان کا شاندار وضع تعمیر کروایا (گلزارِ آصفیہ ۳۱۰)

مقامی تذکرہ نویس عبد الجبار ملکا پوری نے شیخ قندھاری کے دو فرزندوں محمد دائم اور محمد قائم تھے (محبوب ذی المنن ۳۳۷/۱) لیکن علامہ عبدالحی کتانی نے ان کے ایک فرزند شاہ علیم الدین مذکور کا بھی ذکر کیا ہے۔ (فہرست الفہارس ۴۳۷/۱)

شیخ قندھاری شاعر بھی تھے اور قدرت اللہ بلخ سے اصلاح لیتے تھے، عبد الجبار ملکا پوری نے ان کے پانچ فارسی اشعار نقل کیے ہیں (محبوب ذی المنن ۳۳۶/۱-۳۳۷)

شیخ قندھاری کے مریدین میں سے حافظ میر شجاع الدین حسین (۱۱۹۱-۱۲۵۶ھ / ۱۷۷۷-۱۸۴۰ء) قابل ذکر ہیں، حیدر آباد میں چار مینار کے قریب جامع مسجد انہی کی آباد کی ہوئی ہے، ان کی عربی، فارسی اور اردو کی ۱۵ تالیفات کے نام و سراغ ملا ہے، ان کے اکثر مرید بھی صاحب تصنیف گذرے ہیں ان میں سے فقیر اللہ شاہ حیدر نے اردو ادب میں اہم کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، (حیدر آباد کی علمی و ادبی میراث ۱۱۰-۱۱۲) دوسری شخصیت بدر الدین خان رفعت جنگ تمیز صاحب دیوان شاعر اور کئی کتابوں کے مولف تھے ان کی قابل ذکر کتاب وقائع معظمیہ ہے جو آصف جاہی عہد کی تاریخ ہے۔ (ایضاً ۱۲۱-۱۲۳)

شیخ رفیع الدین قندھاری کئی اہم کتابوں کے مولف تھے جن میں سے بعض دریافت شدہ تالیفات کا مختصر سا تعارف کروایا جا رہا ہے۔

۱۔ آدابِ طریقہ رفاعیہ

فارسی نثر میں ہے، شیخ قندھاری سلسلہ رفاعیہ سے بھی تعلق خاطر رکھتے تھے ان کا نام ہی غلام رفاعی عرف محمد رفیع الدین تھا اس رسالہ میں یہی نام لکھا ہے، انہیں اس سلسلہ کا فیض اپنے شیخ حاجی رحمت اللہ سے ملا تھا جو

اس سلسلہ میں سید احمد رفاعی میلاپوری سے حاصل ہوا تھا (محبوب ذی المنن ۱/۳۶۴) یہ رسالہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی میں ہے (فہرست موزہ) جو ۱۲۱۳ھ / ۱۷۹۸ء کو تالیف ہوا (فہرست موزہ ۲۳۴)۔

۲۔ سلوک چشتیہ

مؤلف نے یہ رسالہ فارسی نثر میں سید شاہ محمد ادریس کی خواہش پر تالیف کیا تھا (فہرست موزہ ۲۳۴) موزہ ملی پاکستان کراچی میں ہے اور ایک نسخہ ذخیرہ انجمن ترقی اردو، مخزنہ موزہ ملی میں ہے (فہرست مشترک ۱۵۵۹/۳) تیسرا نسخہ پبلک لائبریری خیرپور سندھ میں ہے (ایضاً)

۳۔ رسالہ در سلوک قادریہ

یہ مختصر سا رسالہ سلوک قادری سلسلہ کے اذکار و اشغال کے بیان میں ہے اس کا خطی نسخہ ذخیرہ انجمن ترقی اردو نزد کور میں ہے (ایضاً ۱۵۶۱/۳)

۴۔ رسالہ سلوک نقشبندیہ

فارسی نثر میں ہے جو ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ء کو تالیف ہوا، اس کے خطی نسخے اسلام آباد، کراچی اور خیرپور میں ہیں (ایضاً ۱۵۶۱/۳)

۵۔ شجرہ نامہ طریقت

مؤلف نے اس میں اپنے سلاسل قادریہ و نقشبندیہ درج کیے ہیں کہیں کہیں مشائخ مختصر ذکر بھی ہے (ایضاً ۱۵۷۷/۳) انجمن ترقی اردو کراچی نزد کور کے ذخیرہ میں اس کا خطی نسخہ ہے۔

۶۔ شرح ابیات شیخ عبدالقادر جیلانی، کتب خانہ خواجہ غلام محی الدین قصوری، مملوکہ سید ارشاد حسین شاہ، قصور میں اس کا خطی نسخہ ہے (ایضاً ۱۵۸۰/۳)

۷۔ ثمرات المکیہ فی طریق القادریہ

فارسی نثر میں مؤلف نے یہ رسالہ مدرسہ شیخ عبدالکریم قطبی در شاہ کی مقابل بیت الحرام مکہ میں ۲۹ محرم ۱۱۸۹ھ / ۱۷۷۵ء کو تالیف کی جس میں آداب بیعت، اصول طریقت قادریہ اور اس سلسلہ کے اعمال و اشغال کا ذکر

ہے۔ اس کے خطی نسخے کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد اور نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی میں ہیں (فہرست مشترک ۸۴۰/۱۳، ۱۳۶۷/۳)

۸۔ (تذکرہ) نوبہار

اس میں ۱۶۱ ایسے فارسی گو شعراء کا تذکرہ کیا گیا ہے جو صوفی تھے اور تصوف کا مزاج رکھتے تھے ذخیرہ آذر کتابخانہ مرکزی پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں اس کا ایک خطی نسخہ موجود ہے (فہرست مشترک ۷۶۶/۱۱)
Storey: Persian Literature, vol.I Part. II p 880

۹۔ احالہ (جالیہ) الکرب بہ اصحاب سید العجم والعرب

یہ رسالہ بھی فارسی نثر میں ہے اور اس میں شہد ابد ر کے مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں، کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد اور موزہ ملی پاکستان میں اس کے خطی نسخے موجود ہیں (فہرست مشترک ۹۷۹/۱۱)

۱۰۔ رسالہ رفاعیہ

فارسی نثر میں ہے، مؤلف نے اس میں اپنے سلسلہ رفاعیہ کے مشائخ کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ میری ولادت قصبہ قندھار میں ۱۹ جمادی الثانی ۱۱۶۳ھ کو ہوئی میرا نام غلام رفاعی رکھا گیا بعد میں محمد رفیع الدین کے نام سے معروف ہوا، اس رسالہ کے خطی نسخے کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد اور جامعہ انوار باہو بھکر میں ہیں (ایضاً ۹۸۵/۱۱)

مآخذ

- ۱۔ احمد منزوی: فہرست مشترک، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء
- ۲۔ دانش، اولاد علی: ریاض مختاریہ (سلطنت آصفیہ) حیدر آباد، دکن ۱۹۳۲ء
- ۳۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، حیدر آباد، دکن ۱۹۵۹ء
- ۴۔ عبدالحی الکتانی: فہرست الفہارس، مرتب احسان عباس، بیروت ۱۹۸۲ء
- ۵۔ علی اصغر بگلرامی: مآثر دکن، حیدر آباد، دکن، ۱۹۲۳ء
- ۶۔ عارف نوشاہی: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی موزہ ملی پاکستان، اسلام آباد ۱۹۸۳ء

- ۷۔ غلام حسین خان خانزادہ خان: گلزار آصفیہ مرتبہ محمد مہدی توسلی، اسلام آباد ۱۳۷۷ھ
- ۸۔ عبد الستار دہلوی: الفیض الملک الوہاب مرتبہ عبد الملک، مکہ مکرمہ، ۲۰۰۸ء
- ۹۔ محمد نظام الدین قادری: عقیدہ الطالبین (در حالات خواجہ رمت اللہ نقشبندی) سال ۱۱۸۱ھ، حیدر آباد دکن، ۱۳۲۵ھ
- ۱۰۔ مرعشی، یوسف عبدالرحمن: معجم المعاجم والمشیخت، ریاض ۲۰۰۲ء
- ۱۱۔ ملکاپوری، عبد الجبار خان: محبوب ذی المتسنن تذکرہ اولیای دکن، حیدر آباد دکن، ۱۳۳۱ھ
- ۱۲۔ ایضاً: محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن، حیدر آباد دکن ۱۳۲۹ھ
- ۱۳۔ حیدر آباد کی علمی و ادبی میراث، مطبوعہ حیدر آباد دکن، (ہمارے پیش نظر نسخہ ناقص الاول ہے اس لیے مولف کا نام معلوم نہیں ہو سکا)۔

14- Imperial Gazetteer of India, Oxford, 1909

15- Storey, C.A: Persian Literature, London, 1972

۱۳ اکتوبر ۲۰۰۷ء

برائی و انشامہ ادبیات فارسی شیعہ قارہ، تہران

شیخ محمد حسین زکوڑی

شیخ محمد حسین بن امام محمد رضا زکوڑی ہیں، زکوڑی (Zakori) افغانوں کے قبائل میں سے ایک قبیلہ ہے، ان کے جد اعلیٰ شیخ عبد اللہ زکوڑی، اپنے آبائی قصبہ زکوڑی (من مصافات ڈیرہ اسماعیل خان، صوبہ سرحد، پاکستان) میں مدفون ہیں ان کے فرزند احمد خان (مدفون غزنی) ان کے بیٹے امام محمد رضا زکوڑی (ف ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء) اولیائے کرام میں سے تھے اور سلسلہ مجددیہ کے مشہور شیخ فضل احمد پشاورى معصومى (ف ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۶ء) کے معروف ترین خلیفہ تھے (تحفۃ المرشد ۸۶، روضۃ الاولیاء ۲۱۸) اور تقریباً ۴۲ سال تک دعوت و ارشاد میں مصروف رہے احیاء دین کے لیے انہوں نے اس وقت مجددی تحریک کی قیادت کی جب ان علاقوں میں برطانوی سامراج کی جڑیں مضبوط ہو رہی تھیں۔ (مقامات معصومی ۱/ ۳۱۹-۳۲۰، ۳۲۳-۳۲۶)

انہی شیخ محمد رضا زکوڑی کے فرزندوں میں سے شیخ حسین زکوڑی ایک ذی علم بزرگ تھے اپنے والد گرامی سے تحصیل و تکمیل کے بعد انہی کی خدمت میں روحانیت کی تعلیم لی، والد کی وفات کے بعد ان کے برادر بزرگ مولانا محمد حسن زکوڑی (ف ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء) راہنمائی و تربیت مریدین مصروف رہے ان کے بعد ان کے برادر دیگر شیخ محمد حسین زکوڑی سجادہ نشین ہوئے اور عرصہ دراز تک علمی تعلیمی اور روحانی خدمات کے بعد ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء کو فوت ہوئے (جہان امام ربانی ۱۰/ ۲۹۹)

شیخ محمد حسین زکوڑی اپنے آبائی قبرستان موضع زکوڑی (من مصافات ڈیرہ اسماعیل خان) میں دفن ہوئے، موصوف کئی کتابوں کے مولف تھے، فارسی خوب جانتے تھے بلکہ اس زمانے میں علمی زبان ہی اس علاقہ کی فارسی تھی ان کے بعض ضخیم رسائل دینی ان کے آبائی کتابخانہ زکوڑی میں ہیں جن میں سے بعض راقم کے کتاب خانہ کی بھی زینت ہیں۔

ان کی سب سے اہم کتاب روضۃ الاولیاء فی احوال الاصفیاء ہے جو ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء کو امرتسر (Amritsar) سے شائع ہوئی بظاہر یہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا تذکرہ ہے لیکن موقف کی زیادہ تر توجہ اپنے شجرہ طریقت میں شامل مشائخ مجددیہ کے احوال و کمالات کا تذکرہ لکھنے کی طرف ہے۔ اس کا آغاز نبی اکرم ﷺ کے مبارک احوال سے ہوتا ہے ابتداء میں موقف نے اکابر نقشبندی مشائخ کے حالات لکھے ہیں، پھر اس سلسلہ کی بزرگ شخصیت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کے احوال اور آپ کے جانشین خواجہ محمد معصوم سرہندی (ف ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء) کے کمالات و مناقب کے بعد ان کے فرزندوں خصوصاً آپ کے پوتے شیخ محمد پارسا، ان کے فرزند شیخ محمد رسا کے احوال بیان کیے ہیں۔ پھر ان کے خلیفہ نامدار شیخ فضل احمد پشاورى مذکور اور آخر میں اپنے والد گرامی امام محمد رضا زکوڑی جو ان کے خلیفہ تھے، موقف نے آخر کتاب میں اپنے شجرہ نسب اور اپنے اجداد کے مختصر حالات بھی قلم بند کیے ہیں، اور یہ کہ نقشبندی، چشتی اور یہ کہ قادری مشائخ کے شجرات کس طرح ان کے والد پر ختم ہوتے ہیں۔

تذکرہ روضۃ الاولیاء عام فہم فارسی نثر میں ہے، جابجا موثر قسم کے فارسی اشعار بھی درج کیے گئے ہیں، تذکرہ پرانی وضع کا ہے لیکن دور آخر کی معلومات کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے۔

مآخذ

- ۱۔ صفرا احمد معصومی: مقامات معصومی، تحقیق تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۴ء
- ۲۔ محمد حسین زکوڑی: روضۃ الاولیاء فی احوال الاصفیاء، امرتسر، ۱۳۳۳ھ
- ۳۔ محمد سعید، حافظ: تحفۃ الاولیاء (در مناقب شاہ فضل احمد پشاورى)، دہلی، ۱۳۳۰ھ
- ۴۔ محمد مسعود احمد: جہان امام ربانی مجدد الف ثانی ج ۱۰۔ کراچی، ۲۰۰۶ء
- ۵۔ نظام الدین بلخی مزاری: تحفۃ المرشد (احوال شاہ فضل احمد پشاورى)، لاہور، ۱۹۱۲ء

۲۰ اکتوبر ۲۰۰۷ء

برائى دانشنامہ ادبیات فارسی شہ قارہ۔ تہران

حضرت امام علی شاہ حسینی نقشبندی مجددی

امام علی شاہ تیرھویں صدی ہجری کے معروف شیخ طریقت اور نقش بندی سلسلہ کے اکابر صوفیہ میں سے تھے۔

امام علی شاہ حسنی سادات میں سے تھے۔ ان کے والد حیدر علی بن فرزند علی بن لطف کریم حسینی سامری جن کا مسکن قصبہ رتر چھتر (Rater Chater) ضلع گرداسپور میں تھا اس قصبے کا نام ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۲ء میں تبدیل کر کے ان بزرگوں نے مکان شریف تجویز کیا (ذکر مبارک ۹۳-۹۴)

امام علی شاہ کی ولادت اسی قصبہ رتر چھتر (مکان شریف) میں ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷-۹۸ء کو ہوئی (خزینۃ الاصفیاء ۱/ ۱۱۱، نزہۃ الخواطر ۷/ ۷۶) مروجہ علوم کی تحصیل مولانا فقیر اللہ دھرم کوٹی، شیخ نور محمد چشتی اور حکیم علی محمد رضا کی خدمت میں کی (نزہۃ الخواطر ۷/ ۷۶)

تکمیل کے بعد امام علی شاہ حاجی شیخ حسین بھوہرے والے (Bohary Waly) (ف ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۹ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب فیض کیا اور نقش بندی مجددی سلسلہ میں داخل ہوئے یعنی حاجی حسین خلیفہ حاجی احمد خلیفہ خواجہ محمد ذکی مظہری خلیفہ شیخ محمد زمان لنواری سندھی (Lanwari Sindi) خلیفہ خواجہ محمد حنیف خلیفہ شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی۔۔۔ (مکتوبات امام علی شاہ ص ۱۶۶)

اپنے شیخ حاجی حسین کے وصال کے بعد امام علی شاہ ان کے جانشین ہوئے اور صدہا اصحاب نے ان سے اکتساب فیض کیا۔ ان کے اجازت یافتگان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ صرف مندرجہ ذیل خلفا کے نام اجازت نامہ خلافت ان کے مکتوبات کے مجموعے میں ملتے ہیں:

صادق علی شاہ، سید فرید الدین، مولوی محمد اعظم ٹونکی، سید بہادر علی شاہ، میاں خدا بخش، میاں عطا محمد دھراہی والہ، میاں محمد مظہر جمال ٹونکی، مولوی احمد علی حکیم دھرم کوٹی، مولوی محمد مسعود دہلوی، میاں شیخ محمد خان

کابلی کالوی، حافظ بڈھا، میاں احمد جان دہلوی، مولوی محمد شریف بدخشی، مولوی نور احمد تحت ہزاروی ثم چنیوٹی، سید مہتاب شاہ تنبو والہ، مولوی رسل بابا، سید نظام شاہ کشمیری، حافظ شرف دین خوشابی، میاں محمد زمان، حاجی عبداللہ فتح گڑھی، میاں محمد عبداللہ مرادوی، میاں شاہ محمد جوگو والیہ اور شیر محمد خان کابلی عرف سلیمان خیل (مکتوبات ۱۰۷-۱۶۰)

امام علی شاہ کا ۱۳ شوال ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء کو وصال ہوا ستر سال عمر پائی، ابتدائی چالیس سال تک ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی۔ تیس سال مسند علم و مشیخت کو رونق بخشی اور اپنے آبائی قصبہ مکان رتر چھتر) میں ہی دفن ہوئے۔ (خزینۃ الاصفیاء / ۱۲، نزہۃ الخواطر / ۷۶)

امام علی شاہ کے دو فرزند تھے سید صادق علی شاہ اور میر لطف اللہ ان کے اجداد بھی صاحب علم و معرفت تھے ان اصحاب کے مفصل حالات پر کتاب ذکر مبارک ملاحظہ کریں۔

۱۔ مکتوبات قطب ربانی

امام علی شاہ کے مکتوبات اس نام سے ۱۹۴۰ء میں لاہور سے شائع ہوئے تھے۔ یہ مکتوبات فارسی نثر کا اچھا نمونہ ہونے کے ساتھ علم معرفت سے پُر اور تربیت سالکان طریقت کے لیے از بس مفید ہیں۔ اس مجموعہ میں کل ۳۱ مکتوبات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

- | | |
|----------------------------------|------------------------------------|
| ۱۔ بنام اول بنام احمد جان | ۲۔ بنام میاں مظہر جمال ۴ (مکتوبات) |
| ۵۔ بنام مولوی محمد مسعود دہلوی | ۶۔ بنام مولوی غلام علی |
| ۷۔ بنام عبداللہ خان پسردالی ٹونک | ۸۔ بنام میر حافظ ہدایت علی |
| ۹۔ بنام صاحب مظہر جمال | ۱۰۔ ایضاً |
| ۱۱۔ بنام حاجی مختار کشمیری | ۱۲۔ بنام شیخ کریم بخش |
| ۱۳۔ شیخ گامی خان | ۱۴۔ میاں محمد مظہر جمال |
| ۱۵۔ بنام ایضاً | ۱۶۔ بنام شاہ محمد |
| ۱۷۔ بنام میاں احمد خان | ۱۸۔ ایضاً |

- ۱۹۔ ایضاً ۲۰۔ بنام سید عباس علی شاہ
- ۲۱۔ بنام عبد اللہ خان بن نواب والی ٹونک ۲۲۔ بنام مولوی محمد شریف بدخشان
- ۲۳۔ میاں عبد اللہ دیروکی ۲۴۔ بنام مولوی غلام حسین
- ۲۵۔ شیخ عبد الوہاب ۲۶۔ بنام میاں احسن اللہ
- ۲۷۔ بنام نامعلوم ۲۸۔ بنام چودھری سکندر خان
- ۲۹۔ بنام مرزا حمید اللہ و مرزا نواب خان ۳۰۔ بنام مرزا نواب خان جوڑے والہ
- ۳۱۔ بنام غلام محی الدین

مکتوبات کا حصہ دوم ان اجازت ناموں (خلافت ناموں) پر مشتمل ہے جن کو اپنا خلیفہ نامزد کر کے امام علی شاہ نے مختلف مقامات پر روانہ کیا (مکتوبات ۱۰۷-۱۶۰) اس مجموعہ کا تیسرا حصہ امام علی شاہ کے شجرات کے لیے مخصوص ہے۔ (ص ۱۶۳-۱۸۰)

مرآۃ المحققین

حضرت امام علی شاہ کی دوسری تالیف مرآۃ المحققین ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے شیخ حسین بھورے والے کے حالات، تعلیمات و کرامات جمع کی ہیں۔ یہ رسالہ فارسی نثر میں ہے زبان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ اس میں انہوں نے اپنے بزرگوں کے بعض اشعار بھی نقل کیے ہیں (ص ۱۶-۱۸) بعض اجازت نامے (خلافت نامے) بھی درج کیے ہیں جو شاہ حسین نے اپنے خلفا کے لیے لکھے تھے (ص ۲۵-۳۱) شیخ حسین کا سال وفات امام علی شاہ نے خود لکھ کر لکھا تھا۔ قطعہ تاریخ بھی درج کیا ہے۔ (ص ۴۵)

امام علی شاہ کے خلفا میں سے بعض کی شاخیں اب تک بڑی مستعدی کے ساتھ دعوت و ارشاد میں مصروف ہیں ان میں میاں شیر محمد شر قپوری (ف ۱۹۲۸ء) کا نام سب سے نمایاں ہے (خزینہ معرفت در حالات میاں شیر محمد شر قپوری)۔

مآخذ

- ۱۔ ابراہیم قصوری: خزینہ معرفت۔ شرقپور ۱۳۷۸ھ
- ۲۔ امام علی شاہ: مکتوبات قطب ربانی، لاہور ۱۹۳۰ء
- ۳۔ ایضاً: مرآۃ المحققین، لاہور، مطبع کریچی (سن)
- ۴۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، ج ۷ حیدرآباد دکن ۱۹۵۹ء
- ۵۔ غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء، لکھنؤ ۱۸۷۳ء
- ۶۔ قائم الدین قانون گو: ذکر مبارک (حالات سادات مکان شریف) امرتسر ۱۹۳۰ء
- 7- Buehler, A. F: Charisma and Exemplar (Naqshbandi Spiritual Authority in the Punjab 1857-1947) (Unpublished thesis of p.n.d Harvard University (June 1993)

۲۳ نومبر ۱۹۹۶ء

(برائی دانشنامہ ادبیات فارسی شیخ قارہ، تہران)

حضرت میاں شیر محمد شر قپوری

میاں شیر محمد شر قپوری بیسویں صدی عیسوی کے نامور مشائخ میں سے تھے، ان کے ذریعہ دینی امور میں باقاعدگی اور روحانی بالیدگی ہوئی۔

میاں شیر محمد بن میاں عزیز الدین شیخو پورہ (پنجاب، پاکستان) کے ایک مضافاتی قصبہ شر قپور میں ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء کو پیدا ہوئے (خزینہ معرفت ۹۳) یہ علاقہ لاہور کے جنوب مغرب میں بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے (محمد عاشق: تاریخ شر قپور شریف ۱۸) میاں شیر محمد نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا میاں حمید الدین سے حاصل کی۔ اس کے بعد روحانیت کے حصول کے لیے سعی کا آغاز کیا اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں خواجہ امیر الدین سے بیعت ہوئے جن کا سلسلہ طریقت حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی واصل ہوتا ہے۔

بڑے بڑے مشائخ نہ صرف ان سے ملاقات کے لیے آتے تھے بلکہ ان کے حلقہ ارادت میں شریک ہونا فخر محسوس کرتے تھے، ہندوستان پر برطانوی تسلط کے زمانہ میں مذہب سے لاتعلقی عام ہو گئی تھی میاں صاحب کی سعی جمیلہ سے لاکھوں گم کردہ راہ لوگوں کو راہ مستقیم ملی۔ میاں صاحب کا ہر لمحہ سنت و شریعت سے عبارت تھا۔ میاں صاحب کی کوششوں سے سلسلہ نقشبندیہ کو خصوصاً پنجاب میں خوب فروغ ہوا۔

میاں شیر محمد کے خلفاء کثیر تعداد میں ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے اور اتباع شرع کی تلقین میں مصروف رہتے۔

میاں شیر محمد نے ۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ / ۲۸ اگست ۱۹۲۸ء کو وفات پائی (خزینہ معرفت ۳۲۰، تاریخ شر قپور شریف ۴۲) ان کی اولاد ان کی زندگی میں ہی داغ مفارقت دے گئی تھی، ان کے بھائی کی اولاد یکے بعد دیگر ان کی درگاہ کی متولی رہی ان دنوں میاں جمیل احمد شر قپوری ان کے سجادہ نشین ہیں، میاں صاحب کی خانقاہ پنجاب کی چند بہت معروف ترین درگاہوں میں سے ایک ہے۔

ماخذ

- ۱۔ محمد عمر بیریلوی: انقلاب الحقیقت، لاہور، ۱۹۶۷ء
- ۲۔ محمد ابراہیم قصوری: خزینہ معرفت (احوال و افکار میاں شیر محمد شر قپوری)، شر قپور، ۱۹۸۱ء
- ۳۔ محمد عاشق شر قپوری: تاریخ شر قپور شریف، لاہور، ۱۹۵۷ء
- ۴۔ قائم الدین قانوی: ذکر مبارک (احوال مشائخ نقشبندیہ)، امرتسر، ۱۹۴۰ء
- ۵۔ شرافت نوشاہی: کلمات قدسیہ، مرید کے ۱۹۷۳ء
- ۶۔ ایضاً: شریف التواریخ، لاہور (۱۵ جلدیں) ۱۹۷۸-۱۹۹۱ء
- ۷۔ شرف، عبد الحکیم قادری: تذکرہ اکابر اہل سنت، لاہور، ۱۹۹۸ء
- ۸۔ محمد امین شر قپوری: تذکرہ اولیائے نقشبندیہ، لاہور، ۱۳۷۱ھ
- ۹۔ نامی، غلام دستگیر: سوانح حیات میاں شیر محمد، لاہور (سن)
- ۱۰۔ سالک، عبد المجید: ذکر اقبال، لاہور، ۱۹۵۵ء
- ۱۱۔ حسن علی، ملک: ذکر محبوب، لاہور، ۱۹۶۸ء
- ۱۲۔ ایضاً: حیات جاوید (سوانح میاں شیر محمد شر قپوری)، لاہور ۱۹۶۹ء
- ۱۳۔ جمیل احمد شر قپوری: نور اسلام (ماہنامہ، شیر ربانی نمبر) شر قپور، جون جولائی ۱۹۶۹ء
- ۱۴۔ محمد اقبال مجددی: خیر محمد شر قپوری میاں، مقالہ مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (ج ۱۱)
- ۱۵۔ احمد علی شر قپوری: آفتاب ولایت، لاہور، ۱۹۶۰ء

یکم اکتوبر ۲۰۰۷ء

برائے دانشنامہ شبیہ قارہ

حضرت امیر ابو العلاء حسینی اکبر آبادی

حضرت امیر ابو العلاء حسینی اکبر آبادی ۹۹۰-۱۰۶۱ھ / ۱۳۸۵-۱۶۵۱ء

اکبر و جہانگیر کے عہد کے ایک صوفی تھے اور سلسلہ نقشبندیہ کی شاخ ابو العلاء کے بانی کی حیثیت سے

ان کا نام قابل ذکر ہے۔

حضرت امیر سید ابو العلاء بن امیر ابو الوفا بن امیر عبد السلام بن عبد الملک بن عبد الباسط بن تقی الدین

کرمانی، سادات میں سے تھے ان کا مادری سلسلہ نسب خواجہ عبید اللہ احرار سے اس طرح واصل ہوتا ہے:

خواجہ محمد فیضی بن خواجہ ابو الفیض بن خواجہ محمد عبد اللہ بن خواجہ عبید اللہ احرار (کیفیت العارفین ۲)

امیر ابو الوفا اور امیر عبد السلام مع خواجہ محمد فیضی سمرقند سے ہندوستان آئے اور فتح پور (اکبر آباد سے ۱۲ کروہ) میں

قیام کیا۔ یہ اکبر بادشاہ کا عہد حکومت تھا۔ (ایضاً ۲) ان حضرات کا کچھ عرصہ نزیلہ (مضافات دہلی) میں بھی قیام رہا

(اسرار ابو العلاء ۳) یہیں امیر ابو العلاء کی ولادت بھی ہوئی (ایضاً)۔ یہ حضرات حج کے لیے جارہے تھے کہ فتح پور

سکری میں اکبر بادشاہ سے ملاقات ہوئی یہیں امیر ابو الوفاء کا انتقال ہوا اور خواجہ محمد فیضی نے حرمین الشریفین میں

وقات پائی (ایضاً ۹)

خواجہ محمد فیضی ان دنوں راجہ مان سنگھ کے ساتھ ناظم کے عہدے پر فائز اور بردوان (مضافات بنگال)

میں تعینات تھے وہ خواجہ ابو العلاء سمیت تمام اہل خانہ کو بردوان لے گئے۔ وہیں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی۔

(ایضاً ۹) راجہ مان سنگھ کی ہمراہی میں ایک مہم میں خواجہ محمد فیضی کا انتقال ہو گیا تو راجہ مان سنگھ نے وہی عہدہ

نظامت بردوان خواجہ ابو العلاء کو بھی دلوا دیا۔ موصوف کچھ عرصہ اسی عہدے پر کام کرتے رہے (ایضاً ۱۰-۱۱)

اس ملازمت پر زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ بعض روحانی اشارات اور خوابوں کی تعبیر کے طور پر اپنے

عہدے کو چھوڑ کر درویشی کی زندگی اختیار کی (کیفیت العارفین ۳-۶، اسرار ابو العلاء ۱۱-۱۵)

اکبر بادشاہ کے انتقال (۱۰۱۳ھ / ۱۶۰۵ء) کی خبر ملنے پر راجہ مان سنگھ بردوان سے اکبر آباد کے لیے روانہ ہوا راستے میں قصبہ منیر میں ٹھہرا اس کے ہمراہ خواجہ ابو العلاء بھی تھے۔ اسی مقام پر مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری کی خانقاہ میں حاضر ہوئے سجادہ نشین جو صاحب باطن بزرگ تھے، انہوں نے خواجہ ابو العلاء کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور کہا کہ وہ ملازمت ترک کر کے درویشی اختیار کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اس پر انہوں نے مبارک باد دی (ایضاً ۱۵)

مختلف اسفار کے دوران خواجہ ابو العلاء کی اپنے چچا امیر عبد اللہ سے برہان پور میں ملاقات ہوئی جو وہاں ملازمت میں تھے (ایضاً ۱۹) وہ عابد و زاہد بزرگ بھی تھے انہوں نے خواجہ ابو العلاء کو خلافت کا منصب دیا اور اپنی بیٹی کا نکاح بھی ان سے کر کے انہیں رخصت کیا اور ان کی وفات کے بعد خواجہ ابو العلاء ہی جانشین ہوئے (ایضاً ۲۲، کیفیت الصادقین ۶)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ پاکستان و ہند میں سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت دو افراد کے ذریعے بہت ہوئی ان میں اول خواجہ باقی باللہ دوم امیر ابو العلاء اکبر آبادی، شاہ ولی اللہ کو سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے والد شیخ عبد الرحیم سے اور ان کو سید عبد اللہ اور امیر ابو القاسم اکبر آبادی سے انہیں ملاولی محمد اکبر آبادی سے اور انہیں امیر ابو العلاء سے، انہیں امیر عبد اللہ سے اور ان کو خواجہ عبد الحق سے ان کو خواجہ یحییٰ سے اور انہیں اپنے والد خواجہ عبید اللہ احرار سے خلافت ملی تھی (الانتباہ ۳۰-۳۱ سرار ابو العلاء ۲۵-۲۸، کیفیت العارفين ۲۶، ۶)

امیر ابو العلاء اکبر آبادی کا وصال ستر سال کی عمر میں ۱۰۶۱ھ / ۱۶۵۱ء میں اکبر آباد (آگرہ) میں ہوا جہاں آپ کے مسکن صوفی ساہیوادی کے قریب محلہ وزیر پورہ اور محلہ سلطان گنج متصل قدم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو شہر سے ایک کروہ کے فاصلے پر ہے دفن کیا گیا (کیفیت العارفين ۲۲-۲۳، سرار ابو العلاء ۹۰-۹۱)

ملاولی محمد اکبر آبادی شارح مشنوی مولانا روم، انہوں نے یہ شرح ۱۱۳۰ھ / ۱۷۲۷ء کو تالیف کی جس کا متن مطبع نوکشتور لکھنؤ سے ۱۸۹۴ء کو طبع ہوا پھر یہ تصحیح نجیب ماکل ہر دی ۲۰۰۴ء میں تہران سے شائع ہوا، شرح کا سال تالیف ۱۱۴۰ھ سو کتابت معلوم ہوتا ہے کیوں کہ ان کے شیخ امیر ابو العلاء کا وصال ۱۰۶۱ھ کو ہوا یعنی ان کی وفات کے ۷۹ سال بعد یہ شرح لکھی گئی، ان سنین پر ابھی تحقیق و تامل کی ضرورت ہے۔

امیر ابو العلاء کے دو بیٹے تھے امیر فیض اللہ اور امیر نور العلاء، دوسرے فرزند امیر نور اللہ امیر ابو العلاء کی وفات کے بعد جانشین ہوئے جن کا انتقال ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۱ء میں ہوا (اسرار ابو العلاء ۱۰۹)۔

امیر ابو العلاء کے خلفاء کی کثیر تعداد تھی جن میں خواجہ محمدی عرف خواجہ فولاد، ملاولی محمد، ابو القاسم اکبر آبادی، لاڈ خان، میر سید محمد کالپوی، سید دوست محمد برہانپوری، (اسرار ابو العلاء ۱۳۳-۱۳۱ کیفت العارفین ۲۹) قابل ذکر ہیں۔

امیر ابو العلاء کی تالیفات میں سے صرف مکتوبات کا مجموعہ ہی ہے بعض حضرات نے رسالہ فنا اور رسالہ ”عمل معمول“ بھی ان سے منسوب کر دیئے ہیں جو دراصل ان کے خلیفہ میر سید محمد کالپوی کی تالیف ہیں شیخ محمد افضل الہ آبادی خلیفہ میر سید محمد کالپوی نے رسالہ فنا کی شرح بھی لکھی ہے۔ (مقدمہ مکتوبات امیر ابو العلاء نوشتہ سید خوب اللہ محمدی ۶)

امیر ابو العلاء کے مکتوبات افضل المطالع الہ آباد میں طبع ہو کر دائرہ شاہ محمد اجمل الہ آباد سے ۱۳۲۶ھ میں شائع ہو چکے ہیں۔ سخاوت مرزا مرحوم نے (Journal Historical Society, Karachi, Vol XI, 1962, Vol. XI, 1963 pp. 33-43, 182-93, 304-31) میں بھی شائع کیے تھے۔

مکتوبات کا یہی مجموعہ ڈاکٹر نذیر احمد نے تحقیق شمارہ میں مرتب کر کے شائع کیا۔ طبع اول کے مجموعہ میں مکتوبات کی تعداد ۲۲ ہے۔ مکتوب اول و دوم عوض بیگ کے نام، سوم بنام عبداللہ، چہارم میر عبدالعزیز، ہفتم، میاں فتح خان، ہشتم شیخ ملوک کے نام، نہم بنام دلاور، یازدہم بنام خواجہ محمد صالح، ہزدہم بنام مرزا عبداللطیف، بستم بنام میاں ادراک، بست وکیم بنام محمد زاہد، بست و دوم بنام میاں عباس۔

ان مکتوبات میں ساکلوں کے جن سوالات کے جواب ہیں ان میں زیادہ تر امور کا تعلق علم تصوف سے ہے۔ فنا و بقاء اور دیگر صوفیانہ مسائل زیادہ زیر بحث آئے ہیں۔

مآخذ

- ۱۔ امیر ابو العلاء اکبر آبادی: مکتوبات۔ خطی نسخہ مملوکہ پیر ابو الخیر عبد اللہ جان۔ پشاور، پاکستان
- ۲۔ مکتوبات۔ مطبوعہ الہ آباد ۱۳۲۶ھ
- ۳۔ لطف اللہ: اذکار الاحرار (در حالات امیر ابو العلاء) بسال ۱۰۹۳ھ خطی نسخہ مخزونہ انڈیا آفس لاہور، لندن۔ مکتوبہ ۱۱۴۲ھ (شوری شمارہ ۱۳۳۸)
- ۴۔ بشیر، محمد علی: سوانح ابو العلاء حیدر آباد۔ دکن ۱۹۰۶ء
- ۵۔ محمد اکبر شاہ: نجات قاسم (در حالات مشائخ سلسلہ ابو العلاء) مطبع قریشی۔ آگرہ (سال تالیف ۱۸۵۵ء)
- ۶۔ فانی، عطا حسین عبد الرزاق: کیفیت العارفین و نسبت العاشقین (حالات مشائخ سلسلہ ابو العلاء) بسال ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء مطبوعہ مطبع منعمیہ ابو العلاء، گیا ۱۳۵۱ھ
- ۷۔ محمد اکبر شاہ: دل (ملفوظات شاہ محمد اکبر) جامع ثار علی اکبر آبادی۔ مطبع اکبری آگرہ (سن۔ ن)
- ۸۔ ولی اللہ محدث دہلوی: الانتہاء فی سلاسل اولیاء اللہ۔ لاکل پور (سن۔ ن)
- ۹۔ احید الدین: اسرار ابو العلاء (حالات مشائخ سلسلہ ابو العلاء) مطبع شمسی آگرہ ۱۹۳۰ء
- ۱۰۔ فانی، عطا حسین: دقیقۃ السالکین۔ خطی نسخہ مخزونہ خانقاہ منعمیہ، گیا۔
- ۱۱۔ ایضاً جواہر الانوار۔ خطی نسخہ مخزونہ خانقاہ منعمیہ، گیا۔
- ۱۲۔ محمد کالپوی، سید: تحقیق روح الہ آباد، مطبع عینی
- ۱۳۔ ایضاً: عقائد صوفیہ، الہ آباد، مطبع عینی

۲۶ جنوری ۱۹۹۶ء

برائے دانشنامہ شبیہ قارہ

استدراک

فارسی زبان و ادب کے نامور استاد جناب ڈاکٹر نذیر احمد پروفیسر ایم ریٹس، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے امیر سید ابوالعلاء نقشبندی اکبر آبادی کے دور سائل (مجلہ) تحقیق (مشرکہ شمارہ ۹-۱۰) میں ایڈٹ کر کے شائع کیے ہیں پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی، احقر اگرچہ فارسی زبان کا باقاعدہ طالب علم نہیں ہے۔ لیکن علم تاریخ کے طالب کی حیثیت سے تاریخ کی اس بنیادی زبان فارسی کی تحصیل کی ہے اور پروفیسر صاحب موصوف کی مرتبہ کتب (متون و تالیفات) اور مقالات کو بڑے اہتمام سے جمع کیا ہے۔ بے شک موصوف کا علمی سرمایہ ہم جواں سال طالب علموں کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔

اس وقت موصوف کے مذکورہ مقالے سے متعلق ایک استدراک بطور عرضداشت بھیج رہا ہوں، امید ہے ڈاکٹر صاحب قبلہ توجہ فرمائیں گے۔

امیر سید ابوالعلاء کے مکتوبات کا یہی مجموعہ اس سے چند سال پیشتر سخاوت مرزا پاکستان میں شائع کر چکے

ہیں (Journal of Pakistan Historical Society, Karachi, Vol XI 1963, pp.33-34, 183-93, 304-31)

لیکن اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب موصوف جیسے ماہرین فن کے قلم سے ان کا مرتب ہونا علمی تحقیقات میں اضافے سے کم نہیں ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب سخاوت مرزا صاحب کے مرتبہ متن کے بارے میں بھی اپنی رائے دے دیتے تو ہم طالب علموں کے لیے سند ہوتی۔

مکتوبات کے علاوہ گوشہ متون میں ڈاکٹر صاحب قبلہ کا مرتبہ متن رسالہ فنای ثلاثہ مولفہ امیر سید ابوالعلاء بھی شامل ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب مکتوبات کے قدیم ایڈیشن جسے اس خانوادے کے ایک فرد سید شاہ خوب اللہ ابوالعلاء محمدی افضلی الہ آبادی نے مرتب کر کے افضل الطالع الہ آباد ۱۳۲۶ھ میں شائع کیا تھا، کا مقدمہ

مرتب ملاحظہ فرمالتے تو رسالہ فنا کو امیر سید ابوالعلاء اکبر آبادی سے منسوب نہ کرتے ڈاکٹر صاحب قبلہ کو حسب معمول اس کے انتساب میں تردد فرمانا چاہیے تھا لیکن موصوف نے ایسا نہیں کیا۔ مکتوبات کے مذکورہ ایڈیشن صفحہ ۶ پر واضح الفاظ میں لکھا ہے:

”ہاں ایک امر ضرور قابل تحریر یہ ہے کہ سوائے مکتوبات عالیہ کے کوئی دوسری کتاب حضرت سیدنا (امیر ابوالعلاء) کی تصنیف ہماری نظر سے نہیں گزری بعض ناواقف رسالہ فنا اور رسالہ عمل معمول کو حضرت سیدنا کی تصنیف خیال کرتے ہیں ہم ان کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ دونوں رسائل حضرت سیدنا کے خلیفہ اعظم میر سید محمد ساکن کالپی کی تصنیف ہیں حضرت سیدنا کی تصنیف ہرگز نہیں ہمارے جد امجد قطب الاقطاب شیخ محمد افضل الہ آبادی خلیفہ اجل حضرت میر سید محمد ساکن کالپی نے رسالہ فنا کی شرح بھی تصنیف فرمائی ہے جو اس وقت تک مصنف کے دست مبارک کی لکھی ہوئی ہمارے یہاں موجود ہے۔“

مجھے خود نقشبند سلسلہ کی تاریخ کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے عرصہ دراز سے مکتوبات کو امیر سید ابوالعلاء سے انتساب پر تردد ہے۔ اندرونی شواہد اس کے انتساب میں ناکافی ہیں۔ میرے علم میں اب تک کسی معاصر مؤلف یا تذکرہ نویس نے ان مکتوبات کو ان کی تالیف نہیں بتایا۔ مکتوبات کے کئی خطی نسخے مختلف کتب خانوں میں میری نظر سے گزرے ہیں تعداد میں فرق کے علاوہ اختلاف نسخ بھی بہت زیادہ معلوم ہو تا رہا۔ یقیناً ڈاکٹر صاحب قبلہ کے سامنے ایسے عصری شواہد ہوں گے جن کی بنیاد پر اس مجموعہ کو ان سے منسوب کیا گیا ہے۔ وہ شواہد سامنے آجائیں تو مجھ جیسے مبتدیوں کو حظ وافر نصیب ہو گا۔

اگر ڈاکٹر صاحب، قبلہ کے پیش نظر اس سلسلے کے مندرجہ ذیل مآخذ بھی ہوتے تو زیادہ مناسب تھا:

۱۔ مکتوبات امیر سید ابوالعلاء مرتبہ شاہ خوب اللہ الہ آباد ایڈیشن ۱۳۲۶ھ

۲۔ لطف اللہ: اذکار الاحرار بسال ۱۰۹۳ھ (کئی خطی نسخے) ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری (رک سٹوری

شمارہ ۱۳۳۸)

۳۔ بشیر، محمد علی: سوانح ابوالعلاء۔ حیدر آباد۔ دکن ۱۹۰۶ء

۴۔ محمد اکبر شاہ: نجات قاسم (در حالات مشائخ سلسلہ ابوالعلائیہ) آگرہ۔ تالیف ۱۸۵۵ء (فارسی)

۵۔ نامی عطا حسین عبدالرزاق: کیفیت العارفین و نسبت العاشقین (حالات مشائخ سلسلہ، ابوالعلائیہ

بسال ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۸ء مطبوعہ گیا ۱۳۵۱ھ (فارسی)

۶۔ ایضاً: دقیقہ السالکین۔ خطی نسخہ مخزونہ خانقاہ منعمیہ، گیا

۷۔ ایضاً: جواہر الانوار۔ خطی نسخہ خانقاہ منعمیہ، گیا

۸۔ اوحید الدین: اسرار ابوالعلاء آگرہ ۱۹۳۰ء

۹۔ شاہ ولی اللہ: الانتباہ، دہلی۔ (سن)

۲۵ جولائی ۱۹۹۶ء

احرارِ یان

سلسلہ نقشبندیہ کی شاخوں میں سے ایک معروف شاخ احراری کہلاتی ہے۔ جسے اس سلسلہ کے مشہور شیخ طریقت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ کے لقب احرار کی مناسبت سے احراری کا نام دیا گیا۔ (الحدائق الوردیہ ص ۸، الانوار القدسیہ ص ۶)

اس شاخ کے موسس خواجہ عبید اللہ احرار (۸۰۶-۸۹۵ھ / ۱۴۰۴-۱۴۸۹ء) خلیفہ شیخ مولانا یعقوب چرنی (ف ۸۳۸ھ / ۱۴۳۴ء) وہ خلیفہ شیخ بہاء الدین نقشبند بخاری (ف ۷۹۱ھ / ۱۳۸۹ء)، اپنے عہد کے فعال ترین مشائخ میں سے تھے جن کے معتقدین اتنی کثیر تعداد میں تھے کہ بقول مولانا جامی

کو کبر فقرش نوبت شاہنشاہی می زد

(تحفۃ الاحرار ۳۸۴۔ بغیر تکرار)

ماوراء النہر کے سلاطین و امراء خواجہ احرار کے ایسے عقیدت مند تھے کہ سر قند کے حاکم سلطان ابو سعید میرزا (۸۵۵-۸۷۲ھ / ۱۴۵۱-۱۴۶۷ء) اور اس کا بیٹا سلطان احمد (۸۷۲-۸۹۹ھ / ۱۴۶۷-۱۴۹۳ء) خواجہ احرار کی رائے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے (حبیب السیر ۴ / ۹۷-۹۸) سلطان احمد کے کہنے پر ہی خواجہ احرار نے اپنے مسکن ہاشمکند کو چھوڑ کر سر قند میں سکونت اختیار کر لی تھی (رشتات ۲۹۰، ۳۵۴) جس سے اس سلسلہ کو بہت فروغ ہوا اور عملاً خواجہ احرار ہی حکمران تھے (حبیب السیر ۴ / ۹۵، رشتات ۲۹۳-۲۹۵) تیموری شہزادوں کی رقابت اور ان کی آپس کی جنگوں میں کئی بار خواجہ احرار نے ثالث کا کردار ادا کیا۔ سنٹرل ایشیا کے حکمران خواجہ احرار اور ان کے مریدین و خلفاء کے ساتھ بڑی عقیدت کا اظہار کرتے تھے (قدسیہ، مقدمہ ۱۰-۲۷) سلاطین کے ساتھ ربط و تعلق کی حقیقت بتاتے ہوئے خواجہ احرار نے وضاحت کی ہے کہ ان کی مدد کے بغیر شریعت میں قوت نہیں آسکتی اور ہمارا ان سے ملاقات کا مقصد صرف شریعت حقہ کا نفاذ ہے۔ (رشتات ۲ / ۵۱۸) چنانچہ آپ اور

آپ کے خلفاء نے یہی کیا کہ سنٹرل ایشیا میں مسلمانوں کی حکومت کے زوال کے دوران تک یہی صورت رہی چنانچہ بخارا کے حکمران امیر معصوم (۱۷۸۵-۱۸۰۰ء) اور امیر حیدر (۱۸۰۰-۱۸۲۶ء) کے مذہبی شغف کی مشہور سیاح ویسیری نے جس طرح بھتی اڑائی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلسلہ احرار یہ کے حضرات واقعی اپنے حدود مملکت میں خلاف شرع امور کو پسند نہیں کرتے تھے (تاریخ بخارا ۲۳۸-۲۵۱)

سلسلہ احرار یہ سے وابستہ بعض معروف اصحاب میں سے مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی (نفحات الانس ۳۱۰-۳۱۷ مقامات جامی ۱۱۴، ۱۲۳) سید جمال الدین محدث مؤلف روضۃ الاحباب، مرزا حیدر دو غلت مؤلف تاریخ رشیدی، خواجہ مولانا محمد قاضی مؤلف سلسلۃ الصدیقین، میر عبدالاول جامع ملفوظات خواجہ احرار، مولانا فخر الدین علی کاشفی صاحب رشحات، خواجہ حسن ثاری بخاری مؤلف تذکرہ "مذکر احباب"، خواجہ ابن یحییٰ صاحب دیوان شاعر، میر عبدالحی ابوالفتح مؤلف شجرۃ اولاد خواجہ احرار، مولانا اسماعیل شروانی (استاد شیخ علی متقی اور مسئلہ علی قاری) (نسبۃ القدس، برگ ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۵، وہ بعد)

سلسلہ احرار یہ سے وابستہ بعض شعراء کے حالات خواجہ حسن ثاری بخاری نے لکھے ہیں (مذکر احباب ۱۰۸، ۱۷۵، ۱۸۱، ۱۸۵، ۳۱۳، ۳۱۹، ۳۶۴) اس طرح بعض دیگر شعراء کے حالات دوسرے تذکروں میں بھی ملتے ہیں۔

خواجہ احرار کے معاصر علی کاشفی نے خواجہ احرار کے بیس ایسے خلفاء کے حالات اور روحانی سرگرمیوں کی تفصیل درج کی ہے جس سے سلسلہ احرار یہ کی وسعت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ (رشحات ۵۹۴-۶۵۳) اسی طرح خواجہ محمد ہاشم کشمی نے مزید بیس ایسے خلفاء خواجہ احرار کا تذکرہ کیا ہے جن سے رشحات خالی ہے۔ (نسبۃ القدس، خطی برگ ۹۶-۱۱۵ وہ بعد)

اس طرح ان چالیس خلفاء کی عالم اسلام میں قائم خانقاہیں نہ صرف رشد و ہدایت، تعلیم سلوک بلکہ دیگر اسلامی علوم کے مراکز کا درجہ رکھتی تھیں۔ چونکہ کتاب حاضر کا تعلق پاکستان و ہند کی ادبیات سے ہے اس لیے اسی خطے کا نہایت مختصر سا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے:

خواجہ احرار کے پوتے خواجہ محمد امین بن خواجہ محمد یحییٰ شہید بن خواجہ احرار کو بابر بادشاہ اپنے ہمراہ لے گیا ۲۰-۹۱۹ھ / ۱۵۱۹ء میں پہلے کابل پھر ہندوستان لے آیا۔ (باہر نامہ ۱ / ۲۳۰، ۳۳۳، ۴۱۸) خواجہ احرار

کے فرزند بزرگ خواجہ محمد عبد اللہ معروف بہ خواجہ کا کے سات صاحبزادوں نے اس سلسلہ کو خوب ترقی دی ان کے مریدین عالم اسلام میں پھیل گئے (نسبات القدس۔ برگ ۷۸-۹۲) بابر خواجہ احرار سے خاص عقیدت رکھتا تھا آپ کے رسالہ والدیہ کا ترکی میں ترجمہ بھی کیا جو علی گڑھ سے چھپ چکا ہے۔

خواجہ عبد اللہ کے بیٹے خواجہ شہاب الدین معروف بہ خواجہ خاوند محمود اور خواجہ عبد الحلق ہندوستان آئے ہمایوں بادشاہ سے ملے تو بادشاہ ان کا بہت ہی معتقد ہو گیا۔ خواجہ شہاب الدین نے مریدوں کی تربیت کے لیے سلوک پر چند رسائل بھی تالیف کیے (ہمانجا ۸۱، ۹۳) خواجہ محمد یحییٰ بن خواجہ ابوالفیض ہندوستان آئے تو سلطان ہند نے انہیں امیر حجاج بنا کر حرمین بھیجا۔ واپس آ کر درویشی کی زندگی اختیار کر لی اور آگرہ میں دفن ہوئے (ہمانجا ۹۳) میر عبد الغنی اور مولانا اسماعیل مرید خواجہ عبد الشہید نے دہلی میں رہ کر مریدین کی تعلیم و تربیت کا کام کیا اور دہلی ہی میں دفن ہیں (ہمانجا ۹۴) حافظ دولت نے لاہور میں رہ کر اہل لاہور کو روحانی فیض پہنچایا (ہمانجا ۹۶) خواجہ اسحق دہ بیدی کے خلیفہ خواجہ خاوند محمود کشمیری ثم لاہوری نے کشمیر اور لاہور میں سلسلہ احرار یہ نقشبندیہ کے نمائندے کی حیثیت سے کام کیا ان کی خانقاہیں کشمیر اور لاہور دونوں مقامات پر خاصی فعال تھیں (تاریخ کشمیر اعظمی ۱۲۹-۱۳۰) خواجہ عبید کابلی، کابل سے ہندوستان گئے اور وہاں سے تبت میں جا کر خانقاہ بنائی اور مصروف کار ہوئے (ہمانجا ۱۳۸) خواجہ احرار کی اولاد میں سے ایک اور بزرگ میر ابو العلماء احراری نے اکبر آباد (آگرہ) (رک باں) نے ہندوستان میں اس سلسلے کو خوب ترقی دی۔

اس سلسلے سے وابستہ بعض اصحاب ہندوستان آ کر سلاطین کے ہاں معزز عہدوں پر فائز رہے جن کی تفصیل بابرنامہ، توذک جہانگیر، آثار جہانگیری، آثار الامراء اور دیگر کتب تاریخ میں ملتی ہے، ر۔ ک:

Apparatus of Empire, Mughal Nobility Under Aurangzeb, etc.

لیکن اس سلسلے کو ہندوستان میں جو رونق اور روحانی کشش خواجہ باقی باللہ دہلوی (ف ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کی بدولت ملی وہ بہت کم کسی کو نصیب ہوئی جو مولانا خواجگی انگلی کے خلیفہ تھے اور وہ مولانا درویش محمد کے اور وہ مولانا محمد زاہد و خشی کے اور وہ خواجہ احرار کے خلیفہ تھے (زبدۃ المقامات ۱۳، نسبات القدس۔ برگ ۵۱-۱۵۶) خواجہ باقی باللہ کے وصال کے بعد اس سلسلے کے سب سے معروف اور فعال بزرگ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) تھے جو خواجہ باقی باللہ کے سب سے نامور خلیفہ تھے۔ جن کی مساعی جمیلہ سے

سلسلہ احرار میں اتنی روحانی کشش پیدا ہوئی کہ وسطی ایشیا کے معروف ترین مشائخ اپنی خانقاہیں چھوڑ کر سرہند (Sirhind) چلے آئے اور بعض نے تو یہیں سکونت اختیار کر لی اور بعض حضرات اجازت یافتہ (خلافت یاب) ہو کر واپس اپنے وطنوں کی طرف چلے گئے اگر شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے مجموعہ مکتوبات میں مکتوب الیہم کے اسماء کی علاقائی نسبتوں پر غور کریں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نہ صرف ماوراء النہر بلکہ عالم اسلام کے اصحاب کارو حانی رابطہ آپ کے ساتھ تھا۔ تجدید دین کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی مسلم حکومت میں جو بے راہ روی اور اسلام سے انحراف کے آثار نظر آرہے تھے ان کو رفع کرنے کی ششہائی بلغ بھی قابل ذکر ہیں آپ اپنے مکتوبات میں سیاسی امور کی بحث کے دوران اپنا یہ شاندار نقطہ نظر بیان فرماتے ہیں:

بادشاہ کا صالح ہونا دنیا کا صالح ہونا ہے اور بادشاہ کا مفسد ہونا دنیا کو فساد میں مبتلا کرنا ہے

(Naqashbandi Influence on Mughal Rules and Politics, Islamic Culture, Vol. 39 No. 11, Jan 1965)

بالکل یہی نقطہ نظر وسطی ایشیا میں خواجہ احرار کا تھا جس کی بازگشت عملی طور پر شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے قول اور فعل میں تھی۔ گویا خواجہ احرار کی طرح آپ نے ہندوستان میں تجدید دین، شریعت کے نفاذ اور ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے احیاء کے لیے کوشش کی تو اسی قول کو عملی طور پر اپنایا۔

سلسلہ احرار یہ کی کئی ذیلی شاخیں وجود میں آئیں اور عملی اور روحانی میدان میں انہوں نے بہت فعال کردار ادا کیا ان میں سے چند شاخوں کا ذکر کیا جا رہا ہے:

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے یہ شاخ احرار یہ مجددیہ، شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء) (رک بآن) سے نقشبندیہ احسنہ، میرزا مظہر جان جاناں شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) سے سلسلہ احرار یہ مجددیہ مظہریہ اور مولانا خالہ گردی رومی (ف ۱۲۳۲ھ / ۱۸۲۶ء) سے خالدیہ (الحدائق الوردیہ ص ۸-۹، الانوار القدسیہ ۶-۷) کہلائیں دراصل یہ تمام تر شاخیں سلسلہ احرار یہ کی ہیں اور اس سے وابستہ اصحاب احراری ہی کہلاتے ہیں بعض امور کی تفصیل کے لیے دیکھیے عارف نوشاہی: احوال و سخنان خواجہ احرار۔

ماخذ

- ۱۔ احرار، عبید اللہ، خواجہ والدیہ، ترکی ترجمہ از بابر بادشاہ، علی گڑھ ۱۹۶۶ء
- ۲۔ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات مرتبہ نور احمد امرتسری، استنبول، ترکی ۱۹۷۷ء
- ۳۔ باقی باللہ دہلوی، خواجہ: کلیات، لاہور ۱۹۶۷ء
- ۴۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس مرتبہ محبوب الہی۔ لاہور ۱۹۷۱ء
- ۵۔ جانی، عبدالرحمن: نفحات الانس مرتبہ محمود عابدی، تہران ۱۳۷۰ ش
- ۶۔ ایضاً: سررشتہ طریقہ خواجگان، مرتبہ عبدالحی حبیبی۔ کابل ۱۳۴۳ ش
- ۷۔ ایضاً: دیوان کامل جامی مرتبہ ہاشم رضی۔ تہران۔ (سن۔ ن)
- ۸۔ ایضاً: ہفت اورنگ (تحفۃ الاحرار) مرتبہ مدرس گیلانی۔ تہران ۱۳۶۷ ش
- ۹۔ جہانگیر بادشاہ: جہانگیر نامہ مرتبہ محمد ہاشم۔ تہران ۱۳۵۹ ش
- ۱۰۔ خالدی، محمد بن عبد اللہ خانی: ہجۃ السنیہ فی آداب الطریقۃ العالیۃ الخالدیہ۔ قاہرہ ۱۳۱۹ھ
- ۱۱۔ خالدی، عبد المجید خانی: الحدائق الوردیہ فی حقائق اجلاء النقشبندیہ، قاہرہ ۱۳۰۸ھ
- ۱۲۔ خواند امیر: حبیب البیر۔ تہران، خیام ۱۳۵۳ ش
- ۱۳۔ خنسی، فضل اللہ بن روز بہان: مہمان نامہ بخارا مرتبہ منوچہر ستودہ۔ تہران ۲۵۳۵
- ۱۴۔ سارلی، اراز محمد: ترکستان در تاریخ۔ تہران ۱۳۶۶ ش
- ۱۵۔ سمرقندی، عبدالرزاق: مطلع سعدین مرتبہ محمد شفیع۔ لاہور ۱۳۶۰ھ
- ۱۶۔ صفاء ذبیح اللہ: تاریخ ادبیات ایران ج ۴، ۵۔ تہران ۱۳۶۳، ۱۳۶۷ ش
- ۱۷۔ صلاح بن مبارک بخاری: انیس الطالیں و وعدۃ السالکین مرتبہ غلیل: ابراہیم صادی اوغلی۔ تہران ۱۳۷۱ ش
- ۱۸۔ مصمم الدولہ شاہ نواز خان: آثار الامراء ترجمہ و حواشی محمد ایوب قادری۔ لاہور ۱۹۸۱ء

- ۱۸۔ عبدالحی احراری: شجرہ نامہ اولادِ خواجہ احرار۔ خطی۔ مخزنہ کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔ اسلام آباد۔ نمبر ۹۵۰
- ۱۹۔ عارف نوشاہی: احوال و سخنانِ خواجہ عبید اللہ احرار، تہران، مرکز نشر و اشکافی، ۱۳۸۰ ش
- ۲۰۔ کاشفی، فخر الدین علی: رشحات عین الحیات مرتبہ علی اصغر معینیان۔ تہران ۲۵۳۶ و ترجمہ عربی از محمد مراد قزانی۔ استنبول ترکی ۱۹۸۰ء
- ۲۱۔ کشی، محمد ہاشم: نسبات القدس خطی۔ مخزنہ کتابخانہ گنج بخش۔ اسلام آباد نمبر ۱۰۴
- ۲۲۔ ایضاً: زبدۃ المقامات۔ لکھنؤ، توکسور ۱۳۰۷ھ
- ۲۳۔ لاری، عبدالغفور: مکملہ حواشی نفحات الانس مرتبہ بشیر ہروی۔ کابل ۱۳۴۳ ش
- ۲۴۔ محمد اعظم دیدہ مری: تاریخ کشمیر اعظمی۔ سری نگر کشمیر ۱۳۵۵ھ
- ۲۵۔ محمد پارسا بخاری، خواجہ: قدسیہ مرتبہ محمد طاہر عراقی۔ تہران۔ طہوری ۱۳۵۴ ش
- ۲۶۔ محمد قاضی، مولانا: سلسلۃ الصدیقین (احوال خواجہ احرار و مشائخ احراریہ) خطی، مخزنہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد۔ نمبر ۸۹۰
- ۲۷۔ مقصود میرزا، دہ بیدی: مراۃ السالکین (حالات مشائخ نقشبندیہ، دہ بیدیہ) خطی مخزنہ کتابخانہ عارف حکمت۔ مدینہ منورہ
- ۲۸۔ ثاری بخاری، حسن: مذکر احباب مرتبہ محمد فضل اللہ، حیدر آباد دکن ۱۹۶۹ء
- ۲۹۔ نظامی باخرزی، عبدالواسع: مقامات جامی مرتبہ نجیب مائل ہروی۔ تہران ۱۳۷۱ ش
- ۳۰۔ نور الدین مدرس چہاردہی: سلسلہ ہاء صوفیہ ایران۔ تہران ۱۳۶۰ ش
- ۳۱۔ نوائی، میر علی شیر: مجالس النفاثین مرتبہ علی اصغر حکمت۔ تہران ۱۳۶۳ ش
- ۳۲۔ نوشاہی، سید عارف: خواجہ احرار، احوال و آثار و تصحیح ملفوظات خواجہ احرار جامع میر عبد الاول۔ پایان نامہ دانشگاہ تہران۔ مملوکہ ڈاکٹر سید عارف نوشاہی، اسلام آباد
- ۳۳۔ ویمبری: تاریخ بخارا ترجمہ اردو۔ لاہور ۱۹۵۷ء
- ۳۴۔ یسین سنہوتی: الانوار القدسیہ فی مناقب السادۃ النقشبندیہ۔ قاہرہ ۱۳۴۴ھ

- 34- M.Athar Ali: Apparatus of Empire, Delhi, 1985.
- 35- Ibid: Mughal Nobility under Aurangzeb, Bombay, 1970.
- 36- Babur, Padshah: Babur-Nama, (rep.) Lahore, 1975.
- 37- Dughlat Mirza M.Haider: Tarikh-i-Rashidi, tr.E.P. Ross, London, 1895
- 38- Nizami, K.A: Naqshabandi Influence on Mughal Rules and Politics, Islamic Culture, Vol. 39 No.11, Jan. 1965.
- 39- Trimingham, S: Sufi Orders in Islam, Oxford, 1971.

۲ ستمبر ۱۹۹۶ء

برائے دانشنامہ شیخ قارہ

بعض علا قائی علماء و مشائخ

لاہور کے چند غیر معروف صوفیہ

اس مضمون میں صرف ان صوفیائے کرام کا ذکر کیا گیا ہے، جن کے حالات متعارف اور مطبوعہ تذکروں میں نہیں ملتے، چونکہ اس مضمون کے تمام تر مآخذ غیر مطبوعہ ہیں اس لیے بطور تمہید ان مآخذ کا قدرے اجمالی تعارف کرایا جا رہا ہے۔

طبقات الاولیاء: خطی، مؤلف کا نام مذکور نہیں۔

مصنف نے اپنے آبا و اجداد کے مفصل حالات ”طبقات الاولیاء“ کے ورق ۲۰۸ میں درج کیے ہیں لیکن اپنا نام تحریر نہیں کیا، مصنف نے ۱۰۵۰ھ میں لاہور میں شاہ حضوری سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

”جدیدار مؤلف میر ابو القاسم خاں نمکین الحسینی بن میر ابو البقاء امیر خان“۔

تاریخ و اتمام اس انتخاب (طبقات الاولیاء) در سنہ ثمان و ستین بعد الف (۱۰۶۸ھ) ازین ہجرت نبوی است۔“ میر ابو القاسم نمکین کے خطوط کا مجموعہ منشیات نمکین، ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی کے مفصل مقدمہ کے ساتھ دہلی سے ۲۰۰۷ء کو شائع ہوا ہے۔ جس میں مؤلف اور اس کے خاندان کے حالات انہیں بالکل معلوم نہیں ہیں۔ طبقات الاولیاء کے اس نسخہ کی بدولت معلومات میں قدرے اضافہ ہو سکتا ہے۔

طبقات الاولیاء کا قلمی نسخہ پروفیسر محمود شیرانی مرحوم کے ذخیرہ میں ہے۔ ہواں وقت کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور میں محفوظ ہے، تعداد اوراق ۲۱۶ سطر فی ورق ۱۷ بخط محمد علی بن مرزا احمد بک ساکن بندر کھبایت ۱۲۰۶ھ

مفتاح العارفین: خطی، مؤلف عبد الفتاح بن محمد نعمان

مؤلف کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے البتہ کتاب کے مطالعہ سے اس کے حالات پر قدرے روشنی پڑتی ہے۔ مؤلف شیخ سیف الدین متوفی ۱۰۹۶ھ بن خواجہ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد الف ثانی کی مجلس میں ایک موقع پر اپنے آپ کو حاضر بتاتے ہیں، لکھتے ہیں:

”یکی از مریدان ایشان (شیخ سیف الدین) کتابی بخدمت والد بزرگوار ایشان نوشتہ بود و فیہ کاتب حروف در آن مجلس حاضر بودہ کتابت رسیدہ مضمونش آنکہ من مسافر بودم..... الخ

مؤلف مولانا عبدالرشید (متوفی ۱۰۸۸ھ) کے شاگرد تھے۔ مولانا عبدالرشید کے حالات کے باب میں لکھتے ہیں:

”مخدومی و استاذی مولانا عبدالرشید..... در سن بیست سالگی از تحصیل فارغ شدہ بدرس مشغول شد بعدی جد تدریس داشتند کہ تا آخر عمر شریف کہ روز وفات ایشان بود سبق فرمودہ بودند اوائل در برہانہ رمی بودند و آخر در اکبر آباد توطن اختیار کردند عمر شریف ایشان زیادہ از ہشتاد سال بود شب شنبہ و دو از دہم ماہ ربیع الاول سنہ ہزار و ہشتاد و ہشت (۱۰۸۸ھ) ازیں عالم رحلت کردند نزدیک حضوت قدم رسول در شہر اکبر آباد مدفون اند“۔

گویا عبدالفتاح (مؤلف) ۱۰۸۸ھ اور ۱۰۹۶ھ (سال وفات شیخ سیف الدین) میں مفتاح العارفین کی تدوین میں مصروف نظر آتے ہیں۔ حال ہی میں مخطوطات شیرانی کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں مرتب نے لکھا ہے کہ مفتاح العارفین کا یہ قلمی نسخہ مصنف کا خود نوشتہ ہے حالانکہ مخطوطہ ہذا کا سال کتابت ۱۳۰۱ھ ہے، درج بالا حقائق کی روشنی میں فہرست کے مرتب کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔

یہاں کتابت کی غلطی ہے کاتب حروف کی بجائے ”بہائے حروف“ لکھا ہے۔

مفتاح العارفین خطی ذخیرہ شیرانی، دانش گاہ پنجاب۔

ایضاً قلمی

فہرست مخطوطات شیرانی جلد اول، باب تذکرہ

سلسلۃ الاولیاء: خطی، مؤلف مولانا محمد صالح کنجاہی متوفی ۱۳۰۷ھ

یہ مشائخ مقدمین و متاخرین (پاک و ہند) کا ایک مختصر سا تذکرہ ہے جو ۱۲۶۷ھ میں تالیف ہوا "مخزن اسرار حق" مادہ تاریخ تالیف ہے، اس کا خطی نسخہ مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی ساہن پال گجرات کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے، جو انہوں نے مصنف کے خود نوشت خطی نسخہ اور نسخہ مکتوبہ تاج الدین یکم صفر ۱۳۰۳ھ سے نقل کیا ہے۔

شیخ عبدالحلیم لاہوری سہرندی

"برادر حقیقی شیخ عبدالعزیز عالم و عامل و مفتی باتقوی بود در سنہ صد و ہشتاد و شش رحلت کرد"۔

شاہ کرم اللہ

"شاہ کرم اللہ ٹانڈی اصلش از لاہور است از موضع ٹانڈہ کہ اعظمہ مشائخ ہند است قادریہ حنفیہ بود ہر کہ بوی درہر کاری رجوع کردی و بخانہ ہر کس کہ بروی رفتی اگر در روزی صد بار تکلیف می کردند ابا نسی نمودند بتاریخ ششم محرم سنہ ہزار و سی و دو (۱۰۴۲ھ) رحلت کرد"۔

حافظ دولت لاہوری

منجود و قاری بود نقشبندی مشرب و حنفی مذہب در لاہور محلہ ایست انہر نام (۴) در انجامی بود در سنہ ہزار و سی و شش (۱۰۴۶ھ) سال رحلت کردند در لاہور مدفون است"۔

"شیخ عبدالعزیز لاری بن شیخ میا (میٹا) بن شیخ الہداد سہرندی عالم و مفتی بادیانت بود در سنہ نہصد و ہشتاد و پنج (۹۸۵ھ) رحلت کرد" (ملاح العارفین، خطی)

ملاح العارفین، خطی

ایضاً

لاہور کے اس محلہ کا نام مغلوطہ میں صحیح نہیں پڑھا جاسکا۔

ملاح العارفین خطی

مولانا یوسف کبابہ لاهوری

”از مشاہیر علماء و صلحاء ہند و از مدرسان مقررین لاهور است خصوص در علم فقہ قدرت کمال داشت آخر ماہ شوال رحلت کرد قبر او در لاهور است ہر دو اسامی (شیخ اسماعیل سنبھلی و مولانا یوسف مذکور) در سنہ ہزار و چہل و سہ (۱۰۴۳ھ) رحلت کردند۔“

شیخ عنایت اللہ

”اصل او از لاهور است مولد و منشاء او برہانپور از عنفوان جوانی تا آخر عمر بفقر و تجرید گذارند و یکپہندی بکسب علوم پر داختم..... استمداد روح خواجہ قطب الدین کاکے تربیت یافتہ..... گوشہ نشینی اختیار کردہ و در سن شصت و پنج سالگی روز پنج شنبہ نوز دہم ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ہزار و ہشتاد و دو (۱۰۸۲ھ) رحلت نمود، متصل مزار خواجہ قطب الدین کاکے مدفونست۔“

شاہ حضوری قدس سرہ

”مسافر در خدمت تمام داشت در سنہ ہزار و پنجاہ (۱۰۵۰ھ) راقم حروف (مصنف طبقات الاولیاء) در لاهور و بمجلس کرامتش رسیدہ سمع کلام سامیش کردیدہ کرامات خوارق بسیار از و بگوش خوردہ و از مرزا فتح اللہ خلف قلیج خانانان فرمانی بواسطہ شنیدہ ام کہ بگفت روزی قصد زیارت شاہ حضوری کردم و در خاطر گفتم کہ بدر کلان من میگفت کہ مادر کلان من ارشاد است بودہ اگر در من اثری از سیادت باشد پس حضرت شاہ ازاں معنی اظہار بفرمایند ہمیں کہ بمجلس رسیدم و نظر مبارکش بر من افتاد فرمود بیائید میرا انجیو (میراں جیو)

ایضا

ایضا

مرزا فتح اللہ بن مرزا جمین قلیج خان بن مرزا محمد قلیج خان (زادہ المعاد، تعلیقات)

بیائید میوانجیو دانستم کہ از ارباب کشف و کرامات و اشراف بر خواطر
دارد۔“

میاں محمد اشرف شاہد ری لاہوری

کسی متعارف تذکرہ میں راقم کی نظر سے ان کے حالات نہیں گزرے، صرف ایک کتاب تحفۃ الحسینی
(فارسی) کا علم ہو سکا، کتاب میں ان کا نام اس طرح مذکور ہوا ہے:

”میاں محمد اشرف شاہد ری اللاہوری بن محمد مرید الخفی القادری اللاہوری“۔ یہ کتاب غسل، تجہیز و تکفین
وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہے، مصنف نے اپنی کتاب محی الدین اور نگ زیب عالمگیر کے نام معنون کی ہے، سال
تالیف اوائل ۱۱۱۸ھ ہے، صفحات ۲۰۲ سطور ۱۸ تقطیع ”۹ x ۵ x ۶“ بخط نستعلیق مکتوبہ بدر الدین رکنوی ۱۳۱۹ھ تحفۃ
الحسینی کا خطی نسخہ میاں شمس الدین مرحوم متوفی، ۱۱ جنوری ۱۹۶۸ء کے کتب خانہ (لاہور) میں تھا۔ جواب کراچی
میوزیم میں منتقل کر دیا گیا ہے۔“

سید قادر بخش لاہوری

راقم احقر کو سید قادر بخش لاہوری کے حالات کسی تذکرہ میں نہیں مل سکے، ان کی صرف ایک تصنیف
”مصطلحات فارسی“ اب تک نظر سے گزری ہے، اس میں سید قادر بخش لاہوری نے متقدمین و متاخرین اساتذہ کے
اشعار بطور سند پیش کر کے مصطلحات پر بحث کی ہے، متاخرین میں سے محمد اشرف نوشاہی متوفی ۱۲۲۵ھ کے اشعار
بھی جا بجا ملتے ہیں، اس سے مترشح ہوتا ہے کہ مصنف تیرہویں صدی ہجری میں بقید حیات تھے۔

مصطلحات کے کاتب نے ترقیم اس طرح تحریر کیا ہے:

”المنت لله تقدس صفاته کہ نسخه مصطلحات من تألیفات زبدة الواصلین قدوة
المحققین سید قادر بخش لاہوری انار الله برہانہ بدستخط احقر البرایا فقیر

طبقات الاولیاء، خطی ورق ۱۵۹، اب

مصنفین لاہور خطی ورق ۶۲ تالیف راقم احقر

مولانا حکیم محمد اشرف فاروقی نوشاہی پٹنہ متوفی ۱۲۲۵ھ مدفون کالے والا ضلع مجرات، حال ہی میں مولانا سید شرافت

نوشاہی صاحب نے اشرف کا کلیات مرتب کیا ہے۔

اللہ جو یا ولد میاں سلطان محمد گندہریہ بتاریخ پانزدہم شہر ربیع الاول سنہ

۱۲۲۱ در موضع چک سادہ صانہ اللہ عن الآفات مختتم و منصور گردید۔“

راقم کی نظر سے اس وقت تک ”مصطلحات فارسی“ کے صرف دو قلمی نسخے گزرے ہیں۔

۱۔ خطی نسخہ میاں شمس الدین مرحوم (جواب کراچی میوزیم میں منتقل کر دیا گیا ہے) صفحات ۱۸۲ تقطیع

۹ x ۵

۲۔ خطی نسخہ پروفیسر شیرانی مرحوم مخزنہ کتاب خانہ دانشگاہ پنجاب مکتوبہ ۱۹۰۵ بکری / ۱۸۳۸ء نمبر

۶۷۲ / ۳۹۹۳۔

خلیفہ غلام رسول لاہوری

”در علم ظاہری و باطنی بدرجہ اتم بود در زہد و تحمل رفیع الشان طریق قادریہ داشت و فائز در سال یک

ہزار و دو صد و پنجاہ و یک (۱۲۵۱ھ) بود از ہجرت قبرش در لاہور۔“

اپریل ۱۹۷۰ء

(المعارف، لاہور، اپریل ۱۹۷۰ء)

آخریں ورق مصطلحات فارسی، خطی نسخہ مملوکہ شمس الدین مرحوم، لاہور (بحوالہ مصنفین لاہور، قلمی)

سلسلہ الاولیاء، خطی صفحہ ۶۳ مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی، ساہن پال، گجرات

قصور کے علماء و مشائخ

قصور پنجاب کے ایک مشہور شہر کا نام ہے جو تقسیم ہندوستان کے بعد سے پاکستان میں شامل ہے، یہ شہر اس وقت لاہور سے بجانب جنوب چونتیس میل واقع ہے۔ جس کے جنوب میں دریائے ستلج اور شمال میں دریائے راوی بہتا ہے اسے (۱۹۷۶ء) میں نئے ضلع قصور کا صدر مقام بنایا گیا ہے۔

قصور کی وجہ تسمیہ اور آبادی کے سلسلہ میں مختلف روایات بیان کی گئی ہیں، یہاں کے باشندوں کی زبانی یہ روایت مشہور ہے کہ رام چندر کے دولڑکے تھے، ایک لو اور دوسرا کوسا (Kusa)، لو نے جو شہر آباد کیا، وہ لہا اور اور کوسا کا آباد کیا ہوا شہر کوسا اور (Kusawar) کہلایا (Ancient Geography of India: Cunnighum) (ص ۲۲۸) کنگھم کا خیال ہے کہ ساتویں صدی عیسوی میں مشہور سیاح میون سانگ (Huiien Tsiang) نے جن قصبات کی سیاحت کی ان میں قصور بھی شامل تھا (ایضاً ص ۲۲۹) دوسری روایت جو یہاں کے باشندے بیان کرتے ہیں، یہ ہے کہ چونکہ اس قصبے میں محل (قصر) بڑی کثرت سے تھے، اس لیے یہ قصبہ اپنے محلات کی وجہ سے قصور (جمع قصر) مشہور ہو گیا، بہر حال یہ دونوں روایات محض سماعی ہیں، قدیم کتب تاریخ میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔

قصور کی ابتدائی تاریخ پردہ انفاء میں ہے، ہمیں قصور کا ذکر پاک و ہند کے صرف عہد اسلامی کی کتب تاریخ میں ملتا ہے، اس سے پہلے اس قصبے کا کہیں نام تک نہیں آتا، قدیم زمانے سے اس شہر پر مختلف اقوام کا قبضہ رہا ہے، قصور مسلم تسلط سے پہلے راجپوتوں کے پاس تھا (امپیریل گزیٹیئر ۱۵، ص ۱۴۹)۔ مغلوں سے پہلے کے قصور کے بارے میں صرف اس قدر معلوم ہے کہ قاضی شعیب جد بزرگ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر گاہل سے غالباً غز قوم کے حملے سے متاثر ہو کر تقریباً ۵۵۲ھ / ۱۱۵۷ء میں لاہور پہنچے اور یہاں سے قصور میں اقامت اختیار کی، یہاں کے قاضی نے ان کا استقبال کیا اور بادشاہ کو اس خاندان کی تباہ حالی کی اطلاع دی، ان ایام میں قصور کے قاضی عدل و انصاف اور مروت میں اپنے زمانے کے قاضیوں کے لیے باعثِ فخر تھے (امیر خور: سیر الاولیاء، ص ۴۹)۔ برنی نے

غیاث الدین تغلق (۱۳۲۰ تا ۱۳۲۴ء) کے مقربین میں سے ملک سراج الدین قصوری کا ذکر کیا ہے (ضیاء الدین برنی: تاریخ فیروز شاہی، ۴۲۴)۔ یحییٰ سرہندی نے ۸۳۴ھ / ۱۴۳۰ء کے واقعات میں قصور کو ایک مشہور قصبہ بتایا ہے (یحییٰ سرہندی: تاریخ مبارک شاہی، ص ۲۱۷ تا ۲۱۸)۔ امیر خسرو نے پنجاب پر مغلوں کے حملے کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھا ہے ۵

از قدم شوم مغل آن بلاد

نام و نشانے ز عمارت نداد

از حد سامانہ و تا لاہور (۶)

بچ عمارت نہ مگر در قصور

(قران السعدین، طبع نو لکھنؤ ۱۲۸۷ھ، ص ۴۹)

یعنی مغلوں کے حملوں کی وجہ سے سامانہ سے لے کر لاہور تک قصور شہر کے سوا کہیں عمارت اور آبادی کا نشان تک نہیں تھا (یہ مقالہ نگار کی رائے ہے مگر یہ بھی قابل غور ہے کہ "..... در قصور" کے معنی یہ ہوں کہ "..... کوئی عمارت ایسی نہ تھی جو ناقص اور تباہ نہ ہو گئی ہو) اس کے بعد ۱۵۲۶ء تک ہمیں قصور کی سیاست کے بارے میں مطلق علم نہیں بابر بادشاہ نے خویشتگیوں کو قصور کا لگان وغیرہ بخش دیا تھا، بخشش کا یہ فرمان بدستخط بابر، ۱۰۷۷ھ / ۱۶۶۶ء تک قبیلہ جمند کے پاس قصور میں محفوظ تھا (عبداللہ خویشتگی قصوری: اخبار الاولیاء، قلمی، ورق ۱۳۱ الف) اس وقت سے قصور میں امیر کبیر سید علی ہمدانی کی اولاد سادات ہمدانیاں کوٹ مراد خان اور کوٹ عثمان خان میں آباد ہے (اے۔ آر۔ ہمدانی: ہم اور ہمارے اسلاف، لاہور ۱۹۶۹ء)۔ نیز قوم شیخ بھی کثیر تعداد میں موجود ہے۔ قصور پر قابض ہونے والی اقوام میں سب سے بڑی قوم خویشتگی ہے جو افغانوں کی ایک شاخ ہے اور گیارہویں صدی عیسوی سے وہاں آباد ہے، قصور کو مسکن خویشتگیاں بھی کہا جاتا ہے (مصمما الدولہ: آثار الامراء، ۳: ۸۱۸)۔ اس قوم میں بڑی اہم شخصیات پیدا ہوئیں، جن میں امراء، علماء اور مشائخ کی کثیر تعداد شامل ہے، یہ ہر زمانے میں بڑی متمدن قوم رہی ہے، ان کے مکانات پختہ اینٹوں کے بنے ہوئے ہوتے تھے (اخبار الاولیاء، ورق ۱۳۱ الف)۔

خویشتگی امرا کی قصور اور پورے ملک میں سیاسی سرگرمیاں قابل ذکر ہیں، ان میں نظر بہادر خویشتگی پہلے

شہزادہ پرویز کے ممتاز مقربین میں شامل ہوا پھر وہ جہانگیر کے امرا میں شامل رہا اور ۱۰۶۲ھ / ۱۶۵۲ء میں فوت ہوا

اس کے تین بیٹے شمس الدین، قطب الدین اور اسد اللہ بھی مختلف معزز عہدوں پر فائز تھے (تأثر الامراء، ۳: ۸۱۸ تا ۸۲۰)۔ سلطان احمد خلف زئی نبیرہ نظر بہادر شہزادہ اعظم شاہ کی ملازمت میں تھا (کتاب مذکور، ۱: ۶۰۰، ۳: ۲۶)۔ اس کے چار بیٹے حسین خان، علی خان، پیر خان اور قطب الدین عرف بازید خان نے بھی مغل حکومت کی خدمت میں نمایاں کردار ادا کیا (کتاب مذکور، ۳: ۱۲۶)۔ اسماعیل خان حسین زئی عرف جانباز خان داماد شمس الدین بن نظر بہادر اور نگزیب کے ملازمین میں سے تھا (کتاب مذکور، ۳: ۷۷۷)۔

عبدالرحیم ملقب بہ شاہ داد خان خوشگلی، شمس خان مذکور کے بہنوئی نے پنجاب میں سکھوں کا مقابلہ کیا اور وہ معزز عہدوں پر فائز رہا، اس نے پاک و ہند پر نادر شاہ کے حملے (۱۷۳۹ء) کے وقت خان دوراں کے ساتھ کرنال کے قریب نادر شاہ کا مقابلہ کیا تھا، حسین خان بن سلطان احمد خوشگلی قصور کا ایک خود سر حکمران تھا، اس نے ناطم لاہور عبدالصمد خان کو بہت پریشان کیا اور کبھی خراج ادا نہیں کرتا تھا، چونیاں (مضافات قصور) کے مقام پر دونوں میں جمادی الاخرہ ۱۱۳۳ھ / ۱۵ اپریل ۱۷۲۰ء کو مقابلہ ہوا جس میں حسین خان مارا گیا (تأثر الامراء، ۱: ۵۹۹) اس نے شہر کے گرد ایک فصیل بھی بنائی، چنانچہ دروازوں کے اندر جو شہر آباد ہے وہ اسی حسین خان کا آباد کیا ہوا ہے، اس نے ایک بڑی مسجد بھی تعمیر کرائی تھی، جو جامع مسجد نواب حسین خان کہلاتی ہے۔

حسین خان کے زوال کے بعد جھلے خان نے قصور پر اقتدار برپا کیا، نادر شاہ کی ہندوستان سے واپسی کے بعد سکھوں کا پھر عروج ہو گیا، سردار جہانگیر نے ۱۷۴۵ء میں نواب زکریا خان گورنر لاہور کی وفات کے بعد اپنی طاقت بڑھائی اور قصور کو فتح کر لیا، احمد شاہ ابدالی نے جب برصغیر پاک و ہند پر حملہ کیا تو سکھوں کو شکست دینے کے بعد پنجاب پر قبضہ کر لیا اور جلے خان افغان قصوریہ (دیکھیے محمد شفیع لاہوری: An Afghan Colony at Qasur انگریزی / ضمیمہ / اولیائے قصور، ص ۱۶) کو پہلے قصور میں محاصل اور پھر لاہور کا گورنر بھی مقرر کیا گیا (سوہن لال سوری: عمدة التواریخ، ۱: ۱۲۳)، لیکن احمد شاہ ابدالی کے جاتے ہی سکھ پھر غالب آ گئے، ۱۷۶۲ء میں احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر چھٹا حملہ کیا اور سکھوں کو ایک بار پھر شکست دی، لیکن جو نہیں اس سال کے اختتام پر وہ افغانستان پہنچا، سکھوں نے پھر یلغار کر دی، جہانگیر نے سکھ مسلوں کو ساتھ ملا کر قصور پر حملہ کر دیا، چار ہزار افغان مارے گئے، قصور پر قبضہ کر کے اسے نذر آتش کر دیا گیا (ابراہیم خان: سیرستان، ملتان ۱۸۵۴ء، ص ۱۳) اور قصور پر بھنگیوں کا قبضہ ہو گیا، سکھ گردی کی خبریں جب افغانستان پہنچیں تو زمان شاہ نے ہندوستان کا قصد کیا، جب وہ

پنجاب میں پہنچا تو بھنگی قصور چھوڑ کر پہاڑیوں میں جا چھپے، موقع سے فائدہ اٹھا کر ۱۲۱۱ھ / ۱۷۹۶ء میں نظام الدین خان نے قصور پر قبضہ کر لیا، لیکن اس دوران میں زمان شاہ کے بھائی محمود نے ہرات میں بغاوت کر دی، جس سے زمان شاہ فوراً واپس افغانستان چلا گیا (عزیز الدین و کیلی: درۃ الزمان، کابل ۱۹۵۸ء، ص ۸۱ تا ۸۶)، زمان شاہ کی واپسی کے بعد رنجیت سنگھ کالاہور پر قبضہ ہو گیا، رنجیت سنگھ سارے پنجاب پر اپنا تسلط جمانا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے قصور پر کئی حملے کیے۔ آخر افغانوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے ۱۸۰۷ء میں وہ قصور پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا، قصور پر انگریزوں کا قبضہ پہلی مرتبہ ۱۱ فروری ۱۸۴۶ء کو ہوا (محمد لطیف: History of the Punjab، ص ۵۴۸) پھر ۱۸۴۹ء میں پنجاب کا انگریزوں کے مقبوضہ علاقے سے الحاق ہو گیا، انگریزی دور حکومت میں قصور کا سب سے اہم افغان سردار مبارز الدولہ پیر ابراہیم خان بہادر تھا، الحاق پنجاب کے بعد اس کا والد اور خاندان کے دیگر افراد ممدوٹ میں جا کر آباد ہو گئے، اس نے ۱۸۴۹ء میں انگلینڈ کا سفر بھی کیا اور اپنا سفر نامہ اور خاندانی حالات پر مشتمل ایک مفید کتاب سیرستان کے نام سے فارسی میں لکھی، جو ملتان سے ۱۸۵۳ء میں شائع ہوئی (محمد شفیع لاہوری: An Afghan Colony at Qasur، در Islamic Culture، حیدر آباد، دکن، جولائی ۱۹۲۹ء، ص ۷۷۲۔ نیز انگریزی ضمیمہ اولیائے قصور، ص ۳)۔

قصور اپنی مردم خیزی کے اعتبار سے بھی اہم ہے۔ نامی گرامی علماء و مشائخ یہاں پیدا ہوئے اور ارشاد و تلقین کے فرائض انجام دینے کے بعد یہیں آسودۂ خاک ہوئے، ان میں سے بعض مشاہیر کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے:

- ۱۔ شیخ زادہ شاہ کمال چشتی (از اعزہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ ۶۶۴ھ / ۱۲۶۵ء)
- ۲۔ شیخ ادھیہ چوہان (خلیفہ شیخ عبد الجلیل چوہڑ بندگی لاہوری م۔ ۹۱۰ھ / ۱۵۰۳ء)، (جمال الدین ابو بکر: تذکرہ قطبیہ، ص ۶۵ تا ۶۶)؛ چوہانان قصور ان کی اولاد سے ہیں، شیر شاہ سوری کے منصب دار تھے، مفسد ان لکھی جنگل کے ہاتھوں شہید ہوئے (اخبار الاولیاء، لکھی، مملوکہ محمد طیب ہمدانی، قصور ورق ۱۳۵۔ الف، ب)
- ۳۔ شیخ نور مرید شیخ علم الدین چونی وال، (چونیاں مضافات قصور سے منسوب) م۔ ۹۱۶ھ / ۱۵۱۰ء (اذکار قلندری، ص ۱۴۵ تاریخ جلیلہ، ص ۳۵۷)
- ۴۔ حاجی مگن و توڑئی مرید شیخ عیسیٰ مشوانی
- ۵۔ نمایاں اخوند سعید حسین زئی

۶۔ شیخ محمد و توزئی جد مادری مؤلف اخبار الاولیاء (سال تصنیف ۱۰۷۷ھ / ۱۶۶۶ء)

۷۔ مولانا محمد مقیم مرید و مکتوب الیہ حضرت مجدد الف ثانیؒ (مکتوبات حضرت مجدد ۳ / مکتوب ۶۶،

مکتوبات معصومیہ ۱ / مکتوب نمبر ۱)

۸۔ پیر رحمت و توزئی، معاصر جہانگیر بادشاہ

۹۔ شیخ یوسف بککزی معاصر جہانگیر و شاہجہان

۱۰۔ شیخ عبدالحق مرید شیخ آدم بنوڑیؒ م ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء

۱۱۔ بایزید خان م ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۴ء (خانی خان: منتخب اللباب ۲: ۵۵۱ تا ۵۵۲)

۱۲۔ فتح خان (مرید شیخ سعدی لاہوری، م ۱۱۰۸ھ / ۱۶۹۶ء ظواہر، قلمی، مجموعہ شیرانی در کتاب خانہ

پنجاب یونیورسٹی)

۱۳۔ مولانا عمر خان یکے از مخلصین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (خلیق احمد نظامی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی

مکتوبات بحوالہ قول الجلی و اسرار الخفی، ص ۲۶) اور حافظ صدیق، حافظ سعد اللہ و حافظ اسماعیل از خلفائے پیر محمد سچیار

نوشاہی (م ۱۱۲۰ھ / ۱۷۰۸ء) (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ، قلمی مملوکہ شرافت نوشاہی ۲: ۱۶۲ تا ۱۶۳،

۳: ۱۹، ۲۲۲ تا ۲۲۴)

عبد اللہ خویشگی قصوری نے اخبار الاولیاء تصنیف ۱۰۷۷ھ / ۱۶۶۶ء میں بہت سے ایسے مشائخ کا ذکر کیا

ہے جن کا مولد و مدفن اس نے قصور بتایا ہے، لیکن ان کی قبروں کا اب نشان تک نہیں ملتا، ان میں سے چند ایک کے

نام یہ ہیں۔ اسماعیل عزیز زئی، اللہ داد و توزئی، حاجی احمد بککزی، حاجی میاں عزیز زئی، بھوگی عزیز زئی، حسین

بککزی، پیر رحیم داد و توزئی، محمد خان بن خواجہ خضر بککزی، مولانا عبد الواحد، حاجی ادیس و توزئی، شیخ جدو بن مصری

خان، حاجی رحیم داد حسین زئی، یار محمد بککزی، شیخ مردان بککزی اور شیخ مبارک خلف زئی۔

قصور کے چند نامور مصنفین میں سے مولانا احمد شوریانی م ۱۰۳۰ھ / ۱۶۲۰ء مصنف سوالات احمدی

(ملخص متن مشمولہ عبد اللہ خویشگی: معارج الولايت قلمی مجموعہ آذر پنجاب یونیورسٹی ورق ۳۶۹ تا ۳۷۷ الف)؛

عبد اللہ خویشگی ۱۰۴۳۔ بعد ۱۱۰۶ھ / ۱۶۳۳۔ بعد ۱۶۹۴ء (رک باں) مصنف اخبار الاولیاء و معارج الولايت وغیرہ

محمد پناہ خویشگی مصنف مجموعہ الدعوات فی حصول المرادات بسال ۹ شعبان ۱۱۰۴ھ قلمی مملوکہ مرزا قاسم علی بیگ

لاہور، شاہ عنایت قادری قصوری ثم لاہوری (م بعد ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء) مصنف غایۃ الحواشی وغیرہ (رک بآں)
 حاجی محمد شریف م ۱۱۵۳ھ / ۱۷۳۰ء مصنف انوار خمسہ ورد ووافض (بحوالہ غلام رسول قصوری: شجرۃ الانساب،
 لاہور ۱۹۳۵ء) ابو محمد اسمعیل بن خداداد خان خویشی نقشبندی (مرید شیخ سعدی لاہوری) مصنف ارشاد العرفان
 قلمی مجموعہ شیرانی کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب نمبر ب ۶۲۰۳ محمد منیر مصنف تذکرۃ الارشاد (خلیفہ حاجی محمد سعید
 لاہوری م ۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۸ء) (بحوالہ محمد رفیع: قرآن السعیدین، قلمی، ورق ۱۳۳ اب)؛ احمد بن شیخ محمد قریشی مصنف
 سراج الطالبین (در فن انشاء) قلمی مخزنہ کتاب خانہ گنج بخش، اسلام آباد (تسبیحی محمد حسین: فہرست مخطوطات
 کتاب خانہ گنج بخش، لاہور ۱۹۷۱ء، ۱: ۲۲۸)؛ شیر علی عرف شیر حملہ مرتب انشاء فیض بخش قلمی مجموعہ شیرانی،
 غلام حسین بن محمد حسن بن حاجی محمد شریف مصنف شجرۃ الانساب بسال ۱۱۹۲ھ قلمی مخزنہ کتاب خانہ محمد شفیع
 لاہوری، مولوی غلام رسول بن محمد حسن مصنف شجرۃ الانساب (انساب قبیلہ بنی حمیر خصوصاً حالات حاجی محمد
 شریف قصوری م۔ ۱۱۵۳ھ) تالیف حدود ۱۲۲۷ھ، اُردو ترجمہ لاہور ۱۹۳۵ء، مخدومان قصور میں سے عالم اجل،
 عارف، مصنف اور شاعر حضرت مولانا غلام محی الدین ۱۲۰۲-۱۲۷۰ھ / ۱۷۸۷-۱۸۵۳ء) صاحب تحفہ
 رسولیہ، مکتوبات، زاد الحاج، رسالہ نظامیہ وغیرہ (رک بآں) مولانا عبدالرسول بن مولانا غلام محی الدین؛ مولوی
 غلام دستگیر مصنف تقدیس الوکیل، مطبوعہ لاہور ۱۸۷۳ء مولوی غلام اللہ م۔ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۳۲ء اور قریب زمانے
 کے مشاہیر میں مولوی عبدالقادر، مولوی غلام محی الدین اور محققین میں ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم، ڈاکٹر محمد اقبال
 مرحوم (اساتذہ، یونیورسٹی اور نیشنل کالج، لاہور) اور ڈاکٹر احمد بشیر سابق صدر شعبہ تاریخ سندھ یونیورسٹی قابل ذکر
 ہیں۔

ان مصنفین کے علاوہ یہاں کے شعراء نامدار میں سے اللہ داد متخلص بہ قصوری (مرید شیخ عبدالحی حصاری
 م۔ ۱۰۷۰ھ / ۱۶۵۹ء خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی)، کا دیوان قصوری شاہان اودھ کے کتاب خانے میں تھا
 (The Cat. Of Libraries of Kings of Qudh: Sprenger، نمبر ۱۵۱)، دوسرا نسخہ رضا لاہوری
 رام پور میں ہے، حضرت بابا بلھے شاہ قصوری، صاحب پنجابی کلیات (شائع کردہ پنجابی ادبی اکیڈمی، لاہور ۱۹۶۷ء) م۔
 بعد ۱۱۸۱ھ / ۱۷۶۷ء کو دنیائے ادب میں شہرت دوام حاصل ہے، حافظ مرتضیٰ بن محمد خان شہاب زئی مصنف
 گلریز اُردو نظم بسال ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ء قلمی بخط مصنف، مجموعہ شیرانی نمبر ۶۲۰۹، مجربات مرتضائیہ بخط مصنف

قلعی، مملوکہ مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی قصور، تسلیم سلام اللہ خان شاعر فارسی و رفیق نواب شیر جنگ و نواب آصف الدولہ (روز روشن طبع بھوپال ۱۲۹۷ھ، ص ۱۳۱) عبدالرحمن مصنف اللہ واحد، قلمی مجموعہ شیرانی نمبر ۹۸۹۔ موجودہ قصور دو حصوں پر مشتمل ہے: ایک اندرونی حصہ دوسرا بیرونی، اندرونی حصے میں اس وقت دروازہ کوٹ عثمان خان، دروازہ مہتمان والا، پتون والا دروازہ، موری دروازہ، کوٹ بدر دین خان اور لوہاری دروازے کی آبادیاں ہیں اور بیرونی قصور میں کوٹ مراد خان، کوٹ حلیم خان کوٹ رکن دین خان، کوٹ اعظم خان، کوٹ فتح دین خان، کوٹ غلام محی الدین خان، کوٹ پیراں والا، قتل گڑھی، کوٹ مولوی عبدالقادر، قلعہ نو اور ال گڑھ آبادیاں ہیں۔

مشائخ کے مشہور مزارات میں سے مزار شاہ کمال چشتی، بابا بلھے شاہ، حاجی عبدالملک، حاجی اخوند سعید، حاجی گنگن شوریالی، شیخ میرک، محمد ابراہیم عرف پیر بولنا، حاجی محمد شریف اور پیر دولت عجمی قصور کے مختلف مقامات پر موجود ہیں اور مشہور مساجد میں سے جامع مسجد حسین خان، مسجد حوض والی، مسجد حلیم خان، مسجد گنبد والی کوٹ مراد خان، مسجد خداداد خان معروف بہ دھوپ سڑی وغیرہ مشہور ہیں۔

قصور ریلوے سٹیشن ہے اور بالخصوص لاہور تک ہر وقت لاریوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے، یہ شہر صنعت و تجارت کے لحاظ سے بھی مشہور ہے، سیکڑوں برقی کھدیاں لگی ہوئی ہیں، لاکل پور / موجودہ فیصل آباد کے بعد کپڑے کی یہ دوسری اہم تجارتی منڈی ہے، شہر میں بی۔ اے تک تعلیمی سہولتیں میسر ہیں، یہاں کے باشندے اپنے اعلیٰ اخلاق کے لیے مشہور ہیں، عوام کی زندگی بہت حد تک سادہ ہے اور شروع سے ہی یہاں مذہب کا عمل دخل رہا ہے، مذہبی تقریبات زور شور سے منائی جاتی ہیں، قصور میں کئی ایک ادبی انجمنیں بھی تھیں جن میں انجمن قصور قابل ذکر ہے جس کا رسالہ انجمن قصور اور اپنا مطبع بھی تھا۔ اس رسالے میں سر سید احمد خان، حالی اور آزاد کے، مقالات شائع ہوتے تھے (دیکھیے انجمن قصور، مقالہ در مجلہ علمی، لاہور جلد ۱ اشارہ ۱)، لیکن اب اس کا وجود تک باقی نہیں رہا، قصور کی موجودہ آبادی ایک لاکھ سے زیادہ اور رقبہ پانچ مربع میل ہے۔

مآخذ

۱۔ عبد اللہ خویسلی قصوری: اخبار الاولیاء، ۱۰۷۷ھ، قلمی مملوکہ سید محمد طیب ہمدانی، قصور

- ۲۔ وی مصنف: معارج الولايت ۱۰۹۶ھ قلمی، مجموعہ آذر در کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور نمبر ۲۵H
- ۳۔ محمد عمر چکنی، میاں: ظواہر، (۱۱۱۲ھ)، قلمی، مجموعہ شیرانی، در دانش گاہ پنجاب نمبر ۳۸۸
- ۴۔ شرافت نوشاہی معارج سید: شریف التواریخ، سہ جلد، قلمی مملوکہ سید شرافت نوشاہی
- ۵۔ ابوالسعیل بن خداداد خان: ارشاد العرفان، قلمی مجموعہ شیرانی نمبر ۶۲۰۳
- ۶۔ محمد رفیع اخوند: قران السعدین ۱۱۶۲ھ قلمی، مملوکہ سید ارشاد حسین شاہ، قصور
- ۷۔ مرتضیٰ حافظ قصوری: گلریز، ۱۲۰۶ھ قلمی مجموعہ شیرانی نمبر ۶۲۰۹
- ۸۔ محمد اقبال مجددی: تاریخ قصور، زیر ترتیب
- ۹۔ برنی، ضیاء الدین: تاریخ فیروز شاہی، مرتبہ سر سید احمد خان، کلکتہ ۱۸۶۲ء
- ۱۰۔ امیر خورد: سیر الاولیاء، دہلی، ۱۳۰۲ھ
- ۱۱۔ امیر خسرو: قران السعدین، نو لکھنور ۱۲۸۷ھ
- ۱۲۔ یحییٰ سہرندی: تاریخ مبارک شاہی، کلکتہ ۱۹۳۱ء
- ۱۳۔ جمال الدین ابوبکر: تذکرہ قطبیہ، (در حالات شیخ عبد الجلیل چوہدری لاهوری) مرتبہ غلام دستگیر نامی، لاہور ۱۹۵۲ء
- ۱۴۔ محمد معصوم، خواجہ، سرہندی: مکتوبات معصومیہ، جلد اول، کانپور ۱۳۰۲ھ
- ۱۵۔ خانی خان: منتخب اللباب، جلد دوم، کلکتہ ۱۸۸۳ء
- ۱۶۔ غلام رسول قصوری: شجرۃ الانساب، اردو ترجمہ، لاہور ۱۹۳۵ء
- ۱۷۔ بلھے شاہ، بابا: کلیات بلھے شاہ، لاہور ۱۹۶۷ء
- ۱۸۔ مصمصام الدولہ شاہ نواز خان: آثار الامراء سہ جلد کلکتہ ۱۸۸۸ تا ۱۸۹۱ء و اردو ترجمہ از محمد ایوب قادری، لاہور ۱۹۶۸-۱۹۷۰ء
- ۱۹۔ سوہن لال: عمدۃ التواریخ، لاہور ۱۸۸۸ء
- ۲۰۔ ابراہیم خان، حیر: سیرستان، ملتان ۱۸۵۳ء
- ۲۱۔ عزیز الدین وکیل: درۃ الزمان، کابل ۱۹۵۸ء

- ۲۲۔ خلیق احمد نظامی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، دہلی ۱۹۶۹ء
- ۲۳۔ غلام سرور، مفتی، لاہوری: خزینۃ الاصفیاء لکھنؤ ۱۸۷۳ء
- ۲۴۔ وہی مصنف: تاریخ مخزن پنجاب، لکھنؤ ۱۸۷۷ء
- ۲۵۔ وہی مصنف: حدیقۃ الاولیاء تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۷۶ء
- ۲۶۔ صبا، محمد مظفر حسین: روز روشن، بھوپال ۱۲۹۷ھ
- ۲۷۔ علی الدین لاہوری: عبرت نامہ، لاہور ۱۹۶۱ء
- ۲۸۔ تسبیحی محمد حسین: فہرست مخطوطات کتاب خانہ گنج بخش، اسلام آباد، جلد اول، لاہور ۱۹۷۱ء
- ۲۹۔ نامی، غلام دستگیر: تاریخ جلیلہ، لاہور ۱۹۶۰ء
- ۳۰۔ محمد شفیع لاہوری: اولیائے قصور، لاہور ۱۹۷۲ء
- ۳۱۔ ہمدانی، اے آر: ہم اور ہمارے اسلاف، لاہور ۱۹۶۹ء
- ۳۲۔ Ancient: Geography of India: Cunnigham، کلکتہ ۱۹۲۳ء
- ۳۳۔ Cat. Lib. of the Kings of Oudh: Sprenger، کلکتہ ۱۸۵۳ء
- ۳۴۔ محمد لطیف: History of the Punjab، دہلی ۱۹۶۳ء
- ۳۵۔ Imperial Gazetteer of India، آؤ کسفر ۱۹۰۸ء، ج ۱۵
- ۳۶۔ محمد شفیع لاہوری: An Afghan Colony at Qasur، حیدر آباد، دکن جولائی ۱۹۲۹ء، (نیز بصورت ضمیمہ در محمد شفیع لاہوری: اولیائے قصور، لاہور ۱۹۷۲ء)

۱۹۷۲ء

(اُردو دائرۃ معارف اسلامیہ، لاہور)

سنجاہ کے صوفیہ اور مشاہیر

پنجاب کے بڑے شہروں کے علاوہ یہاں کے خرد قصابات میں ساہن پال قلعہ اور چک نمرا مجھیانہ، سادہ چک، گولیکی، کیلیانوالہ، کھوڑی، چکوڑی، پسرور، ساہووالہ، سوہرا، ایمن آباد، قلعہ میاں سنگھ، انہی، برہار، کوٹ بھوانی داس، کوٹلی لوہاراں، علی پور سیداں، مکھڑ، سیال، گولڑہ، تونسہ، وغیرہ بھی بڑے مردم خیز تھے، ان میں سنجاہ بھی بڑا اہم قصبہ ہے، یہاں کے علماء و شعراء میں محمد اکرم غنیمت، علامہ صداقت اور مولوی محمد صالح نے اپنی بھرپور صلاحیتوں سے قائمہ اٹھاکر تخلیقی ادب میں قابل قدر اضافہ کیا جس کی وجہ سے یہ قصبہ اہل قلم کی توجہ کا مرکز بن گیا۔

قصبہ سنجاہ اس وقت گجرات سے سات میل جانب مغرب بھالیہ اور پہنچ میں سنجاہ راجہ (رئیس کنگ پال برادر زادہ راجہ کہسال قوم طور نے ۸۱۰ھ میں آباد کیا، اولاً قوم کھتری یہاں کی مالک تھی پھر کلچہ قوم وڑائچ نے لکھی جنگل سے آکر اس قصبہ پر قبضہ کر لیا اس کی اولاد نے ۱۸۹۴ء تک اس قصبہ میں زمینداری کا پیشہ اپنائے رکھا، اس قوم کے عناصر میں سے چودھری غوث مشہور تھا۔ اور (وڈیرہ کنیش داس، چارباغ پنجاب ۲۸-۱، ب)

جب یہ قصبہ برباد ہو گیا تو امیر تیمور کے فتح ہندوستان کے وقت جیتو قوم جاٹ وڑائچ نے آکر اسے دوبارہ آباد کیا (غلام سرور، مفتی لاہوری: تاریخ مخزن پنجاب ۳۰۴) سنجاہ کی اس ذات کا ذکر وڈیرہ مسی غلام سرور بیگ نے کیا ہے:

۱۔ یومنی دیوان کرپارام ۲۔ ہست آباد اجرت دس ہزار روپے تعمیر ہوئی ۳۔ باغ دیوان کرپارام کبار ۴۔ باغ دیوان رقوطل والہ ۵۔ باغ سرکاری جانب مشرق ۶۔ باغ سردار نہال سنگھ چھاچھی (غلام سرور مفتی لاہوری، تاریخ مخزن پنجاب ۳۰۴، وڈیرہ چارباغ پنجاب ۲۰۱۔ مسلم ایگز مرزا تاریخ گجرات ۱۰۲)

اب اس مردم خیز قصبہ سنجاہ کے چند مشائخ علماء اور شعراء کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

شیخ ابو البقا کنجاہی

آپ حضرت نوشہ گنج بخشؒ (ف ۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۳ء) کے مرید، شیخ نظر محمد کنجاہی کے حقیقی بھائی اور مولانا غنیمت کے چچا تھے (صداقت محمد ماہ: ثواب المناقب قلمی بحوالہ شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ حصہ اول مسکئی بہ تحائف الاطہار قلمی ص ۶۳-۶۶)

قاضی عبدالنبی، ۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۸ء میں کنجاہ کے قاضی تھے ان کی ایک مہر ۱۰۸۸ھ کی نقل محفوظ ہے (محمد عالم عبدالباسط، تاریخ سادات خوارزمیہ ۷۰) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۸ء تک بقیہ حیات تھے۔

قاضی خوش محمد بن قاضی عبدالنبی، حضرت نوشہؒ کے مرید اور کنجاہ کے قاضی تھے، احمد بیگ لاہوری نے آپ کی زبانی حضرت نوشہؒ کی دو روایات نقل کی ہیں، آپ کا صرف ایک شعر ملتا ہے۔ (احمد علی سندیلوی: مخزن الغرائب قلمی ورق ۱۰۱-۱، علی حسن خان: صبح گلشن ۱۵۶) قاضی خوش محمد کے دو بیٹے تھے قاضی سرخرو اور قاضی ماہرو (صداقت: ثواب المناقب ۱۶۷ بحوالہ شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم قلمی ۱۳۹، محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین مترجم محمد ایوب قادری ۸۹)

قاضی رضی الدین بن قاضی عبدالنبی، آپ بھی حضرت نوشہؒ کے مرید تھے، پہلے وزیر آباد کے قاضی تھے (محمد حیات نوشاہی: تذکرہ نوشاہی قلمی ۳۶) پھر کنجاہ اور گجرات کی قضا بھی اپنے ذمہ لے لی (احمد بیگ لاہوری: الاعجاز، قلمی ورق ۳۶۲، محمد حیات: تذکرہ نوشاہی قلمی ورق ۳۶۱) آپ قصبہ قلعدار کے بھی قاضی تھے (شیر محمد قریشی: مقامات قطبیہ قلمی) آپ ۲۴ ذیقعد ۱۱۰۱ھ / ۲۹ اگست ۱۶۹۰ء تا ۲۴ ذیقعد ۱۱۰۳ھ / ۱۷ اگست ۱۶۹۲ء گجرات کے بھی عامل رہے (وڈیرہ، گنیش داس: چارباغ پنجاب) آپ کی تین تصانیف کے حوالے ملتے ہیں۔ ۱۔ شرح قصیدہ بردہ (صداقت: ثواب ۱۶۵) ۲۔ رسالہ در حالات حضرت نوشہ (مشمولہ رسالہ الاعجاز تصنیف احمد بیگ قلمی ورق ۱۱۳-۱۲۲) ۳۔ تذکرہ قاضی رضی الدین (محمد شیر: حدیقتہ الارباب فی مناقب قطب الاقطاب موسوم بہ مقامات قطبیہ، قلمی) آپ قادر الکلام شاعر بھی تھے رسالہ الاعجاز میں آپ کے اشعار بھی نقل ہوئے ہیں (احمد بیگ: الاعجاز ۱۱۹) قاضی صاحب کا ایک فرزند قاضی قوام الدین تھا (صداقت: ثواب ۱۶۵) خاندانی تحریرات کے مطابق

آپ کا انتقال ۱۱۳۸ھ / ۱۷۰۱ء میں ہوا، خزینۃ الاصفیاء (۱ / ۲۰۲) میں آپ کا سال وفات ۱۱۵۲ھ غلط لکھا گیا ہے (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم ۱۶۳-۱۸۰)

شیخ نظر محمد۔ آپ حضرت نوشہ کے مرید تھے (صداقت: ثواب قلمی ورق ۱۲۵) آپ کے دو بیٹے تھے اول ملا محمد اکرم غنیمت، دوسرے بیٹے کا نام معلوم نہیں ہے۔ ۱۰ معلوم صاحبزادے کے دو فرزند تھے علامہ شیخ محمد ماہ صداقت اور شیخ محمد، شیخ نظر محمد ثواب المناقب کی تصنیف ۱۱۲۶ / ۱۷۱۴ء سے پہلے فوت ہو چکے تھے (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم قلمی ۵۱۵)

ملا محمد اکرم غنیمت پنجاب کے معروف ترین فارسی شعراء میں غنیمت کا نام سرفہرست ہے۔ آپ کے سال ولادت و وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ آپ نے پنجاب کو نیرنگ عشق جیسی مثنوی دے کر ادبی دنیا میں بلند مقام عطا کیا ہے۔ (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم ۲۶۰-۳۱۰، وہی مصنف: رقعات غنیمت صحیفہ، لاہور، جنوری ۱۹۷۳ء، وہی مصنف: غنیمت کے مزید حالات، مشمولہ العلم، کراچی ۱۹۷۳ء صادق علی دلاوری: غنیمت سنجابی: اورینٹل کالج میگزین، لاہور مئی ۱۹۴۲ء و نومبر ۱۹۴۳ء)

شیخ احمد نبیرہ غنیمت کا ذکر محمد صالح نے کیا ہے (محمد صالح سنجابی: سلسلۃ الاولیاء، قلمی ورق ۶۴-۱) محمد ماہ صداقت۔ آپ حضرت شیخ عبدالرحمن پاک نوشہروی کے مرید تھے ان کے والد نواب ارادت مند خان شرف الدولہ بہادر کی طرف سے تحویل خزانہ پر مقرر تھے، مہمات ملکی میں ان کے ہمراہ رہتے تھے (ثواب ورق ۹) صداقت کابل میں پیدا ہوئے (ثواب ۹) مروجہ علوم آپ نے اپنے چچا ملا غنیمت سے پڑھے آپ کو لفظ و نثر پر کامل عبور تھا، ثواب المناقب (در حالات و مقامات حضرت حاجی محمد نوشہرہ منج) آپ کا لائٹنی شاہکار ہے۔ فتح نامہ عبدالصمد خان، ساقی نامہ، مثنوی مہتاب، مثنوی چراغان، گل صنوبر (منثور)، قصہ کلید و دمنہ، دیوان اشعار، رباعیات آباد، محسمات رنگین، رقعات، بیاض صداقت، لطائف ہزلیات، مطلع الاسرار بھی آپ کی تصانیف ہیں، آپ کا انتقال ۱۱۳۸ھ / ۱۷۱۵ء میں ہوا (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم حصہ سوم قلمی ۶۸-۱۰۳) شیخ مٹھا مجذوب، حضرت نوشہ کے مرید اور قاضی رضی الدین کے خاندان سے تھے۔ (احمد بیگ: الاعجاز قلمی ۳۸) آپ کا انتقال ۱۰۸۶ھ / ۱۶۶۵ء میں ہوا (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم، قلمی ۴۳۴)

شیخ محمد امین

حضرت شیخ عبدالرحمن پاک بھڑی والد کے مرید اور مولانا غنیمت اور علامہ صداقت کے خاندان سے تھے ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۴ء تک بقید حیات تھے۔ (شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم حصہ دوم قلمی ۳۵۳)

میاں جعفر بن شاہ درگاہی۔ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری (ف ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء) نے اپنے سنبھال جانے اور میاں جعفر سے ملاقات کا حال لکھا ہے (رسالہ کسب سلوک ۴۲) میاں جعفر شاہ نے تحفہ سنبھال کے نام سے سنبھال کے بزرگوں پر ایک کتاب لکھی تھی (احمد حسین احمد: گجرات کی تمدنی تاریخ حصہ دوم قلمی ۱۳۶)

لطف اللہ موہب

بختاور خان صاحب مرآۃ العالم سے منسلک تھے، ان کے فقط ۱۰ شعر ملتے ہیں (محمد اسلم پسروری: فرحہ الناظرین ۱۹۴)

میاں شیخ محمد ابراہیم

میاں محمد صالح مصنف سلسلہ الاولیاء کے جد مادری تھے، ان کا شمار باکمال مشائخ و علماء میں تھا، شاہ میر پشاور خواہر زادہ شاہ محمد غوث لاہوری سے بیعت ہوئے ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء میں انتقال کیا مزار سنبھال میں ہے (محمد صالح: سلسلہ الاولیاء، قلمی ورق ۶۳-ب) ان کے والد میاں محمد ادہم حضرت شاہ محمد غوث لاہوری کے مرید تھے (سلسلہ الاولیاء ۶۳-ب) شیخ محمد زاہد قادری سکھ عہد میں بقید حیات تھے (سلسلہ الاولیاء، ورق ۶۳-ا) ان کا قلمی دیوان جناب میاں شریف سنبھالی کے پاس ہے (احمد حسین احمد: گجرات کا دبستان ۱۰) شیخ یحییٰ نے رائے حاکم سنگھ دیوان کی فرمائش پر مثنوی نیرنگ عشق کی فارسی میں شرح لکھی تھی (شرح مثنوی غنیمت، قلمی کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد) شیخ محمد صالح بن مولوی محمد یار مصنف سلسلہ الاولیاء، میاں محمد قاسم ابو الوفا ساکن گولیکی (ف ۱۲۵۲ھ / ۱۸۲۷ء) اور مولانا غلام محی الدین قصوری (ف ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء) سے بیعت تھے، سلسلہ الاولیاء (تصنیف ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء) آپ کا شاہکار ہے، اس کے علاوہ نغمہ توحیدی، مجموعہ وظائف، مکتوبات اور بیاض بھی آپ کی تصانیف میں ہیں۔ محمد صالح کا انتقال ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء میں ہوا (احمد حسین احمد قریشی: مولوی محمد صالح سنبھالی، رسالہ شاہین، گجرات دسمبر ۱۹۶۸ء)

حافظ غلام محی الدین بن محمد صالح (۱۲۵۱-۱۲۸۳ھ / ۱۸۳۵-۱۸۶۷ء)

مصنف مجمع التوارخ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری سے منسلک تھے، تاریخ گوئی پر کامل عبور تھا، مجمع التوارخ آپ کا شاہکار ہے جس میں حضرت نبی کریم ﷺ سے لے کر اپنے معاصر بزرگوں کے سنین و وفات نظم کیے ہیں آپ صرف ۳۴ سال کی عمر میں فوت ہو گئے، آپ کے والد مولانا محمد صالح نے آپ کے قطعات تاریخ کا مجموعہ، مجمع التوارخ کے نام سے ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں مرتب کر کے اپنے اس باکمال فرزند کے مختصر حالات بھی اس میں لکھے تھے (غلام محی الدین: مجمع التوارخ بخط محمد صالح قلمی ورق ۷ اب-۱۸ اب)

ملک علی محمد افغان سکے زئی مؤلف قصیدہ محبوبیہ مولوی نیک عالم فیضی انگریزی عہد کے عالم تھے (احمد حسین احمد: گجرات کی تمدنی تاریخ حصہ دوم قلمی ۱۴۲)

ماخذ

- ۱۔ صداقت، محمد ماہ سنجابی: ثواقب السناقب قلمی مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی، ساہن پال، گجرات
- ۲۔ محمد حیات نوشاہی: تذکرہ نوشاہی قلمی مملوکہ سید شرافت نوشاہی
- ۳۔ احمد بیگ لاہوری: رسالہ قلمی مملوکہ سید شرافت نوشاہی
- ۴۔ محمد صالح سنجابی: سلسلہ الاولیاء، قلمی مملوکہ قریشی احمد حسین احمد، گجرات
- ۵۔ وہی مصنف: بیاض محمد صالح، قلمی بخط محمد صالح، مملوکہ قریشی احمد حسین احمد
- ۶۔ غلام محی الدین سنجابی: مجمع التوارخ بخط والد مصنف (محمد صالح) قلمی
- ۷۔ یحییٰ سنجابی: شرح مثنوی غنیمت، قلمی، کتابخانہ منج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد
- ۸۔ محمد افضل سودھری: لطائف نامہ، قلمی، مملوکہ قریشی احمد حسین احمد، گجرات
- ۹۔ جعفر شاہ سنجابی بہ کرسی نامہ، قلمی، مملوکہ قریشی احمد حسین احمد
- ۱۰۔ مظفر الدین، حکیم: وقائع اسلاف ۱۲۷۴ھ در حالات خاندان میاں محمد قاسم ابوالوفا، ساکن گولیکی، قلمی، مملوکہ قریشی احمد حسین احمد
- ۱۱۔ دبیر پچھی نرائن: رقعات، قلمی، کتب خانہ دانشکادہ پنجاب نمبر P I X ۴۵

- ۱۲۔ احمد علی سندیلوی: مخزن الغرائب، قلمی، کتب خانہ دانش گاہ پنجاب ۱۳۸۲ / ۴۵۳۲
- ۱۳۔ آرزو سراج الدین علی: مجمع النفائس قلمی، کتب خانہ دانش گاہ پنجاب ۱۳۸۹ / ۴۵۳۹
- ۱۴۔ بوٹے شاہ، غلام محی الدین: تاریخ پنجاب، قلمی، کتب خانہ دانش گاہ پنجاب ۸ / APC III
- ۱۵۔ شرافت نوشاہی: شریف التواریخ (۱۳۵۵-۱۳۸۹ھ) تین سات ہزار صفحات، قلمی مملوکہ سید شرافت نوشاہی۔
- ۱۶۔ احمد حسین احمد قریشی: گجرات کی تمدنی تاریخ حصہ دوم ۱۹۶۶ء، قلمی مملوکہ قریشی احمد حسین احمد
- ۱۷۔ محمد اقبال مجددی: تاریخ مغلیہ کے فارسی مآخذ (بلسلہ ثواقب المناقب) مقالہ برائے حصول درجہ ایم اے تاریخ، دانش گاہ پنجاب ۱۹۷۲ء
- ۱۸۔ وڈیرہ، گنیش داس: چارباغ پنجاب، امرتسر ۱۹۶۶ء
- ۱۹۔ غنیمت کنجہای: دیوان غنیمت مرتبہ غلام ربانی عزیز، لاہور ۱۹۶۹ء
- ۲۰۔ عبد الباسط عرف سید محمد عالم: تاریخ سادات خوارزمیہ، لاہور ۱۹۱۲ء
- ۲۱۔ علی محمد ملک کنجہای: قصیدہ محبوبیہ، لاہور، سال طباعت ندارد
- ۲۲۔ علی الدین، مفتی، لاہوری: عبرت نامہ، لاہور ۱۹۶۱ء
- ۲۳۔ غلام سرور، مفتی، لاہوری: تاریخ مخزن پنجاب، لکھنؤ ۱۲۹۳ھ
- ۲۴۔ وہی مصنف: خزینۃ الاصفیاء، لکھنؤ ۱۸۷۳ء
- ۲۵۔ امیں چند: سفر نامہ، لاہور ۱۸۵۹ء
- ۲۶۔ علی حسن خان: صبح گلشن، بھوپال ۱۲۹۵ھ
- ۲۷۔ محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین مترجم محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۷۲ء
- ۲۸۔ محمد غوث لاہوری شاہ: رسالہ در کسب و بیان طریقت و حقیقت، پشاور ۱۲۸۳ھ
- ۲۹۔ رافت رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ، اردو ترجمہ، لاہور، سال طباعت ندارد
- ۳۰۔ خوش گو بند راہن داس: سفینہ خوش گو، پٹنہ ۱۹۵۹ء

۱۹۷۳ء

(اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، لاہور)

علمائے ساہووالہ (سیالکوٹ)

خطہ پنجاب اس لحاظ سے بڑا ہی بد نصیب اور محروم قسمت ہے کہ یہاں کے علماء و فضلاء کے حالات و کمالات پر برائے نام بھی کام نہیں ہوا۔ شمالی ہند میں معرض، تحریر میں آنے والے تذکروں میں بھی یہاں کے اصفیاء، فضلاء، علماء اور اطباء کے حالات شامل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، متحدہ ہندوستان میں سب سے بہتر تذکرہ ”اخبار الاخیار“ سمجھا جاتا ہے۔ مگر طرفہ یہ ہے کہ اس میں عالم اسلام کے مایہ ناز عالم و صوفی شیخ علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوریؒ کے حالات درج کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ مطبوعہ تذکروں کا قریب قریب یہی حال ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اس علاقے کے فضلاء نے خاندانی اور شخصی تذکرے بے شمار مرتب کیے جن کا بہت زیادہ حصہ سکھ گردی میں تباہ ہو گیا اور کچھ یہاں کے انگریز پرستوں کے ذریعے نذرانوں کی صورت میں برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لندن وغیرہ کی لائبریریوں کی زینت بن گیا۔

انیسویں صدی میں مفتی غلام سرور لاہوری اور فقیر محمد جہلمی (متوفی ۱۳۳۴ھ) پنجاب کے اکابر کے بارے میں کچھ نہ لکھ جاتے تو شاید پنجاب میں کوئی عالم و عارف نظر ہی نہ آتا، بہر حال اس کی کوئی بھی نہیں کے لوگوں کو پورا کرنا تھا۔

ماضی قریب میں پنجاب نے ایسے ایسے جلیل القدر علماء و فضلاء پیدا کیے جن کی نظیر پیش کرنا محال ہے، مگر ان کے حالات پر بھی کوئی تذکرہ مرتب نہیں ہوا، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا غلام قادر بھیروی، علامہ محمد حسن فیضی، مولوی محمد الدین فوق، مولانا سید عبد اللہ غزنوی، مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ، قاضی ظفر الدین، مولوی محمد عبد اللہ پنجابی، مولوی عبد اللہ تلونڈی والے، مولانا غلام احمد صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور، مولانا نور احمد امرتسری، علامہ اصغر علی روجی، مولوی غلام رسول انجمی والے، مولوی حسین علی واں بھچراں، مولوی محمد

حسین بٹالوی، مولانا محمد عالم آسی، مولوی کرم دین بھین والے، علمائے بنگہ، علمائے کھوڑی اور چکوڑی وغیرہ کے جدید اصول تذکرے نویسی کے تحت تذکرے مرتب کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اس وقت قاضی رحیم الدین اور ان کی اولاد کے حالات پر ایک معاصر تذکرہ شجرہ طین تصنیف محمد شہنواز الدین احمد قریشی اسعدی شائع کیا جا رہا ہے۔

”شجرہ شجرہ طین“ قاضی رحیم الدین بن عبد اللہ بن عبد الرزاق بن عبد الرحیم قریشی اسعدی کی اولاد کا تذکرہ ہے۔ جو سلطان پور متصل ننگڑوال جلال آباد (افغانستان) سے ہجرت کر کے ساہووالہ (ضلع سیالکوٹ) اور پنجاب کے دیگر قصبوں میں آکر آباد ہو گئے تھے۔

اس تذکرے کے مصنف مولانا محمد شہنواز الدین احمد بن مولوی شمس الدین بن ملا احمد بن محمد مسلم بن عبد الغنی بن قاضی رحیم الدین قریشی اسعدی ہیں، مصنف انسپٹری ’مدارس‘ کے عہدہ پر فائز تھے ۱۸۵۸ء میں انہیں پشاور اور جلال آباد جانے کا اتفاق ہوا، دورے کے دوران میں ایک معمر شخص سے ملاقات ہوئی اس نے بتایا کہ آپ کے آباؤ اجداد اسی جلال آباد کے رہنے والے تھے، چنانچہ مصنف کو آباؤ اجداد کا شجرہ مرتب کرنے کا خیال پیدا ہوا۔

مصنف کے بڑے بھائی مولوی محمد شہسوار الدین احمد^۱ نے اپنے اسلاف کے حالات اپنے والد مولوی محمد شمس الدین متوفی ۱۲۹۳ھ تک تحریر کیے تھے اور پھر باقی اعزہ کے حالات کا بطور ضمیمہ اضافہ کیا^۲۔

شجرہ مذکورہ کے اصل مصنف اور جامع مولوی محمد شہنواز الدین احمد کے حالات تو مطبوعہ تذکروں میں نہیں ملتے البتہ انہوں نے شجرہ ہذا میں اپنے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ طعنا یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

مولوی محمد شہنواز الدین مرحوم قاضی رحیم الدین کی اولاد میں سے تھے اور ۱۸۵۸ء میں عہدہ انسپٹری مدارس پر فائز تھے، ابتدائی تعلیم اور تمام درسی کتابیں اپنے والد مولوی محمد شمس الدین متوفی ۱۲۹۳ھ سے پڑھیں،

^۱ شجرہ شجرہ طین، تلمی ورق ۲۔

^۲ مولوی محمد شہسوار الدین احمد متوفی ۱۳۲۱ھ (شجرہ شجرہ)۔

^۳ شجرہ شجرہ طین ورق ۷۔

نقش بندی سلسلہ سلوک میں بیعت ارادت رکھتے تھے۔ لیکن انہوں نے شجرہ ہذا میں اپنے مرشد طریقت کا نام نہیں لکھا، اپنے حالات کے باب میں لکھتے ہیں:

”فقیر محمد شہنواز الدین پسر خرد مولانا محمد شمس الدین مرحوم جمیع علوم عقلی و نقلی از والد ماجد خود حاصل کردہ ام و بسلسلہ متبرکہ نقشبندیہ منسلک شدہ اما شجرہ وجودم از ثمرہ کہ در پس من باقی ماند بی برو بار آمدہ۔“

اس اقتباس کے آخری جملے سے متشرح ہوتا ہے کہ مولوی محمد شہنواز الدین لا ولد تھے۔

مولوی غلام حسین مرحوم (جن کے حالات اپنے مقام پر آئیں گے) نے مذکورہ دونوں بھائیوں کے مرتب کردہ شجرے فراہم کیے اور بغیر کسی تغیر و تبدل کے انہیں کتابی صورت دے کر ”ثمرہ شجرہ طین“ ۱۳۲۲ھ تاریخی نام رکھا اور ترقیمہ میں اس کی بنیاد پر خود ایک جدید شجرہ مرتب کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے، سال ترتیب جدید اس شعر میں اس طرح نظم کیا ہے:

چونکہ سال رقم شجرہ طلب کرد غلام
”ثمرہ شجرہ طین“ گفت جوابم ادراک

۱۳۲۲ھ

مولوی غلام حسین مرحوم کا مرتبہ شجرہ راقم احقر کو نہیں مل سکا، مولوی غلام حسین مرحوم نے تذکرہ ہذا کی ترتیب جدید کے بعد اس پر فارسی میں ایک بے نقط مقدمہ بھی لکھا ہے۔

یہ تذکرہ علماء ساہووالہ (سیالکوٹ) ایک نئی دریافت کی حیثیت رکھتا ہے، قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۲۲ھ بخط

مولوی غلام حسین مرحوم مولانا عبد الرشید سیالکوٹی مدظلہ، شاہد رہ لاہور کے ذاتی کتب خانہ کی زینت ہے۔

تذکرہ کی تحقیق و تعلیق کے باب میں مولانا سید شرافت نوشاہی، حکیم محمد موسیٰ امرتسری، پروفیسر محمد

ایوب قادری، سید انور حسین نفیس رقم، مولانا عبد الرشید سیالکوٹی اور ڈاکٹر وحید قریشی مدظلہم العالی نے بڑی اعانت

فرمائی جس کے لیے راقم احقر ان بزرگوں کا دل سے شکر گزار ہے، حواشی راقم الحروف نے اضافہ کیے ہیں۔

هو الله الصمد البمد

حمد مر محمود ملک و دود را کہ کلیہ لا الہ الا اللہ مطلع محامد او آمدہ و درود
 مردم ہر دم و مدح محمد رسول اللہ کہ اکرم رسل و سوار دلدل و معلم اُمم و
 سرور اولاد آدم و آل اظہر او ہم اللہم صلی محمدآ و آلہ وسلم. الحال مسطور
 گردد کہ حصہ اول صمصام الکلام کہ روح روح ہر مادح و مدوح و سلک درو و
 گہر آمدہ و ہر مصرعہ او مصرح مدلول معسر گرد آوردہ و محرر کردہ. کلک گوہر
 سلک علامہ عصر و ماہر دہر امام ہمام حاکم ملک کلام مولانا صمصام مہر
 احمد کہ اگر او ہام عوام علو علوم او را دام ادراک را سروا دہد ہوا و ہوس حاصل
 آورد کلام الصمصام صمصام الکلام و کلام البلوک ملوک الکلام در ولاء اسعد و
 احمد کامل آمد و مطالعہ سحر حلال و لمعہ ہلال او دل را مالاً مال سور و سرور کرد
 اکرمہ اللہ عطاء آوا عطاہ آلاء و ادعوہ مطاعاً و احذر عامہ اطلاقاً:

وہ رسالہ اسم صمصام الکلام	حاصل مردم مراد و سود عام
آمدہ ہر مصرعہ او مہملہ	طور او آوردہ وہ دل ولولہ
کلک گوہر سلک کردہ کار سحر	لعل و لولو گوہر ہم ماہ و مہر
گرد کرد او را مہ و مہر کمال	کہہ درو ادراک را آہو محال
حال علم و علم و کویہ و کواہ گل	ہم درو دا کردہ وہ اسرار دل
در محرم در دو و سہ و دہم	در مطالعہ مر ورا آوردہ ام
آمدہ وہ روح ارواح کرام	روح را رشحراح آسا روح عام
گرد سر گردم مگر دلدار را	کرد کار سحر را اسہل دلا
الحاصل صاحب ودا با ادعاہ	حاصل واللہ اعلم با عداہ
مدح او ورد ولم آمد ہدام	کرد ما را کامگار او والسلام

گردد ارسال سواد او سوال

گو سه مره حصه ساحر حلال

۴۴۱

سودہ مسود الطومار نمود مسلک علماء

الامصار مساهم اسم المعطل والمحلل وماؤہ

المسکور راسہ، والمعدوم اساسہ، المسعود لاسد اللہ الکراتار

ثمرہ شجرہ سخن را آرایش و پیرائش ستائش و نیایش ستودہ جهان است کہ افلاک را با نغم و خاک را بمردم ساخت و گلہای کلام را آب و رنگ حمد و ثنائے ملکِ علام است کہ سید ولد آدم بخلعت شرافت نسب و حسب افتخار بخشید علیہ و علی آلہ و اصحابہ من الصلوٰات افضلہا و من التسلیمات اکملہا اما بعد فقیر محمد شہنواز الدین احمد قریشی اسعدی راہنگامیکہ بعہدہ انسپکٹری مدارس علاقہ پیشاور در ۱۸۵۸ عیسوی یکہزار و ہشت صد و پنجاہ و ہشت مامور بود، اتفاق دورہ سلطان پور متصل ننگر وال علاقہ جلال آباد ملک افغانستان دست داد و سابق ازاں این قدر علم اجمالی بود کہ سلف صالحین فقیر از قدیم متوطنان این نواح اند بلکہ والد ماجد فقیر دو کرت در سلطان پور رفتہ بودند و مضمر خاطر بود کہ تفصیل این اجمال بہ حیثیتے کہ طمانیت بخش باشد از معتمدان آنصواب بظہور پیوند اتفاقا بایکی از معتبران معمر و معمران با خبر در اثنای گفتگو باب ذکر بزرگان سلف فقیر مفتوح گشت و ذکر خیر کیے از اجداد فقیر بیان آمد گفت کہ اصل موطن بزرگان شامو ضلع سلطان پور است۔

قاضی رحیم الدین

”ملا“ رحیم قریشی کہ درین ملک (سلطان پور، جلال آباد، افغانستان) بنام قاضی رحیم الدین یا ”ملا“ رحیم الدین معروف است بعہدہ سلطنت بادشاہ دین پناہ اورنگزیب عالمگیر چنان زور گرفت کہ در تمام علاقہ ننگر وال احدیرا مجال مقام متش نبود و متنفسے مخالفت امرش نی نمود بلکہ ہر کس سر اطاعت بر خط فرمان اور می نہاد و در فصل خصومات و دیگر معاملات ملکی

سرگروہ جرگہ ہمان می بود ملازمان شاہی متعینہ جلال آباد اکثر احکام مخالف
مرضی قاضی موصوف جاری می کردند و قاضی صاحب در نفاذش اباتا می نمودند و بار
با خرخشہ منجر بسزا می شد مصلحت وقت را حکام از طرف قاضی صاحب اغماض
می ورزیدند ہنگام عہد بہادر شاہ، شیخ کریم بخش کہ بعہدہ صوبہ داری جلال
آباد مقرر بود بلطائف الحین بقاضی رحیم الدین سلسلہ محبت و اتحاد
جنبا نیلہ مستعد ملازمت و نوکری نمود حاصل منشاء او آن بود کہ قاضی صاحب
را از سلطان پور خارج کند چنانچہ اول اول قاضی جلال آباد مقرر ساخت و بعد
چندی در غزنین و پیشاور فرستادہ یکایک در وزیر آباد تبدیل نمود و چون
تنخواہ قاضی صاحب محاصل موضع مردیکے مقرر بود درہانجا بقیہ عمر خود
بسر بردند۔

ابتدائی حالات اولاد قاضی رحیم الدین:

قاضی عبدالغنی پسر کلاں ایشان (قاضی رحیم الدین) بعد وفات والد خود بعہدہ
قضای وزیر آباد منصوب شد پس بعد وفات قاضی عبدالغنی پسر کلاںش محمد
مسلم قاضی معین گشت چون بعہدہ احمد شاہ ابدالی قاضی محمد مسلم معہ
برادر لا ولد خود قاضی محمد اسلم شربت شہادت نوشیدند و ہمگی اثاث البیت و
ما یحتاج الیہ ایشان بتاراج رفت بلکہ تمام موضع را ملازمان احمد شاہ آتش
زدند در آنحال پر ملال خواہر ایشان ہر دو پسران محمد مسلم شہید را کہ ملا
محمد و شیخ احمد نام داشتند بمصاحبت خویش در موضع بہروکے آوردہ
تربیت نمود چون ہر دو پسران بسنی کمال رسیدند و صاحب اقبال گشتند اکثر
اراضیات در دیہات پیدا کردند چنانچہ در موضع بہروکے از تالاب میانہ
بطرف شمال یکصد و دہ گہمانو از چاہ پھولاہ والا و شرینہ والہ از جانب جنوب

۱ مرید کے از وزیر آباد بفاصلہ چار میل بطرف جنوب۔

۲ شجرہ قلمی، ورق۔ ۳

۳ بہروکے از وزیر آباد بفاصلہ سہ میل بطرف جنوب

تالاب کہ حالا تالاب ہری سنگھ مشہور است و دیگر اراضی کہ محصور بزمین شور است خریدند و فرمان قضای قاضی محمد مسلم معہ بیعنامجات اراضی مذکور بچشم خود دیدہ ام و علاوہ ازین گزارہ قاضی ملا محمد را از طرف سلطان وقت یکصد و دہ گھمانو اراضی مرحمت شدہ بود و یک بیعنامہ مکان واقعہ شہر گجرات بنظر گذشتہ و شنیدہ بودم کہ چند چاہات در موضوع ”پہالو کے“ ہم خریدہ و چاہ لابدو دانہ نیز ملکیت ایشان بود در قحط سالی ۱۱۹۹ ہجری ملکیت اراضی مسجد مشرقی (کنڈا) ”بہرو کے“ از امامش حسام الدین نام بقییت مبلغ سیزدہ روپیہ خریدہ بودند تفصیلش آنکہ روزے امام مسجد مذکور مبلغ یک روپیہ برای خریدن غلہ گندم از قاضی صاحب موصوف طلب نمود قاضی صاحب مسی ”گنڈا“ رشتہ دار ”شینکر داس“ کہتری را فرمودند کہ گندم یک روپیہ بحساب مایان حوالہ حسام الدین نماید بعد چندے حسام الدین باز غلہ گندم از ”گنڈا“ بحساب قاضی صاحب بدفعات گرفت روزے ”گنڈا“ مذکور از حضرت موصوف مطالبہ مبلغات نمود فرمودند کہ مایان گندم یک روپیہ گفتہ بودیم او گفت کہ از حسام الدین باید پرسید کہ بحساب شما غلہ گندم مبلغ سیزدہ روپیہ گرفتہ است یا نے چون امام مذکور را پرسیدند او گفت کہ من لا ولد ہستم در عوض مبلغ سیزدہ روپیہ ملکیت اراضی مسجد پیش شما فروختم از آن روز مسجد در تحت تصرف و قبضہ اولاد قاضی صاحب موصوف است اکنون بحکم ذکر الصالحین ینزل الرحمۃ نبذے از حالات بزرگان خویش را جلوہ تفصیل میدہم۔

قاضی محمد مسلم

در سلطنت شاہان مغلیہ جاگیر ہا داشتند چنانچہ فرامین حضرت محمد شاہ بادشاہ غازی و احمد شاہ و عالم گیر و غیرہم بنام ایشان اولاد ایشان موجود اند

بعد انقلاب زمانہ چندے در موضوع مگھووال^۱ سکونت پذیر شدہ اند پس ازان در موضوع پھرو کے متصل سنگستان میلہ "قدمان" رائج بود کارکنان و ارکان آن میلہ شیخان پھرای و دیگر جہال سر ہر سال این میلہ خسران مآل را باہتمام تمام و ازدحام عوام کالانعام سر انجام میدادند محض بیمن انفاس متبرکہ و سعی جمیلہ قاضی صاحب موصوف قارورہ^۲ فتنہ و فساد ایشان چنان خورد بشکست کہ ہیچ اثر و رسمش باقی نہاند برادر ایشان "قاضی محمد اسلم" لاولد و نیز بنفس نفیس در وزیر آباد از دست کفار مرہٹہ شہادت چشیدند۔ قاضی محمد مسلم در علوم مروجہ آن وقت دستگاہی قوی میداشتند ملا محمد و شیخ احمد کہ ہنوز خورد سال بودند بر صفحہ روزگار یادگار خود گذاشتہ راہی ملک باقی شدند۔

مولانا ملا محمد:

مردے لائق و موزون بود ہمہ عمر خود چہ در قحط و چہ در رخا، در بھرو کے بسر کردند و عادت شریف بود کہ قرآن کریم بقلم خود نوشتہ وقف میفرمودند و شادی ایشان در موضع "شادیوال"^۲ شدہ بود۔ بارے در عبور دریائے چیناب غوطھا (خوردند) چون حیات باقی بود نجات یافتہ وصیت کردند کہ احدے از اولاد مایان از آن طرف آب رشتہ نکند چہار فرزند از دو قبیلہ میداشتند اول "فتح علی" در طفولیت غرق آب شدہ بر حسب الہی در پیوست دویم رکن الدین در عالم شباب حباب آسا لباس حیات پارہ ساخت سیوم "فتح الدین" معمر شدہ باب بیت المعمور مفتوح ساخت و دو فرزندان باقی گذاشت "رسول بخش" بجوانی جان بحق تسلیم نمود و "عبدالستار" سہ پسر داشت ہر سہ بہ حالت رضاعت شیر دایہ اجل نوشیدند و خود دو دختر باقی گذاشتہ در ۱۲۸۹ ہجری یک ہزار دو صد و ہشتاد و نہ مہمان دارا السلام شد قطعہ تاریخ و صالح این است

مگھووال قصبہ ایست از گجرات بطرف جنوب میزدہ میل

شادیوال قصبہ کلان است از گجرات بطرف جنوب مغرب بمفاصلہ پنج میل خوردندہ

عبد ستار صد ہزار افسوس در سحر گاہ زد بہر حلت کوس
از سر جہد بہر تاریخش گو "مقامش بہجنت فردوس"

۱۲۸۹

فرزند چہارم مولانا مولوی محمد شمس الدین:

یادگار خاندان و زندہ کن نام بزرگان و خلاصہ دو دمان و عمل خیر
گزشتگان بود در علوم عقلی و نقلی خصوص در فنون ریاضی رشک شمس تابان و در
قبیلہ پوروی خورشید درخشان و علوم و فنون از مولانا جان محمد جی صاحب و
خلیفہ غلام محمد و مولانا غلام محی الدین بگوی در لاہور و ریاضی از اخوند

مولانا جان محمد لاہوری متولد ۱۱۹۳ھ متوفی ۱۲۶۸ھ لاہور میں مدرس تھے ساری زندگی تدریس اور تصنیف میں بسر کی ان
کے تلامذہ میں مولوی محمد عالم کھوڑی، مولوی کرامت اللہ، مولوی غلام محمد ملتانی اور مولوی فخر الدین وغیرہ تھے۔
تصانیف حسب ذیل ہیں:

زبدۃ التفاسیر والتذکیر، رسالہ اثبات خلافت معاویہ، رسالہ عقائد حنفیہ، رسالہ رد در فض، شرح قصیدہ بردہ، شرح قصیدہ امالی،
معراج نامہ، رسالہ حرمت تمباکو اور عدم فریخت جمعہ وغیرہم

برائے شرح حال مولانا جان محمد لاہوری رجوع کنید بہ (۱) حدائق الحنفیہ ص ۴۷۵، مولفہ مولوی فقیر محمد جہلمی متوفی
۱۳۳۳ھ۔ (۲) نزہۃ الخواطر ۱۱۶/۷، (۳) تذکرہ علمائے ہند۔ ص ۱۳۳

مفتی غلام محمد لاہوری متوفی ۱۲۷۶ھ بن رحیم الدین بن رحمت اللہ قریشی، حضرت شیخ بہا الدین زکریا ملتانی کی اولاد میں
سے تھے۔ لاہور میں ولادت اور نشوونما ہوئی، شیخ غلام رسول لاہوری سے علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد لاہور میں تادم
آخر درس و تدریس میں مصروف رہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری کے والد تھے۔ مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ (۱)
خزینۃ الاصفیاء، جلد دوم، صفحہ ۳۹۲ (۳) (تذکرہ علمائے ہند، صفحہ ۳۶۷، نزہۃ الخواطر ۳۶۰/۷ وغیرہم)

مولانا غلام محی الدین بگوی بن حافظ نور حیات متولد ۲ شنبہ محرم ۱۲۱۰ھ متوفی ۳۰ شوال ۱۲۷۳ھ مولانا مرحوم نے قرآن
مجید حافظ حسن سے پڑھا اور پھر ۱۲۲۹ھ میں اپنے برادر خورد مولوی احمد دین بگوی کے ہمراہ دہلی گئے۔ حدیث مولانا محمد
اسحاق دہلوی سے پڑھی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے سند حدیث حاصل کی اور مولانا شاہ غلام علی مجددی متوفی
۱۲۴۰ھ سے بیعت ہوئے ۱۲۴۱ھ میں وطن واپس آئے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپ ان کی جگہ مسند درس و ارشاد و افتاء پر
متمسک ہوئے۔ فقیر عزیز الدین کی درخواست پر آپ لاہور آئے اور مسجد حکیمان لاہور میں بیس سال علم حدیث کا درس
دیا جس سے پنجاب کے علماء میں علم حدیث کی طلب کی تڑپ پیدا ہوئی ہزار ہا تلامذہ نے آپ سے علم حدیث کی سند حاصل
کی ان میں سے مولانا نور الدین چکوزی، مولانا شاہ محمد فیروز پوری، مولانا غلام محی الدین بگوی رجوع کنید بہ (۱) مجموعہ

علی احمد پیشاوری اکتساب نموده بود اکثر تعلق نوکری میداشت اوقات شریف بتدریس میگذرانید و چون طبیعت فیض طویت خویش کتاب دوست میداشتند طبع جمع کتب درسیہ و غیرہ مکنون خاطر شریف ایشان بود چنانچہ صدہا نسخ عجیب و غریب ہر فن از جاہا پیدا کردہ در کتب خانہ خود موجود مہر داشتند نسخہ زیچ الخ یگی معہ ہر جندی بسی کما ینبغی بمقدمہ خریدہ بودند مردے با وقار بود کہ حکام روزگار باستقبال ایشان برخاستندے غمخوار و مری ہمشیرگان خود زائد الوصف بود ہمشیر زاد گانش ہمہ با تربیت و تعلیم یافتہ ایشانند زاہد از دنیا و راغب در محبت و خدمت دوستا خدا۔ در سنگھڑ شریف بخدمت خواجہ سلیمان صاحب مرحوم رفتند اما خواجہ صاحب پیشتر از رفتن ایشان انتقال فرمودہ بودند شب و روز در خواندن اوراد و وظائف میگذرانیدند ہمعمر ہشت و ہشتاد سالگی بتاریخ دہم ماہ ذی الحجہ روز عید چہار شنبہ ۱۲۹۲ یک ہزار و دو صد و نود و سہ بجوار رحمت در پیوستند۔

سالِ تاریخ وفاتش خردم فرمود "شمس دین زینت ارم پاک افزود"

۱۲۸۹

دو فرزندان رشید و دو ولید سعید بر صحیفہ روزگار یادگار خویش گذاشتند اکنون میگوید بندہ ضعیف محمد شہنواز الدین کہ برادر کلاں ایں مسکین مولوی محمد شہسوار الدین احمد تا ایں جا حالات سلف صالحین خویش تحریر نمودہ حال نفس نفیس خویش معہ حالات دیگر عزیزان مرفوع القلم نمودہ بنا

مراسلات فقیر عزیز الدین جلد نہم قلمی کتابخانہ دانش گاہ پنجاب (۲) حدائق الحنفیہ، صفحہ ۳۷۶ (۳) تذکرہ علمائے ہند، صفحہ ۳۶۹ (۴) تذکرہ مشائخ گجویہ، صفحات ۱۱۳۔

سنگھڑ شریف از بلدہ ملتان چہل کردہ سمت مغرب (مناقب المکبومین صفحہ ۳۱۸ مطبوعہ لاہور)۔

خواجہ محمد سلیمان تونسوی برائے شرح حال رجوع کنید بہ:

(۱) نافع السالکین، مناقب المکبومین صفحات ۱۳۰، ۳۷۵، مناقب سلیمانی، تاریخ مشائخ چشت مولانہ پردیسر خلیق احمد نظامی علی گڑھ، مطبوعہ ندوۃ المصنفین، دہلی

برآں این فقیر حال برادرِ موصوف و دیگر شرکاء و اعزہ بطور ضمیمہ و تتمہ می نگارد کہ برادرم۔

مولوی محمد شہسوار الدین احمد:

پسر کلان مولانا مولوی محمد شمس الدین مرحوم است فاضل خوش بیان و علامہ ہمہ دان بود خصوص در فن ریاضی محسود اقران حکام وقت وجود با جودش را غنیمت بارده (کذا) می شمردند و منقاد ارشاد وی بودند علوم متداولہ از والد بزرگوار خود حاصل نموده باقی علوم ریاضی از اخوند علی احمد پیشاوری آموخت در ہیت و ہندسہ و حساب و جفر و رمل و نجوم علم استادی می افراشت قریب دو صد گہمانو اراضی در بہرو کے زر خرید است و اراضی عطیہ سرکار کہ از عہد بادشاہان و سکھان کہ بنام والد ماجد او بود بنام نامی مہر دو برادران در دفاتر سرکار انگلشیہ بحین حیات والد مرحوم ثبت شد ضیاء الدین پسر ایشان بحالت حیات والد خود بعالم شباب ازین جهان گذران در گذشت و یک فرزند رضیع صلاح الدین نام گذاشته و اصل رحمت الہی گردید تاریخ وفات ایشان این است:

شہسوار	الدین	احمد	فاضل	شیرین	سخن
یادگار	مولوی	شمس	دین	علم	و فن
چون	ز دنیا	سوی	عقبی	رفت	باقی ماند زو
آن	یتیم و	خانہ	ویران	چون	خزان دیدہ چمن
جستجو	کردم	بتاریخش	کہ	ناگہان	سروش
گفت	"شمس الدین"	نہان	گشت	سال	وصل او بمن

صلاح الدین

مراد معنی وضع و ایہام است نام والدش یعنی چون زندہ کن نام پدر رفت گویا شمس الدین امروز انتقال کرده ۱۳۔ (غلام

حسین کاتب شجرہ)

کذا فی الاصل

فقیر محمد شهنواز الدین:

(منکہ) پسر خورد مولانا محمد شمس الدین مرحوم جمیع علوم عقلی و نقلی از والد ماجد خود حاصل نموده ام و بسلسلہ متبرکہ نقشبندیہ منسلک شدہ اما شجرہ وجودم از ثمرہ کہ در پس من باقیمانده بی برو بار آمده:

بی برگ و بار ہستم نہ ثمر نہ سایہ دارم
بہ حورتم کہ دہقان بچہ کار کشت مارا
ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا و ہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب
سلسلہ اولاد مولانا ملا محمد تابو خوردار صلاح الدین اختتام یافتہ حالا حالات برادر ایشان مولانا شیخ احمد مرحوم مرقوم می شود۔

مولانا شیخ احمد:

مردے باوقار و درہمہ کار تجربہ کار روزگار و با مروت و وجاہت بود صاحب علم و قلم، کنز الدقائق بخط عربی مرقومہ ایشان حسن خط را مصدق پایہ کمال شان بتحریر راست نی آید در قحط کلان پسر خود حافظ غلام محمد را ہمراہ کردہ چند سال در ملتان بتقریب نواب مشرف مانده و دیگر شرکائے ایشان محمد یارو و محمد شادی موضع اندھیر 'جاگیر شدند و دیگر برادران در پھرو کے ماندند بعد گذشتن ایام قحط ہر کس مستقر خود ہا رجع القہقری نمود سفر کابل ہا رہا کردہ بودند بعہد احمد شاہ چون افغانان غارتکنان در پھرو کے رسیدند مولانا مرحوم بسابقہ معرفہ کہ داشتند باافغانان ملاقات نمودند بعد حال پرسی معلوم شد کہ بعضی از انہا شاگرد والد ایشان بودند و بعضے دوست و آشنا افغانان ہر عایت حقوق قدیم از غارت پھرو کے دست بردار شدند و از دست کلاہ و اقسام میوہ جات بآنحضرت و پسر ایشان کہ ہمراہ میداشتند دادہ خودہا خالی واپس رفتند وفات و دفن ایشان در پھرو کے اتفاق افتادہ و حافظ غلام محمد یادگار ایشان باقی ماند۔

حافظ غلام محمد:

مردے صبیح و ملیح و وجیہ و فصیح و حافظ قرآن و خوش قلم زمان بود در علوم متداولہ خصوص در فن طب ید طولیٰ میداشت مرجع اقارب و اجانب و در کار ہائے مردمان بجان ساعی و سرگرم و صاحب جود و کرم باہر کس طریق و داد و اتحاد مرعی میداشت از خیر الدین وزیر آبادی تحصیل علوم نمودند و تا یکنیم سال ہر روز در سمبڑیال^۱ رفتہ خط عربی آموختند در عہد خود مشار الیہ و ممتاز بودند در آن وقت احدے بغیر ذات بابرکات ایشان طبیعے نبود در عہد سکھان جہاں فانی را خیر باد گفتہ رہگرای عالم باقی شدند و سہ فرزندان گذاشتند۔

فرزند کلان حکیم محمد رمضان:

صاحب علم و طبیب عیسوی دم در امورات دینی و دنیوی راست باز و راستی پیشہ خدا پرست نیک اندیشہ شکار دوست خوش معیشت خندہ پیشانی فرشتہ سورت اکثری در رائپور^۲ مقیم ماندند و بعمر ہفتاد و دو سالگی بعلت حصات مٹانہ جان بجان بخش دادند برادر خورد ایشان (حافظ محمد احسن) تاریخ انتقال شان گفتہ ہو ہذا:

نازیم بر محمد خورشید^۳ ہر دو عالم
فارغ^۴ شد او ز دنیا^۵ از امر حق تعالیٰ
فارغ^۶ سنین و صلش است عمر سامی^۷

۱۲۸۱

۱ سمبڑیال قصبہ ایست بر شاہراہ در میان وزیر آباد و سیالکوٹ

۲ رائے پور دیسے است بر شاہراہ سیالکوٹ

۳ نام تاریخی است

۴ "فارغ" سے ۱۲۸۱ھ سال وفات برآمد ہوتا ہے۔

۵ لفظ "دنیا" سے حکیم محمد رمضان مرحوم کی عمر ۷۲ سال برآمد ہوتی ہے۔

۶ کذا

شد مرقدش مہیا در شہر ساہووالا^۱

و یک بیت تاریخ وصال ایشان از فرزند کلان ایشان است:

قبلہ ام فارغ ز دنیا رفت و گفت

سال فوتم "فارغ" آمد از نہفت

چہار فرزندان یادگار خود گذاشتند فرزند کلان ایشان۔

مولوی نور احمد^۲:

فاضل اجل عالم باعمل جامع صناعات و فنون مجموعہ کمالات بوقلمون در علم
سحبان ثانی و در فن طب مسیحائے زمانی فکرے صائب و رائے ثاقب میداشتند
در امور معضلہ و معاملات مشککہ مرجع روزگار بودہ اند و در فصل خصوصیات
مستشار و مدار دقیقہ رس نازک خیال نکتہ سنج صاحب کمال ذی مروت و نوال
باعزت و اقبال و بحطام دنیا مالا مال مقبول انام و محبوب خاص و عام حکام
وقت مطیع او بودند انجام حوائج شریف و وضع می نمودند صاحب جاگیر ہا
بودند پیش ذہن سلیم و طبع مستقیم ایشان مسائل معضلہ چون شکل اول بین
مصطلحات فارسی و محاورات عربی باسناد و استشہاد اشعار چون روز روشن در ہر
فن یکفٰی نصیب ایشان بود گاہ گاہ قطعہ و قصیدہ میگفتند و بر وضع متقدمین
ہمتانت مضامین و سلاست الفاظ دُر می سفتند نثر ایشان ہم پهلوی طرز نعمت
خان عالی بود در جمیع علوم شاگرد رشید مولانا مرحوم بہن والہ بودند الا طب
کہ از بزرگان خویش حاصل نمودہ بودند با این ہمہ اوصاف مقبولی نتیجہ حسن
نیت میداشتند بعمر ہشت و ہشتاد سالگی ۱۳۱۸ یک ہزار و سہ صد و ہژدہ از ہجرت

ساہووالا ضلع سیالکوٹ

مولوی نور احمد متوفی ۱۳۱۸ھ

مولانی نور احمد بڑے کہنہ مشق خطاط بھی تھے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا رسالہ رشیدیہ مصنفہ مولانا عبدالرشید جوہپوری، راقم
نے مولانا عبدالرشید لاہور کے کتب خانے میں دیکھا ہے جس کا ترقیہ اس طرح ہے۔ "بلفظہ حسن توفیقہ بید نور احمد بن محمد
رمضان بن حافظ غلام محمد غفر اللہ لہ والوالدیہ ۱۲۵۵ھ

بتاریخ بیست و نهم شوال بوقت نیم شب روز سہ شنبہ زیب بزم ارم گشتند
تاریخ وفات ایشان از فرزند خورد ایشان است:

قلت "ابداً کانت له جنات فردوس" (۱۲۱۸ھ)
تاریخ رحلہ مولائی نخبہ العجم
حکیم علی محمد و مولوی غلام حسین این دو فرزندان یادگار و مے اند۔

حکیم علی محمد:

ذی الطبع طریف ظریف در کاروبار دنیا زیرک و ہوشیار فارسی و عربی مروج این
دیار خواندہ در فن طب از اقران خود ہمسرے نہ داشت بعلم ہیضہ ازین دار
نایابیدار بدار القرار شتافت تاریخ وفاتش این است:

چہ شد گر مرا رفت پنجاہ و پنج کہ در عمرہ دہ سال زو کمتر
چو جستم ز دل سال تاریخ او روانش بگفتا بگو "فارغم"

۱۲۲۱

دگر بار آمد ز روحش ندا کہ "بخشید مولائی کل از کرم"

۱۲۲۱

سیوم بار در داد روحش صدا "ز مے داد حق عوض دنیا ارم"

۱۲۲۱

سہ پسران یادگار و مے است یکے محمد حسن خیلے زمانہ ساز و درباب معالجہ از
ابنای جنس خود سرفراز و ممتاز، دوم عبدالقادر کہ تا مختصر معانی خواندہ و از
فن طب بہرہ وافی برداشتہ عبید اللہ، ولی اللہ، نذیر حسین، بشیر حسین این ہر

"فرزند خورد ایشان" سے مراد مولوی غلام حسین بن مولوی نور احمد ہیں شجرہ ہذا میں عربی و فارسی کی اکثر تاریخیں
وفات انہیں کی تعین ہیں مولوی غلام حسین کے حالات کے باب میں اس طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے۔
"تاریخ ہائے عربی و فارسی کے مندرجہ این جزو شدہ طبع زادوی است" (شجرہ ورق ۸) راقم نے بخوف طوالت صرف ایک
شعر نقل کیا ہے انشاء اللہ "پنجاب کے عربی شعراء" کے سلسلے میں یہ تاریخ مکمل نقل کی جائے گی۔
یہ تاریخ وفات ۲۳ شعروں پر مشتمل تھی راقم الحق نے بخوف طوالت صرف چار اشعار کا انتخاب کیا ہے۔

چار اولاد رسمیتہ بہرہ ور و آثار پدر بزرگوار از ناصیہ او جلوہ گر منعم حقیق ہر
چار نو باوہ بوستان ارجمندی را با آثار مزادات دو جہانی باور فرماید و سعادت
دارین روزی روزگار ایشان نماید آمین یا رب العالمین۔ فرزند دوتھی مولانا
مولوی نور احمد، مولوی غلام حسین است۔

مولوی غلام حسین:

علم ادب و طب از والد ماجد خویش خواندہ و حدیث از مولانا مولوی غلام محمد
بگوی و شیخ المشائخ عبداللہ غزنوی و منطق از مولانا مولوی فیروز الدین و
حکمت از استاد صاحب مولانا حیات گل مرحومین و از استاذ ایشان مولانا مولوی
محمد عبداللہ سکندر پوری تحصیل نمودہ خیل زندہ کن نام بزرگان خویش

مولانا غلام محمد بگوی نقش بندی (متولد ۱۲۵۵ھ متوفی ۳ جمادی الثانی ۱۳۱۸ھ) آپ نے تمام کتب درسی مروجہ اپنے والد
بزرگوار غلام محی الدین بگوی سے پڑھیں اور سند حدیث بھی حاصل کی۔ والد بزرگوار کے علاوہ آپ نے مختلف مختلف
مشائخ سے فیوض باطنی حاصل کیے چنانچہ سلسلہ نقشبندیہ میں حرمین شریفین میں شاہ عبدالغنی متوفی ۱۲۹۶ھ کی صحبت میں
رہے۔ سلسلہ چشتیہ میں اویسی طور پر حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی سے روحانی تربیت پائی لیکن بیعت ارادت آپ کی
حضرت بابا جی فقیر محمد تیراہی طاظوٹی سے تھی۔ آپ نے اپنے اثر و رسوخ سے شاہی مسجد لاہور انگریزی فوج سے خالی
کروائی۔ ڈپٹی برکت علی اور فقیر جمال الدین کے اصرار پر آپ نے شاہی مسجد لاہور کی تولیت اور خطابت کے فرائض
انجام دیے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے بڑے مولوی محمد رفیق نقش بندی متوفی ۱۳۳۳ھ اور چھوٹے مولوی محمد شفیق
بگوی۔ تذکرہ مشائخ بگویہ، ص ۱۹ تا ۲۵ مولفہ ظہور احمد بگوی، مطبوعہ مجلہ شمس الاسلام مئی ۱۹۳۴ء بمبیرہ۔

مولانا عبداللہ غزنوی بن محمد بن محمد شریف (متولد ۱۲۳۰ھ متوفی ۱۲۹۸ھ) علامہ حبیب اللہ قندھاری اور شیخ مولانا خذیر
حسین محدث دہلوی سے علم حدیث پڑھا۔ کافی عرصہ کابل میں رہے۔ اور پھر امرتسر (پنجاب) میں سکونت اختیار کر لی۔
برائے شرح حال مولانا عبداللہ غزنوی رجوع کنید بہ۔

- (۱) ملفوظات و سوانح مولانا عبداللہ غزنوی مولفہ مولانا غلام رسول قلعوی بخط صاحب ترجمہ مولانا غلام حسین ۱۳۰۲ھ
خطی نسخہ، قاری مملوکہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، لاہور۔
- (۲) انصار جیود الاحرار مولفہ نواب صدیق حسن خان، صفحہ ۱۹۳۔
- (۳) خطیرۃ القدرس از نواب صاحب، ص ۱۳۸۔
- (۴) غایۃ المقصود از شمس الحق دیالوی۔
- (۵) قاضی ملا محمد پشاوری (م ۱۳۱۰ھ) قصائد و غیر مہم

است در شعر ہم میلے دارد تاریخہائے عربی و فارسی کہ مندرج این جزو شدہ
 طبعزاد وے است بتدریس طلبہ و علاج غریبا و امرا اوقات عزیز خود بسر می
 بردہ مردے متواضع غریب خو متحمل و میانہ رو است سہ فرزندان دارد یکے
 محمد شریف نام کہ اسش مطابق مہسئ است و تا مطول خواندہ در صلاحیت و
 راست روی و فن علاج بفضل خلاق شہرہ آفاق است مکارم اخلاق و قبولیت کہ
 اثر و نتیجہ دعائے جد بزرگوار اوست حاصل روزگار خویش دارد دویم ظہور
 الدین کہ مظهر آثار نیک است و در خواندان علوم مروجہ مشغول و از قیافہ
 ذہین و فہیم معلوم می شود سیوم عبدالحکیم کہ در صناعت رضاعت مہارت
 بین دارد و نور فراست از لوح جبینش روشن حق سبحانہ ہمہ را سعید و رشید
 دارین فرمودہ بمرضیات خویش و مدارج بیش از بیش رساناد آمین یارب
 العالمین۔

مولانا غلام حسین کے مفصل حالات نہیں ملتے۔ ساہووالا سیالکوٹ میں مقیم تھے۔ عربی، فارسی اور اردو میں نہایت بلغ شعر کہتے تھے۔ فارسی اور اردو میں غلام تخلص کرتے تھے۔ ان کا تصنیف کردہ منظوم اردو قصہ بلالؓ مولانا عبدالرشید۔ سیالکوٹی مدظلہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس قصے کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے:

حید خدا نعت شفیع اُمم دولوں میں قاصدے زبانِ قلم
 مدح کا حق ہو نہیں سکتا ادا خاموشیاں ہوتے سے حد ثنا
 اختتام

سال رقم کے لیے اے ہوشیار ”قصہ عجب ختم ہوا“ گوشمار

۱۳۳۲

۱۴۰ اشعر، ۶ ورق، ۱۵ سطر، خطی نسخہ بخط صاحب ترجمہ (مولانا غلام حسین)، مولانا غلام حسین کے ہاتھ کا لکھا ہوا سید احمد شہید کے مکتوبات کا نہایت عمدہ نسخہ راقم کی نظر سے گزر چکا ہے۔ جس کے ترقیے میں انہوں نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے۔
 ابو الظفر عبید اللہ غلام حسین ۱۳۰۱ھ۔

مولانا مرحوم کے ہاتھ کی مکتوبہ قریباً بیس کتابیں راقم الحروف کی نظر سے گزر چکی ہیں جو فن خوش نویسی کے علاوہ صحت کتابت کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں۔ مولانا غلام حسین کے کچھ خطوط مولانا عبدالرشید لاہور اور سید نور محمد صاحب کے کتب میں محفوظ ہیں۔ مولانا غلام حسین کا مصنفہ مرثیہ جو انہوں نے اپنے کسی استاد کی وفات پر لکھا تھا سید نور محمد صاحب کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

دوئم از پسران حکیم محمد رمضان، نظام الدین است۔

نظام الدین:

از تعلقات دنیا بیزار و از کاروبار دست بردار بیدوار شجرۂ وجودش بے بار و چون سرو آزاد از مردم بر کنار میل سیاحت در سر و سامان معیشت در بر پسرش ابراہیم نام در طفولیت رحلت نمود و خود مجردانہ اوقات بسر می برد۔

پسر سیوم امام الدین:

کہ در کار دنیا ہوشیار و از تاریخہائے بزرگان خویش خبردار در فن طب ہم مہارتے دارد اگرچہ از ہر دو برادر مذکور الصدر خورد است اما در علوہست و تہور بزرگ شمرده می شود وجود با جودش درین زمان نا پرسیان بس غنیمت بوجود آمدہ اول محمد دین کہ بعمر جوانی بدار جاودانی رفت دویم میر احمد کہ از ابنائے زمان و از میان اقران در بہہ اوصاف مستثنیٰ است و بعہدہ پٹوار منصب دار چہار فرزندان دارد غلام نبی جوانی خوش منظر و در علم و اخلاق از پدر بہتر عربی و فارسی و انگریزی میداند و ہنوز می خواند آثار کمال از ناصیہ حالش ظاہر و علامت بزرگی از قیافہ اش باہر محنت کش متحمل مزاج خندہ پیشانی باہر کس اختلاط و امتزاج دارد یقین است کہ روزی نخل وجودش رطب مراد خواہد داد و دیگران فضل حسین و محمد شفیع و احمد شفیع خورد سال اند ایزد تعالیٰ ہمہ را بہ پایۂ کمال رساند۔

فرزند سیومی برکت علی است:

کہ چون نام خود با برکت و ثروت است از علوم مروجہ روزگار حاصل نمودہ بر عہدہ پٹوار متعین است و یک فرزند شیر خوار دارد ایزدش مبارک گرداناد و بہر اتب علیا و مناصب گیری رساناد ہمہ، چہارم (فرزند) شاہدین۔

شاہدین:

کہ نبزے بہرہ علی از برادر کلان خویش برداشته و چیزی از مولانا مولوی غلام محمد بگوی مرحوم و از حافظ دریا اکتساب نموده مجموعہ اخلاق حمیدہ و مخزن اوصاف پسندیدہ است صاحب تدبیریکہ در گفتگو و معاملات دنیوی راست روی پیشہ اوست و بہر کس بہ حسن اسلوب و طرز خوب پیش آمدن اندیشہ او مردے دیندار و معاون ہمہ کس در ہر کار اہل مروت و شفقت و صاحب اہلیت و محبت است و جود با جودش از مغتنمات روزگار و مظهر منافع بیشمار ایام حیات مستعار را در پھر و کے بسر میبرد و یک ولید سعید و رشید۔

عبدالغفور:

نام روشنی بخش دل دانائے اوست جوانے خوبرو و خوش خو ذی الطبع مسلسل سخن سلیم الذہن مہر ہر فن چابک و ہوشیار چست و چالاک در ہر کار خوش قلم و خوش تقریر خندہ پیشانے و خوش تدبیر زور بازو برادران مقدمۃ الجیش دلاوران گالے بملازمت سرکاری کمر ہمت بر بندد و گالے بکار و بار خانگی در پیوندد ہنر پسندی جبلت اوست و در ہر کار یک فنی طبیعت او از صفحہ ناصیہ اش مطالعہ می شود کہ روزے مطلع خورشید اقبال خواہد شد و از لوح پیشانیہش توان خواند کہ وقتی جمال کمالش جلوہ ظہور خواہد بخشید دویم از پسران حافظ غلام محمد مرحوم حکیم پیر بخش مغفور مبرور است۔

حکیم پیر بخش:

کہ حسن صورتش مشعر حسن سیرت او بود و جمال چہرہ اش مخبر کمال سیرت او صاحب علم و عمل ذی ہنر و فضل بیچ فنی نبودہ کہ سنجمل خیالش ازان انعکاس پذیر نشدہ بود و کدام علمیکہ در مرآت ضمیرش ارتسام نیافتہ در فارسی و عربی علم اوستادی او منصوب و در صرف و نحو و لغت و قرات و ہیت و ہندسہ و رمل سبقت باو منسوب۔ خاطرش اکثر میل بتصوف داشتے۔ خوش انشا و خوش قلم و در زود نویسی علم استیعاب کمال او صافش را ایر، تنگ عرصہ قرطاس گنجایش ندارد طریق نقش بندی می داشت در شعر گوئی و شعر فہمی

نقاد و ذہنی و کاوش بود قریب نزع فرمودند کہ ما رخصتیم و تاریخ وفات ما نیز لفظ رخصت است و تاریخ وفات ما نیز لفظ رخصت است وقت رخصت گفت مولاناے ما رخصتیم و فوت ماہم "رخصت" ۱۲۹۰ھ است چہار فرزند ان از ایشان یادگار ماندند فرزند کلان ایشان مولوی محمد بخش بود۔

مولوی محمد بخش:

مردے طباع و صناع و شجاع طبع رنگین داشتی حدت و ذہانت از کلامش مترشح شدے سلسلہ سخنانش ہمچون کا کل کچکلہان طویل و دراز و با این سراپا اجمال و مزین بہ پیچ و تاب بے انداز تلون در مزاجش چنان امتزاج یافتہ بود کہ شکر را با شیر و تجلد و جرات در طبعش چنان مخمر شدہ بود کہ تہور در شیر گالیے کار مطبع مطبوع خاطرش بودی و گاہی بتجارت شاطر صاحب علم بود خوش خوہنر پسند و پُرگوئے اکثر اوقات خود بملازمت مدرسہ صرف کردہ بود و از مزد تعلیم قوت خوردہ دو پسر و مے بود یکے فضل احمد۔

فضل احمد:

کہ ذکی و جری بود در فارسی و عربی و انگریزی و فنون ریاضی و خوش نویسی یگانہ زمانہ بود و در اکثر صناعات فرزاندہ در عین جوانی دو ولید سعید محمد شفیع و احمد شفیع نام در حیات والد خویش گذاشتہ بعالم باقی شتافت محمد شفیع دانائے روزگار و در علوم و اخلاق نام برادر، پدر و جد بزرگوار خویش آمدہ و ہر سر روزگار و احمد شفیع با وصف علم و ہنر طبعش ورع آشنا و دلش انس و محبت انتما است جوآنے لائق و نیک کردار خوش خو گفتار عمر عزیز خود بملازمت مدرسہ میگذراند دویم از پسران حکیم پیر بخش مرحوم مولوی رحیم بخش است۔

مولوی رحیم بخش:

در فارسی و عربی حظ وافق دارد و بحکم الولد سرلابیہ ذی اخلاق بزرگانہ بر قامت حال خویش راست نمودہ و در اکتساب مرضیات الہی کوشید و در وقت جوانی با

زور بازوئے خدا داد از ہمسران خود گوئی سبقت ربودہ بود با این ہمہ کم گوئی طبیعت اوست و خلوت گزینی منیت او بخطِ عربی و فارسی دست خویش دارد و دبانش درج درر غرر سخنان دلکش والد ماجدش نام تاریخی ولادت وی "مولوی رحیم بخش" نہادہ بود از وی دو فرزند بوجود آمدہ یکے مولوی بہاء الدین مرحوم۔

مولوی بہاء الدین:

کہ در علم و عمل و حسن خلق و شہرۂ خلائق بودہ چیزے از علوم از والد ماجد خود و قدرے از برادر عم زاد خود مولوی غلام حسین خواندہ تکمیل تحصیل بخد مت مولوی محمد شاہ دہلوی نمود حسن نیت و موانست با خویش و آشنا در سرستش مخمر شدہ بود در عین جوانی چندے بیمار ماندہ بجوار رحمت حق پیوست و دو فرزندان خود یتیم نمود (پسر) دویم فیروز الدین۔

فیروز الدین:

کہ در خوردی آثار بزرگی از ناصیۂ حالش ہویدا است و انوارِ رشد و سعادت از جبینش پیدا خوش الحان فارسی اما فکر معاش اورا از تکمیل علوم باز داشتہ صالح و پرہیزگار خوش قلم زرین نگار یک فرزند روشنی بخش چشم روان اوست قادر مطلق و خالق برحق ہمہ عزیزانرا باولاد و احفاد کامیاب دارین فرمودہ با بندگان خاص و مقربان با اخلاص اختصاص بخشد سیوم از فرزندان حکیم پیر بخش مرحوم حافظ قادر بخش است۔

حافظ قادر بخش:

در فارسی مہارت تمام میداشت و در عربی نیز حافظِ قرآن شریف خوش طبیعت و ظریف با اُنس و تالیف کشادہ پیشانی خندہ روی نکتہ سنج و خوش خوا کثر اوقات لطیفہ با گفتے و "در سخنان ظرافت آمیز سفتے بارے فرمودند کہ

میدانند کہ کپتان کدام صیفہ است آخر خود جواب دادند کہ کپتان جمع کہ پتہ است حسن خط عربی و فارسی او رشک سلسلہ گیسوی مہرویان چین و صحیح نویسی وے ہمچوں راست گفتاری عصمتیان صدق آئین با این ہمہ سمند خوشخرام قلمش چنان در میدان کاغذ و دیدے کہ برید بینندگان را دست ادراک بفتراک روانیش نرسیدی و ہنوز سطر اولین صفحہ تر بودے کہ سطر آخریں صفحہ روے باختتام آوردے و بحالت پیادہ پا رفتن در نوشتن مسافت چار میل درود مستغاث تا آخر می نوشتے شب بود خدا یاد صابر و شاکر بر خدا و او در عمر پنجاہ و دو سال انتقال یافت تاریخ وفاتش ایں است

در وفاتش گفت ہر کس صد دریغ

۱۲۰۸ھ

گفتہ ہر کس سنین بستم طراز

پنج فرزندان میداشت دو فرزند بکنار دایہ اجل دادہ و سہ پسر باقی گذاشتہ از دنیا در گزشت و در کوشک بہشت پنهان گشت فرزند کلاں شان عبدالحق جوآنے لائق روزگار و در کاروبار دنیا ہوشیار از علوم رسیہ حظے داشت در عمر جوانی ازین جہاں فانی دل برداشت دویم ظفر حسن۔ ظفر حسن: جوآنے بود خوش نویس و لیبیب و از ذکای والد خود نصیبے میداشت ہنوز فارسی خواندہ بود کہ فارس اجل ہر وے تاخت آورد مر سیوم ظفر علی کہ نمونہ برادر خود ظفر حسن و در خانہ خسراچیاں مقیم چہارم از فرزندان حکیم پیر بخش مرحوم محمد حسین است۔

محمد حسین:

تا شرح ملاے جامی و قطبی خواندہ بود خویش نویس بخط عربی و فارسی مردے دیندار متقی و پریزگار طبیعے سحر کار بود در باب علاج و تعویذات مہارت تمام بہم رسانیدہ بود قوی ہمت سیاحت دوست دو پسران خود غلام

یہ قطعہ سات اشعار کا تھا۔ راقم نے خوف طوالت چہ شعر حذف کر دیے ہیں۔

یسین و غلام محی الدین یادگار خود گذاشت و خود واصل عالم قدس گردید۔
تاریخ فوتش این است:

با صورت و با صورت و با نام حسین بود
در عقدہ کشایش بر انگشت کلیدے
عیسیٰ نفسے خضر و شے بود طبیعی
در مردۂ صد سالہ دمش روح دمیدے
در باب تدابیر خوشا برز جہرے
میرفت غم و رنج ہر انجا کہ رسیدے
درعین جوانی ز جہان رفت بناگاہ
بگذاشت پس خویش دور فرزندے رشیدے
بخشای بران راہی فردوس خدایا
کز فضل و کرمهای تو این نیست بعیدے
چشم ز تاریخ کہ از عالم بالا
گفتند کہ "با خنجر طاعون شہیدے"

- ۱۲۲۱

غلام محی الدین:

پسر خوردش بعد از وفات خود بچند روز بطفل در گذشت و غلام یاسین: از مروجہ
چند جماعت امتحان دادہ بیکار خانہ نشن است حق سبحانہ و تعالیٰ اورا محبت
علوم و کسب فنون عطا فرمودہ کامیاب دارین فرماید فرزند سیومی از اولاد حافظ
غلام محمد مرحوم حافظ محمد احسن است۔

حافظ محمد احسن:

فارسی دان خوش نویس خط عربی مردے راست باز و در حسن عقیدت بے انباز
بعلمت زمانت استطاعت سرور و سیاحتش نے مسیحا وار از تعلق تا اہل دل

برداشتہ اوقات شریف را در پھر وے میگزارد و چون یادگار سلف صالحین است و جودش از مغتنمات باردار شدہ می شود۔

اکنون ذکر قاضی عبدالنبی برادر خورد قاضی عبدالغنی پسران قاضی رحیم الدین قریشی اسعدی شروع میرود۔

قاضی عبدالنبی:

حال قاضی عبدالنبی بتفصیل تسلی بخش معلوم نیست اما مسجوع شدہ کہ مردے نیک رو بود سہ پسران میداشت خیر اللہ و محمد غوث و حافظ محمد اشرف حالات آخرین مفقود و سابق الذکر و مذکور الصدر را سہ فرزندان بودند محمد ماہ و حفیظ اللہ و محمد رمضان۔ محمد ماہ: شاعر بود کہ بہندی شعر میگفت اولادش در کوہستان جمون موجود و خود را سید وا می نمایند محمد رمضان از اقران خود بی نظیر بود دو فرزندان از وی بوجود آمدند یکی محمد شادی کہ بسیار نیک بخت و صالح بود دویم محمد یار کہ مردے بود عامل و در تسخیر جنات دست گامے میداشت کامل علو ہمت و سمو عزیمتش آن قدر بود کہ بارشاد بزرگی سورۃ مزمل یک لکہ و بست و پنجهزار بار خواندہ بود در فن تعویذ نویسی از جملہ اولاد قاضی صاحب ہمسرے نداشت در عہد سکھاں اکثرے را آسیب جن می شد و از قریب و بعید مردمان جوق جوق بخدمت ایشان می آمدند و شفایاب میشدند۔ بحالت عمل کردن اکثر اوقات نعلین خود بر زمین میزدند و جنان را دشنامھا میدادند آخر در عہد سکھاں رحلت فرماے عالم بقاء شدند فرزند کلان ایشان محمد عطر بود کہ در عین جوانی جہان فانی را بدرود نمودہ بعالم جانی جاودانی شتافت و یک فرزند حکیم محمد خضر ولی جانشین خود گذاشت۔

حکیم محمد خضر ولی:

عنقوان شباب خود را در خورد و خواب گزرانید و چندان توجہ بمدارست علوم ننمود در آخر عمر بہرہ از علوم حاصل کردہ فن طبابت را رونق بازار بخشید

مردے وجیہ خوش منظر شاہ قامت جسیم است بہر کس ہمدارات و موانست
پیش می آید نہ فرزندان از وے بوجود آمدند چہار فرزندان بعد تولد مغلد
شدند و پنج پسران نور الدین، میران بخش غلام رسول، نور حسین، غلام
محمد نام در ایام رضاعت بکنار دایہ اجل خفتند۔ دیگر از پسران محمد یار
محمد امیر است۔

محمد امیر:

تعویذات از والد خود حاصل نموده اوقات عزیز خود میگذرانید در ۱۲۸۲ھ یک
ہزار و دوصد ہشتاد و چہار ہمدار القرار شتافت قطعہ تاریخ و فاتش این است:

چون اقتضای حکمت ربّ قدیر شد
در خلد جلد جلد محمد امیر شد
جستم سنین فوت سوشم ز جان جان
گفتا بگو "بخلد محمد امیر شد"

۱۲۸۳

پسرش محمد اکبر:

مردے متوکل و پرہیزگار نیک بخت و نیک کردار بود علوم دینی از مولانا مولوی
محمد شمس الدین^۱ و مولانا مولوی غلام رسول^۲ ساکن قلعہ میہاں سنگھ حاصل

مولوی محمد شمس الدین متوفی ۱۲۹۳ھ کے مفصل حالات شجرہ ہذا میں گزر چکے ہیں۔

مولوی غلام رسول ساکن قلعہ میہاں سنگھ متولد (۱۲۲۸ھ متوفی ۱۲۹۱ھ) کوٹ بھوانی داس ضلع گوجرانوالہ میں پیدا
ہوئے۔ علم حدیث مولانا سید نذیر حسین، مولانا عبد اللہ غزنوی اور مولانا غلام محی الدین بگوٹی سے پڑھا سید حدیث مولانا
سید نذیر دہلوی سے حاصل کی۔ اور مکہ میں مولانا شاہ عبدالغنی بن شاہ ابو سعید دہلوی مجددی سے حدیث پڑھی اور سند
حاصل کی۔ حضرت میر سید کوٹھ والا اور حضرت خواجہ سلیمان تونسوی سے بیعت ارادت تھی۔ حسب ذیل تصانیف راقم
کی نظر سے گزر چکی ہیں۔ (۱) قصہ حضرت بلال منکوم (۲) حلیہ حضرت رسول اکرم ﷺ، کلان و خورد (۳) قصہ سسی
ہنوں منکوم۔ (۴) سی حرفی۔ (۵) تفسیر سورہ فاتحہ وغیرہم برائے شرح حال مولانا غلام رسول رجوع کنید بہ۔ رسالہ

نمودہ اوقات شبائِ روزی در مطالعہ کتب صرف کردے و بصبر و شکر بر نعمای
الہی عمر عزیز خود بسر بردے و بحسن معاشرت گزرانیدے در سن کھولت
رحلت نمود و یک فرزند ارجمند یادگار خود گذاشت۔

محمد حیدر:

محمد حیدر نام عالم با عمل و اعظی بے بدل صرف و نحو و منطق از حافظ غلام
مرتضی صاحب مرحوم سیالکوٹی در حدیث از مولانا مولوی نذیر حسین صاحب
مرحوم دہلوی حاصل نموده مرید نشین سجادۃ افادۃ طلاب است و یک فرزند
عزیز محمد عبداللہ نام:

محمد عبداللہ:

روشنی بخش دل فیض منزل اوست کہ همچون والد ماجد خود متدین و بحسن۔
عقاید مزین جوان بخت و بجمال معنوی و صوری سعید و ارجمند است حق تعالیٰ
جملہ عزیزانرا توفیق تحصیل علوم دینی و نیل مرضیات خویش رفیق روزگار
گرداناد آمین یا رب العالمین۔

این است نبذے از حالات برکات آیات قاضی رحیم الدین بن عبداللہ بن
عبدالرزاق بن عبدالرحیم قریشی اسعدی و اولاد امجاد وے کہ بقید قلم در
آمدہ عزیزانرا کہ موجود اند و خواہند شد از فقیر تاکید مزید اکتساب علوم و
تحصیل مرضیات الہی و سلوک بر جادۃ مستقیم و احراز میا من و برکات

خوارق (در حالات و مناقب شیخ خود حضرت جی کوٹہہ والے) مولانا مرحوم، مطبوعہ کشمی سنیم پریس، راولپنڈی ۱۹۲۶ء
(۳) سوانح مولانا غلام رسول، مرتبہ مولوی عبد القادر، مطبوعہ لاہور۔ (۴) تذکرہ علمائے ہند (۳) تذکرہ مشائخ بکویہ۔
مولانا نذیر حسین دہلوی متولد ۱۲۳۰ھ متوفی ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۳ء۔

رجوع کنید بہ مقدمہ غایۃ المقصود و شرح سنن ابی داؤد از مولانا محمد شمس الحق عظیم آبادی۔ (۲) واقعات دارالحکومت دہلی
از مولوی بشیر الدین احمد۔ (۳) روزنامہ ۱۸۵۷ء مولانا عبد اللطیف، مرتبہ پردیسر خلیق احمد نظامی، مطبوعہ ندوہ، دہلی، ص
۱۰۳-۱۰۴ افارسی، ص ۱۷۰-۲۰۳ اردو۔ (۴) حیات شبلی از علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم۔ (۵) (الحیاء بعد الہامۃ از فضل
حسین۔ (۷) مقالات شروانی ۲۸۳، تذکرہ علمائے ہند، ص ۵۹۵، اردو ترجمہ پردیسر محمد ایوب قادری وغیرہم۔

بصحبت و بیعت حضرات اہل اللہ و اجتناب از منہیات و کبائر و صفائر مطالعہ
یاد آید ہدایت لا تقربوا الزنا انہ کان فاحشہ و ساء سبیلاً را مدام نصب العین
دارندم اللہم ثبت اقدامنا و اقدامہم علی صراط مستقیم و حصل مرامہم فی
الدین والدین بحرمۃ النبی و آلہ الطیبین آمین یا رب العالمین ثم آمین الان
انتمی۔

ما قصده و سوده الفاضل محمد شہسوار الدین و مولانا مولوی محمد شہنواز
الدین و بعد ہذا یقول متبع سنۃ سید الکونین تراب النعلین عبید اللہ غلام
حسین تجاوز اللہ عن سئیاتہ و رزقہ نیل مرضاتہ فی الدارین کہ حضرتین
مرحومین مولوی محمد شہسوار الدین احمد و مولوی محمد شہنواز الدین
نبدے از حالات پیشینیان و پسینیان کہ ہر اوراق متفرقہ مسودہ نمودہ
بودے راقم آثم متفرقات ہر دورا فراہم نمودہ شاہد مضامین را پیرایہ عبارت
جدید پوشانیدہ ہدیۃ احباب ساخت تا من اولہ الی آخرہ بیک گونه و یک نمونہ
جلوہ تقریر بخشند بے آنکہ تصرف و تغیرے دراصل مطلب راہ یابد و اگر
حیات چند روز وفا نمود بعونہ تعالیٰ این شجرہ را آب و رنگ تکمیل تازہ خواہد
داد و ما ذلک علی اللہ العزیز:

ہست چون مبداء اولاد ابو البشر از خاک
آخرش مرجع او نیز زمین است و مفاک
پس چرا شجرۃ آمال نشاند عاقل
کہ ہوش نیست بجز حسرت و خسران و ہلاک
مگر آن شجرہ تقویٰ بر شیرین دارد
آب اخلاص دہی گر ز رو نیت پاک
ما کہ این شجرۃ نوشتیم ز نادانی خویش
جز تفاخر چہ تصور کند اہل ادراک
لیک صد بار ازین فخر نائم توبہ
شرمساریم ز ناکردہ گناہ و غمناک

بلکہ دانیم کہ ہستیم ز اولادِ فلان
تا رسد خیر بگہوار گیہانِ افلاک
چونکہ سالِ رقمِ شجرۂ طلب کرد غلام
”ثمرۂ شجرۂ طین“ گفت جوابم ادراک

۱۳۵۲۲

اکتوبر ۱۹۷۱ء

(مشمولہ صحیفہ، لاہور)

فہرست عکسیات مشمولہ تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند

- (۱) عوارف المعارف بخط خواجہ محمد صادق بن حضرت مجدد الف ثانی
- (۲) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کا وہ خطی نسخہ جس کی تصحیح و مقابلہ خود حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی نے اپنے دست مبارک سے کیا تھا، بخط شیخ روح اللہ مملوکہ حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی، کابل (رک ۷۶۵)
- (۳) اورنگ زیب عالمگیر کا ایک غیر مطبوعہ خط جو اس نے داراشکوہ کو شکست دینے کے بعد خوش خبری کے طور پر حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے نام سرہند ارسال کیا، مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد (ص ۸۲۲)
- (۴) اورنگ زیب کا ایک غیر مطبوعہ مکتوب بنام خواجہ سیف الدین سرہندی، مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد (ص ۸۲۲)
- (۵) المفاضلہ بین الانسان والکعبہ پر مؤلف شیخ محمد امین بدخشی کی مہر و تحریریں، مملوکہ جناب خلیل الرحمن داؤدی، لاہور (ص ۸۵۲)
- (۶) مواہیر واستفہاء شیخ محمد باقر لاہوری، مملوکہ جناب مولانا عبدالرشید قاسمی، لاہور (ص ۸۵۶)
- (۷) دو اجازت نامہ ارشاد برائے شیخ محمد مراد تنگ کشمیری اور شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی و شیخ علی رضا فاروقی سرہندی، مخزنہ کتابخانہ ملی، تہران (ص ۹۲۰)
- (۸) المحیط برہانی کے خطی نسخہ پر شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری کی تحریر و مہریں، مملوکہ جناب خلیل الرحمن داؤدی، لاہور (ص ۷۵۰)
- (۹) ظواہر (در حالات شیخ سعدی لاہوری) تالیف میاں محمد عمر چمکنی کے آخری ورق پر مؤلف کے

دستخط 'مخزنہ نیشنل میوزیم آف پاکستان' کراچی (ص ۷۵۱)

- (۱۰) خودنوشت مکتوب حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ص ۹۹۱)
- (۱۱) خودنوشت مکتوب حضرت مظہر بنام اخوند ملا نسیم (ماخوذ از لوائح خانقاہ مظہریہ) (ص ۹۹۱)
- (۱۲) دیوان میرزا مظہر جان جاناں و خریطہ جواہر طبع اول (ص ۹۹۱)
- (۱۳) رقعات کرامت سعادت حضرت مظہر مطبوعہ مطبع فتح الاخبار کول ۱۲۷۱ھ (ص ۹۹۱)
- (۱۴) معمولات مظہریہ مؤلفہ نعیم اللہ بہز اپجی، مطبوعہ طبع نظامی ۱۲۸۴ھ (ص ۹۷۰)
- (۱۵) بشارات مظہریہ مؤلفہ نعیم اللہ بہز اپجی، مخزنہ کتابخانہ انڈیا آفس لندن کے ایک ورق پر شاہ غلام علی دہلوی کی تحریر (ص ۹۷۰)
- (۱۶) رسائل سب سے سیارہ شاہ غلام علی دہلوی مطبوعہ مطبع علوی (ص ۱۰۱۵-۱۰۱۷)
- (۱۷) خودنوشتہ اجازت نامہ شاہ احمد سعید مجددی برائے خواجہ دوست محمد قندھاری (ص ۱۰۹۴)
- (۱۸) اثبات المولد والقیام مؤلفہ شاہ احمد سعید مجددی کا خودنوشتہ نسخہ کا آخری ورق (ص ۱۰۹۵)
- (۱۹) مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ (در مناقب شاہ احمد سعید) مؤلفہ شاہ محمد مظہر مدنی مجددی کا سرورق، مطبوعہ اکمل المطابع دہلی ۱۲۸۴ھ (ص ۱۱۰۱)
- (۲۰) فتوح الاوراد کے پہلے ورق پر شاہ محمد مظہر مجددی کی تحریر و مہر، مملوکہ پروفیسر محمد سعد سراجی، ڈیرہ اسماعیل خان (ص ۱۰۱۲)
- (۲۱) خودنوشت مکتوب حضرت حاجی دوست محمد قندھاری، مملوکہ جناب پروفیسر محمد سعد سراجی (ص ۱۰۹۴)
- (۲۲) خودنوشت مکتوب حاجی دوست محمد قندھاری، مملوکہ پروفیسر سراجی (ص ۱۰۹۴)
- (۲۳) سند بخاری شریف بخط شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، جس پر آپ کی مہر "هو العزيز ولي الرحيم" ثبت ہے، آپ نے یہ سند مولانا غلام محی الدین قصوری کو دی تھی، مجلد در خطی نسخہ مشکوٰۃ شریف، مملوکہ حکیم ارشاد حسین، قصور (ص ۱۰۳۷)
- (۲۴) رسالہ علم میراث تالیف و بخط مولانا غلام محی الدین قصوری، مخزنہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد (ص ۱۰۴۵)

(۲۵) سلسلۃ الاولیاء مؤلفہ مولوی محمد صالح کنجاہی، بخط مؤلف مملوکہ ڈاکٹر قریشی احمد حسین احمد، گجرات (ص ۱۰۲۳)

(۲۶) اجازت نامہ مولانا غلام دستگیری قصوری برائے مولانا سید عبدالحق ہمدانی قصوری (۱۲۷۱-۱۳۵۸ھ) مملوکہ مولانا سید محمد طیب ہمدانی، قصور (ص ۱۰۴۲)

(۲۷) خودنوشتہ مکتوب مولانا محمد حسن جان مجددی بنام خواجہ محمد الحق جان، خواجہ محمد ابراہیم جان خلیل، مملوکہ خواجہ خلیل، گلزار خلیل، سندھ (ص ۱۱۰۳)

(۲۸) حیات القلوب فی زیارت الحبوب (علیہ السلام) مؤلفہ مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی، بخط مؤلف مخزونہ کتابخانہ قاسمیہ، کنڈیارو، نوشہرہ فیروز، سندھ

(۲۹) کتاب المتواری علی ابواب البخاری کے خطی نسخہ پر مخدوم محمد معین ٹھٹھوی کی تحریر و مہر

(۳۰) فتح الاوراد مؤلفہ شیخ فتح محمد بن عین العرفاء، بخط مؤلف بسال ۹/ ذی القعدہ ۱۰۵۷ھ، مملوکہ جناب سر بلند خان، پشاور (ص ۵۹۸)

(۳۱) ثمرات الحیات (ملفوظات شیخ برہان الدین راز الہی شطاری و عین العرفاء، عیسیٰ جند اللہ برہانپوری) جامع نواب عاقل خان رازی، مطبوعہ حیدرآباد دکن (ص ۶۰۸)

(۳۲) مطالع الطالبین کے خطی نسخہ پر شاہ رضا قادری لاہوری کی تحریر، مخزونہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد (ص ۶۲۹)

(۳۳) فتویٰ حاجی محمد شریف قصوری (ف ۱۱۵۳ھ) جس پر ان کی مہر محمد شریف قصوری ۱۱۴۸ھ ثبت ہے اور شاہ عنایت قادری قصوری کے نام کے ساتھ ”سلمہ اللہ تعالیٰ“ لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ شاہ عنایت مذکورہ سنہ تک بقید حیات اور حدود ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء کو فوت ہوئے تھے (ص ۶۳۱-۶۳۲)

(۳۴) کلیات ملا شاہ بدخشی، آخری ورق مملوکہ مولوی محمد یعقوب فراہی، کوئٹہ (ص ۵۰۶)

(۳۵) مناجات بخط حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری، مملوکہ مولانا محمد امیر شاہ قادری، پشاور (ص ۵۳۶)

(۳۶) شمس الفتحی فی شرح مصباح الدجی، شارح مولانا غلام مرتضیٰ بریلوی بسال ۱۲۸۵ھ بمقام بریل، جس پر ان کے معاصر علماء کی مہرین ثبت ہیں۔ بعض مواہیر ان علماء کی ہیں: خواجہ محمد علی مفتی احمد، محمد جلال الدین خان، خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی، محمد بن غلام محمد، مفتی محمد علی اور مخطوط کے آخر میں ”تابع شرع رسول محبوب غلام مرتضیٰ احمدی حنفی“، مملوکہ جناب خلیل الرحمن داؤدی، لاہور

(۳۷) مفتاح النصیحة بخط مؤلف مفتی کریم اللہ دہلوی کا پہلا ورق جس پر ان کی مہر ”بگو بلطف اللہ محمد کریم اللہ“ ثبت ہے۔ (ص ۲۳۱)

(۳۸) مفتاح النصیحة بخط مؤلف کا آخری ورق۔ ہر دو مملوکہ جناب خلیل الرحمن داؤدی، لاہور (ص ۲۳۱)

(۳۹) توقیر الحق (رد معیار الحق) مؤلفہ نواب محمد قطب الدین دہلوی، پر مفتی محمد کریم اللہ دہلوی اور دیگر علماء کے دستخط، مطبوعہ آگرہ (س۔ن) ص ۲۱۹

(۴۰) تحفۃ العرب والعجم، مؤلفہ نواب محمد قطب الدین دہلوی، مطبوعہ مطبع حسنی، ۱۲۸۵ھ، پر مفتی محمد کریم اللہ اور دیگر علماء کے دستخط (ص ۲۱۹)

(۴۱) فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین، مؤلفہ مولوی محمد منصور علی مراد آبادی، مطبوعہ مطبع دارالعلم والعمل، فرنگی محلی، لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ، پر مولانا محمد عمر بن مفتی کریم اللہ اور دیگر علماء کے دستخط (ص ۲۲۲)

(۴۲) سیاتہ العوام عن السینات الانام، مؤلفہ مولوی فرید الدین دہلوی شہید، مطبوعہ دہلی اردو اخبار، دہلی، ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء (ص ۲۲۶)

م

بذہ رسالۃ المفاضلہ بین الانسان والکعبہ

ہذا اصل الواقعہ والمباحثہ

بین اسید آدم والشیخ احمد

القشاشی والتوفیق

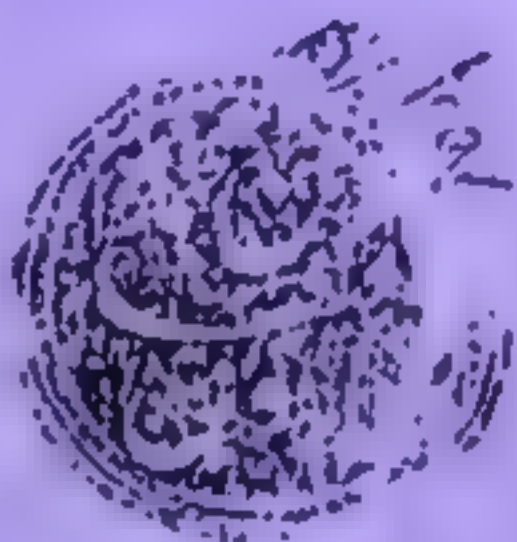
بین کلاہما فی المفاضلہ

بین الانسان والکعبہ

سجلہ

از لکبہ

acc. No. 12

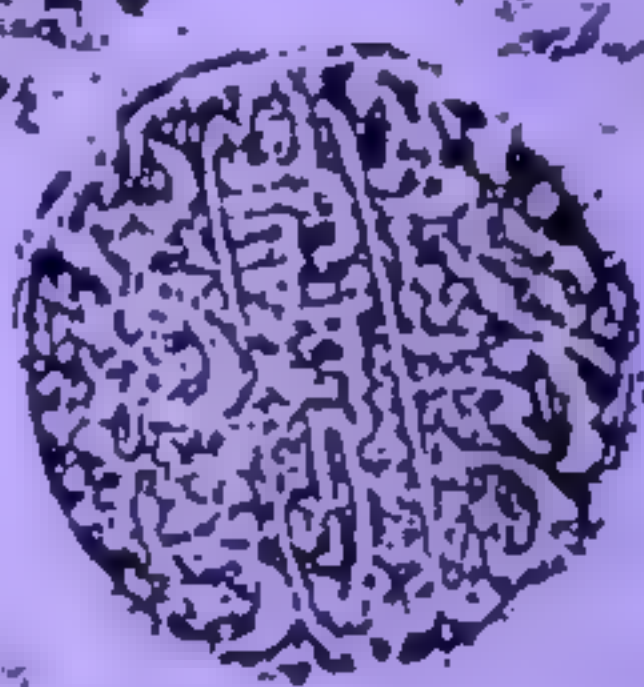


المفاضلہ پر شیخ محمد امین بدخشی کی مہر و تحریریں

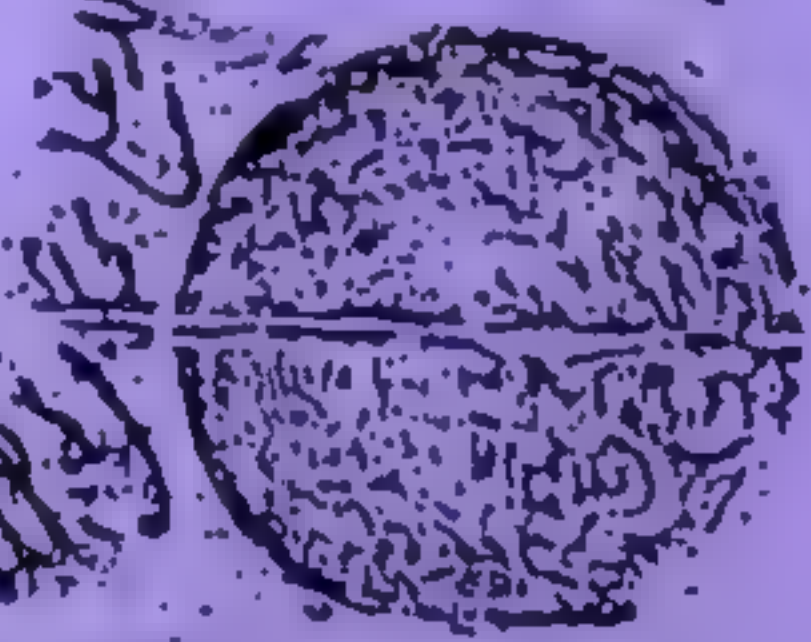
(۵) المفاضلہ بین الانسان والکعبہ پر مؤلف شیخ محمد امین بدخشی کی مہر و تحریریں، مملوکہ جناب خلیل الرحمن داؤدی، لاہور (ص ۸۵۲)

سمال ملک مولانا عبدالرشید قاسمی
کتب خانہ رتبه دار

مولا محمد باقر لاہوری
مولا عبدالرشید قاسمی



مولا عبدالرشید قاسمی
مولا محمد باقر لاہوری
مولا عبدالرشید قاسمی
مولا محمد باقر لاہوری
مولا عبدالرشید قاسمی
مولا محمد باقر لاہوری
مولا عبدالرشید قاسمی
مولا محمد باقر لاہوری



۹- مواہیر و استفتاء شیخ محمد باقر لاہوری، مفتی لاہور و خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی
مملوکہ جناب مولانا عبدالرشید قاسمی، شاہدہ، لاہور (مقامات معصومی ۳/۳۵۲،

(۶) مواہیر و استفتاء شیخ محمد باقر لاہوری، مملوکہ جناب مولانا عبدالرشید قاسمی لاہور (ص ۸۵۶)

[illegible]

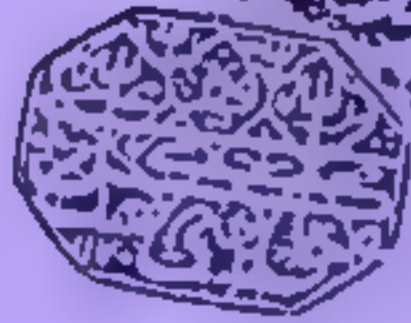
من حسن الخدم وسلام عياده الدين مصطفى اياه فيقول العبد
اقرب من العبد والاحد ابن قسطنطين الطريقه والمقصد من
محمد عوفه قد كره المجدد النافع الصالح الشيخ محمد ابي بكر
لا اخل بطريقه العبد على يد من طريقه الكتب فيها حجة
نوحه وما انا لجليل واذا مر حيدر علي السليمان السليمان
من الشنا والبنام او كانت الروايات التي في العبد والكل
والعلماء وكما في هذا الكتاب في تمام الشرح في الله تعالى

[illegible]

۱۳- دو اجازت نامہ ارشاد برائے شیخ محمد مراد نسک کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ) از شیخ عبدالاحد
دست سر بندی و شیخ علی رضا قادی سر بندی، خزوند کتاب خانہ ملی تہران (نہرست
مائیکرو فلمہا خزوند کتاب خانہ مرکزی داخدا، تہران - ۱/۶۳۰)

(۷) دوا جازت نامہ ارشاد برائے شیخ محمد مراد ننگ کشمیری اور شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی و شیخ رضا فاروقی سرہندی، مخزنہ کتابخانہ ملی، تہران (ص ۹۲۰)

منحة من مباح اسرار على اقل عباده
فقير الله عبد الرحمن الحنفى
يعين نفسه تاسع رجب سنة ١١٠٤



فر من من انه سبحانه على اقل حقيقته
 حبيب هذا الخاتم لا حقا بالثناء الشاهدي
 ناسخ رجب
 عبيد عن

٢٢٤
 مسطر

هنا کتابک فی الملک علا م صدیق
سرحدی نقشبندی فاروقی النصب

(۸) المحيط برہانی کے خطی نسخہ پر شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری کی تحریر و مہر میں، مملوکہ جناب خلیل الرحمن داؤدی لاہور (ص ۷۵۰)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بفضل خالق و جهان از ترصیف شریف تالیف رفیع خلاصہ خاندان مصطفوی



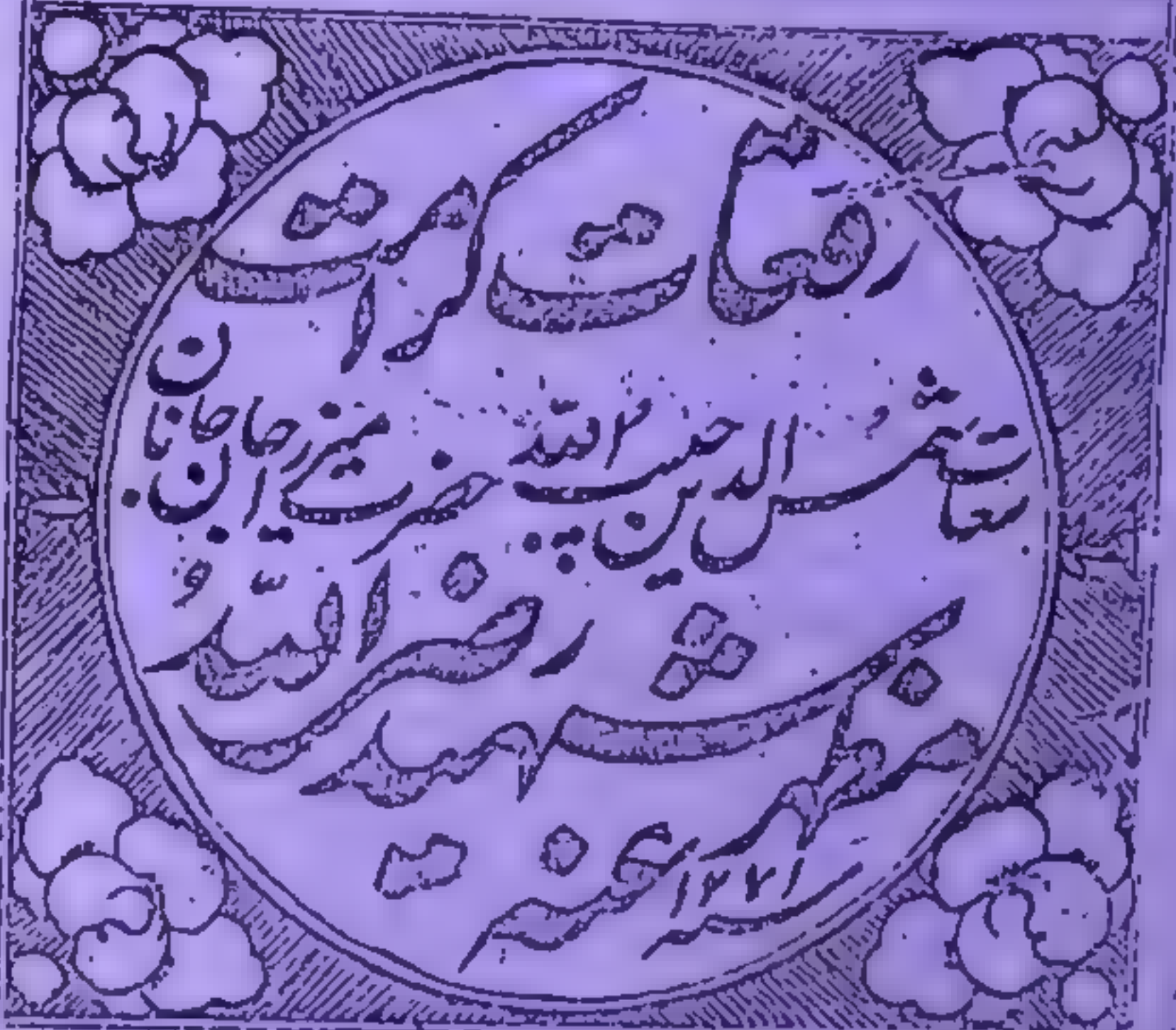
باہتمام محمد بن محمد عبد الرحمن دست گرفته و تعلیم یافتہ خدمت اخ مظهر محمد مصطفیٰ خان معفور

مطبع و دہان مطبعہ جوا

۱۔ دیوان مظهر و خریطہ جوا ، طبع اول ، مطبع مصطفائی ، کانپور ،

۱۳۰۱ء ، ص ۱۳۰

لَا تَقُولُوا لِمَن يُقَسِّلُ فِي سَبِيلِنَا هُوَ اِلٰهٌ حَيٌّ



در مطبع نستعلیق کولابہام محمدرضاخان

مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

بفضل واسبب العطايا كافه برايا بار دوم مطابق نسخہ مطبوعہ سابق در سطح سلوک طریقہ نقشبندیہ بر اطا



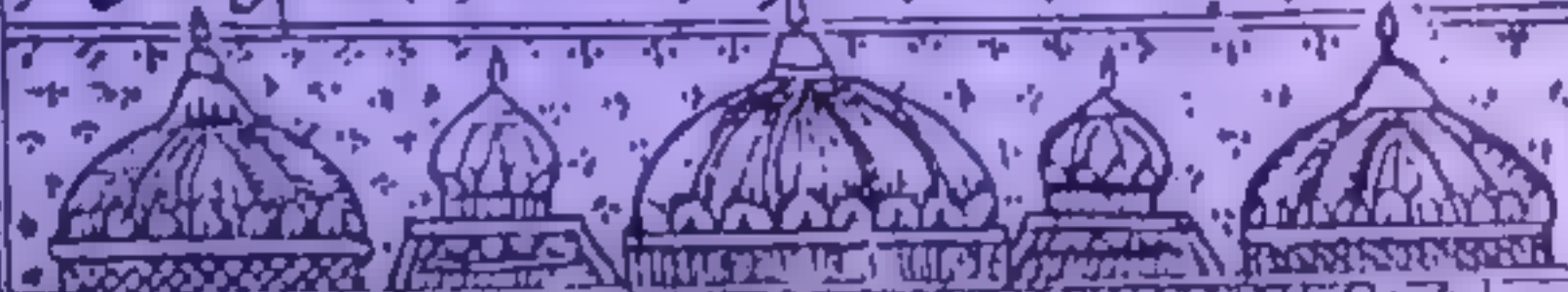
بہ نامہ ایچی طہران محمد عبدالرحمن حاجی محمد روشن فقیر تربیت یافتہ خدمت از عظمیٰ حاج محمد مصطفیٰ خان

مَطْبُوعَاتُ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

(۱۴) معمولات مظہریہ مؤلفہ نعیم اللہ بہرہ ایچی، مطبوعہ طبع انظامی ۱۲۸۳ھ (ص ۹۷۰)

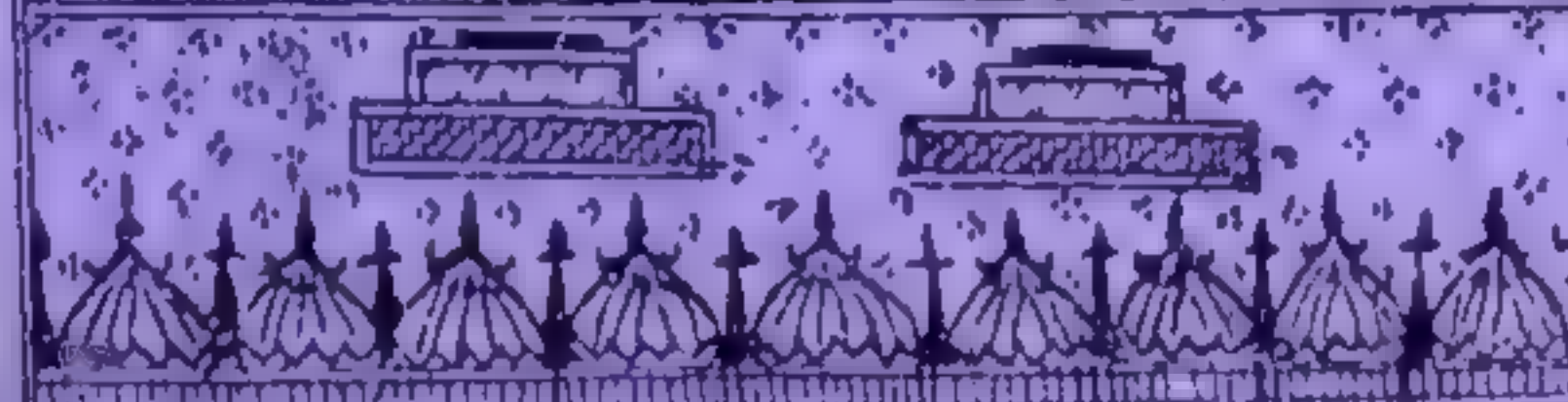
فَضْلُ اللَّهِ تَعَالَى شَاہِ الْفَضْلِ الْعَظِيمِ
ذَلِكَ بِوَدَّ مِنْ عَزْوَافِ رِیاضِ

معدنہ المسمیہ کہ کتاب عجیب و غریب مجموعہ چند رسائل بسبب کلام فیض نظام حضرت زبدۃ العالیین
زبدۃ العالیین پیر بران طریقہ مجددی نقشبند حضرت شاہ عبداللہ ولی مکرز شاہ غلام علی احمد قدس اسراء



نقشبند
ایضاح الطراز مع
رسائل سید شاہ

واضح الخاں



در بیان اشغال اذکار و مراقبات غریبہ ترفیع مجددیہ قدس اسراء الہیہ الباقیہ فیضیات
حضرت قطب دہلوی برگزیدہ یزدانی حضرت شارح سید احمدی مجددی نقشبند سے

مطبع علی خاں نقشبند شاہ
درمیان علی خاں نقشبند شاہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله افضل الحمد واجله واعلاه كما يخلق بخباب قدسه تعالى
والصلوة والسلام على سيد الوری كما یمنی و یحیی و علی الہ النقی
والصحابہ النقی اما بعد باعث این سطور آنکه از مدت آرزوی
زیارت حرمین شریفین زاد و بوم امامه شرفا و کرامت و در دل
بود حالا اراده الهی سبحانه بان منتقم گردید و نیت طواف
آنجا را منع شد و متوجه آنجا دادم مع اہل و عیال شدیم و بعد تعالی
از کرم خویش آنجا رساند لهذا رفوم میسازم بر پرده ان خود که
در ہندستان و خراسان سکونت میدارند کہ بجائی من مقبول
بارگاہ احد حاجی دوست محمد صاحب را کہ خلیفہ من اندہ باشند و
توجہات از بنان گرفته باشند و ہو خلیفہی دیدہ کیدی فطولی
من آندی بہ فہو خلیفہی علی الاطلاق بای طریق یا مرکب فعلبکم
بانتقالہ ولا یجوز العدول عن حکم اللہم اجعلہ ما دیا سید یا و اہلہ بالناس
طرا علی سبیل الدوام والاستمرار و زود فی عمرہ و رشدہ و صلاحہ و
فلاحہ یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ
اجمعین یرحمہم اللہ عذابا قال امینا و السلام اولاد و آخر



فتح الورد



فتح الورد



فتح الورد

فتح الورد

فتح الورد
برای بوی

بوی



فتح الورد استعمله الفقراء
لله الاكبر محمد بن فتح
سجانه رضوانه الجليل
في حفرة الديار فوقه
لله الغني ثعلب

فتح الورد



فتح الورد

فتح الورد
برای بوی



بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله وسبح على عباده ائمه الطاهرين
الطيبين

حبيب العالم والفقراء خاتمة ائمة الطاهرين
از جناب فقیر لا شری دوست محمد قندهاری
کامان الدوله عوفی کاشی پل از مسکن دولت
ترقیات و ایراد مشحون معالوم نمایند و اعلم
که احوال فقراء اینجانب بوعون عنایت الهی غنی
فرمایند پس بتعیین منعم حقیقتیست جل جلاله
و علم نواره و المسائل مناسبتیست سلامت
و عافیتکم و استقامتکم علی مشرعه المصطفی
عاجل حاجها العالی و السع المدام لکن
دقیقه کریم مشتمل بر اظفار رحمت و استیانت
بر نیابت که فریادیه و فصد در میانهای

(۲۱) خودنوشت مکتوب حضرت حاجی دوست محمد قندهاری مملوک جناب پروفیسر محمد سعد

سراجی (ص ۱۰۹۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله وسیع علی عباده الابرار
احفظنا من

افترار از شر حاکم و حاکم
ان جانب حقیر لا شرا و سوت و کرم مشیری است
کان اللہ دعوت علی خلعتی پس از وسیع سوز و غمات
ترقیات و کرم مشیون مطابو مطابو غایب اللہ و اللہ
کما و ال ایمل بفضل و کرم الہی غرض قریب خبرت
ست و المسؤل فی اللہ کما سدد مشکم و عافیتکم و نجاتکم
علی الشریعة المرضیة علی صاحبها الصلوة والسلام اللہ
رقیم کریم متغن بر صحت و عافیت خویش کہ
فرستادہ بوضد در اسعد زمان و اجداد و ان مودود
غرض اللہ تبارک و تعالی آنرا برادر سزاوارتی
حوادث زمان و بلیات ظاہر و باطنی و دران
در حفظ و حمایت خویش محفوظ و مامون دارد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله وسیع علی عباده الابرار
احفظنا من
افترار از شر حاکم و حاکم
ان جانب حقیر لا شرا و سوت و کرم مشیری است
کان اللہ دعوت علی خلعتی پس از وسیع سوز و غمات
ترقیات و کرم مشیون مطابو مطابو غایب اللہ و اللہ
کما و ال ایمل بفضل و کرم الہی غرض قریب خبرت
ست و المسؤل فی اللہ کما سدد مشکم و عافیتکم و نجاتکم
علی الشریعة المرضیة علی صاحبها الصلوة والسلام اللہ
رقیم کریم متغن بر صحت و عافیت خویش کہ
فرستادہ بوضد در اسعد زمان و اجداد و ان مودود
غرض اللہ تبارک و تعالی آنرا برادر سزاوارتی
حوادث زمان و بلیات ظاہر و باطنی و دران
در حفظ و حمایت خویش محفوظ و مامون دارد

(۲۰) فتوح الاورد کے پہلے ورق پر شاہ محمد مظہر مجددی کی تحریر دہر مملوکہ پر و فیسر محمد سعد سراجی ڈیرہ
اسماعیل خان (ص ۱۰۱۲)

وَلَا تُتَذِرْنِي وَلَوْلَا الَّذِي وَلَمِنْ
تَوَلَّدَا وَلَدَحْمُهُمَا كَمَا زَيْتَانِي
صَغِيرًا وَلِكُلِّ مَنِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ بِرَحْمَتِكَ
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ : اتمام رسيد

درود وصال از تصنیف جناب غوث الاعظم قدس
بروز بهر روز چهارشنبه بوقت ظهر بتاریخ نو روز
شهر شعبان المبارک در سال از هجری مقدس
یکهزار و دویست و هشتاد و نه را اتم حقیر خاکی
درویشان اسی محمد صالح کنجی ای اهل بیت تعالی فی الدار

[illegible]

بقلم فقیر عبد السلام

قصوری بیان اربعہ

مولانا سید عبدالحق قصوری ہمدانی ۱۲۷۱ - ۱۳۵۸ھ / ۱۸۵۲ - ۱۹۳۹ء) کے لئے
- اجازت نامہ مولانا غلام ہشتنگر قصوری خوار خورشید فرمایا ، مملوکہ مولانا سید
محمد طیب شاہ ہمدانی ، قصور



کتاب

التواریخ علی ابواب البخاری

تصنیف الشیخ الامام العلامة

القاضی القطیب ناصر الدین

ابن القضاة احمد بن

المعالم محمد

ابن المنیر

رحمہ اللہ

تحریر

ابن

ابن

ابن

ابن

ابن

ابن

ابن

ابن

ابن

ابن

ابن

ابن

ابن

ابن

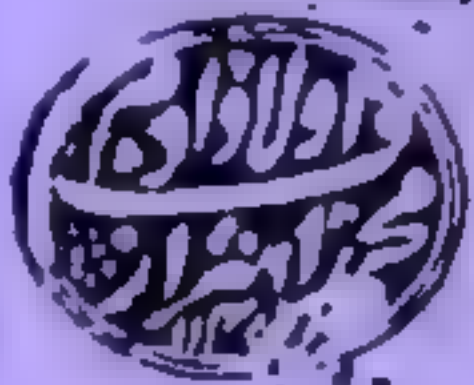
ابن

ابن

ابن

ابن

ابن



معارف
القرآن
ص ۱۲۳

عبد الرحمن بن محمد
والد علی بن محمد
ص ۱۲۳



بَارِئُكَ إِلَى اللَّهِ فِي ذُرِّيَّتِهِ
 (۲۰) —————

کتابت کہ کتابتیں بل رافضی طائفتا شادوات حضرت و قوالہ فیضیہ پراں الدین شہان
 و مرشد اشاج حضرت عین العرفا شاہ عیسیٰ جند شطاری برہانپوری قدس سرہما مہودم

بَارِئُكَ إِلَى اللَّهِ فِي ذُرِّيَّتِهِ
 (۲۱) —————

آمینہ فیضیہ علی عسکری بن محمد تقی بن محمد تقی وانی النماطت نواب عاقل خان المتخلص رازی
 سے عالمگیر شاہ غازی ایفہ شاہ عیسیٰ لانا شاہ کرم الدین جند شطاری اورنگ آبادی حضرت عیسیٰ جند

بَارِئُكَ إِلَى اللَّهِ فِي ذُرِّيَّتِهِ
 (۲۲) —————

(۳۱) ثمرات الحیات (ملفوظات شیخ برہان الدین راز الہی شطاری و عین العرفا عیسیٰ جند اللہ

برہانپوری) جامع نواب عاقل خان رازی مطبوعہ حیدرآباد دکن (ص ۶۰۸)

(۳۳) فتویٰ حاجی محمد شریف قصوری (ف ۱۱۵۳ھ) جس پر ان کی مہر محمد شریف قصوری ۱۱۳۸ھ

ثبت ہے اور شاہ عنایت قادری قصوری کے نام کے ساتھ ”سلسلہ اللہ تعالیٰ“ لکھا ہے جس سے

ظاہر ہے کہ شاہ عنایت مذکورہ سنہ تک بقید حیات اور حدود ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء کو فوت ہوئے

تھے (ص ۶۳۱-۶۳۲)



شرح الطحاوی المیزان فی التفسیر البیذان الزوج بیطل مہربا ولعہما کسبتہما

طلعتہما اور ذات جابر لہا ان تہ منزل و کذا النکاح اذا خلیت فی ظلہما ایتہ صافیت

انہ صافیت و کذا ان جائز کما تہبہ المطلاق یا واکسرة و عذبتہ فی ظلہما ذلک فی النواہی الفہم فاما لو اضرک عدا ان زوجہا

مکہ الہما وی الہما سیہ و لہم ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان

کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان

کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان

کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان

کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان

کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان

کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان و کذا النکاح سیہ ایتہ کما تہبہ المیزان

المفتی احمد رضا خان
کتاب بر الملکون



(۳۶) شمس السنی فی شرح مصباح الدینی، شارح مولانا غلام مرتضیٰ بریلوی بسال ۱۲۸۵ھ بمقام بریل، جس پر ان کے معاصر علماء کی مہرین ثبت ہیں۔ بعض مواہیر ان علماء کی ہیں: خواجہ محمد علی مفتی احمد محمد جمال الدین خان، خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی، محمد بن غلام محمد، مفتی محمد علی اور مخطوط کے آخر میں ”تابع شرع رسول محبوب غلام مرتضیٰ احمدی حنفی“، مملوکہ جناب خلیل الرحمن

داؤدی لاہور

مرم ندیم در ده خشت بیداری سن به علی عثمان پیرسن به اسراف غرضه فاعل سهر و تم مام عده نانی
چندان شوختم که با شما نشدم به هم به یاد به یاد از سر دانه نمیکند به

مفتی النبی
فی دعوہ
نائب المفتی
لجنة دار



مہر نعتیہ کرمیہ دہلی

المحمد علي بن محمد علي بن محمد علي صاحب الكمال والكمال صاحب الأمان والأمن
جانب فضائل منيع الشامل أرفع العرب والهم صاحب الجود والكرم تاج الأبناء صبراح
الاصفياء أم المرسلين رحمته للعالمين يتفجع المدينين بما في الميثاقين أغنيهم

المالكين تربية المصلين قدوة العائدين

(۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى رَسُوْلِكَ وَاٰلِهِ وَسَلِّمْ وَدَعْوَةُ سُبْحَانَكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

وہی کہ از شر یک زہ استمنان محمد اعظم در سولہ رسوم حکیم کلمہ بسمان علیہ السلام

لعمري ان الله اعلم بالخير والحق ان الله اعلم بالخير والحق ان الله اعلم بالخير

لا اله الا الله وحده لا شريك له لا تكفر ولا الحمد كفى يست و هو حي لا يموت بغيره لا اله الا الله

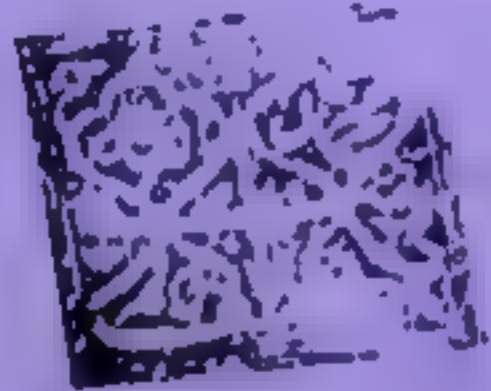
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَشْكُرَهُ لَوْلَا رَحْمَتُ اللَّهِ عَلَيْنَا لَكُنَّا مِنَ الْخَاسِرِينَ

ابا بکر کا نام ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے

(۳۷) مفتاح النصیحۃ بخط مؤلف مفتی کریم اللہ دہلوی کا پہلا ورق جس پر ان کی مہر ”یگو بلطف اللہ محمد

کریم اللہؑ ثبت ہے۔ (ص ۲۳۱)

حد کتب و تالیفات یعنی فی الوخط احدثه الیه الیهان فی حرر السبعین بعد ثقه اربعه عو
 فی اتم سبعین جزا و التالی زنه الوخط فی نفس المکتع اربعه اشیاء من اسفوه فی جلد
 اصغر تا تحسین جزا و التالی سبعین جزا و التالی ثلث فی تعلیقات السلف من ارباب
 سینه علی المیسر نقد ارسنن جزا و التالی ثلث رساله کثیره اصد با ابان علی
 فی جواب انکار الیهال التالی ثلثه بطوریکه اسمعیل التالی الصمصام فی جواب انکار مسلم
 بعین ابوم لولوی سباق و التالی ثلث کتب فی جواب الیهال لولوی سباق و التالی
 از نه الیهال سیده فی اثبات و راه حله التوفیه الفله لانه و التالی سیده و التالی سیده و التالی
 فی لزوم انکار التوفیه و التالی رساله اثبات اس بدوح و التالی سیده و التالی
 مضی الیهال من فی اصلاح الیهال الیهال فی سیده الیهال الیهال و التالی من التوفیه
 الکتابه فی سینه و التالی ثلثه و التالی سیده و التالی سیده و التالی سیده
 التالی و التالی سیده و التالی سیده و التالی سیده و التالی سیده
 علی مکتبه التالی امره و التالی سیده و التالی سیده و التالی سیده
 و التالی من التالی سیده و التالی سیده و التالی سیده و التالی سیده
 غیره کلن اکثره و التالی سیده و التالی سیده و التالی سیده و التالی سیده
 سن التالی و التالی سیده و التالی سیده و التالی سیده و التالی سیده
 و علی مکتبه التالی سیده و التالی سیده و التالی سیده و التالی سیده
 ماریب الیهالین السالین



مکتب

(۲) خود نوشته مکتوب مولانا محمد حسن جان مجددی بنام خواجه محمد الحق جان خواجه محمد ابراهیم جان خلیل
 مملوکه خواجه خلیل گلزار خلیل سندھ (ص ۱۱۰۳)

ہم رفیق الیوم اور منع قیام خلف الامام و اختار اکین میں تالیف کیا تھا اور وہ دونوں سیال مولوی صاحب
کے پیر پاس موجود ہیں اور بھی ایسا پایا استاد مولوی تذیر حسین کی کو فقیہہ اصل عالم باطل والدی
ماجدی جناب مولوی محمد عابد الخاٹون مرحوم کہ انہوں نے تنبیہ الفضالین

عبد القادر
محمد

میں تشریر کر مراچی کی ہر من شاہ رفیق نظر الیہ

بر سالہ اولیٰ آردہ میرین و بیجا واقع میں کتب سے تذیر ہو اور عوام و خواص کے دل پذیر ہواریتہ و سمعت
شاید بشتات ان بذاتہی مذہب متفقہ کی ہم یہ کہ جناب الانام مولوی محمد اسحاقی مرحوم نے مائتہ مسائل میں
لکھا ہے کہ جہ مذاہب اربعہ کو بہرعت کے مانا نقل اور کی کچھ بقول بیجوگی اور سب ہبٹا منشور ہو جادگی
من شار فلیتعالی فیہ فی جواب سوال ستین ثلث اور یہ چارٹ دین محمدی قدیم روشن ہی اسکو کوئی بجا
نہیں سکتا لغم ماقیل سے چارٹ کے ایزدیزد و زردہ ہر تلمس تفت زندیش بسوزد

الرحمن
محمد عبد

الایب یہ سالہ سہمی بہ توفیر الحق المعروف بالقول السدید فی وجوب تقلید مولفہ میرے استاد بزرگوار
یعنی جناب مولانا محمد قطب الدین سلیمان بدستور لکھا کہ اس اولہ الی آخرہ حق و صحیح و درست قابل قبول العمل ہی
نماذاجہ الحق الا السنابل اور کسی کچھ لکھ کے خیال میں گذرے کہ صاحب مختار و حضرت مجدد و خواجہ محمد
پارسا و ملا علی قاری وغیرہم حمدا للہ علیہم جو لکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام مذہب اہل حنیفہ پر عمل کرینگے تو یہ بات
کیونکر ہو سکے کہ وہ نبی اور مہدیین اور تقلید مجتہد کی مجتہد کو حرام ہی بالاباع اسواسطے کہ معنی اون عبارتوں کے
میں جو شخص سمجھتا ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ عیسیٰ عم عمل کرینگے باین طور کہ ہوگا اجتہاد اونکا موافق مذہب

اللہ
محمد

عبداللہ
محمد خواجه

اہل حنیفہ کے فقط واللہ اعلم بالصواب حررہ عبد المسکین محمد ضیاء الدین
مسکین سالہ ہزار سن اولہ الی آخرہ بنظر تعمین مطالعہ نمود موافق اہل سنت و جماعت یافت و الحق کہ سالک
سالک مذہب واحد بر صراط مستقیم است خصوصاً بر مذہب حنفی کہ معتمد علیہ سواد اعظم است کہ اکثر از اہل اسلام
تبع اہل حنیفہ گذشتہ اند علیہم الرضوان و در اصول و فروع بر سائر مذاہب فوقیت دارد آیات نبی بینی کہ
اللہ اعظم و اتباع سنت منیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام از ہمہ ائمہ مقدم است کہ احادیث و رسول قول
بہابی را بواسطہ بزرگی صحبت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام برآ خود مقدم دارد برخلاف دیگر ائمہ

صحیح الجواب

الجواب صحیح

المحبب مصیب



مدینہ رسد مسجد نقیہ ری دہلی

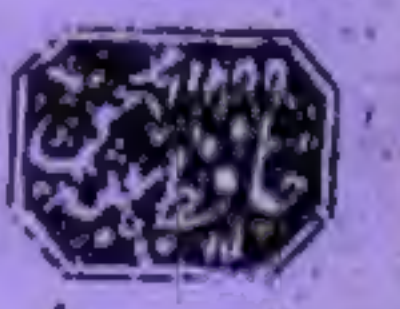
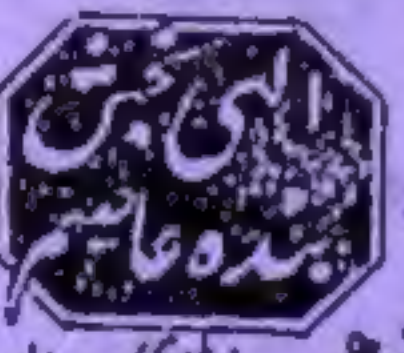
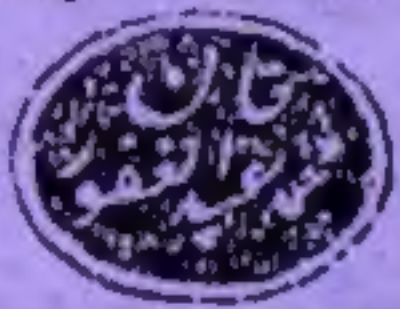
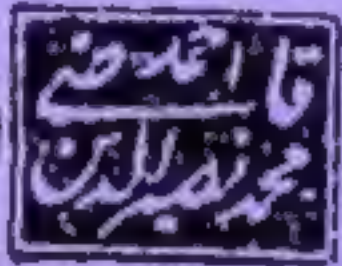


امام مسجد حوض



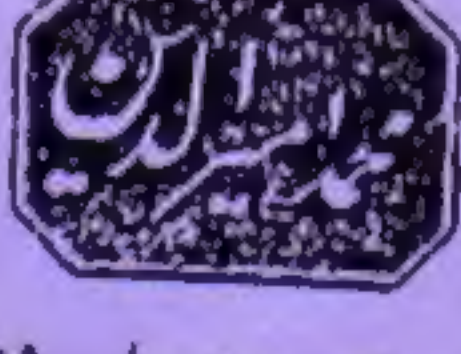
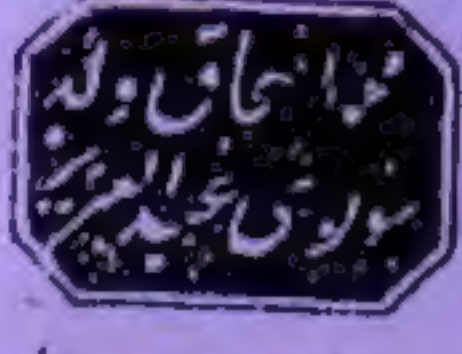
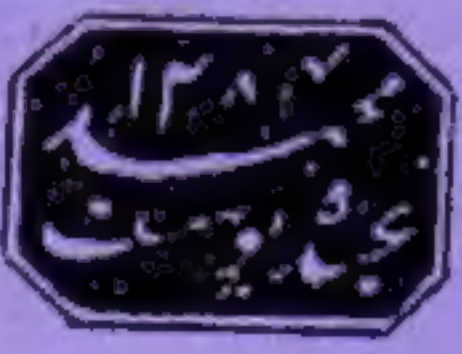
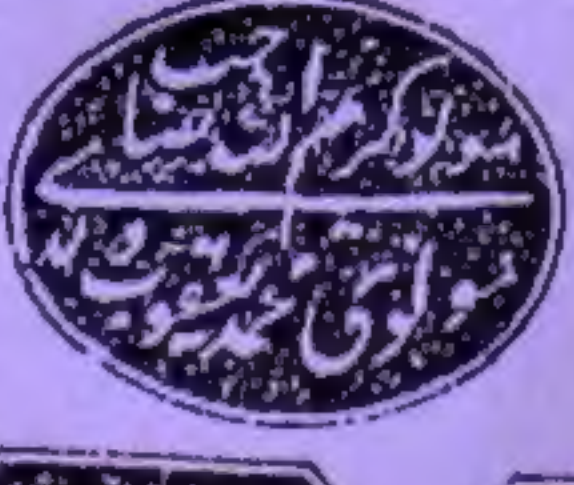
ابن کریم اللہ

فی اقیقت اگر ان لوگوں کے یہ خطا اور یہ اعمال ہیں تو ایسا ہی جو حبیب صاحب نے بول دیا۔



الجواب صحیح

المحبب مصیب



(۳۱) فتح المسبین فی کشف مکائد غیر المقلدین مؤلفہ مولوی محمد منصور علی مراد آبادی، مطبوعہ مطبع دارالعلم والعمل، فرنگی محلی، لکھنؤ ۱۳۰۱ھ پر مولانا محمد عمر بن مفتی کریم اللہ اور دیگر علماء کے

مستحق (ص ۲۲۳)

بسم الله الرحمن الرحيم

اجل منطق فصيح به لسان الفصحى ودوا الى مدرك رسم في اذبان
 الاذكياء حمد الله نصديق بكبرياءه وشكر منعم لا تتصور عظمة الله تحمده حمدا
 لا يجد ولا يرسم ونشكره شكر الالقياس ولا يرسم ونصحه على من ارسل
 حجة وبرهانا وخلق به دمي وتبينا تا اوضح سبيل العقل والفكر واتم الحجة
 على اوجاج الجمل والتجيز وعلى الله واصحابه المستقرين لسنة واثار
 والتشديد سنة والوارثه وبعد يقول الفقير المسكين عبد الحكيم ابن
 شمس الدين قدس الله له والى الاله الا عز لوجهه قد استعانة ونور حقيقته
 العبادة فواد الفواد لهذا الغريب عبد الله الملقب بالسبب عند قرائته
 للشرح المنسوب الى الطود العظيم والقديم الجسم والحواسي السعة
 المتعلقة عليه السيد السند والخبر الاجل ان الكتب ما نسخ له بنى الحبل
 في حل مشكلاتها واجر ما تفر لدتي في كشف معضلاتها بل كما
 بقى الاقتصاد ومقتصر على ايراد ما يتعلق بكل الكتاب لا ان ما علق
 عليها الفضا مع استتمارهم بها مقتصر بعضها خبر وافيه لوجه الطفرة
 وبعضها غير شافية لعدم الطفرة وبعضها ممتدة لاطناب خبر متعلق
 بالكتاب وبعضها ممتدة للاحتواء على شكوك محيرة للطلاب في شرح

سعد

الحاشية على هذا الحكم سياتي على مر قسطي اقول بذكر خليل الرحمن دوا الى مدرك رسم في اذبان
 كد محققى براى فرزنده فاد عبد الله ملقب بالسبب تا ليف كتابا

تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند اس میں تقریباً ۲۱۰ علماء و مشائخ کے تحقیقی احوال ان کی تصانیف اور دعوت و عزیمت کی تاریخ میں ان کے کارنامے بیان کیے گئے ہیں ان کی کتابوں کا پہلی بار تعارف کروایا گیا ہے تقریباً پانچ سو مخطوطات کے حوالے اور ان سے براہ راست استفادہ کیا گیا ہے اور ہزاروں نادر الوجود مطبوعات کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ علماء کے علاوہ سلسلہ چشتیہ قادریہ سہروردیہ مغربیہ رفاعیہ اور نقشبندی صوفیہ کے تحقیقی حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی نایاب تحریرات کے عکس بھی شامل کتاب ہیں۔

اس کتاب کے مولف پروفیسر محمد اقبال مجددی ہیں تحقیقی کتابوں کے مولف و مرتب ہیں جن میں سے مقامات مظہری مقامات معصومی حدیقتہ الاولیاء لطائف المدینہ حسنات الحرمین احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی اور تذکرہ خواجہ حسام الدین احمد کو علمی دنیا میں شہرت حاصل ہے۔

اس کے علاوہ تقریباً ایک ہزار تحقیقی مقالات دنیا کے موقر رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔



یوسف مارکیٹ ۵ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۵ لاہور

فون 042-37124354 فکس 042-37352795

پروکسٹوبکس